

کلمات الصّادقین

تالیف

محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی

ترجمہ

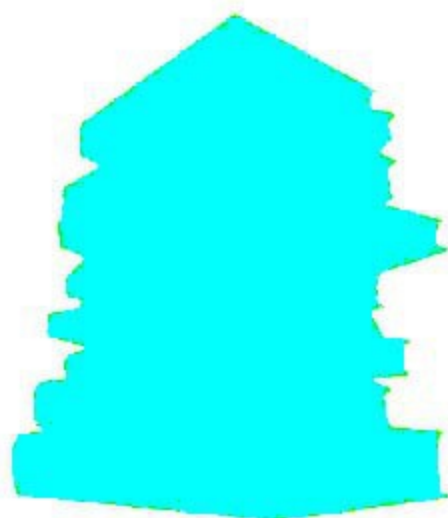
لطیف اللہ

ازمکتب فارسی مرتبہ

ڈاکٹر محمد سلیم اختر

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



۴

کلمات الصادقین

(۱۰۲۳ھ تک دہلی میں مدفون بزرگانِ دین کا تذکرہ)

تالیف

محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی

ترجمہ

لطیف اللہ

زقین فارسی مدرسہ

ڈاکٹر محمد سلیمان خان

ادارہ نشر المعارف

کراچی

129514

جد حقوق ترجمہ حق مترجم مکتوبہ

اگست ۱۹۹۵ء

المیہ ہزار

دو سو روپے

فضلی ستر، کراچی

دورہ نشر المعارف

بار اول

تعداد

قیمت

شعب

نشر

شیرستان ہڈنگ - مولانا زین محمد وفانی روہ

کراچی

حسن علا سجرى ، صاحب " فوايد الفوائد - نور اللہ مرقدہ کی روح پاک کی نذر
جن کے قلم کی نور افشانی نے
حضرت سلطان المشايخ شيخ نظام الدين محبوب الہی قدس سرہ سے
جمال علم ، عقل اور عشق کی دید سے بہرہ ور فرمایا

بچ ہر
اطیب

فہرست

۱۱	عکس خیال از مترجم
۱۳	کلمات الصادقین اور اس کا منصف از مترجم
۱۹	دیباچہ اور مقدمہ
۲۰	نواجہ قلب الدین، اختیار اوشی قدس سرہ
۲۳	شیخ علی سبزی قدس سرہ
۳۵	نواجہ تتاجی قدس سرہ
۳۵	سید نور الدین مبارک غزنوی قدس سرہ
۳۶	شیخ حمید الدین دہوی قدس سرہ
۳۷	قشعی حمید الدین ناکوری قدس سرہ
۳۸	شیخ ناصر الدین قدس سرہ
۳۹	قشعی سعید، قشعی عماد قدس سرہ
۴۰	شیخ معز الدین دہوی قدس سرہ
۴۱	شیخ ذبیح الدین قدس سرہ
۴۲	شیخ نظام الدین ابوالموید قدس سرہ
۴۳	شیخ بہان الدین محمود، ابن ابی الخیر سعید ابنی قدس سرہ
۴۴	شیخ ترک بیابانی قدس سرہ
۴۵	شیخ نور الدین دہوی قدس سرہ
۴۶	مولانا معین الدین عینی قدس سرہ
۴۷	نواجہ محمود موہب دہز قدس سرہ
۴۸	مولانا مجد الدین حاجی جاجری قدس سرہ
۴۹	شیخ بدر الدین غزنوی قدس سرہ

۵۳	خواجہ بست قدس سرہ
۵۳	بابا حاجی روزبہ قدس سرہ
۵۳	شیخ امام الدین ابدال قدس سرہ
۵۵	شیخ حاجی دہوی قدس سرہ
۵۶	شیخ شمس الدین اتودہ قدس سرہ
۵۸	شیخ شہاب الدین عاشق قدس سرہ
۵۸	شیخ عماد الدین دہلوی قدس سرہ
۵۸	شیخ نظام الحق والدین قدس سرہ
۶۹	شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ
۶۲	شیخ صالح الدین درویش قدس سرہ
۶۳	شیخ نور الدین ملک یار پیران قدس سرہ
۶۵	شیخ ضیاء الدین رومی قدس سرہ
۶۶	سیدی مومہ قدس سرہ
۶۸	شیخ ابوبکر طوسی قدس سرہ
۶۹	شیخ فرید الدین ناگوری قدس سرہ
۸۰	شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ
۸۶	مولانا فخر الدین مروزی قدس سرہ
۸۹	مولانا علاء الدین نیلی قدس سرہ
۹۱	خواجہ تقی الدین قدس سرہ
۹۱	خواجہ ہارون قدس سرہ
۹۲	سید محمد لہمانی قدس سرہ
۹۳	قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہ
۹۳	سید شمس الدین خاموش قدس سرہ
۹۵	سید احمد کرمانی قدس سرہ
۹۵	خواجہ عزیز الدین قدس سرہ
۹۶	خواجہ قاضی قدس سرہ
۹۶	خواجہ محمد و خواجہ موسیٰ قدس سرہما

۹۸	خواجہ عزیز الدین صوفی قدس سرہ
۹۸	خواجہ ابو بکر شبلی قدس سرہ
۹۹	مولانا جمال الدین دہلوی قدس سرہ
۹۹	خواجہ کریم الدین سمرقندی قدس سرہ
۱۰۰	مولانا فصیح الدین قدس سرہ
۱۰۰	مولانا شرب الدین امام قدس سرہ
۱۰۱	شیخ رکن الدین دہلوی قدس سرہ
۱۰۱	شیخ سیر اولیا قدس سرہ
۱۰۲	خواجہ موید الدین انصاری قدس سرہ
۱۰۲	شیخ حیدر قدس سرہ
۱۰۳	شیخ ابو بکر مصطفیٰ بردار قدس سرہ
۱۰۳	خواجہ عزیز الدین قدس سرہ
۱۰۳	مولانا شمس الدین یحییٰ قدس سرہ
۱۰۸	مولانا وجیہ الدین پایلی قدس سرہ
۱۰۹	امیر خسرو دہلوی قدس سرہ
۱۱۵	خواجہ شمس الدین قدس سرہ
۱۱۶	خواجہ نضیر الدین برنی قدس سرہ
۱۱۸	مولانا نضیر الدین سنہی قدس سرہ
۱۱۹	مولانا موید الدین قدس سرہ
۱۱۹	شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہ
۱۲۰	شیخ عثمان قدس سیح سرہ
۱۲۱	شیخ شہاب الدین حق لو قدس سرہ
۱۲۲	شیخ صدر الدین نکیم قدس سرہ
۱۲۵	شیخ ذوالدین ثانی قدس سرہ
۱۲۶	سید یوسف المسینی قدس سرہ
۱۲۷	قاضی عبدالمقتدر شہینی قدس سرہ
۱۲۷	شیخ زین الدین قدس سرہ

۱۲۸	مسعود بک قدس سرہ
۱۳۱	شیخ بدرالدین سمرقندی قدس سرہ
۱۳۱	شیخ رکن الدین فردوسی قدس سرہ
۱۳۲	شیخ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ
۱۳۳	شیخ حسن طاہر قدس سرہ
۱۳۶	مولانا سید الدین قدس سرہ
۱۳۸	شہ عبدالقد قریشی قدس سرہ
۱۳۹	شیخ حاجی عبدالوہاب قدس سرہ
۱۴۲	شہ ابوالغیث بخاری قدس سرہ
۱۴۳	شہ جلال الدین شیرازی قدس سرہ
۱۴۶	شیخ سلیمان مندوی قدس سرہ
۱۴۸	شیخ محمد مشیخ قدس سرہ
۱۴۹	شہ منزل قدس سرہ
۱۵۰	شہ مدثر قدس سرہ
۱۵۱	شیخ رکن الدین قدس سرہ
۱۵۱	شیخ ابوالفتح قریشی قدس سرہ
۱۵۲	شیخ ادھن دہوی قدس سرہ
۱۵۲	شیخ یوسف قتال قدس سرہ
۱۵۳	شیخ عبدالقد دہوی قدس سرہ
۱۵۳	مولانا شعیب قدس سرہ
۱۵۵	شیخ جمالی قدس سرہ
۱۵۶	سید حسینی پائے مناری قدس سرہ
۱۵۶	شیخ تاج الدین محمد دہوی قدس سرہ
۱۵۶	شیخ علاء الدین ابجدھنی قدس سرہ
۱۵۹	شیخ محمد حسن خیالی قدس سرہ
۱۶۲	میر سید شمس الدین و سید طالب قدس سرہما
۱۶۳	سید ابراہیم ایرجی قدس سرہ

۱۶۶	میر سید عبدالاول قدس سرہ
۱۶۸	شیخ عبدالعزیز قدس سرہ
۱۷۵	شیخ اسحاق ملتانی قدس سرہ
۱۷۶	شیخ حسن بودلہ قدس سرہ
۱۷۷	مولانا محمد مجید قدس سرہ
۱۷۷	شیخ زکریا دہوی قدس سرہ
۱۷۸	شیخ تاج الدین دہوی قدس سرہ
۱۷۸	شیخ یوسف دہوی قدس سرہ
۱۷۹	شیخ حاجی دہوی قدس سرہ
۱۸۰	شیخ حسین نقشبندی قدس سرہ
۱۸۱	شیخ سیف الدین دہوی قدس سرہ
۱۸۵	شیخ عبدالحق محدث دہوی قدس سرہ
۱۹۰	شیخ رزق اللہ دہوی قدس سرہ
۱۹۲	مولانا اسماعیل عوب قدس سرہ
۱۹۳	شیخ بہلول دہوی قدس سرہ
۱۹۳	شیخ حاجی محمد قدس سرہ
۱۹۴	شیخ عبدالغنی بیابانی قدس سرہ
۱۹۵	شیخ عبدالواحد ابودھنی قدس سرہ
۱۹۶	شیخ ولی محمد دہوی قدس سرہ
۱۹۷	سید محمد محاسب قدس سرہ
۱۹۷	مولانا حاجی محمد شمیری ہمدانی قدس سرہ
۱۹۹	خواجہ محمد الباقی انھشندی الاولیٰ قدس سرہ
۲۰۹	تفسیر
۲۰۰	میر نظام الدین احمد المعروف بہ غازی خاں بدیشی قدس سرہ
۲۵۹	حواشی و تعلیقات
۳۳۳	اشاریہ

عکسِ خیال

ایک روز حسب معمول مکرمی و محترمی مشفق خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خواجہ صاحب نے "کلمات الصادقین" کا فارسی نسخہ احقر کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا، اس کا ترجمہ اردو، خواجہ صاحب نے ارشاد کی تعمیل میں اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ راقم المسطور بغیر کسی ریا و انکار کے عرض کرتا ہے۔ کلمات الصادقین کا ترجمہ احقر کے محدود علم اور استعداد سے بہت بعید تھا۔ یہ محض حق تعالیٰ کا کرم اور میرے شیخ محترم و معظّم مرشدی و مولائی مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب دامت فیوضہم کے فیضِ صحبت اور بے پایاں عنایت و شفقت کا اثر ہے کہ یہ مشکل کام احقر سے سرانجام پا گیا۔ اس ایک ترجمے پر یہ موقوف ہے، احقر نے اب تک جو تصنیفی کام کیے ہیں وہ حضرت والا ہی کے بارانِ فیض کے ترشحات ہیں۔

صد منت خیال تو بر خسر و است از سبک

گر گہ بخواب با تو قرین می کند مرا

اس ترجمے میں احقر کی یہی کوشش رہی ہے کہ ترجمے کی عبارت رواں، سلیس و روانہ قلم رہے لیکن کلمات الصادقین جس عہد میں تصنیف ہوئی، اکبر تا شاہجہاں اس دور کی فارسی نسخہ پر صنایع اور بدائع کا اثر اپنے عروج پر تھا، کلمات الصادقین اس خصوصیت سے کس طرح مبرا ہو سکتی تھی۔ اس تصنیف میں یہ معنی پر بار نہکتی ہے چنانچہ یہ قطعی ممکن ہے کہ ایسے مقامات پر ترجمے میں اہم پیدا ہوا ہو۔ یہ اہم استرالی نارسائی کے سبب سے ہے، جس کا کھلے دل سے اعتراف ہے۔ علاوہ ازیں اس تصنیف میں بزرگوں نے کلمات، اقوال اور ملفوظات درج ہیں جن کا تعلق ان کے خاص احوال و مقامات سے ہے۔ مترجموں و مترجموں سے نا آشنا ہے حال شخص ہے، یہاں بھی حضرت والا کے فیضِ صحبت نے دست لیری فرمائی ہے۔ جیسے بن سکا ترجمہ بر دیا ہے۔ اس ضمن میں اپنی ہر ممکن غلطی پر تمام بزرگوں کی ارواح پاک سے معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ احقر کو معاف فرمائیں۔

یہ احقر فارسی کی تو شدید رشتہ ہے لیکن عربی سے بیگانہ محض ہے۔ عربی عبارات میں نے کلمات مولانا عمر احمد عثمانی صاحب اور محترم حکیم محمود احمد برکاتی صاحب سے جو کچھ بہت شفقت فرماتے ہیں، اس پرانی ہیں دونوں حضرات کا بے حد ممنون ہوں۔

مکرمی و محترمی ڈاکٹر محمد سلیم اختر زاد مجدد نے اس ترجمے کے بعض مقامات کی تصحیح فرمائی، ڈاکٹر صاحب کا بے حد سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے احقر کو اپنی توجہ کے لائق تصور فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے انگریزی مقدمے میں کتاب اور صاحب کتاب سے متعلق جو معصومات فراہم کی ہیں انہیں غمناک طور پر تائید فرمائی۔

صوت میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اس ترجمے کا تمام تر بہرہ تحسین محترم مشفق خواجہ صاحب کو ملنا چاہیے نہ ان کی ایما اور کوشش سے دہلی میں مدفون صوفیہ کے اس تذکرے سے اردو داں حضرات کو بھی استفادے کا موقع مل گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد و علی آلہ و صاحبہ اجمعین

چشمیوں کی خاک پر

لطیف تہ

۳۱ مارچ ۱۹۸۹ء

۱۹ ذی - ۳ - ۱۳۸۸ھ آباہ

کراچی

کلمات الصادقین اور اس کا مصنف

کلمات الصادقین کے مصنف محمد صادق دہوی ششیری ہمدانی اپنے عہد کے ایک قابل نامہ مصنف اور تذکرہ نگار ہیں۔ اس کے باوجود ان کے حالات زندگی مکمل طور پر کسی آئینہ یا تالیف سے دستیاب نہیں ان کی ولادت کس سال ہوئی؟ وفات کس سن میں ہوئی؟ ان کا معاشی مشغلہ کیا تھا؟ انھوں نے زندگی اس طرح بسر کی؟ یہ سب تفصیلات پردہِ غما میں ہیں۔ البتہ ان کی زندگی کے وہ پہلو ضرور سامنے آسکتے ہیں جن سے بارے میں انھوں نے کلمات الصادقین میں جستہ جستہ اشارے کیے ہیں یا ان کی دیگر آئینہ نگاری سے مستفاد ہوتے ہیں۔

مصنف کا خاندان:

محمد صادق دہوی کے آبا و اجداد ہمدان سے رہنے والے تھے۔ ان کے بعد علی اصحاب ہمدانی ہجرت میں میر سید علی ہمدانی کے ساتھ ہجرت کر کے شہر آئے۔ میر سید علی ہمدانی چچا موتی شہر میں قیام کرنے کے بعد اپنے پلے سے لیکن محمد صادق دہوی کا خاندان شہر ہی میں آباد ہو گیا۔ اس خاندان کا ذریعہ معاش تجارت تھا جس کا ذریعہ خورد و پیش کے ماقول سے شکل برداری تک پھیلا ہوا تھا۔

محمد صادق دہوی کے جدِ مادری مولانا نبی محمد ہمدانی نے شہر سے نکل کر ہمدان ہجرت کر کے دہلی میں مستقل سہانت اختیار کر لی۔ مصنف کلمات الصادقین نے بیان کیا ہے کہ مولانا نبی محمد ہمدانی اور مولانا کمال ششیری سیماوی اور ایک دوسرے طالب علم شہر میں ایک ممتاز مکتبہ سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان مکتبہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا نبی محمد ہمدانی اور مولانا ششیری نے ہندوستان کا رخ کیا لیکن مولانا کمال ششیری سیماوی سے آگے سفر ہوا اور ہمدان ہجرت کر کے اپنی جد ہمدانی کے اپنا سفر جاری رکھا اور غالباً ۱۹۰۳ء میں دہلی آئے۔ یہاں انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور پھر تھانہ دہلی میں طالب علموں کو درس دینے لگے۔ ان کی وفات ۱۹۱۵ء کو ہوئی۔

محمد صادق دہوی کے ماموں مولانا حسن ششیری نے اپنے زمانے کی دہلی کی معروف لائبریریوں میں سے ایک

اخبار الاخیر میں مولانا بخش کے ترجمے میں ان کا ذکر توصیف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مولانا حسن کشمیری نے مولانا محمد یزدی کی نگرانی میں اپنی تعلیم مکمل کی جو اپنے زمانے کے فضل علم میں شمار کیے جاتے تھے۔ وہ عہد اکبری میں شہر دہلی کے قاضی بھی مقرر کیے گئے تھے۔

مولانا حسن کشمیری نے باطنی تعلیم شیخ چابن لڈا المعروف بہ نجم الحق سے حاصل کی۔ شیخ نجم الحق شیخ عبدالعزیز جون پوری کے خلیفہ اور جانشین تھے اور قصبہ سندھ تحصیل گوڑ گاؤں پنجاب میں رہائش پذیر تھے۔ ان کی وفات ۹۹۸ھ میں ہوئی۔ مولانا حسن نے تاریخ وفات کا قطعہ تحریر کیا۔ شیخ نجم الحق کی وفات کے بعد مولانا حسن کشمیری حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر جن سے مولانا حسن کے دوستانہ مراسم تھے، حضرت نور بانہ قدس سرہ سے رجوع کیا اور ان کے مخلصین و معتقدین میں شامل ہو گئے۔

مولانا حسن کشمیری کے علاوہ مولانا حاجی محمد کشمیری ہمدانی کے ایب و فرزند، مولانا دہلوی کشمیری ہمدانی تھے۔ ان کی دلچسپی علم ریاضی اور نجوم تک محدود تھیں۔ انھیں سوگ و طریقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

مولانا حسن کشمیری کے ایب فرزند تھے جن کا نام ابوالحسن دانا تھا۔ انھوں نے شعر و سخن کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ ستائیس سال کی عمر میں ۱۰۳۸ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا حاجی محمد کشمیری ہمدانی کی صاحبزادیوں کے تین بیٹوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں حافظ محمد خیالی، صاحبزادہ سید دہلوی اور ملا محمد یوسف کشمیری۔ حافظ محمد خیالی علی پانے کے شاعر تھے۔ انھیں نجوم ریاضی اور ہنر میں دستگاہ حاصل تھی۔ خیالی ایک فوڈر شخص تھے، انھوں نے کس در کی جہ سائی کو کبھی پسند نہیں کیا۔ صاحبزادہ سید دہلوی حیرت انگیز عہد صحتوں کے شخص تھے۔ حافظ قرآن تھے اور خاص کر عمری میں تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ ملا محمد یوسف کشمیری محمد صادق دہلوی کے بھائی تھے۔ وہ شاعر اور علم ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کے مور پر سن لی قسیدہ کون سا فن کے جہد محاسن کی حامل تھی وہ لشکر شاہی میں ملازم تھے۔ ۱۰۳۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

محمد صادق دہلوی کے اساتذہ:

محمد صادق دہلوی کے سب سے اہم اور نمایاں اساتذہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تھے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مقام ہر حیثیت سے نمایاں اور ممتاز ہے۔ محمد صادق دہلوی سے دوسرے اساتذہ شیخ پندرہ دہلوی تھے۔ انھوں نے ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی اور مقبرہ بخاریوں میں مدفون ہوئے۔

(۳) سیر الاولیائی محبت حق جلا و علا۔ مصنفہ سید محمد بن مبارک کرمانی المعروف بہ امیر خورد۔
 یہ تصنیف سلسلہ چشتیہ کی تاریخ، بزرگانِ چشت کے حالات اور حضرت سلطان المشیخ قدس سرہ کے
 مکمل سوانحی حالات پر مشتمل ہے۔ اس اعتبار سے فوائد الفوائد اور خیر المجالس میں حضرت سلطان
 المشیخ کے سوانحی حالات میں جو کمی رہ گئی ہے سیر الاولیاء سے وہ کمی پوری ہو گئی ہے۔ سلطان
 المشیخ کے قابل ذکر مریدوں کے حالات بھی سیر الاولیاء میں بیان کیے ہیں جن سے محمد صادق
 دہلوی نے پورا پورا استفادہ کیا ہے۔

(۴) اخبار الاخیار مصنفہ شیخ عبدالمق محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس تصنیف میں برصغیر
 پاک و ہند کے تمام سلاسل کے بزرگوں کا ذکر ہے۔ اخبار الاخیار کو تین طبقات میں تقسیم کیا گیا
 ہے۔ طبقہ اول میں نواجہ معین الدین چشتی، آپ کے معاصرین کے حالات ہیں۔ طبقہ دوم میں شیخ
 فرید الدین گنج شہر، آپ کے معاصرین اور خلفاء کے حالات ہیں۔ طبقہ سوم میں حضرت نصیر الدین
 چرخ دہلوی سے اپنے عہد تک تمام بزرگوں کا ذکر ہے۔

(۵) گلزار ابرار مصنفہ محمد غوثی شطاری۔ گلزار ابرار میں پانچ جہن ہیں۔ پہلے کے تین جہن میں
 ان ہی بزرگوں کے حالات کا اعادہ ہے جن کے بارے میں محمد غوثی سے قبل لکھا جا چکا تھا۔ آخر
 کے دو جہنوں میں بالخصوص آخری جہن میں شطاری سلسلے کے بزرگوں کے حالات ہیں۔

(۶) ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی سے بھی محمد صادق دہلوی نے استفادہ کیا ہے۔

محمد صادق دہلوی کی دیگر تصانیف :

کلمت الصادقین کے علاوہ محمد صادق دہلوی نے دو اور تصانیف ہیں۔ یہ طبقات شہجہانی اور
 دوسری آثار شہجہانی۔

(۱) طبقات شہجہانی میں میر تیمور نے عہد سے شہجہان سے عہد صومت تک کو بوب میں
 مختلف ادوار کے سادات، صوفیہ، علم، ادب اور شعر کا تذکرہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ سخی برٹش
 میوزیم اور دوسرا انڈیا آفس لاہوری میں ہے۔

(۲) آثار شہجہانی جسے اخبار جہانگیری بھی کہتے ہیں محمد صادق دہلوی نے تیسری تصنیف ہے۔
 اس کا نام واحد اور سنی عہد تک ناقص قلمی نسخہ خد بخش پبلس لاہوری پبلش میں موجود ہے۔
 آثار شہجہانی کے مقدمے میں عداوہ دوسری ہاقوں کے نظائر بادشاہ کے معنی بیان کیے ہیں اور
 بادشاہ پر اقی تھان اور گنہوں سے ہونے میں ہیں۔ اس کتاب میں ہے۔ مقدمے میں حضرت آدم
 سے شہجہان تک خاندانی نسب نامہ بیان کیا ہے۔ باب مقدمہ میں مختلف نبیاء صلی اللہ علیہم وسلم

خلفائے راشدین اور صاحب تقویٰ بادشاہوں کے قصص بیان کیے گئے ہیں۔

کلمات الصادقین کے خطی نسخے:

ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے اپنے مرتب کیے ہوئے فارسی متن کے مقدمے میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے کلمات الصادقین کی تدوین چار خطی نسخوں کو سامنے رکھ کر کی، جن کی تفصیلی یہ ہے۔

(۱) کتب خانہ آستانہ قدس رضوی مشهد۔ یہ رمضان ۱۱۲۳ھ / اکتوبر ۱۹۰۱ء کا مکتوبہ ہے۔ اسے عبداللہ کاتب نے نستعلیق میں نقل کیا ہے۔

(۲) مخطوطہ خدا بخش اور یمنیٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔ اس نسخے کو نستعلیق میں کسی غیر معروف کاتب نے جس کا نام سید غلام علی بن سید سعد الدین تھا، نقل کیا ہے۔

(۳) تیسرا خطی نسخہ جناب عارف نوشاہی کا مملوکہ ہے۔ یہ خطی نسخہ دیگر خطی نسخوں کے مقابلے میں سب سے بہتر اور قدیم نسخہ ہے۔ یہ نسخہ بھی خط نستعلیق میں نقل ہوا ہے۔ اس نسخے کی ایک خصوصیت اور انفرادیت یہ ہے کہ اس میں میر نظام الدین احمد المعروف بہ قاضی خاں بدخشی کے حالات بھی تحریر کیے گئے ہیں جو دوسرے نسخوں میں نہیں پائے جاتے۔ کلمات الصادقین کے آخر میں میر نظام الدین احمد کے حالات بطور ضمیرہ شامل کر دیے گئے ہیں۔

(۴) چوتھا خطی نسخہ ڈاکٹر قریشی احمد حسن احمد قلعہ داری بکرات کا مملوکہ ہے۔ اس کے شروع کے چند صفحے غائب ہیں۔

ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے چاروں نسخوں کے اختلافات کتاب کے آخر میں درج کر دیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جناب عارف نوشاہی کے مملوکہ نسخے کو اپنے مرتبہ مطبوعہ نسخے کی بنیاد بنایا ہے۔

احقر مترجم کی گزارشات:

جناب ڈاکٹر محمد سلیم اختر کے مقدمے سے استفادہ کرنے اور خود فارسی متن کا ترجمہ کرنے والے حضرات کے لیے کلمات الصادقین کی چند خصوصیات واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔

کلمات الصادقین کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ اس تصنیف میں پہلی مرتبہ صرف ان بزرگان دین اور صوفیہ لرام کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں جن کے مقابر و مزارات شہر دہلی میں واقع ہیں، نوادہ ان کا تعلق برصغیر پاک و ہند کے کسی علاقے یا مقام سے ہو۔ اس اعتبار سے تصوف و سولہ کی اشاعت اور

مقبولیت کے حوالے سے دہلی مرحوم کی دینی اور روحانی عظمتوں کا مکمل نقش ہمارے ذہنوں اور دلوں پر مرتسم ہوتا ہے۔ بعض بزرگوں کے کلمات (ملفوظات) اس نوعیت کے ہیں کہ وہ ایک مستقل تصنیف کا عنوان بن سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف ادوار کے سلاطین اور ملوک کے عہد حکومت کے واقعات اس تذکرے کو تاریخ کے مختلف رنگوں کی مینا کاری کا مرقع بھی بنا دیا ہے۔

اس تصنیف کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس سے قبل کے تذکروں میں بزرگوں کے مقابر و مزارات کی بہت کم نشاندہی کی گئی ہے، مثال کے طور پر امیر خورد کرمانی کی سیر الاولیا جس میں صرف حضرت محبوب الہی قدس سرہ کے مریدین کے مزارات کی جو اندرون در گاہ واقع ہیں نشان دہی کی گئی ہے لیکن کلمات الصادقین میں اکثر بزرگوں کی قبروں کے مقام کی تفصیل ملتی ہے۔

اس تصنیف کی تیسری خصوصیت اس کا دلکش و دل آویز اسلوب اور طرز بیان ہے۔ محمد صادق دہلوی کی نثر محض نثر عاری نہیں ہے نہ مقفی مسجع اور مرجز ہے بلکہ ایک آراستہ پیراستہ ادبی نثر ہے۔ اس اسلوب کی انفرادیت سے محمد صادق دہلوی کے ایک صاحب ذوق ادیب اور لفظ شناس مصنف ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

مقدمے کی اس تلخیص کے بعد آپ کتاب کے فارسی متن اور جناب ڈاکٹر محمد سلیم اختر کے انگریزی حواشی کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ حواشی کے حصے میں کہیں کہیں احقر مترجم نے اپنی گزارشات بھی پیش کی ہیں۔

تمام تعریفیں اور ثنا اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہیں جس کی عنایات قدیم نے اپنے نیک بندوں کی جانوں کو اوصاف حمیدہ سے مزین فرمایا اور ابرار و اصفیاء کے باغ دل کو پسندیدہ اسرار کے ثمرات سے مالا مال کیا۔ وہ ایسا مہربانی ہے کہ اس نے بمقتضائے اولیائی تحت قبائی لایعبر فہم غیری اپنے دوستوں کو قربت خاص کے پردہ میں رکھ کر اغیار کی نگاہوں سے چھپا لیا اور ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم و لاہم یحزنون کے مطابق اس کے مقبولین میں سے کسی ایک نے بھی طبیعی خوف اور بشری غم کو محسوس نہ کیا۔ وہ ایسا مختار و مالک ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کسی کو علم و عمل کے نور سے شاد کام رکھتا ہے اور کسی کو جہالت و نادانی کی تاریکی میں رکھ کر مغرور بنا دیتا ہے۔ از مصنف

مشوی

گواہست بر بود گیتی فروز	سیاہی شب روشنائی روز
چراغِ فلک روشن از نورِ اوست	دماغِ ملک گلشن از سورِ اوست
فرازندہ چرخ فیروزہ فام	فروزندہ مهر و صبح و شام
گشائندہ عقدہ کفر و دین	نمائندہ راہِ شک و یقین
برآرندہ آرزو ہای دل	نگارندہ صورت از مشیتِ کل
حلی بندِ گلشن بباد بہار	جگرِ خویش کن غنچہ لالہ زار

ترجمہ:

رات کی تاریکی اور دن کا اجالا جہان کو روشن کرنے والے کے وجود پر گواہ ہے۔ آسمان کا چراغ، آفتاب اسی کے نور سے روشن ہے۔ اسی کے فضل و شرف سے باعث فرشتے کو تروتازگی کا دوام ہے۔ وہی فیروزی رنگ آسمان کو بلندی عطا کرنے والا ہے۔ وہی سورج اور چاند کو صبح و شام روشنی بخشتا ہے۔

وہی کفر و اسلام کی نہ کھلنے والی گرہ کو کھولتا ہے۔ وہی بے یقینی اور یقین کی راہ دکھانے والا ہے۔

وہی دل کی آرزوؤں کو بر لانے والا ہے۔ وہی مٹھی بھر خاک سے انسان کو پیدا کرتا ہے۔ وہی نسیم بہار کے ذریعے گلشن کو آراستہ کرتا ہے اور وہی کلی کو پھول بناتا ہے۔

اور درود و سلام اللہ کے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو نبیوں اور رسولوں میں سب سے افضل ہیں۔ آپ برگزیدہ لوگوں کو ہدایت کرنے والے اور سیدھے راستوں کی نشاندہی کرنے والے ہیں۔ آپ ایسے نبی ہیں جن کے کلام معجز نظام کے پرچم تلے آدم بھی ہیں اور ان کے علاوہ جمیع مخلوق بھی۔ آپ سب کے رسول ہیں اور آپ کی حدیث معتبر ہے کہ میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے انبیا کی مثل ہیں۔ آپ ایسے نبی ہیں کہ آپ کی امت تمام ادیان و ملل کی ناسخ ہے اور آپ کی شریعت تمام شریعتوں اور ان کے اصولوں سے بلند تر ہے۔

ثنوی

رسولِ خدا احمدِ مجتبیٰ	نبیِ الوریٰ ہادی رہنما
نمایاں گلِ بوستانِ امید	فروزانِ چراغِ دکانِ امید
امامِ برحقِ پیشوایِ رسل	رسولِ امینِ خواجہٴ بزد و کل
شفیعِ خلائقِ بروزِ جزا	انیسِ غریباںِ بروزِ عزا
دنیِ پایہٴ قدرِ معراجِ او	فاوخیِ بیانیِ زِ منہاجِ او
ہزاراں دعا و ہزاراں سلام	بر اوباد و اصحاب و آتشِ تمام

ترجمہ:

آپ اللہ کے رسول اور بہت زیادہ تعریف کیے گئے برگزیدہ انسان ہیں۔ آپ تمام مخلوق کے نبی، ہادی اور رہنما ہیں۔

آپ گلشنِ امید کے سب سے زیادہ نمایاں پھول ہیں۔ آپ امید کی دکان کے روشن چراغ ہیں۔

آپ نبیِ برحق ہیں اور رسولوں کے پیشوا ہیں۔ آپ امینِ رسالت اور خواجہ کائنات ہیں۔

قیامت کے دن آپ ہی مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے اور اس مصیبت کی گھڑی میں آپ ہی درماندوں کے ہمد ہوں گے۔

آپ کی شانِ معراج یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب پہنچے کہ دو کمانوں سے

بھی کم فاصلہ تھا۔ آپ کے منہاج نبوت کا واضح بیان فارحی الی عبیدہ ما اوحی یعنی پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا میں مضمر ہے۔

آپ پر ۱۰ آپ کے اصحاب اور آپ کی آل پر ہزار ہا درود و سلام۔

حمد و نعت کے بعد بندہ گنگار و شرمسار محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی ۱۰ اللہ تعالیٰ سے راہ صدق میں ثابت قدم رکھے ۱۰ عرض کرتا ہے کہ یہ رسالہ ان نیکیوں ۱۰ نیک نہادوں ۱۰ برگزیدہ بندوں اور ولیوں کے احوال پر مشتمل ہے جو شہر دہلی میں مدفون ہیں۔ اس کھترین کی عرصہ دراز سے یہ تمنا تھی کہ ان بزرگوں کے حالات جمع کر کے لکھے لیکن بعض موانع کے سبب اس آرزو کی تکمیل میں تاخیر ہوتی گئی۔ تاآنکہ ۱۰۲۲ھ میں توفیق حاصل ہوئی چنانچہ متعلقہ کتابوں کی تلاش میں ننگ و دو کرتا رہا اور بطور اختصار ان بزرگوں کے حقائق احوال کو اسی گروہ کی تصانیف ۱۰ خاص طور پر اخبار الاخیار ۱۰ فواید الفوائد ۱۰ سیر الاولیاء ۱۰ سیر العارفین ۱۰ طبقات ناصری اور دوسرے رسائل سے تحریر کئے اور بعض اکابر کے حالات جو اس عظیم شہر میں آسودہ خاک ہیں علاحدہ کئے اور جہاں کہیں ان حضرات کے حقائق و معارف کی باتوں کو بیان کیا گیا ہے ان کے لئے لفظ "کلمہ" استعمال کر کے ان کے حالات زندگی سے علاحدہ کر کے قلمبند کیا اور اس رسالہ کا نام "کلمات الصادقین" رکھا اور یہ عجیب بات ہے کہ اگر بہ قاعدہ جمل کلمات الصادقین کی اکائیوں اور داہائیوں سے زبر و بنیات اور بنیات کے سیکڑے سے نتیجہ حاصل کریں اور مزید دس کا عدد اس میں جمع کریں تو رسالہ ہذا کے آغاز اور اتمام کی تاریخ معلوم ہو جائے گی اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ ان تمام مسلمان سلاطین کے مختصر حالات جنہوں نے اس عظیم شہر میں فریادروانی کی ہے ۱۰ ان اکابرین کے ذکر کے ساتھ مذکور ہو گئے ہیں لیکن بادشاہوں کے واقعات میں جس تاریخی تسلسل کی ضرورت ہوتی ہے اس کا اہتمام نہ ہو سکا ۱۰ جس کا اصل سبب یہ ہے کہ مجھ سے پہلے حضرات نے جس ترتیب سے مشائخ رحمہم اللہ علیہم کا ذکر کیا ہے میں نے بھی لکھتے وقت وہی ترتیب باقی رکھی۔ لہذا ذی شوکت بادشاہوں کے حالات ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو گئے۔ اہل انصاف ناظرین سے یہی توقع ہے کہ اگر وہ تحریر و تقریر کی کوئی غلطی پائیں تو ازراہ مرحمت عیب پوشی فرمائیں اور مولف ہذا کو تیر ملامت کا نشانہ نہ بنا میں نے اس سے زیادہ وقت کی گنجائش نہیں اور زیادہ قلیل و قال بھی بلا ضرورت ہے۔ میں بالکل پالیسی اور قلب کی صفا سے عاری ہوں اس لئے میرا کام کب کسی کے دل میں کھم سکتا ہے البتہ اہل دل حضرات کے کام کی تشریح اور گرمی دوسری بات ہے۔

بیت

فرق است میان سوز گز جاں خیزد تا آنکہ زینبائش پدید آید

ترجمہ:

وہ سوزِ دروں جو روح کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھتا ہے اس میں اور رسی کے جلنے میں بہت بڑا فرق ہے۔

یا الہی ان منتشر اوراق کی سیاہی کو معافی و بیان کے نکتہ شناسوں کی نظر قبول میں وقعت و قبولیت عطا فرما دیجیے اور ان بے نام و نشان کلمات کی تحریر کو اہل بصیرت کی چشمِ اعتبار میں جگہ عنایت فرما دیجیے اور اس کمترین (کے نائے اعمال سے) اس کی خطاؤں، پراگندگیوں، غفلتوں اور لغزشوں کو اپنے دستِ الفت و کرم سے مٹا دیجیے۔ یا الرحم الرحیم!

۷

129514

۲۲

مقدمہ

شہر دہلی کے اوصاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ اسے حادثات سے محفوظ رکھے

اللہ تعالیٰ آپ کو نور معرفت کی نعمت سے سرفراز فرمائے، جان لیں کہ دہلی بہت ہی عظیم اور مرتبے والا شہر ہے۔ اگرچہ اکثر خاصان خدا نے اس کی توصیف کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہزار کی نسبت سے صرف ایک اور بہت زیادہ کی نسبت سے بہت کم اس شہر کی عظمت ظاہر ہو سکی۔ بعض اولیاء کی منجات میں ہے کہ الہی دہلی کے عامیوں کی خاک پاکی حرمت کے طفیل ہم پر رحمت فرما۔ پس جس کسی کو تھوڑی سی معرفت اور ادنیٰ فہم حاصل ہے اسے پورا پورا یقین ہے کہ حرمین شریفین کے بعد اگر کسی جگہ کو شرف اور سی شہر کو عظمت حاصل ہے تو یہ بلد شریف سب شہروں میں امتیاز رکھتا ہے اور دوسرے شہروں سے اسے استثنیٰ حاصل ہے اور اسی لئے یہاں کے عوام کا روزمرہ ہے۔ دہلی چھوٹا مکہ اور خواص بھی اس کی بڑائی میں کسی قسم کا شبہ نہیں رکھتے۔ سب ہی اس کی عظمت کے قائل ہیں۔ خواہ اس اعتبار سے کہ اس شہر میں بزرگان دین، مشائخ عظام، اہل یقین علم، نامور حکماء، ذی شوکت سلاطین اور باعظمت امراء ابدی نمیند سورتے ہیں اور دفین ہیں یہ خود ان لحاظ سے کہ یہ شہر بلند و بالا عمارات، دلکش باغات، دل پسند مقامات اور آرام دہ مقامات سے معمور ہے، اقلیم ہندوستان کا دارالخلافت ہے اور اکثر شاہان سابق اس شہر میں مستان تھے۔ یہیں کار جہاں بانی انجام دیتے تھے اور ملکوں کو فتح کرتے تھے اور چونکہ یہ شہر ہمیشہ ہی سے اللہ کے پیارے اور برترزیدہ بندوں اور بادشاہوں کے مقربوں اور مقبولوں کا مسکن رہا ہے اس لئے یہاں لی ہر جگہ ایک خاص تاثیر لی حاصل ہے اور نمایاں برکت رکھتی ہے۔ خاص طور پر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف لی عمارت، مونس مشن، مریہ مسجد خواجہ معین الدین، حضرت سلطان المشائخ لی خانقاہ اور فیروز آباد دہلی، بہ نسبت شہر لی دین ہر عمارت کے مقامات کے بہت زیادہ حاصل برکت ہیں اور اسی باعث مشہور بھی ہیں، ہر مقدمہ کی عظمت کے لحاظ سے یہ حالت کا باعث ہو گا۔ مختصر یہ کہ بعض وزیروں کے نزدیک اور جیسے۔ ایک حد تک خود ان مقامات کے یہ مقدمہ پر اس کا اظہار بھی لیا ہے کہ تمام شہر دہلی مسجد کے علم میں داخل ہے اور اپنی ذاتی رفعت و عظمت کے اعتبار سے یہ شہر دیگر تمام شہروں سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور نو برس و سوسہائی کے پہلے شہر دہلی میں شہر اور اس کے بعض مقامات کے تقدس کی نشاندہی کرتے ہیں

مشوی

حضرتِ دہلی کفِ دین و داد
ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
گر شنود قصہ این بوستان
قبۂ اسلام شدہ در جہان
ساکن او جملہ بزرگان دین
مسجدِ او جامعِ فیض الہ
منبرش از خطبہ بیت اللہی
درتہ سقفش ز سمانا زمین
شکل منارہ چوستونی ز سنگ
سقف سماکز کمنی شدنگوں
تاج سرش زاوج بگردوں شتافت
سنگِ دی از بسکہ بخورشید سود
ماہ نخسب ہمہ شب تا سحر
زاں خلد ہر بار کہ در ابرداد
از پی بر رفتن ہفت آسمان
مسجدِ جامع ز درون چون بہشت
در کمر سنگ میانِ دوکوه
درتہ آیش ز صفاریگ خرد
سوج بلندش کہ رسد تا بہماہ
سیلِ دی آہنگ بکسار کرد

جنتِ عدنست کہ آباد باد
عرسہ اللہ عن الحادثات
کہ شود زائر ہندوستان
بستہ او قبۂ ہفت آسمان
گوشہ بگوشہ ہمہ ارکان دین
زمزمہ خطبہ او تا بہماہ
بر سر نہ تخت گرفتہ شی
نصب شدہ جملہ ستونہای دین
از پی سقفِ فلک شیشہ رنگ
درتہ آن ساختہ سنگیں ستون
گنبد بی سنگِ فلک سنگ یافت
زو زر خورشید عیاری نمود
کز سر سیخش خلد دارد ہر
برق زجا جست و دگر جافد
کردہ زمین تا بفلک نردبان
حوض ز بیرون شدہ کوثر سرشت
آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ
کور تواند بدل شب شمرہ
باز دہد آب بہ ابر سیاہ
کوه بہ تر دامنی اقرار کرد

ترجمہ:

شہرِ دہلی دین اور انصاف کا محافظ ہے۔ یہ جنتِ عدن ہے اللہ تعالیٰ اسے شد و آباد رکھے

یہ شہر اپنی صفات کے اعتبار سے حقیقت جنت کا عکس ہے۔ اللہ تعالیٰ حادثات دنیاوی سے اس کی حفاظت فرمائے۔

اگر مکہ اس باغ کی خوبیوں کا ذکر سنے تو اس کے دل میں ہندوستان دیکھنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

یہ شہر دنیا میں اسلام کا منارہ ہے۔ سات آسمان کا گنبد اس کی رفعتوں کا معترف ہے۔ یہ شہر تمام بزرگان دین کا مسکن رہا ہے، گویا اس کے گوشے گوشے میں دین کے ستون نصب ہیں۔

اس کی مسجد فیض الہی کی جامع ہے۔ یہاں کے خطبے کا زمزمہ چاند تک پہنچتا ہے۔ چونکہ اس مسجد کا خطبہ بیت اللہ سے نسبت رکھتا ہے۔ اس کے منبر کو تمام افلاک پر برتری حاصل ہے۔

اس کی چھت کے نیچے آسمان سے زمین تک دین کے جملہ ارکان نصب ہیں۔ (یہاں سے اشاعت دین کا کام جاری ہے)

مسجد کا منارہ گویا پتھر سے تراشا ہوا ستون ہے، جو شیشے کی مانند نازک آسمان تک بلند ہے۔

یا یوں کہو کہ آسمان کی چھت کمز ہونے کے باعث جھک گئی ہے، جس کے سہارے کے لئے یہ مضبوط ستون بنایا گیا ہے۔

اس منارہ کا کلس آسمان کی بلندی سے بڑھ گیا ہے، یوں بے وزن آسمان کو وزن و وقار حاصل ہو گیا۔

اس کے پتھر کو جب آفتاب پر گھسا تو یکایک آفتاب سونے کی مانند چمکنے لگا۔ چاند تمام رات تا صبح سو نہیں سکتا کیونکہ منارے کا سہارا اس کے پہلو میں چبھتا رہتا ہے۔

جب تیز سیخ کی مانند بادل میں چبھتا ہے تو بجلی زخمی ہونے کے خوف سے ادھر ادھر جست کرتی ہے۔

سات آسمانوں تک پہنچنے کے لئے زمین نے اس کو نردبان بنایا ہے۔ جامع مسجد کا کیا کمز، اندر سے فردوس مثل ہے۔ اس کے باہر جو حوض ہے وہاں ہوا کی صفت ہے

حوض دو بلندیوں کے درمیان فرش کے وسط میں ہے۔ اس کا پانی موتیوں، تند سرف چکدار اور دریا کی طرح پر شکوہ ہے

پانی کی تہ میں ریت کے چھوٹے چھوٹے ذرے صاف طور پر نظر آتے ہیں جیسا کہ اندر

بھی رات کی تاریکی میں انھیں گن سکتا ہے۔
اس کی بلند موجیں چاند تک پہنچ کر دوبارہ سیاہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں۔
جب اس کا سیلاب پہاڑ کی جانب رخ کرتا ہے تو پہاڑ خوف زدہ ہو کر اپنی تر دامنی کا
اقرار کر لیتا ہے۔

اس پر عظمت اور بابرکت شہر اور اس علاقے کے رہنے والوں اور باشندوں کی توصیف و تعریف حلقہ
تصور و خیال سے باہر ہے۔ اس لیے مقصود کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے۔ و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و اصحابہ و
ذریاتہ اجمعین۔

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ

آپ اکابر اولیاء اللہ اور برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کو مخلوق میں بڑی مقبولیت حاصل تھی اور آپ نے دنیاوی علاقے سے کامل بے تعلقی اختیار کر لی تھی۔ ساری زندگی فقر و فاقہ میں اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں استغراق کے ساتھ بسر کی۔ آپ حضرت خواجہ معین الدین بھڑی کے جلیل القدر اصحاب میں تھے اور ان کے عظیم خلفاء کے رشتے میں منسلک تھے نیز بہت سے اولیاء اور اصفیاء کی خدمت میں رہنے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا۔ جب آپ اڑھائی سال کے تھے تو والد کا انتقال ہو گیا۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کی والدہ نے آپ کو ایک مہربان ہمسائے کے سپرد کیا کہ کسی استاد کی خدمت میں لے جائے۔ وہ عزیز آپ کو شہر کے مشہور استاد میں سے ایک استاد ابو حفص کے سپرد کرنے کے خیال سے گھر سے نکلے کہ اثناء راہ ایک نورانی چہرے والے بزرگ بھی ہمراہ ہو گئے۔ دونوں نے آپ کو ابو حفص کے سپرد کیا ان بزرگ نے جو حقیقت میں حضرت علیہ السلام تھے استاد سے کہا کہ یہ بزرگ اولیاء کبار میں سے ہو گا۔ اس کی تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دیں اور تساہل و غفلت سے کام نہ لیں۔ لیکن قطب الاولیاء کے دل میں ابتدائے عمر ہی سے عشق الہی کی طلب اور تڑپ جائزیں تھی اس لئے پیر کامل کی تلاش و جستجو میں نلک گئے۔ اتفاق سے اسی دور ان معین الاولیاء خواجہ معین الدین چشتی (اوش) میں تشریف فرما ہوئے اور قطب الاولیاء پہلی ہی خانقہ میں حضرت سے بیعت ہوئے۔ حکمت الہی کے بموجب خواجہ بزرگ ہندوستان تشریف لے آئے اور ازمیر میں جہاں آپ کا مزار مبارک ہے قیام کیا۔ جب قطب الاولیاء کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی شیخ جلال الدین تبریزی لے کر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ کچھ عرصے ملتان اور لاہور میں قیام کر کے وارد دہلی ہوئے۔ معین الاولیاء نے آپ کو دہلی میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اپنی رحلت سے قریب ایام میں خواجہ بزرگ نے آپ کو خلافت عہد دی اور خواجہ عثمان ہارونی کا عہدے خاص آپ کو مرحمت کیا اور خواجگان چشتی کی نسبت آپ سے سپرد ومانی چنانچہ یہ تمام واقعہ دلیل العارفین میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ معاصب سیر الاولیاء میں ہے کہ خواجہ قطب الدین شہر بغداد میں امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں شیخ شہاب الدین سمرقندی شیخ ابو اللیث شیخ ابو اللیث الدین چشتی اور شیخ محمد اسفہانی کی موجودگی میں شیخ الاسماء معین الدین بھڑی کی اراحت سے شرفیاب ہوئے۔ ابتدائے سول میں اوش ہی میں مشغول رہے۔ وہیں حضرت سے ملاقات ہوئی اور اس قریب سے محبت رہی۔ آپ کی اراحت کا سلسلہ پندرہ اولیاء مبارک کے واسطے سے حضرت سے منسلک ہوئے۔

آپ نے خواجہ معین الدین سے خلافت پائی۔ خواجہ بزرگ نے خواجہ عثمان ہارونی سے

خواجہ عثمان نے خواجہ حاجی شریف زندنی سے ، خواجہ حاجی نے خواجہ مودود چشتی سے ، خواجہ مودود نے خواجہ ابو یوسف چشتی سے ، خواجہ ابو یوسف نے خواجہ ابو محمد سے ، خواجہ ابو محمد نے خواجہ ابو اسحق^{۱۶} سے ، خواجہ ابو اسحق نے خواجہ ممشاد دینوری سے ، ابو ممشاد دینوری نے خواجہ بہیرہ بصری سے ، خواجہ بہیرہ نے خواجہ حذیفۃ المرعشی^{۱۷} سے ، خواجہ حذیفہ نے شیخ ابراہیم ادہم^{۱۸} سے ، ابراہیم ادہم نے فضیل عیاض^{۱۹} سے ، فضیل عیاض نے شیخ عبدالواحد زید سے خواجہ عبدالواحد نے حسن بصری سے اور انھیں یہ دولت و نعمت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے پہنچی۔

اخبار الاخیار کا بیان ہے کہ "سلسلۃ الذہب" میں شیخ محمد نور بخش قدس سرہ نے خواجہ قطب الدین کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"بختیار الاوشی راہ شریعت پر چلنے والے ، نفس کو زیر کرنے والے اور خلوت و تنہائی میں مجاہدہ کرنے والے اولیاء میں سے تھے۔ جب چلے میں جاتے تو کم کھانا ، کم سونا اور دوام ذکر کرنا آپ کا معمول ہوتا اور اہل کشف میں آپ کے باطنی احوال کی شان بہت اعلیٰ تھی۔"

اخبار الاخیار میں یہ بھی مذکور ہے کہ خواجہ (قطب الدین) اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کی زیارت کو آتا اسے خاصہ انتظار کرنا پڑتا کہ کب یہ کیفیت ختم ہو اور خواجہ اپنے آپ میں آئیں۔ اگر اپنی کوئی بات یا ملاقاتی کے بارے میں کچھ عرض کیا جاتا تو آپ فرماتے مجھے اس وقت معذور رکھو اور پھر یاد الہی میں مشغول ہو جاتے۔ اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو آپ کو اس کی خبر بھی نہ ہوتی اور اگر ہوتی تو انتقال کے بعد۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔ جب لوگ انھیں دفن کرنے کے بعد لوہے تو گھر سے نالہ و بکا کی آواز آپ کے کان میں آئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اب یہ بات خیال میں آئی کہ اگر میں حق تعالیٰ سے اس کی زندگی کی درخواست کرتا تو حق تعالیٰ دعا قبول فرما لیتے۔ افسوس اس وقت یہ خیال نہ آیا۔

آپ اس حد تک ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہتے تھے کہ ابتدائے زمانہ میں جب نیند کا بہت غلبہ ہوتا تو کچھ دیر آرام فرما لیتے لیکن آخر عمر میں نیند کا غلبہ جاتا رہا اور آپ تمام شب بیدار رہتے۔ علاوہ دوسری مشغولیتوں کے آپ ہر شب تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے ماسوا ان دنوں کے جب آپ نے ایک خاتون سے عقد کیا تھا تو درود شریف کا یہ درد فوت ہو گیا تھا۔ ان ہی دنوں ایک عزیز کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ فرمایا کہ بختیار کاکلی کو میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ تین راتوں سے وہ تحفہ جو ہر شب تم پیش کرتے تھے ، پیش نہیں ہوا۔ جب خواجہ کو عرض کیا گیا تو اسی وقت اس خاتون کا مہر ادا کر کے رخصت کر دیا۔^{۲۵}

آپ کے پاک انفاس کے برکات و کلمات کے ضمن میں فوائد السالکین سے جو شیخ اعلیٰ و عنہم

فرید الحق والدین سے منسوب ہے نقل کئے جاتے ہیں۔

کلمہ ۱۔ صاحب سجادہ کے لئے اس قدر قوت باطن ضروری ہے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کی نیت سے اس کے پاس آئے تو ایک ہی نظر میں اس کے سینے کے زنگ کو صاف کر دے تاکہ دنیا کی خواہش اور آلائش کی کدورت خواہ کسی نوعیت کی ہو اس میں باقی نہ رہے اور اگر شیخ میں اس درجہ قدرت نہیں ہے تو اچھی طرح سمجھ لیں کہ شیخ اور مرید دونوں ہی راہ راست پر نہیں اور دشت ضلالت میں ہیں۔

کلمہ ۲۔ درویش ایسی جماعت ہیں جنہوں نے نیند کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے (راتوں کو اٹھ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں) زبان کو (فضول) باتیں کرنے سے روک لیا ہے اور خس و خاشاک سے پیٹ بھر لیتے ہیں (کسی سے سوال نہیں کرتے) ارباب حکومت کی محبت کو اپنے حق میں زہریلا سانپ خیال کرتے ہیں، تب قرب انہی کے مرتبے تک پہنچتے ہیں۔ وہ درویش جو نمود و نمائش کے لئے عمدہ لباس پہنتے ہیں، سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں ہے بلکہ رہزن ہے اور وہ درویش جو خواہش نفس کی بنا پر بے تحاشا لکھتا ہے یقین کر لو کہ وہ نفس پرست ہے اور جو اہل دولت کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے، جان لو کہ وہ مسلک طریقت کا مرتد ہے اور جو نیند کا عادی ہے تو یقین کر لو کہ وہ درویشی کی نعمت سے محروم ہے۔

کلمہ ۳۔ بعضے اولیاء جو اسرار کو ظاہر کر دیتے ہیں وہ یا تو غلبہ شوق سے بے اختیار ہو کر یہ بوجہ سکر (بے خودی و مدہوشی) کچھ باتیں کہہ جاتے ہیں لیکن بعض دوسرے جو کامل الاحوال ہوتے ہیں کسی نوع کے اسرار کا انکشاف نہیں کرتے۔ پس اس طریق میں سالک کو بہت زیادہ حوصلہ مند ہونا چاہیے تاکہ اس کے دل میں محبوب کے اسرار پوشیدہ رہیں۔

کلمہ ۴۔ جب وقت آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نسیم لطف چلنے لگتی ہے تو ہزاروں شہاب نور شیخ کامل بن جاتے ہیں اور خدا نے کرے جب اللہ تعالیٰ کی شان قماری کا ظہور ہوتا ہے تو ہزاروں سجدہ نشین اپنے مرتبے سے گر جاتے ہیں اور میخانوں میں جا پڑتے ہیں۔ پس راہ طریقت میں سمجھی بے ذمہ نہیں رہنا چاہیے۔ نجانے نفس کب اپنے جال میں پھانس لے (اس لئے کامل حضرات بھی اللہ تعالیٰ سے دور ہو جانے کے خوف سے حیران و سرگشتہ رہتے ہیں کیونکہ کسی کو معلوم نہیں اس کی موت کس حال میں ہوگی)۔

کلمہ ۵۔ عارف وہی شخص ہے جس پر عالم اسرار سے ہر آن ہزار در ہزار انوار و نور ہوتے ہیں اور وہ عالم بے خودی و مدہوشی میں ڈوبا ہوا ہو۔ اگر اٹھارہ ہزار عالم بھی اس کے سینے میں آئیں تو اسے ان کے آنے اور جانے کی خبر تک نہ ہو۔

کلمہ ۶۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور آزمائش کے وقت مصیبت میں ٹہینے چالنے لگتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محب صادق نہیں ہے بلکہ جھوٹا دروغ گو ہے۔ دوست تو وہ ہے جو دوست کے

سلوک پر (خواہ کسی قدر تکلیف دہ ہو) خاموش رہے اور سر تسلیم خم کر دے بلکہ ہزار ہزار شکر ادا کرے کہ اسی بہانے اس کے دوست نے یاد تو کیا۔ رابعہ بصری کا دستور تھا کہ جس دن کوئی تکلیف پہنچتی اس دن بہت خوش رہتیں اور فرماتیں (زبے نصیب) آج دوست نے یاد کیا ہے اور جس دن کوئی پریشانی نہ ہوتی تو رونے لگتیں کہ آج مجھ سے ضرور کوئی خطا سرزد ہوئی ہے کہ دوست نے یاد نہیں کیا۔

کلمہ ۷۔ درویش وہ ہے کہ جس رات اسے فاقہ ہوتا ہے وہ رات اس کی شب معراج ہوتی ہے کیونکہ صوفیہ کا قول ہے کہ درویشوں کی معراج شبِ فاقہ میں ہے۔

کلمہ ۸۔ مرید پر لازم ہے کہ اپنے مشائخ کی سنت پر قائم رہے اور ایک شہر ادھر سے ادھر نہ ہو تاکہ کل (قیامت کے دن) ان کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

کلمہ ۹۔ خوف دراصل بے ادب بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا تازیانہ ہے۔ (یہ اس لئے کہ) جب کوئی بندہ بے ادبی کرے وہ تازیانہ اسے ادب کرنا سکھائے تاکہ بندہ راست چلتا رہے اور راست کھڑا رہے۔

آپ کی چند کرامات

معتبر کتابوں میں شیخ نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ خواجہ بزرگ معین الدین حسن بھری نے خواجہ قطب الدین کو خورد و نوش کی ضرورت کے لئے پانچ سو درم تک قرض لینے کی اجازت دی تھی۔ ابتدا میں صرف ایک دن کی ضرورت کے لئے آپ ایک مسلمان بنیے سے جو آپ کا ہمسایہ تھا قرض لے لیا کرتے تھے لیکن اسے کہہ رکھا تھا کہ تین سو درم سے زیادہ قرض نہ دے۔ جب تحفے اور ہدایہ آتے تو آپ وہ قرض ادا کر دیتے۔ آخر میں جب آپ مرتبہ کمال پر فائز ہو گئے تو قرض لینا چھوڑ دیا اور ارادہ فرمایا کہ اب قرض نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر روز ایک نان آپ کے مصلے کے نیچے رکھی ہوئی مل جاتی جو تمام اہل خانہ کے لئے کافی ہو جاتی۔ بنیے نے گمان کیا کہ شاید خواجہ مجھ سے ناراض ہیں (جو قرض لینا بند کر دیا ہے) اپنی بیوی کو حرم شیخ کے پاس بھیجا تاکہ حال معلوم کرے۔ حرم شیخ نے جو حقیقت حال تھی بیان کر دی اس انکشاف کے بعد کاک (نان) ملنے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

سیر الاولیاء میں شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ جس زمانے میں خواجہ اور شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی ملتان میں تھے لشکر کفار شہر کے نواح تک پہنچ گیا۔ والی شہر تینوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان ملعونوں کو شہر سے دفع کرنے میں مدد فرمائیں۔ خواجہ قدس سرہ نے حاکم شہر کو ایک تیر عنایت فرمایا کہ اسے کافروں کے لشکر کی سمت پھینک دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ لوگوں نے دوسرے روز دیکھا کہ تمام لشکر کفار قلعے کے دامن سے بھاگ چکا ہے اور ایک شخص بھی موجود نہیں ہے۔^{۳۲}

حضرت سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک روز میں حضرت خواجہ کی زیارت کے لیے گیا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آیا بزرگوں کی زیارت کے لئے حاضر ہونے والے اہل ضرورت کی ان حضرات کو کچھ خبر بھی ہوتی ہے؟ اس خیال کے بعد اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے میں مراقبے میں بیٹھ گیا۔ مراقبہ ہی کے دوران میں نے مزار مبارک سے یہ شعر سنا

بیت

مرا زندہ پندار چوں خویشمن من آیم بحان گر تو آئی بہ تن^{۲۲}

(ترجمہ) مجھے خود اپنی طرح زندہ یقین کر۔ اگر تو میرے پاس جسم کے ساتھ آتا ہے تو میں روح کے ساتھ آتا ہوں۔

حضرت سلطان المشائخ^{۲۳} سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بے سروسامانی کا رونا رویا۔ خواجہ نے فرمایا کہ چاندی کے ایک ہزار تنکے جو تیرے گھر میں ہیں پہلے انھیں خرچ کر پھر اپنی مفلسی کی شکایت کرنا۔ وہ شخص بہت نادام ہوا اور واپس لوٹ گیا۔

سیر الاولیاء^{۲۵} میں بیان کیا گیا ہے کہ امرائے سلطنت میں سے ایک امیر نے ہدیت بہت سی نقدی قطب الاولیاء کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے قبول نہیں فرمائی اور جس بورے پر تشریف فرما تھے اسے اٹھا کر اس امیر کو دکھایا۔ اس نے دیکھا کہ بورے کے نیچے سونے کا دریا بہ رہا ہے، امیر یہ دیکھ کر چلا گیا۔ آپ کی دیگر کرامات اور خوارق عادات جو ظہور میں آتی ہیں، تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس علاقے کے تمام باشندے آج تک اسی خوان نعمت کے ریزہ چس ہیں اور اہل دہلی میں سے کسی کو بھی مشکل پیش آتی ہے تو آپ ہی کی مبارک برکت سے آسان ہو جاتی ہے۔

دین و دنیا کے بزرگوں کے واقعہ وفات کا بیان :

سیر الاولیاء^{۲۶} کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خواجہ قطب الدین دہلی آئے اور یہاں قیام پذیر ہوئے تو آپ کی بزرگی کی شہرت پھیلنے لگی اور آپ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ شہر کے تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اس بنا پر شہر کے مشائخ آپ سے رشک کرنے لگے۔ چونکہ اس مقبولیت کا سبب بہت قوی تھا اس لیے قطب الاولیاء کے دل میں مشائخ کے رشک و حسد کا ذرا سا بھی اندیشہ پیدا نہ ہوا۔ دورانِ اچانک خواجہ بزرگ خواجہ معین الحق والدین لسی کام سے دہلی تشریف لائے، دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ نے جو خواجہ بزرگ سے بہت محبت و اخلاص رکھتے تھے، قطب الاولیاء سے متعلق اپنی رنجش کا ذکر کیا کہ آپ نے بختیار کو ہم پر مقرر کر دیا ہے اور آپ اسے منع نہیں فرماتے۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا اچھا میں اسے منع کر دوں گا۔ جب معین الاولیاء لسی تشریف آوری سے قطب الاولیاء لسی قیام کا رشک فرانس ہوئی تو

خواجہ بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ بختیار تم نے ایک دم اتنی شہرت و مقبولیت حاصل کر لی کہ لوگوں کو تم سے شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ تم نے کیا کیا؟ سب سے علیحدہ ہو کر خلوت میں بیٹھنا زیادہ مناسب ہے۔ یہاں سے اٹھ چلو اور میرے ساتھ چل کر اجمیر رہو۔ میں وہاں تمہاری خدمت کے لیے حاضر رہوں گا۔ خواجہ قطب الاولیا نے جواباً عرض کیا کہ غلام کی کیا مجال جو حضرت کے روبرو کھڑے ہونے کی بھی جسارت کرے چہ جائے کہ آپ مجھے اپنے حضور میں بیٹھنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ اس شہرت میں غلام کا ہرگز کوئی دخل نہیں ہے۔ قصہ مختصر جب خواجہ بزرگ اجمیر روانہ ہوئے، قطب الاولیا بھی ہمراہ ہو گئے لیکن خواجہ قطب الدین سے اہل دہلی کی بے اندازہ محبت کے باعث نیران کے چلے جانے کے بعد لوگوں جو تکلیف و پریشانی لاحق ہوتی اس کو مد نظر رکھتے ہوئے خواجہ بزرگ نے قطب الاولیا کو اپنے ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا اور دہلی ہی میں رہنے دیا اور خود تنہا اجمیر تشریف لے گئے۔^{۳۸} ابھی خواجہ بزرگ راستے ہی میں تھے کہ خواجہ قطب الدین دہلی میں دار دنیا سے عالم بقا کی جانب کوچ فرما گئے۔

سلطان المشائخ قدس سرہ کا بیان ہے کہ عید کا دن تھا۔ خواجہ قطب الدین نماز عید ادا فرما کر عید گاہ سے واپس ہوئے اور اس مقام سے گزرے جہاں آپ کا روضہ متبرک ہے۔ پہلے یہ مقام ایک سنسان جنگل تھا اور آس پاس کوئی آبادی نہ تھی۔ خواجہ اس جگہ رک گئے اور ارشاد فرمایا کہ اس زمین سے اہل کمال کے دلوں کی خوشبو آتی ہے اس کے بعد آپ نے زمین کے مالک کو طلب فرمایا اور اس سے زمین خرید لی۔ اس واقعہ کے کچھ عرصے بعد آپ وہیں دفن ہوئے۔

آپ کی موت کا یہ سبب بیان کیا گیا ہے کہ شیخ علی سگزی کی خانقاہ میں جو آپ کے پیر بھائی تھے سماع کی محفل منعقد تھی اور بہت سے اکابر بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ قوال نے شیخ احمد تاجام کا یہ شعر پڑھا

بیت
کشنگانِ خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانی دیگرست^{۳۰}

(ترجمہ) خنجر تسلیم و رضا کے مقتولوں کو غیب سے ہر آن حیات تازہ ملتی ہے

اس شعر نے خواجہ پر اتنا زبردست اثر کیا کہ آپ چار شبانہ روز مدہوش و مستحیر رہے۔ نماز کے وقت ہوش میں آجاتے اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی اور شعر کی تکرار کا حکم دیتے۔ پانچویں شب آپ نے رحلت فرمائی^{۳۱} چودہ ربیع الاول ۶۳۳ میں۔^{۳۲}

اسی سال بروز پیر چودہ شعبان سلطان شمس الدین التتمش جو خواجہ قطب الدین کا ہم عصر اور حضرت کے معتقدوں میں سے تھا فوت ہوا۔^{۳۳} (اللہ تعالیٰ اس کی دلیل کو روشن رکھے) وہ دین پرور، عدل کرنے والا، رعایا پر شفقت کرنے والا، غازی اور مجاہد بادشاہ تھا۔ اس کے تمام معاملات اور احکامات شریعت حقہ کے مطابق

ہوتے تھے۔ شجاعت میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا اور سخاوت میں بے مثل تھا۔ اس کی بخشش سادات کرام ہوں۔ یا علما و مشائخ و امراء سب کے لیے تھی۔ ہر سال ایک ہزار لاکھ سے زیادہ بخشش کرتا تھا۔ اس کا آبائی وطن ترکستان اور والد کا نام ایلم خان تھا۔ تمام فرزندوں میں، صورت و سیرت کے لحاظ سے یہی بہتر و برتر تھا اس لئے باپ کی نظر میں ممتاز تھا۔ چونکہ مشیت ایزدی میں تھا کہ ہندوستان کی سلطنت اس کے حصے میں آئے (غیب سے کچھ اسباب پیدا ہو گئے)۔ اس کے بھائی اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس سے حسد کرنے لگے ایک دن گھوڑوں کا میلہ دکھانے کے بہانے سے اسے گھر سے لے آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ایک سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ سوداگر اسے بخارا لے کر آیا اور بخارا کے صدر جہاں کے ایک رشتے دار کو بیچ دیا۔ اکتتمش نے اس عالی مرتبہ خاندان میں اولاد کی طرح پرورش پائی۔ وہیں ایک درویش کی نگاہ کرم اس پر پڑی اور جیسا کہ اس کی تقدیر میں تھا دوسری بار سلطان قطب الدین ایبک کے ہاتھ فروخت ہوا۔ چونکہ بیشتر پسندیدہ اوصاف سے آراستہ تھا۔ ہر مرتبہ درجہ بدرجہ ترقی کرتا گیا۔ حتیٰ کہ سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد ۶۰۷ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا اور ہندوستان کے بہت سے شہروں کو فتح کیا۔

شیخ علی سلگزی قدس سرہ

آپ بھی سلطان شمس الدین کے ہم عصر ہیں۔ بڑے عالی مرتبہ درویش تھے۔ آپ خواجہ بزرگ معین الحق والدین بھری کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے اور دلیل العارفین میں جو خواجہ بزرگ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور جسے خواجہ قطب الدین کاکل قدس سرہ نے تحریر کیا ہے، آپ کا ذکر آیا ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ جس کسی کو خلافت عطا فرماتے اور بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے شیخ علی کو حکم دیتے۔ چنانچہ آپ ہی اجازت نامہ تحریر کرتے۔ دلیل العارفین میں مذکور ہے کہ

” بروز جمعرات جامع مسجد اجیر میں پائے بوسی کی نعمت حاصل ہوئی۔
 دالان میں مقیم درویش اور عزیز بھی حاضر تھے۔ گنگو کے دوران ملک الموت کا ذکر آ گیا، ارشاد فرمایا کہ وہ دنیا جہاں موت واقع نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ الموت جسریوصل الحبیب الی الحبیب (موت دوست کو دوست سے ملانے والا پہل ہے) پھر فرمایا اے درویشو! ہمیں (عالم ارواح سے) یہاں لایا گیا ہے اور یہی جگہ ہمارا مدفن ہے کچھ دنوں بعد ہم تم سے رخصت ہو

جائیں گے۔ بعد ازاں شیخ علی کو حکم فرمایا کہ خلافت نامہ لکھو تاکہ قطب الدین دہلی روانہ ہو۔ ہم نے اپنی خلافت و جانشینی اسے عطا کی اور دہلی اس کا مقام ارشاد تجویز کیا۔ جب اجازت نامہ تحریر ہو چکا تو اسے دعاگو کے حوالے فرمایا۔ اس فقیر نے (اظہار شکر کے لئے) اپنا منہ زمین پر رکھا۔ خواجہ نے حکم دیا کہ قریب آؤ۔ بندہ قریب گیا، دستار اور ٹوپی میرے سر پر رکھی اور خواجہ عثمان کا عصائے مبارک عنایت فرمایا اور مجھ دعاگو کو اپنے دست مبارک سے فرقہ پسنایا اور قرآن شریف، مصلیٰ اور نعلین (جوتیاں) بھی عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت ہے جو عہد بہ عہد ہمارے خواجگان کو پہنچی ہے اور یہ سلسلہ آگے جاری رہنا چاہیے تاکہ کل قیامت کی دن میں اپنے مشائخ کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ اس کے بعد بندے کو رخصت فرمایا۔ میں نے واپسی کے بعد دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سلطنت کے تمام منصب دار اور لشکروں کے امیر دعاگو سے ارادت رکھنے لگے۔ ابھی چالیس دن نہ گزرے تھے کہ ایک اجنبی آنے والے نے مطلع کیا کہ اسے درویش تمہارے آنے کے بعد خواجہ بیس دن تک حیات رہے بعد ازاں حق تعالیٰ کی رحمت سے جا ملے۔

یہ سانحہ ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ کو ہوا۔ شیخ علی کا مزار حضرت قطب الدین کے روضہ متبرک کے احاطے میں ہے۔ زندگی میں بھی آپ ان حضرت کے قریب تھے۔ کاتب حروف (محمد صادق دہلوی) عرض کرتا ہے کہ خواجہ بزرگ قدس سرہ کے واقعہ وفات کی روایت جو دلیل العارفین کے حوالے سے بیان ہوئی، سیر لاولیاء کی اس روایت سے جو خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے انتقال کے بیان میں مذکور ہو چکی ہے قطعی مختلف ہے۔ دلیل العارفین کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ خواجہ بزرگ کی وفات کا واقعہ خواجہ قطب الدین کی وفات سے پہلے ظہور میں آیا اور سیر لاولیاء کی روایت اس کے برعکس ہے (یعنی خواجہ قطب الدین کی وفات پہلے ہوئی) ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا اور اس کے تناقض کو دور کرنا قطعی طور پر محال ہے لیکن بندہ کا خیال ہے کہ دلیل العارفین کی روایت حقیقت سے زیادہ قریب ہے۔ اس روایت کے موافق ایک عزیز سے یہ بیان سنا گیا اس نے کہا تھا کہ خواجہ معین الدین کی وفات کا واقعہ ۶۳۷ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

خواجہ تتماجی قدس سرہ

آپ قطب الاولیا بختیار اوشی کے فرزند بزرگوار ہیں۔ آپ پر بہت زیادہ جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی اور دل پر بلا کوشش حقائق وارد ہوتے تھے۔ آپ کی قبر والد بزرگوار کے مرقد منور کے پہلو میں ہے۔ حضرت قطب الاولیا کے ایک اور صاحبزادے بھی تھے جن کا نام محمد تھا لیکن وہ بچپن ہی میں اس تاریک خاکداں سے عالم نورانی کی جانب سدھار گئے تھے۔ آپ کے معنوی فرزند بے شمار ہیں جن میں سب سے زیادہ شرف اور عظمت شیخ فرید الدین گنج شکر کو حاصل ہے۔ خواجہ تتماجی علیہ الرحمہ کا انتقال سلطان رضیہ بنت سلطان شمس الدین کے عہد حکومت میں ہوا۔ جو ۶۳۳ھ میں تخت نشین ہوئی۔ سلطان رضیہ ان تمام صفات سے جو بادشاہوں کے لیے درکار ہوتے ہیں موصوف تھی اگر کوئی کمی تھی تو یہ کہ اس کے چہرے پر مردی کے آثار نہ تھے۔ آفتاب کے زمانہ حکومت میں بھی اس کی رائے پر اعتماد کیا جاتا اور امور سلطنت میں بھی اس کا بہت کچھ عمل دخل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان نے بیٹوں کے ہونے کے باوجود اس لائق بیٹی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ سلطان اکبر بھگتا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے بعد میرے بیٹے امور سلطنت سے عہدہ آ نہیں ہو سکیں گے اور عیش و نشاط میں مشغول ہو جائیں گے، چنانچہ سلطان کے درست اندازے کے مطابق کسی بیٹے نے اس لیاقت کا ثبوت نہ دیا کہ وہ سلطنت کے معاملات کا حق انجام دے سکتا ہے۔ جب سلطان رضیہ تخت پر بیٹھی تو تمام معاملات قانون کے مطابق طے ہونے لگے اور جس کسی نے خلاف درزی کی اسے سخت تہذیب کی گئی۔ جب اس کی حکومت کے ساڑھے تین سال گزر گئے تو ملک آلتونیا کی مخالفت کے باعث ۶۳۸ھ میں ترک امراء نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور سلطان رضیہ کو گرفتار کر کے ملک کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ملک آلتونیا نے اس سے نکاح کر لیا اور دہلی کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا اس اثناء میں ترک امراء نے سلطان معز الدین بہرام کو تخت شاہی پر بٹھایا اور سلطان رضیہ اور ملک آلتونیا کے خلاف میدان جنگ میں صف آرا ہو گئے۔ رضیہ کو اس جنگ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جب شکست خوردہ فوج کیتھل کے مقام پر پہنچی تو تمام لشکر نے بغاوت کر دی اور رضیہ اور آلتونیا کو گرفتار کر لیا اور دونوں سن مذکور میں باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔^۳

سید نور الدین مبارک غزنوی قدس سرہ

دہلی کے مقتدا اور شیخ الاسلام تھے۔ سلطان شمس الدین کے عہد میں آپ کو امیر دہلی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اخبار الاخیار میں تحریر ہے کہ آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلفاء میں سے تھے۔ بعض

دوسرے تذکروں^{۳۸} سے، جن میں مشائخ کے حالات قلمبند ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ عبدالواحد بن شیخ شہاب الدین غزنوی قدس سرہ کے مرید تھے۔ پس اس بات کا امکان ہے کہ آپ کو دونوں بزرگوں سے نعمت خلافت ملی ہو۔ آپ نے شیخ محمد اجل شرزی^{۳۹} سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ سے منقول ہے کہ شیخ محمد اجل سے، جو بہت ہی عجیب تصرفات اور نادر کرامات کے حامل بزرگ تھے، ایک سوداگر کامل اخلاص رکھتا تھا۔ اس نے ایک دن شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، حضرت کا غلام زادہ ہے، اسے کچھ نعمت عطا ہو جائے۔ شیخ نے فرمایا ٹھیک ہے، کل صبح اپنے بیٹے کو لے آنا اور دائیں جانب سے میرے آگے رکھنا۔ سید مبارک کے والد بھی اس مجلس میں تھے۔ جب وہ گھر پہنچے تو اسی روز آپ پردہ عدم سے عالم وجود میں آئے۔ آپ کے والد نے اپنی جی میں سوچا کہ میں بھی اپنے فرزند کو لے جاؤں اور شیخ کی نظر میں پیش کروں، شاید شیخ کی نظر اثر کر جائے۔ جب صبح ہوئی تو سوداگر تذبذب میں رہا۔ آپ کے والد صبح جلد بیدار ہوئے۔ جوں ہی شیخ نماز فجر کی ادائیگی سے فارغ ہوئے آپ کے والد نے آپ کو شیخ کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ نے آپ پر ایک نگاہ ڈالی۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام نعمت اس ایک نظر کی وجہ سے تھی۔ بعد ازاں جب سوداگر اپنے بچے کو لے کر آیا، شیخ نے فرمایا کہ وہ نعمت تو سید مبارک کے نصیب میں تھی اسے مل گئی۔ جب آپ برس بھلے میں تمیز کرنے کی عمر کو پہنچے تو شیخ شہاب الدین کی ارادت سے مشرف ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے دہلی کی مستقل سکونت اختیار کر لی اور شیخ الاسلام کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کا مزار حوض شمس کے جانب شرق مقبول علاقہ ہے۔

شیخ حمید الدین دہلوی قدس سرہ

آپ اپنے زمانے کے مشہور بزرگوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ جس سال سلطان مغل الدین محمد سام کے حملے سے رائے پتھورہ نے جنم کے ارادے سے عنان عزیمت چمکانی اور سلطان کو دہلی کی فتح و نصرت حاصل ہوئی، اسی سال حضرت معین الاولیا غزنین سے لاہور کا قصد کر کے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ پھر لاہور سے دہلی روانہ ہوئے۔ ایک دن راستے میں آپ نے ایک مندر کے آگے سات ہجاریوں کو دیکھا۔ وہ تمام وقت بت کی پوجا میں مشغول نظر آئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ پر ظاہری راحت و آرام بھی روانہ رکھا تھا اور ہتھڑ کی طرح بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔ حضرت خواجہ کی ہدایت بخش باتوں نے ان کے دل میں گھر کر لیا۔ وہ ساتوں ہجاری اسلام کے رشتے میں منسلک ہو گئے اور حضرت کے طفیل بت پرستی کے بندھن سے آزاد ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کے پرستار ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے آپ کا نام حمید الدین رکھا اور آپ کے دوسرے

ساتھیوں کے نام بھی رکھنے کا خیال دل میں آیا۔ سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا چونکہ ہم کفر اور اسلام میں ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں ہونے، ہماری خواہش ہے کہ نام میں بھی ایک دوسرے کے شریک رہیں۔ اس وجہ سے سب کو حمید الدین کا لقب عطا ہوا۔ سب دین کے نامور بزرگوں میں سے تھے اور معین الاولیاء کے حلقہ بگوش تھے۔ ان ہی میں شیخ حمید الدین دہلوی بھی تھے۔ آپ نے شہر دہلی میں اقامت و سکونت اختیار کی اور آخر عمر تک اسی عظیم شہر میں گزران کی اور اسی نسبت سے دہلوی مشہور ہوئے۔

قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ

آپ ہندوستان کے قدیم مشائخ اور شیخ شہاب الدین سروردی کے خلفاء میں سے ہیں۔ شیخ نے خود اپنے بعض رسائل میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ^{۵۲}خلغانی فی الہند کثیرہ منہم حمید الدین ناگوری (ہندوستان میں میرے خلیفہ کثرت سے ہیں ان ہی میں حمید الدین ناگوری بھی ہیں)۔ بعض تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ آپ شیخ شمس الدین سمرقندی قدس سرہ کے مرید ہیں۔ چنانچہ اس امر کا امکان ہے کہ آپ دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں اور باطنی علوم کا اکتساب کیا ہو کیونکہ یہ طریقہ بزرگان سلف میں عام تھا کہ وہ کئی مشائخ سے انوار باطنی اخذ کرتے تھے۔

آپ کا اسم گرامی محمد ابن عطا تھا۔ اخبار الاخیار کے بیان کے مطابق شیخ الشیوخ سے آپ کی ارادت کا قصہ یوں ہے کہ بچپن کے زمانے میں آپ اپنے والد بزرگوار کی رفاقت میں بخارا سے دہلی تشریف لائے۔ کچھ عرصے بعد آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ آپ ظاہری علوم میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اس لیے حکام نے بے حد اصرار کر کے آپ کو ناگور کا قاضی مقرر کر دیا۔ آپ تین سال تک شرعی امور لو جاری رکھنے اور دینی علوم کو عام کرنے میں کامل طور پر مشغول رہے اور دونوں شعبوں میں اجتہاد کے درجے تک پہنچے۔ امانت و دیانت اور تقویٰ کو مرتبہ کمال تک پہنچایا۔

ایک شب آپ نے سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اپنے حضور میں بنا رہے ہیں۔ اسی رات کی صبح کو آپ دنیاوی علاقے سے کنارہ کش ہو گئے اور اسباب ظاہری سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے توکل پر حرمین شریفین کی زیارت کے لئے چل دیے۔ پہلے بغداد پہنچے اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سروردی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور خلافت کے مرتبے سے مشرف ہوئے۔ یہیں خواجہ قلمب الدین سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں شیخ الشیوخ سے اجازت لے کر حرمین کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک

سال سات ماہ اور کچھ دن مدینہ طیبہ میں حاضر رہے، وہاں کے بزرگوں کی زیارت کرنے کے بعد مکہ مکرمہ آئے۔ تین سال تک بیت اللہ شریف کی مجاوری کی اور بعض اولیاء سے ملاقات کی۔ ایک دن خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک بزرگ پر نظر پڑی۔ آپ ان کے قدم بہ قدم طواف کرنے لگے۔ وہ بزرگ پیچھے کی طرف مڑے اور فرمایا! اے حمید الدین ظاہری پیروی کرنا بہت آسان ہے، پیروی کرنا ہے تو باطنی پیروی کر۔ آپ نے عرض کیا وہ کس طرح ہو سکتی ہے۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ میں ہر قدم پر ایک قرآن ختم کرتا ہوں۔ آپ کے دل میں خیال آیا، شاید قرآن کے معانی دل میں آتے ہونگے۔ جو نہی آپ کے دل میں یہ خیال گزرا، بزرگ نے معاف فرمایا۔ واہمہ کے طور پر نہیں بلکہ لفظاً لفظاً۔ آپ نے ان بزرگ کی اس بات پر بے حد حیران ہوئے۔ بہر حال آپ حرمین سے دہلی واپس آ گئے۔

دہلی میں آپ خواجہ قطب الدین کی صحبت کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ مستقل طور پر ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ آپ نے حضرت کے فیض صحبت سے مختلف قسم کے کمالات حاصل کئے اور ان کے مصاحبین میں شمار ہونے لگے۔ اگرچہ سہروردیہ سلسلے میں سماع کی اجازت نہیں ہے لیکن آپ کے دل پر وجد و سماع کا اثر بے حد غالب تھا۔ اس زمانے میں کوئی شخص آپ سے زیادہ سماع کا حریص نہ تھا اور آپ سماع میں اس قدر غلو کرتے تھے کہ شاید ہی دہلی میں کوئی اور شخص اس قدر غلو کرتا ہو۔ سیرالاولیاء میں بیان کیا گیا ہے کہ قاضی حمید الدین کے زمانے میں علمائے شہر، سماع کے مسئلے میں آپ کے مخالف ہو گئے اور حرمت سماع اور اس کے سننے والوں کے کفر کا محضرت تیار کیا لیکن آپ کو حق سبحانہ نے جو کمال عشق، وفور علم اور کرامت کا ظہور عطا فرمایا تھا اس کی بدولت مخالفین کچھ نہ کر سکے۔ آپ کے ساتھ قاضی شہر منہاج الدین جو زجانی اور دوسرے بزرگ جو اہل عشق و محبت تھے، سماع سنتے تھے اور مخالفین کی ممانعت کے باوجود باز نہ آتے تھے۔

قاضی حمید الدین ظاہری اور باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ عشق و محبت کی زبان اور انداز میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے "طوالح شمس" زیادہ مشہور ہے۔ آپ کی قبر خواجہ قطب الدین کی پائنتی میں بلند چبوترے پر ہے۔ آپ نے رحلت کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ مجھے خواجہ کی پائنتی میں دفن کریں۔ آپ کے بیٹوں کو یہ بات پسند نہ تھی لیکن وصیت پر بہر حال عمل کرنا تھا، چنانچہ خواجہ کے روضہ متبرکہ سے بلند ایک چبوترہ تعمیر کر کے وہاں دفن کیا گیا۔ سیرالاولیاء میں یہ بھی روایت ہے کہ چبوترے کی تعمیر کے بعد آپ نے خواب میں اپنے فرزندوں پر عتاب کیا اور کہا کہ تم نے مجھے اس بلندی پر دفن کر کے خواجہ کے سامنے شرمسار کیا۔ آپ کی وفات، حضرت خواجہ کے وصال کے دس سال بعد سلطان علاء الدین مسعود شاہ کے عہد حکومت میں، جو سلطان رکن الدین فیروز شاہ کا فرزند اور سلطان شمس الدین کا پوتا تھا، ۹۰ رمضان المبارک ۷۶۳ھ میں ہوئی۔

سلطان علاء الدین مسعود شاہ خاندان شمسی میں پانچواں فرمانروا تھا۔ اس نے سلطان معز الدین بہرام

شاہ کے بعد تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا۔ وہ الہا پاد شاہ زادہ تھا جس میں اعلیٰ اخلاق اور نیک عادات صاف طور پر نمایاں تھے اور وہ بہت سی پسندیدہ خوبیوں سے موصوف تھا لیکن اپنی حکومت کے آخری ایام میں وہ نااہل لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا، جس کے باعث وہ ناپسندیدہ عادات و اطوار میں مبتلا ہو گیا اور اس کی طبیعت اچھے کاموں سے برگشتہ ہو گئی، اسی سبب سے امور مملکت میں خرابی کے آثار پیدا ہونے لگے اور امرائے سلطنت کلی طور پر اس سے بددل ہو گئے اور سب نے بلا اتفاق سلطان ناصر الدین کو جو اس کا چچا تھا ۶۳۳ھ میں تخت پر بٹھا دیا اور علاء الدین مسعود شاہ کو قید خانے میں ڈال دیا۔ اسی سال قید خانے میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کی مدت حکومت چار سال ایک ماہ اور ایک دن ہے۔

اخبار الاخیار^{۶۳} میں مذکور ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری باوجود علوم شریعت و طریقت کے جامع ہونے کے فراغت و مزاج کا بھی ذوق رکھتے تھے، چنانچہ ایک روز شیخ برہان الدین بلخی اور قاضی کبیر الدین خوارزمی جو اپنے زمانے کے مشہور لوگوں میں سے تھے، گھوڑوں پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ قاضی صاحب بھی ایک پستہ قد گھوڑے پر سوار تھے۔ قاضی کبیر الدین نے مزاجا آپ سے کہا: "حمید الدین آپ کا مرکب بہت صغیر ہے" آپ نے فریفاں جواب دیا: "بے شک صغیر ہے لیکن کبیر سے بہتر ہے"۔ اسی کتاب پاکیزہ القاب میں فوائد الفوائد^{۶۵} کے حوالے سے منقول ہے کہ آپ کو شیخ فرید گنج شکر سے بے حد تعلق خاطر تھا۔ ایک دن، ایک کیفیت خاص میں شیخ کو سماع سننے کی طلب ہوئی۔ اتفاق سے کوئی قوال اس وقت حاضر نہ تھا۔ شیخ نے بدر الدین اسحق کو جو آپ کے حلقہ بگوش تھے، حکم دیا کہ وہ مکتوب جو قاضی حمید الدین نے ارسال کیا ہے لے آؤ۔ بدر الدین خطوط کا تھیلا لے آئے اور سامنے رکھ کر اس میں ہاتھ ڈالا، وہی مطلوبہ مکتوب ہاتھ میں آیا۔ شیخ نے حکم دیا کہ کھڑے ہو کر پڑھو۔ مکتوب کا عنوان یہ تھا۔

فقیر حقیر، ضعیف نحیف محمد عطا جو درویشوں کا غلام ہے اور اپنے سر اور آنکھ سے ان کی قدموں کی خاک

بس یہیں تک سنا تھا کہ حال و ذوق کے آثار پیدا ہو گئے اور بہت دیر تک سماع کی کیفیت طاری رہی۔ بعد ازاں یہ رباعی جو اس مکتوب میں تھی آپ نے دہرائی

رباعی

آن عقل کجا کہ در کمال تو رسد آن روح کجا کہ در جلال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگزفتی ز جمال آن دیدہ کی نہ در جمال تو رسد

(ترجمہ) کسی انسان میں وہ عقل نہیں جو تیرے کمال کو سمجھ سکے، نہ روح میں یہ استعدا ہے۔ تیرے جلال تک رسائی پاسکے۔

یہ مان لیا کہ تو نے اپنے جمال سے پردہ اٹھالیا ہے لیکن وہ آنکھیں کھماں ہیں تو تیرے جمال کو دیکھ سکیں۔
آپ کے انفاس شریفہ کے فوائد دس کلمات کی صورت میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

کلمہ ۱۔ اسم ہو ایک حرف ہے۔ اس میں حرف واو پیش کی آواز نکالنے سے پیدا ہوا ہے۔ پس یہ مقدس اسم اپنے مسمیٰ کی توحید پر دلیل ہے۔ (اسمائے الہی میں سے اس اسم کے علاوہ) کوئی اور اسم ذات الہیہ کی اس طرح شناخت نہیں کراتا۔ بخدا بے مثل پادشاہ کا اسم اعظم بھی یکتا ہونا چاہیے تاکہ اس سے بے حد و حساب معافی پیدا ہوں۔

کلمہ ۲۔ اسم ہو موجود حقیقی کی جانب جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، ایک اشارہ ہے یہ اسم حق تعالیٰ کے اوصاف کمال سے موصوف ہے یعنی وہ نقص و زوال سے پاک ہے، نہ اس کی ازلیت کی ابتدا ہے اور نہ اس کی ہمیشگی کی انتہا۔ یہ حق تعالیٰ کا وہ اسم ہے جو غیب کے پردوں سے سب سے پہلے عالم میں نمودار ہوا، جیسا کہ سورہ قل موالد احد سے ظاہر ہے۔

کلمہ ۳۔ اسرار الہیہ کا افشا افراد کی کم ظرفی کے باعث ہوتا ہے، اور نہ حقیقت یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام بھی مشاہدہ حق میں استغراق اور بقا باللہ کے مقام پر فائز تھے۔ وہ اپنی ہستی کے تلبے کو محبت الہی کے کیمیا کے اثر سے زر خالص دیکھتے اور خود کو عزت محبت کی کان نمک میں ڈال کر، اسی کی قوت سے عین نمک ہو جاتے ہیں، لیکن چونکہ انبیا علیہم السلام میں سے ہر ایک عرفان و معرفت کا بے پایاں سمندر تھا، اس لیے ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنے ایک قطرے کی نمائش نہیں کی۔ جس طرح بستے وقت کوئی چھوٹی ندی پر شور ہوتی ہے لیکن جب سمندر میں جالمتی ہے تو اس کا سارا زور و شور ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، اسی طرح انبیا علیہم السلام کی معرفت حق کا معاملہ ہے۔

رباعی

زاں بحر قوی کہ نام او قلم شد یک قطرہ برون فتاد و در خود گم شد

ناگاہ ندا برآمد از عالم غیب کان قطرة گم شدہ بما مردم شد

(ترجمہ) اس پر قوت سمندر سے جسے قلم ہستی کہا گیا ہے، ایک قطرہ جدا ہو گیا اور اپنے آپ میں کھو گیا۔
ناگاہ عالم غیب سے آواز آئی کہ وہ گم شدہ قطرہ ہمارے فضل سے انسان ہو گیا۔

کلمہ ۴۔ سر توحید تک رسائی حاصل کرنا بہت عظیم کام ہے، اور توحید کے مرتبے کا ادراک ہونا بہت بڑا انعام ہے۔ جو سالک سر توحید تک پہنچ گیا اور اس پر توحید کے اسرار کھل گئے، وہ ہر اعتبار سے خود کو (واجب الوجود کا) غیر خیال کرتا ہے۔ پھر اسی غیریت کی قوت و صولت سے خود کو توحید کی راہ میں اس طرح ختم کر لیتا ہے کہ اس کی حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ " بجز اس کے کسی نے اس کو نہیں جانا۔"
(اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حقیقت خود ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا)

بیت

توحیدار گشاید چشمِ جانت بر آرد بانگِ سبحانی زبانت

(ترجمہ) اگر تیری روح کی آنکھ ایک نظر جمالِ توحید کو دیکھ لے تو (بے اختیار) تیری زبان سے نعرہ سبحانی نکل پڑے۔

کلمہ ۵۔ - یحییٰ معاذِ رازی جو بادشاہِ ولایت تھے، اپنی مناجات میں عرض کرتے تھے: "اللہم کفی لی فخرًا ان اکون لک عبداً و کفی لی شرفاً ان تکون لی رباً" بارالہا مجھ کو یہی فخر کافی ہے کہ بادشاہت اپنی مفلسی کے عیب اور بے سروسامانی کی ذلت کے تیرا بندہ و غلام ہوں اور میرے لیے یہی شرف ہے کہ تو باوجود اپنے جلالِ کبریائی اور کمالِ پادشاہی کے میرا رب ہے۔ یحییٰ قدس سرہ کی اس مناجات سے واضح ہے کہ وہ مقامِ تفرقہ کی نشاندہی کر رہے ہیں کیونکہ ان کلمات میں انہوں نے اپنی عبودیت اور اللہ پاک کی الوہیت کا صاف طور سے ذکر کیا ہے۔ جب کہ اصل بحق حضراتِ مقامِ جمع میں اپنے آپ سے بے گانہ ہوتے ہیں۔ ان حضرات کو استغراق کی حالت میں عبودیت یاد ہی کب رہتی ہے جو اپنے بندہ ہونے پر فخر کریں۔ عبیدی و ربکم (میرا بندہ اور تمہارا رب) اضافات کا جملہ ہے۔ درآن حالیکہ مطلق توحید اور انافستہ کو ملاحظہ کرنے والی ہے۔

بیت

نکوگوئی نکوگفتہ است در ذات کہ التوحید اسقا الاضافات

(ترجمہ) کسی خوش گوئی نے ذاتِ الہیہ کے بارے میں کیا اچھی بات کہی ہے کہ توحید اضافات کو ساقط کر دینے کا نام ہے۔

کلمہ ۶۔ - راہِ عشق کے رہرو کی ذات میں ظلم اور نادانی کا ہونا ناگزیر ہے۔ (اس کے برعکس) علم و عدل کا ظہور اسی وقت تک ہوتا ہے، جب تک سالک کو اپنے ہونے کا احساس ہے اور وہ اپنی ہی ذات میں سرگرداں و حیراں رہتا ہے۔ جب طالب پر نشہِ محبت کی مدہوشی کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی ہستی محبوب کی ہستی میں سما جاتی ہے اور وہ محبوب کی ذات میں حیران و سرگرداں رہتا ہے۔ اس وقت اس کی ذات، میں ہر صفت کا ظہور لازمی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر صفت اس کی ذات میں نمود ہو جاتی ہے۔

کلمہ ۷۔ - من لم یجحد عن الخلق لم یصفرد بالحق، یعنی جو کوئی مخلوق سے ترکِ فی التیور نہیں کرتا، اسے حق تعالیٰ کی معیت کاملہ حاصل نہیں ہوتی۔ راہِ عشق اختیار کرنے والوں کے ساتھ حق جل شانہ کا یہی معاملہ ہے کہ پہلے اہل محبت کو مخلوق اور خود ان کی اپنی ہستی سے بیگانہ کرتے ہیں اور پھر انہیں اپنے کے مخصوص فرماتے ہیں

کلمہ ۸۔ محبوب (حق تعالیٰ) اپنے جمال اور اپنے عاشقوں کے حال پر غیرت فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے عاشقوں کو اپنے حجابِ غیرت میں چھپا رکھا ہے۔ اولیٰبالی نعتِ قبالی لا یعرہم غیرتی یعنی میرے دوست میرے قربتِ خاص کے پردے میں ہیں، میرے غیر انہیں نہیں پہچانتے۔ جب اللہ تعالیٰ کے غیر انہیں نہیں پہچانتے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے غیر کو نہیں پہچانتے (ماسوی اللہ سے بے تعلق ہو جاتے ہیں) حق تعالیٰ اس پر راضی ہیں کہ ان کے دوستوں کے انوار ان کے پردہِ غیرت میں نہاں ہیں اور عاشقانِ الہی اس پر خوش ہیں کہ حق تعالیٰ کی کبریائی کے انوار اپنے کمالِ اشراق کے باعث نامرہوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

کلمہ ۹۔ اپنے آپ کو خلق کی نظروں سے گرا دینا زیادہ سہل ہے لیکن خود کو اپنی ہی نظر سے گرا دینا دشوار ہے۔ الملامتہ روضتہ العاشقین یعنی ملامتِ عاشقوں کا بائع ہے۔ جب زلیخا اپنی بلند مرتبگی کی پوٹ باندھ کر بائعِ ملامت میں لے گئی اور اسی نے برسرِ مجلس اپنے کئے کو تسلیم کر لیا تو دوبارہ اسے وہی جوانی و عزت نصیب ہوئی اور وہ کامل مسرتوں کے ساتھ جانبِ محبوب رواں ہوئی۔

کلمہ ۱۰۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ آئینہ میں جو نقش ظاہر ہوتا ہے وہ خود آئینہ کا نقش ہوتا ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ آئینہ میں چمک ہوتی ہے اور آفتاب میں روشنی۔ اور چمک روشنی سے موافقت رکھتی ہے۔ چنانچہ جب آفتاب کی روشنی آئینہ کی چمک پر پڑتی ہے اس وقت اگر کوئی آئینہ دیکھے تو اسے کچھ نظر نہیں آتا، کیونکہ دونوں ایک دوسرے میں سما کر ایک ہو جاتے ہیں اور کوئی عقل مند شخص اس خاص حالت میں آئینہ کی چمک اور آفتاب کی روشنی کی علمدہ علمدہ نشان دہی نہیں کر سکتا کیونکہ اتحاد کی صورت میں کوئی اور شے داخل نہیں ہو سکتی۔

شیخ ناصح الدین قدس سرہ

آپ قاضی حمید الدین ناگوری کے فرزند بزرگوار اور ان کے جانشین تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ بدافوں سے ایک بزرگ بشیر نام شیخ ناصح الدین کی خدمت میں خلافت اور خرقہ حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے اور حوضِ شمسی کے کنارے اس نیت سے ایک مجلس منعقد ہوئی۔ بعض اور بزرگ بھی اس مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ حوضِ شمسی کی خوبیوں کا ذکر چل نکلا۔ عزیز بشیر نے بدافوں کے حوض کو اس پر فوقیت دی۔ بزرگوں کو اس کی یہ بات ناگوار گزری۔ محمد کبیر نے جو اپنے عہد کے مشائخ میں سے تھے، مولانا ناصح الدین سے کہا کہ آپ اس شخص کو ہرگز خرقہ نہ دیں۔ یہ کذاب ہے۔

مولانا ناصح الدین کی رہائش دہلی میں تھی اور اسی شہر میں آپ کا انتقال ہوا۔

قاضی سعد و قاضی عماد قدس سرہما

دونوں حضرات قطب الاولیا خواجہ قطب الدین کی بارگاہ کے غلام تھے۔ ابتدائے زمانہ میں اہل وجد و حال سے انتہائی دشمنی اور شریعت کی سخت پابندی کے سبب، سماع کے رواج کو مٹا دینے اور ممانعت کرنے میں سعی و کوشش کرتے تھے۔ اپنے اسی سخت رویہ کے باعث حضرت خواجہ سے بھی اعتقاد نہ رکھتے تھے بلکہ ان کا انکار کرتے تھے۔ ایک دن انھیں خبر ملی کہ قطب الاولیا کی خانقاہ میں مجلس سماع منعقد ہے، چنانچہ مجلس کو درہم برہم کرنے اور لوگوں کو منع کرنے کے خیال سے چل پڑے۔ جوں ہی سماع کی مجلس میں داخل ہوئے تو ان پر وجد طاری ہو گیا اور آپے میں نہ رہے، حتیٰ کہ دونوں عالم سے بے خبر ہو گئے۔ بعد ازاں قطب الاولیا کی ارادت و بیعت کے حلقے میں داخل ہو گئے۔ ان کی آخری آرام گاہ ان قبروں کے درمیان ہے جو قطب الاولیا کے روضہ متبرکہ کے پہلو میں بنی ہوئی ہیں۔

شیخ معز الدین دہلوی قدس سرہ

آپ اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں کسی سلطان کے ہاں نیابت کے عہدے پر ملازم تھے۔ لیکن آخری ایام میں آپ کو فقر و درویشی کی توفیق حاصل ہونے پر آپ قطب الاولیا کے مریدوں کے حلقے میں شامل ہو گئے اور حضرت کی بزرگی اور کرامت کے اثر نے آپ کو علاقہ دنیا سے بے تعلق کر دیا اور آپ نے اہل دولت لے زرق برق لباس کو ترک کر کے درویشی کے خرقے کو زیب تن کیا۔ مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر عبادت و ریاضات میں منہمک رہے یہاں تک کہ مقصود حقیقی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کے بعد قطب الاولیا کے قریب میں اہل بندہ سوار رہے ہیں۔

شیخ وجیہ الدین قدس سرہ

آپ قطب الاولیا کے معاصرین میں سے تھے۔ ظاہر و باطن کی پاکیزگی میں مرتبہ کمال پر فائز تھے۔ آپ کے کردار اور آپ کی گفتار سے حق تعالیٰ کی معرفت کا نور عیاں ہوتا تھا۔ اپنے اوقات شریف سوز و گداز میں بسر کرتے رہے۔ سوز دروں سے اکڑ آپ کی آنکھیں گریہ آمیز رہتی تھیں۔ ہمیشہ غمگین و محزون نظر آتے اور اہل دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ اپنی زندگی کے تمام اوقات لوگوں سے بے تعلق ہو کر یاد دوست میں بسر کئے اور انتقال کے بعد دہلی میں دفن ہوئے۔

شیخ نظام الدین ابوالموید قدس سرہ

آپ شمس العارفین کے پوتے اور سلطان شمس الدین التتمش کے عہد حکومت کے مشاہیر میں سے تھے۔ اپنے والد بزرگوار اور مبارک حال ماموں سے ظاہری اوصاف اور باطنی کمالات حاصل کرنے کے بعد طریقت کی تعلیم بھی ان ہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ شیخ عبدالواحد بن شیخ احمد غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بھی بہت فیض پایا۔ خواجہ قطب الدین اوشی آپ کے دیدار کو تجلیات الہی کا آئینہ مبارک قرار دیتے تھے اور آپ کی صحبت میں رہنے کو بے حد پسند فرماتے تھے۔

شیخ نظام الدین اولیا نے بھی آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے پاکیزہ اطوار کی بے حد تعریف کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت نے اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ایک دن میں آپ کے وعظ میں حاضر تھا۔ آپ نے مسجد کے دروازے پر اپنی جوتیاں اتاریں اور ہاتھ میں لیے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ پہلے دو رکعت نماز ادا کی۔ میں نے کسی شخص کو اس کیفیت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا جس کیفیت میں آپ نے وہ دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد ازاں آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ قاری نے چند آیات تلاوت کیں، شیخ نے وعظ شروع کیا اور فرمایا۔

”میں نے اپنے والد کی تحریر میں لکھا ہوا دیکھا ہے“

صرف اتنا ہی فرمایا تھا کہ اہل مجلس پر ایک خاص اثر پیدا ہوا اور سب پر گریہ طاری ہو گیا۔ اسی کیفیت میں آپ نے یہ دو مصرعے پڑھے۔

بیت

بر عشق تو دبر تو نظر خواہم کرد
جان در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

(ترجمہ) مجھے تیرے عشق اور تجھ ہی سے سروکار ہے اور اسی حالت غم میں ۰ میں اپنی جان درہم برہم کر دوں گا۔
اس شعر کا پڑھنا تھا کہ خلقت سے صدائے گریہ بلند ہوئی ۰ پھر دو تین بار یہی شعر پڑھا اور فرمایا
"اے مسلمانو! اس رباعی کے باقی دو مصرعے یاد نہیں آ رہے ۰ اب میں کیا کروں؟"
یہ جملہ آپ نے اس عاجزی کے ساتھ کہا کہ تمام مجمع پر اوداسی چھا گئی ۰ اس موقع پر قاسم مرقی نے وہ شعر یاد
دلایا۔

پر درد دلی بخاک در خواہم کرد
پر عشق سری زگور بر خواہم کرد

(ترجمہ) اپنے درد بھرے دل کے ساتھ قبر میں جاؤں گا اور (قیامت میں) عشق سے لبریز سر کو قبر سے
نکالوں گا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ دہلی میں بارش نہیں ہوئی اور غلہ کم یاب ہو گیا۔ مخلوق نے بارگاہ
رب العزت میں دعائیں کیں ۰ گریہ و زاری کی لیکن بارش نہیں ہوئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم آپ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی بات مان لی اور منبر پر چڑھے۔ اپنی آستین
سے چادر کا ایک ٹکڑا نکلا ۰ اور اس میں سے ایک دھاگا نکال کر بارگاہ رب العزت میں عرض کی:

"یا الہی اس چادر کے دھاگے کی حرمت کے طفیل جو اس ضعیفہ کی مانند ہے
جس پر کسی نامحرم کی نگاہ نہیں پڑی اور اس چادر کے مالک کے اس تعلق کے
وسیے سے جو اسے آپ کی ذات پاک سے رہا ہے باران رحمت بھیج دیجیے ورنہ
میں صحرا میں نکل جاؤں گا اور کبھی آبادی کا رخ نہ کروں گا۔"

دعا کے ساتھ ہی بادل گھر آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ ہر طرف ندی نالے بہ نکلے

شیخ نظام الدین ابوالموید کی والدہ کی قبر جن کا نام بی بی سارہ تھا ۰ نماز گاہ کھنڈ کے پہلو میں ہے اور
اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ کی قبر بھی وہیں کہیں ہو۔ واللہ اعلم

شیخ برہان الدین محمود ابن ابی الخیر اسعد البلیخی قدس سرہ

آپ مروجہ علوم کے بلند پایہ عالم اور ماہر تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے جامع اور وجد و سماع کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں آپ کا شمار بلند پایہ عالموں، عظیم دانشوروں اور عارفوں میں ہوتا تھا۔ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ یہ شعر آپ ہی سے منسوب ہے:

گر کرم عام شد رفت ز برہاں عذاب در بھمل کار شد وہ کہ چہا دیدنی است^{۸۱}

(ترجمہ) اگر قیامت میں عام بخشش کا حکم ہوا تو برہان سے عذاب ٹل جائے گا اور عمل پر فیصلہ ہوا تو افسوس بڑی پریشانی کا سامنا ہو گا۔

آپ نے "مشارق" براہ راست اس کے مصنف سے پڑھی اور اگرچہ بظاہر یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ نے اولیاء اللہ میں سے کس بزرگ سے نسبت ارادت قائم کی لیکن یہ بات تحقیق سے کہی جا سکتی ہے کہ آپ صاحب^{۸۲} ہدایہ مولانا برہان الدین مرغینانی کی نظر میں مقبول تھے اور مولانا ہی کی بدولت آپ کے علم میں اتنی وسعت پیدا ہوئی۔ خود آپ ہی سے منقول ہے:^{۸۳}

"غالباً میری عمر چھ سات سال کی ہوگی، میں اپنے والد کے ساتھ کسی جگہ جا رہا تھا۔ اٹھائے راہ میں مولانا مرغینانی کی سواری نمودار ہوئی۔ میرے والد ادب کے خیال سے ایک گوشے میں چلے گئے اور میں وہیں کھڑا رہا اور سلام عرض کیا۔ مولانا نے میری جانب تیز نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ یہ لڑکا اپنے ننانے کا بہت بڑا عالم ہو گا۔^{۸۴} میں اور لوگوں کی طرح ان کے ساتھ ساتھ چلا۔ دوسری بار مولانا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے کہ یہ لڑکا اتنا خوش قسمت ہو گا کہ بڑے بڑے ذی شوکت بادشاہ اس کے نیاز مند ہوں گے اور آستاں بوسی کریں گے۔"

آپ کا ایک قول یہ بھی ہے:

"قیامت کے دن مجھے کسی گناہ کبیرہ میں نہیں پکڑیں گے، بجز ایک کبیرہ کے اور وہ یہ ہے چنگ و ننے پر راگ سننا۔ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود میں سننا ہوں اور آئندہ سننے کا شوق رکھتا ہوں۔"

سیر اللولیا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کمال الدین جو فن حدیث میں سلطان المشائخ کے

اساتذہ میں سے تھے اور علم و عمل، دین و دیانت اور قال و حال میں یکتائے روزگار تھے۔ شیخ برہان الدین بلخی کے شاگردوں میں تھے۔ مولانا کمال الدین نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے بعض مسودات میں اپنے استاد کی شان میں یہ تحریر کیا ہے

”برہان الملک والدین محمود ابن ابی الخیر اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو، آپ ایک باعمل شیخ، علم میں کامل استاد، امانت میں عظیم فرد ہیں۔ نظم و نثر اس شان سے لکھتے ہیں گویا وہ کنزیریں ہیں اور شیخ ان کے آقا ہیں۔“

آپ کی قبر حوض شمس کے مشرق میں واقع ہے اور لوگ اسے تختہ نور کہتے ہیں۔ اس کی زیارت کرتے اور برکت حاصل کرتے تھے۔ اس شہر کے لوگ آپ کی قبر کی مٹی کو برکت اور کشادگی علم کے خیال سے مکتب جانے والے بچوں کو چٹاتے ہیں، اس وجہ سے آپ کی قبر کئی مرتبہ پائینتی سے شکستہ ہوتی اور اسے از سر نو تعمیر کیا گیا۔

شیخ ترک بیابانی قدس سرہ

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور ان کے اصحاب میں شامل تھے۔ آپ کے روضہ متبرکہ سے لطافت و پاکیزگی کے آثار عیاں ہیں۔ جو شخص آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا ہے اور زیارت کرتا ہے۔ اس کے باطن کی کدورت مٹ جاتی ہے اور کلی طود پر صفائے باطن حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ مشاہدہ اور کیفیت آپ کی عظمت و بزرگی کی سب سے قوی دلیل ہے۔ آپ کی قبر قلعہ فیروز آباد کے باہر تھم گاہ کے راستے میں ہے۔ آج کل دہلی میں آپ کی قبر ان مزارات میں سے ہے جن پر عام لوگوں کا بے پناہ جھوم زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہے۔ ہر جمعہ کو لوگ زیارت کے لیے یہاں آتے ہیں۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۳ رجب کو منعقد ہوتا ہے۔

اس خاکدان تاریک سے آپ کا انتقال، سلطان مزر الدین بہرام شاہ کے عہد حکومت میں ہوا۔ بہرام شاہ سلطان رضیہ کی گرفتاری کے بعد ۲۸ رمضان ۶۳۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ بست ہی قاہرہ، قشقد اور نخل ریز بادشاہ تھا۔ ان عادتوں کے باوصف وہ کچھ پھندیدہ اوصاف مثلاً شرم و حیا اور سادگی سے بھی آراستہ تھا۔ اپنی حکومت کی ابتدا میں اس نے امرائے سلطنت اور لوگ سے اچھا برتاؤ کیا لیکن آخری ایام میں بعض امیروں کو قید کر کے قتل کرا دیا، اس باعث امراء اس کے خلاف ہو گئے۔ اراکین سلطنت اور اہل علم حضرات نے صلح

صفائی کی کوشش کی لیکن فخر الدین مبارک شاہ جو مستم دربار تھا اور بادشاہ کے قریب اور اس کے مزاج میں بہت دخل رکھتا تھا مفاہمت پر راضی نہ ہوا۔ آخر کار امرائے سلطنت اس معاملے میں غالب آئے انہوں نے بادشاہ کے محل کا محاصرہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ مبارک شاہ فراش کو جو فتنہ برپا کرنے میں پیش پیش تھا قتل کر دیا اور اس کی لاش کو بری طرح مسخ کر دیا۔ ۱۳ ذیقعدہ ۶۳۹ھ میں بادشاہ کو بھی شہید کر دیا اور علاء الدین مسعود شاہ کو جو سلطان شمس الدین کا پوتا تھا، تخت پر بٹھایا۔ بہرام شاہ کی مدت بادشاہت دو سال ایک ماہ تھی۔

۸۹ شیخ نور الدین دہلوی قدس سرہ

آپ مروجہ علوم اور خاص طور پر ظاہری علوم سے پوری طرح بہرہ مند تھے۔ مسائل بیان کرنے میں خاصی شہرت رکھتے تھے۔ سلطان ناصر الدین بن شمس الدین التتیش کے ہمعصر تھے۔ "جامع الحکایات" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں ہر طرح کی خوبیاں ہیں اور جو مصنف کے ذاتی فضائل و کمالات کا نمونہ ہے۔

آپ اپنے زمانے کے مشائخ کے فیض نظر اور اولیائے کاملین کی صحبت کی برکات سے بہرہ مند تھے۔ اس جماعت میں رہ کر آپ نے بڑی نیاز مندی اور انکسار کے ساتھ زندگی بسر کی۔ سلطان ناصر الدین بلبن، جلال الدین اور علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں، آپ کے مانند بہت سے درویش دہلی اور اس کے مضافات میں قیام پذیر تھے۔ جن کے وجود سے ہندوستان مانند بوستان تھا۔ ان عزیزوں میں کچھ ایسے تھے جو شیخ الاسلام فرید اللادلیا سے شرف بیعت رکھتے تھے اور کچھ ایسے تھے جو ان کے خلفائے نامدار کے ارادت مند تھے۔ ان ہی میں سید تلج الدین شامل تھے جو علم، عبادت، تقویٰ، دیانت، حسن خلق اور خوش باشی میں ممتاز تھے۔ سید مغیث الدین مغنی اور سید منجب سید دستار تھے جو فضل و دانش، زہد و تقویٰ، خلوت نشینی اور تندر و نیاز سے بے نیاز ہونے میں بڑی منفرد شان کے حامل تھے۔ اسی طرح سید علاء الدین اور سید قطب الدین ترک و تجرید اور تصوف و توحید میں اپنی مثال آپ تھے۔ منقول ہے کہ نظام اللادلیا نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کئی مرتبہ سید علاء الدین کی صورت میں دیکھا۔ مولانا حمید الدین تھے، جو اپنے زمانے کے اہل دانش میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے ہدایہ پر سلیس انداز میں مفصل شرح تحریر کی ہے۔ ان میں سے اکثر عزیز خاکِ دہلی میں آسودہ ہیں لیکن اب ان کے مدفن اور مزارات کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔

مولانا معین الدین عمرانی قدس سرہ

آپ نے کنز^{۹۲}، مصباح^{۹۳} اور حسامی^{۹۴} پر حواشی تحریر کیے ہیں۔ مشائخِ چشت کے ملفوظات خاص طور پر سیرالاولیا اور فوائد الفواد میں بہت سے مقامات پر آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ سلطان محمد تغلق کے عہد کے معروف اساتذہ میں تھے اور عقل و بصیرت کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ اس عہد کے بہت سے بزرگوں نے آپ سے علمی فوائد حاصل کیے۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور ان کی مثل بہت سے بزرگ آپ کے شاگرد تھے۔ بادشاہ وقت (محمد تغلق) نے آپ کو خاص طور پر قاضی^{۹۵} عضد کو ہمراہ لانے کے لیے شیراز روانہ کیا کیونکہ اس کی خواہش تھی کہ قاضی صاحب اپنی کتاب اس کے نام معنون کریں۔ جب حاکم شیراز کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے قاضی عضد کا منصب بڑھا دیا، اس باعث قاضی صاحب دہلی نہ آسکے۔^{۹۶}

خواجہ محمود موئینہ دوز قدس سرہ

آپ قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید تھے اور ان حضرات میں سے تھے جو قلب الہویہ کے معتقد اور صحبت یافتہ تھے۔ آپ دین کے راستے میں بڑے باہمت تھے اور آپ کی ذات بے شمار کمالات سے مزین تھی۔ آپ کا ذکر خواجہ قطب الدین کے ملفوظات اور چشتی بزرگوں کی تصانیف میں موجود ہے۔ آپ کی قبر حضرت خواجہ کے مزار کے احاطے میں ہے۔

^{۹۸} بیان کیا گیا ہے کہ جس کسی کا غلام بھاگ جاتا، وہ آپ سے اس کی بازیافت کی درخواست کرتا اور آپ فرماتے کہ مل جائے گا تو ایسا ہی ہوتا۔ ایک دفعہ ایک شخص کا غلام کہیں بھاگ گیا، اس نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب غلام واپس آجائے تو مجھے مطلع کر دینا۔ لہجہ و مست بعد میں اس نے کہا بھاگا ہوا غلام مل گیا لیکن اس نے اس واقعہ کی کوئی اطلاع آپ کو نہ دی۔ غلام لہجہ و مست کے بعد پھر بھاگ گیا۔ ایک پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا دکھڑا بیان لیا۔ شیخ نے فرمایا: جب پہلی بار غلام مل گیا تھا تو تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ اس سے میرا مقصد صرف یہ تھا کہ میں اس اہم کام کے بوجھ سے باہر جاؤں نہ کہ تم سے کسی طرح کی نذر و نیاز وصول کروں۔ چونکہ تم نے اپنا پہلا وعدہ وفا نہیں کیا اس لیے اس مرتبہ

غلام نہیں ملے گا۔ اس شخص نے ہر چند جستجو میں سرکھپایا لیکن گم شدہ غلام کا کہیں پتہ نہ چلا۔
 خواجہ محمود موئینہ دوز نے سلطان شمس الدین التتمش کے اقتدار کا آخری زمانہ، رکن الدین فیروز شاہ، رضیہ
 سلطان، معز الدین بہرام شاہ، علاء الدین مسعود شاہ کا تمام دور حکومت اور ناصر الدین محمود کا ابتدائی عہد دیکھا تھا
 چونکہ خاندان التتمش کے سب سلاطین کا ذکر اپنے اپنے مقام پر کر دیا گیا ہے، یہاں سلطان رکن الدین فیروز
 شاہ کے حالات کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سلطان رکن الدین ایسا بادشاہ گزرا ہے جس کا سخاوت و نجشش میں کوئی ثانی نہ تھا۔ جس قدر
 مال و دولت اس نے لٹایا کسی دور میں کسی بادشاہ نے صرف نہ کیا ہو گا۔ وہ سلطان شمس الدین کی وفات کے
 بعد ۶۳۳ھ میں ۲۱ شعبان کو تخت سلطنت پر بیٹھا اور تخت نشین ہوتے ہی کھیل تماشے اور عیش و عشرت میں
 غرق ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس غفلت شعاری کے سبب رعایا کی فلاح و بہبود اور سلطنت کے انتظامی معاملات پر
 برا اثر پڑا، چنانچہ سلطنت کے عہدہ داروں کے دل میں اس کی طرف سے میل آ گیا اور ہر طرف سے اس کی
 مخالفت شروع ہو گئی۔ ترک سرداروں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور سلطان رضیہ سے جا ملے۔ اسے
 قید کر دیا اور قید خانے ہی میں اس کا انتقال^{۹۹} ہوا۔ اس کا عہد حکومت سات ماہ کے لگ بھگ ہے۔

مولانا مجد الدین حاجی جاجرمی قدس سرہ

آپ کو رسمی اور ظاہری علوم میں بڑا مرتبہ حاصل تھا۔ صوفیوں اور درویشوں کا انکار کرتے تھے۔
 قطب الاولیا اور قاضی حمید الدین ناگوری کے سماع سننے پر بھی آپ کو سخت اعتراض تھا۔ بالاخر اپنی اعلیٰ
 صلاحیت اور نیک فطرت ہونے کی بنا پر اعتراض و انکار کی دلدل سے نکل آئے اور صوفیہ سے عقیدت کا نشہ
 طاری ہو گیا حتیٰ کہ خود صاحب حال صوفی ہو گئے اور لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن گئے۔

اخبار الاخیار^{۱۰۱} میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ شیخ شہاب الدین کے خلفا اور مریدوں میں تھے اور
 سروردیہ سلسلے میں منسلک تھے۔ بارہج ادا فرما کر دہلی تشریف لائے۔ سلطان شمس الدین التتمش نے قاضی
 ممالک کا عہدہ پیش کیا، اگرچہ آپ کی مرضی اس عہدے کو قبول کرنے کی نہ تھی، لیکن بادشاہ کے حکم کو مانتے
 ہوئے تقریباً دو سال تک آپ نے اس منصب کے اہم معاملات کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اسی کے ساتھ
 ساتھ قضا کے متعلق قوانین میں وسعت پیدا کر کے اس شعبہ کو مستحکم کیا۔ بعد ازاں آپ نے سلطان سے

رخصت کی درخواست کی۔ سلطان نے درخواست منظور کر لی اور آپ کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا۔
 آپ نے دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۲ ذی الحجہ کو انتقال ہوا۔ آپ کا مزار شہر کے اہم
 مزارات میں شمار ہوتا ہے۔ دور و نزدیک کے لوگ ہر سال ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ کو آپ کے مزار
 کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور اس تقریب کو "ختم مولانا مجد حاجی" کہتے ہیں۔ آپ کے کلام سے جس میں
 حقائق بیان کئے گئے ہیں ایک کلمہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

کلمہ۔ محبت کے سات سو ہزار مقام ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ محبوب سے کلی طور پر موافقت
 پیدا ہو جائے اور سب سے بلند مقام یہ ہے کہ اپنے آپ کو کلی طور پر محبوب کے سپرد کر دے اور اس کا مطیع
 و فرماں بردار بن جائے جس کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہے وہ راہ محبت میں قدم رکھنے کا ارادہ نہ کرے کہ یہ
 مرحلہ بہت دشوار ہے۔ البتہ جب محبوب کی محبت غالب آجائے اور صبر و قرار رخصت ہو جائیں تو ایسی
 اضطراری حالت میں عاشق جو بھی کرے قابل عذر ہے۔

شیخ بدر الدین غزنوی قدس سرہ

آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے خلف میں سے تھے۔ اصل وطن غزنین تھا، وہاں
 سے لاہور تشریف لائے۔ جب حضرت خواجہ کی عظمت و بزرگی کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے
 ارادے سے دہلی آئے اور حضرت کے مریدوں میں شامل ہو گئے، بعد ازاں نعمت خلافت سے سرفراز ہوئے۔
 ایک دوسرے گروہ کی روایت یہ ہے کہ غزنین میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ قلب الاولیا
 کے مرید ہو گئے ہیں۔ اس خواب کے بعد آپ غزنین سے سراسم کی حالت میں نکلے اور خواب کو تلاش کرتے
 رہے۔ اس دوران بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا، جب لاہور پہنچے تو معلوم ہوا کہ قلب
 الاولیا کا قیام دہلی میں ہے۔ اس خبر کو سن کر حضرت کی زیارت کا شوق اور بڑھ گیا۔ آرتے پڑتے دہلی پہنچے اور
 اپنا سر ارادت قطب الاولیا کے پاؤں میں رکھ دیا۔ "ہند تاویل را یای من قبل" یعنی یہ ہے یہ ہے خواب کی
 تعبیر جو پہلے زمانے میں دیکھا تھا۔ فی الفور بیعت لی رسم جو اللہ۔

ہر عہد لے بزرگوں نے آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کی خدمت سے بھی ملاقات فرمائی
 لوگوں کو بہت زیادہ وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور آپ کا کام لولوں لے لولوں پر اثر بھی بے حد ہوتا تھا۔ قاضی

حمید الدین ناگوری ، سید مبارک غزنوی ، مولانا مجد الدین جرجانی ، شیخ ضیاء الدین دہلوی اور شیخ فرید شکر گنج قدس سرہم آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے ۔ آپ کی باتیں زیادہ تر محبت و عشق کے بارے میں ہوتیں ۔

اس حقیقت کے باوجود کہ آپ شریعت کے بے حد پابند تھے ۔ وجد و سماع میں بہت زیادہ غلو فرماتے تھے ۔ سلطان المشائخ^{۱۰۶} سے روایت ہے کہ شیخ بدر الدین بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور ضعف کے سبب ہل چل بھی نہیں سکتے تھے لیکن جب سماع طاری ہوتا تو اس جوش سے رقص کرتے گویا دس برس کا لڑکا رقص کر رہا ہے ۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ شیخ آپ اس قدر ضعیف ہونے کے باوجود کس طرح رقص کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ شیخ کہاں رقص کرتا ہے ، عشق رقص کرتا ہے ۔

من اگر پیر شدم عشق جوان ست ہنوز

(ترجمہ) میں اگر بوڑھا ہو گیا تو کیا ہوا عشق تو بہر حال جوان ہے ۔

آپ سے منقول ہے کہ میں اس رات جس میں حضرت قطب الاولیا کا انتقال ہوا ، خدمت میں حاضر تھا ۔ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو مجھے اونگھ آگئی ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ اپنے حجرے سے نکل کر بلندی کی جانب جا رہے ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے بدر الدین اللہ کے دوستوں کو موت نہیں آتی ۔ میری آنکھ کھل گئی ۔ حجرے میں آکر دیکھا تو آپ رحلت فرما چکے تھے ۔ آپ کی قبر قطب الاولیا کے مزار مبارک کے پانچویں ہے ۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر سو برس تھی ۔ آپ نے سلطان علاء الدین کے عہد حکومت میں وفات پائی ۔

سلطان علاء الدین بہت ہی قاہر و جابر بادشاہ تھا ، جس نے اپنے آقا جلال الدین خلجی کو فریب سے قتل کر کے ہندوستان پر غلبہ حاصل کیا ۔ کچھ امور اس کی خواہش کے مطابق ایسے ظہور میں آتے رہے کہ جس کسی نے اس کے خلاف بغاوت کی آخر کار منہ کی کھائی ۔ اشیائے صرف کی ارزانی ، نئے علاقوں کی فتوحات ، سرکشوں کی اطاعت ، راستوں کا امن و امان ، مسجدوں ، حوضوں ، قلعوں اور مناروں کی کثرت سے تعمیر ، عام لوگوں میں راست بازی اور دیانت داری کا چلن اور علماء و مشائخ کا اجتماع یہ برکتیں اور سعادتیں جتنی علاء الدین میں ظہور پذیر ہوئیں کسی اور بادشاہ کے دور حکومت میں ظاہر نہیں ہوئیں ۔ یہ بات بھی عجیب سی ہے کہ سلطان نے نہ کبھی ان باتوں کو سوچا تھا اور نہ خاص بندوبست کیا تھا ، بس اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ اس کے دور حکومت میں غیب سے لوگوں کی فلاح و بہبود کے اسباب مہیا ہوتے گئے ۔ اس بادشاہ نے خود پسندی ، بد مزاجی اور تکبر کی بنا پر بڑے عجیب و غریب دعوے بھی کئے ۔ بالاخر ، ۱۱۰۷ھ میں اس عالم فانی سے ملک جاودانی میں انتقال کر گیا ۔^{۱۰۸}

چودر راہِ رحیل آمد روا رو

چہ جمشید و چہ پرویز و چہ خسرو

(ترجمہ) جب موت کی راہ میں چل چلاؤ کی گھڑی آن پہنچی تو کیا جمشید کیا پرویز و خسرو سب ہی کو جانا پڑا۔

خواجہ بستِ قدس سرّہ

آپ نے دہلی کی فتح کے ابتدائی دور میں، جب سلطان غازی معز الدین محمد سام اس عظیم شہر میں رونق افروز تھا، سکونت اختیار کی اور اس شہر کے بزرگوں کے سلسلہ بیعت میں شامل ہو گئے۔ آپ کی قبر شریف حضرت خواجہ کے مزار مبارک سے ذرا بلندی پر شمال کی جانب ہے۔ اخبار الاخیار میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خواجہ کے مزار مبارک کی تعمیر سے قبل آپ کو وہاں دفن کیا گیا تھا۔

سلطان غازی بست انصاف پسند اور دین کی حمایت کرنے والا بادشاہ تھا۔ اس کی فتوحات کی برکت سے ہندوستان میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اس کے زمانے میں دین پر عمل کرنے کا رجحان از سر نو بیدار ہوا۔ ہندوستان میں فتوحات سے جس قدر مال غنیمت اس کے خزانے میں داخل ہوا اتنی ہی بادشاہ کے دور حکومت میں حاصل نہیں ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ غزنویں کے خزانے میں الدس کے ٹکڑے جو جوہرات میں نفیس ترین ہوتا ہے، ڈیڑھ ہزار من تھے۔ اسی سے دوسرے جوہرات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس قدر اس کے خزانے میں ہوں گے۔ ۶۰۲ء میں ماہ شعبان کی چاند رات کو ایک ملحد فدائی نے ہاتھوں سلطان نے جو شہادت نوش کیا۔ اس کی شدت کے بعد اس کے ترک غلاموں نے بہت عرصے تک فریاد رونی لی اور مظلوم ممالک میں اس کے نام کا شطبہ جاری رہا۔

بابا حاجی روزبہ قدس سرّہ

آپ کا شمار اولیاء دہلی کے پیشرووں میں ہوتا ہے۔ مشابہت سے عقیدت سے وہیں تھے اور تصوف و سولک میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ راجہ ہتھورا کے زمانے میں قلعہ لی لائق میں ایک خانقاہ بنائی تھی

اسی میں قیام تھا۔ آپ کی خاص توجہ سے بہت ہندو برہمن کفر و کافری کی ہلاکت سے بچ گئے اور اسلام قبول کر کے دین کے حامی بن گئے۔ آپ کی قبر نماز گاہ کمنہ کے قریب ہے جو دہلی کے فیض رساں مقامات میں سے ہے اور پرانے قلعے کی خندق کے قریب واقع ہے۔ ممکن ہے کہ جس مقام پر آپ تمام زندگی رہے، اسی کو ابدی آرام گاہ کے لئے پسند فرمایا ہو۔ بہر حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

راجہ پتھورا ہندوستان کے عظیم راجاؤں میں سے تھا اور اس ملک کے اکبر راجہ اس کے ماتحت تھے اس نے سلطان معز الدین محمد سام سے کئی مرتبہ جنگ کی اور ایک دفعہ اسے شکست بھی دی لیکن دوسری بار سلطان کے بہادر لشکریوں کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ اس کے قتل کے بعد سلطان قطب الدین ایبک نے جو سلطان معز الدین محمد سام کا غلام تھا، دہلی اور ہندوستان کے اکبر علاقے فتح کیے۔

قطب الدین ایبک اپنے آقا کی وفات کے بعد ۶۰۲ھ میں سلطنت کے وارثوں کے فرین کے مطابق تخت نشین ہوا۔ مسلمان بادشاہوں میں وہ پہلا بادشاہ تھا جو تخت دہلی پر بیٹھا۔ وہ بہترین اخلاق اور پسندیدہ کردار کا حامل بادشاہ تھا۔ اس کی چٹلی انگلی ٹوٹی ہوئی تھی اس وجہ سے لوگ اسے ایبک کہتے تھے۔ ہندوستان میں جس قدر فتوحات، سلطان غازی کے عہد میں ہوئیں یا اس کے بعد ہوئیں، ان میں سے زیادہ تر فتوحات اس کی رہنمائی میں ہوئیں۔ بخشش و فیاضی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ اس کے زمانے میں کوئی بادشاہ اس کی مانند داد و دہش کا حوصلہ نہ رکھتا تھا۔ ہمیشہ ایک ایک لاکھ سکہ انعام میں دیتا تھا۔ اس کی وفات ۶۰۸ھ میں ہوئی وہ اس طرح کہ ایک دن چوگان کھیلتے ہوئے وزن برقرار نہ رکھ سکا اور گھوڑے سے گر کر انتقال کر گیا۔ دہلی کی فتح سے انتقال کے وقت اس کے اقتدار کا زمانہ بیس سال تھا اور باقاعدہ سکہ، چتر اور خطبے کے ساتھ اس کا عہد حکومت چار سال کچھ مہینے تھا۔

شیخ امام الدین ابدال قدس سرہ

آپ شیخ ضیاء الدین کے بھانجے اور مرد غیب تھے۔ آپ کو شیخ بدر الدین غزنوی سے فرقہ خلافت حاصل ہوا لیکن اپنے مجاہدوں کی تکمیل قطب الاولیا کی خدمت میں رہ کر کی اور قبولیت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے سنوک کے آغاز سے تکمیل تک سب سے علمدہ اور تنہائی میں زندگی بسر کی۔ بلند ہمت بزرگ تھے اور عمر بھی طویل پائی۔ حضرت نظام الاولیا آپ کے بغیر سماع نہیں سنتے تھے۔ ۶۸۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ راجی دہلوی قدس سرہ

آپ بدیع الدین شاہ مدار کے خلفا^{۱۱۲} میں تھے۔ آپ کی ذات گرامی صوفیوں کے اعلیٰ اخلاق اور درویشوں کے پسندیدہ اوصاف سے آراستہ تھی۔ سلوک کے مشکل مقامات کو طے کر کے بلند درجات حاصل کیے۔ عام لوگوں کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ آپ کی قبر جس سے لوگ فیض حاصل کرتے ہیں دہلی میں ہے۔

شاہ مدار کے خلفا کی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔ سب سے پہلے جن کامل بزرگ نے سند خلافت کو زینت بخشی وہ سید جمن بہاری قدس سرہ تھے۔ سید جمن علائق دنیا سے کنارہ کش ہونے اور یاد الہی میں استغراق حاصل کرنے میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ان کی ذات سے بہت سی کرامات ظہور میں آئیں۔ ان کا مزار بہار کے قصبوں میں سے کسی قصبے میں ہے۔

قاضی محمود قدس سرہ بھی شاہ مدار کے خلیفہ تھے۔ وہ ہم عصر علم میں سب سے زیادہ فاضل و کمال کے حامل تھے۔ ان کا مزار لکھنؤ کے قریب واقع ہے اور وہاں کے رہنے والوں کی زیارت گاہ ہے۔

قاضی شہاب الدین پرکار آتش قدس سرہ شاہ مدار کے خلف میں سے تھے۔ ان کا جذب بہت قوی تھا اور باطنی احوال بھی بہت عجیب تھے۔ ان کی ذات میں عظمت و جلال نمایاں تھا۔ ان کی قبر بھی لکھنؤ کے قریب ہے۔

ان کے علاوہ قاضی منظر قدس سرہ تھے جو دشت توحید کے شیر تھے۔ ان کا مزار ہاپن کے منڈوت میں ہے۔ قاضی عبدالملک قدس سرہ بھی شاہ مدار کے خلیفہ تھے جن کی دعوت کے محتاج بادشاہ بھی تھے اور فقیہ بھی۔ سب کا یہی عقیدہ تھا کہ قاضی صاحب کے وجود کی برکت سے انھیں اپنے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا مزار بہار میں ہے۔

شاہ مدار کے الیم اور خلیفہ سید خاتمہ قدس سرہ تھے جن کے حال پر شاہ بدیع الدین بہت زیادہ توجہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ سید خاتمہ کا ظہور و باطن سب سے بہتر ہے۔

ان کے علاوہ شیخ الاقدس سرہ تھے جنھیں مولانا شیخ اعلیٰ کہتے تھے۔ ان کے مزار کے مشہور مجذوب میں سے تھے اور ان کا جذب لی کیفیت عجیب و غریب تھی۔ ان کی قبر بہار میں ہے۔

شیخ محمد جندہ قدس سرہ شاہ مدار کے خلف میں سے تھے۔ آپ کی ذات سے اللہ تعالیٰ کے اسرار ظاہر ہوتے تھے وہ بدواں میں پیدا ہوئے اور ان کا مدفن بھی وہیں ہے۔

ایک اور خلیفہ شیخ محمد بایاں پاؤں قدس سرہ تھے جن کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ بڑے صاحب ریاضت و مجاہدہ بزرگ تھے۔ حتیٰ کہ بارہ سال تک بانیں پاؤں پر کھڑے رہے اور اس عرصے میں اپنا دایاں پاؤں زمین پر نہ رکھا، اس وجہ سے ان کا لقب بایاں پاؤں ہو گیا۔ ان کی قبر کلھوا بن میں ہے۔

ان بزرگوں کے علاوہ بھی شاہ بدیع الدین مدار کے بہت سے خلفا تھے جن کی عظمت و جلال سے اہل زمانہ واقف ہیں لیکن آج کل اس سلسلے کے پیروں میں جو انتشار اور ابتری پھیلی ہوئی ہے اس سے پیش نظر اس سلسلے کے بزرگوں کے حالات کی تحقیق ضروری ہے جو یہاں پیش کی جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے کے سرخیل امام عبداللہ علمدار تھے جو حضرت صدیق اکبر کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتے ہیں۔ ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ حضرت علی کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں لیکن زیادہ صحیح تحقیق یہ ہے کہ شاہ بدیع الدین شیخ محمد طیفور شامی کے مرید تھے اور وہ شیخ یمن الدین کے مرید تھے جو امام علمدار کے خاص خلیفہ تھے۔ یہ سلسلہ بہت ہی کم واسطوں کے باعث تمام سلاسل کی بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔ اس خانوادے کے بزرگ، کشف کے ذریعے توحید کا جو مشاہدہ ہوتا ہے، اس کے بیان میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے ہیں اور ایک خاص انداز سے وحدت الوجود کے عقیدے کا اظہار کرتے ہیں۔

شاہ بدیع الدین مدار نے اپنی زندگی میں شریعت حقہ پر عمل کیا اور طریقت میں مودب سالکوں کی مانند منازل سلوک طے کیں لیکن گیارہویں صدی کے نصف آخر میں اس گروہ کے طور طریقوں میں عریانی اور بے حجابی نے زور پکڑا۔ ظاہر شریعت نے جن باتوں کو منع کیا ہے ان سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کا خیال اس گروہ کے دل سے رخصت ہو گیا۔ اس خرابی کا اصل سبب یہ ہے کہ اس سلسلے میں دنیا سے ظاہری بے تعلقی کو اللہ تعالیٰ سے تعلق کی شرط قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے کے اکثر بزرگوں نے صرف اتنا ہی لباس جس سے ستر چھپ جائے اور کھانا جو ایک دن کے لئے کافی ہو اپنا اصول بنا لیا اور جلد اقسام کے لباس اور طرح طرح کے کھانوں سے بے نیاز ہو گئے۔ "نیا دن نیا رزق" ان کا نعرہ بن گیا۔ اگر اتفاق سے کچھ مال و زر حاصل ہو جاتا تو یہ حضرات اسے صرف کر کے بے سرو سامان زندگی بسر کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ ان میں کے بعض عقیدت مندوں نے یہ بات اپنے دل میں بٹھالی کہ بغیر نکاح اور بے اہل و عیال زندگی بسر کرنا اصل سلوک ہے بلکہ اس خیال میں ایسے مست ہوئے کہ صوفیہ کے طور طریق سے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ شرعی پاجامے کو خیر باد کہہ دیا اور اس کی جگہ چارگرہ تمہد نے لے لی جس سے صرف پوشیدہ اعضا کو ڈھانپا جاسکتا ہے۔ اسی طرح روز بروز خلاف شرع باتوں کا اضافہ ہوتا گیا۔ ان لوگوں نے شاہ بدیع الدین مدار سے منسوب یہودہ اقوال بیان کرنے شروع کر دیے جو شاہ مدار کی روح کے لیے باعث تکلیف اور ان کی ذات سے فرد تر ہیں۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں نے سلسلہ کی رسوائی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

حقیقت یہ ہے کہ شاہ بدیع الدین اس نوع کے افعال سے بری تھے۔ آپ کا قلب پاک و صاف تھا۔ آپ پر باطنی اسرار منکشف ہوتے تھے اور آپ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اندیشوں سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ آپ کی پیشانی پر ہر وقت ایک نور چمکتا رہتا جسے دیکھ کر لوگ از خود سجدے میں گر جاتے، اسی وجہ سے آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھتے البتہ مخلوق کے فائدے کی غرض سے مقررہ وقت پر چہرے سے نقاب ہٹاتے تھے۔ علاوہ ازیں اگر کسی کو علمی یا شرعی مسئلے میں کوئی دشواری ہوتی تو اس شخص کے دریافت کیے بغیر اس مسئلے پر سیر حاصل گفتگو فرما کر حل کر دیتے اور وہ مطمئن ہو کر چلا جاتا۔ ۸۰۰ھ میں اس تاریک جہان خاکی سے ان کا انتقال عالم روحانی میں ہوا۔ ان سے بے شمار کرامت اور خوارق نقل کیے گئے ہیں۔

شیخ شمس اتاولہ قدس سرہ

آپ سلطان الاولیا کے ہم زمانہ تھے۔ فقر و درویشی میں کمال حاصل تھا۔ لوگوں کو ہدایت کرنا اور دین کی باتیں بتانا آپ کا شغل تھا۔ ابتدا میں محض اس وجہ سے کہ ایک خلقت سلطان الاولیا کے آستانے پر جہوم کرتی ہے آپ ان کی عظمت سے انکار کرتے تھے اور اکثر یہ کہتے تھے کہ ظہری زیبائی اور کشش باطن کے خراب ہونے کی علامت ہے۔ حضرت نظام الاولیا نے ان کی اس بات پر کبھی کچھ نہ فرمایا اور خاموش رہے۔

ایک رات شیخ اتاولہ نے خواب میں دیکھا کہ نظام الدین الاولیا، خاتم النبیین علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات کے زانوئے مبارک پر سر رکھے سو رہے ہیں۔ اس وقت سے آپ کو سلطان الاولیا سے عقیدت ہو گئی اور بے حد احترام کرنے لگے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جو ضرورت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا بہت جلد اپنی مقصود پالیتا، اسی باعث آپ کا لقب اتاولہ ہو گیا جس کا مطلب ہندی زبان میں "جلدی کرنے والا" ہے۔ یہ بات تو خود سلطان الاولیا نے بارہا فرمائی کہ جس کسی کو بہت جلد اپنی دینی و دنیوی مراد پانے کی آرزو ہے وہ ہمارے عہد کے شمس زمان کی خدمت میں عرض کرے۔ آپ کی اہلی خواب کاہ دہلی میں ہے۔ درہیب و درہیب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

شیخ شہاب الدین عاشق قدس سرہ

آپ شیخ امام الدین ابدال کے خلفا میں سے تھے اور ان ہی سے نعمت فقر پائی، علاوہ ازیں آپ نے شیخ بدر الدین غزنوی سے بھی فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ ہر وہ شے جس سے حسن و جمال کا اظہار ہو آپ کے لئے بے حد باعث کشش ہوتی۔ آپ عظیم روحانی صلاحیت کے حامل تھے۔ حقیقی اور مجازی عشق میں بلند درجات پر فائز تھے۔ آپ دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کا مدفن ہے۔^{۱۱۳}

شیخ عماد الدین دہلوی قدس سرہ

آپ نے بیعت تو شیخ امام الدین ابدال سے کی تھی لیکن فرقہ خلافت شیخ شہاب الدین عاشق سے حاصل کیا۔ آپ چشتیہ سلسلے کے بزرگوں میں تھے۔ آپ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر رہے اور ان سے بھی نعمت باطنی حاصل کی۔ شیخ تاج الدین امام جو اسی زمانے کے مشہور بزرگوں میں تھے، آپ کے خاص مرید تھے۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔^{۱۱۶}

شیخ نظام الحق والدین قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد علی البخاری ہے۔ سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیا آپ کے القاب ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں اور مقربوں میں ہیں۔ ہر زمانے کے اولیا آپ کی عظمت و شان کے معترف رہے ہیں۔ آپ کے روحانی فیوض و برکات کی بدولت ملک ہندوستان باغ و بوستان کی، تند مہک اٹھا اور آج تک آپ کا مرقد منور لوگوں کی زیارت گاہ اور ان کا مرکز عقیدت ہے۔

آپ کی محبوبیت کا ظہور سلطان علاء الدین کے عہد صومت میں ہوا۔ عوام کی خوشحالی، امن و امان اور ملکی فتوحات جو عہد علانی کی امتیازی خصوصیت ہیں اور جن میں سے بعض کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے، یہ سب آپ کے وجود مبارک کی برکات تھیں۔ اہل بصیرت کو پورا یقین ہے کہ اس فیض عام کا سرچشمہ خود

سلطان علاء الدین نہ تھا (بلکہ محبوب الہی قدس سرہ تھے) ۔ مختصر یہ کہ حضرت والا شیخ فرید گنج شکر کے عظیم خلفا میں تھے اور بابا فرید کے واسطے سے آپ کی روحانی نسبت خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی سے قائم ہوتی ہے ۔ اصل کے اعتبار سے آپ بخاری تھے ۔ آپ کے دادا خواجہ علی اور نانا خواجہ عرب ایک دوسرے کی رفاقت میں ہندوستان آئے ۔ کچھ عرصے لاہور میں رہے ، وہاں سے دونوں بھاؤں آگئے جو ان دنوں اسلام اور مسلمانوں کا بہت بڑا مرکز تھا ۔ یہاں مستقل رہائش اختیار کر لی ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں حضرات میں قربت بڑھ گئی ۔ ان کے بیٹے اور بیٹی کے نکاح کے بعد ، حق سبحانہ تعالیٰ نے سلطان المشائخ کو پیدا فرمایا اور دنیا کو آپ کے وجود کے نور سے منور کیا ۔ ابھی آپ بچے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا ۔ جب آپ میں کچھ سمجھ پیدا ہوئی تو والدہ محترمہ نے آپ کو مکتب میں بٹھا دیا ۔ مکتب ہی میں رشد و ہدایت کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو آپ نے علم لغت پڑھنا شروع کیا پھر مزید تعلیم کی غرض سے دہلی تشریف لے آئے اور تحصیل علم میں مصروف ہو گئے ۔ اسی زمانے میں آپ نے " مقامات حریری " کو از استاد سے پڑھا ۔ تحصیل علم میں اس قدر محنت اور توجہ صرف کی کہ آپ کے ساتھی طالب علم آپ کو نظام الدین بھٹ بھٹ کہنے لگے ۔ آپ نے ہر علم میں کامل دسترس پیدا کی اور اس سے پوری طرح بہرہ مند ہوئے ۔ آپ فتنہ ، اصول ، حدیث ، تفسیر اور علم و فضل میں پنے زمانے کے عالموں اور فضلوں میں ممتاز تھے ۔

نہج^{۱۱۹} میں بیان کیا گیا ہے کہ دینی عموں تحصیل و تکمیل کے بعد آپ نے ۱۰ رات جامع مسجد دہلی میں گزاری ۔ فجر کے وقت موذن اذان دینے مینار پر آیا ۔ اس نے یہ آیت تلاوت کی

الم یان للذین آمنوا ان تحشع قلوبہم لذكر الله^{۱۲۰}

(کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت کے سامنے سجدہ میں آجائیں)

جب آپ نے یہ آیت سنی تو حالت متغیر ہوئی ۔ ہر جانب سے انور ظاہر ہونے لگے ۔ جب صبح ہو گیا تو بے سہ و سامان اور قفل کے بغیر چل کھڑے ہوئے اور شیخ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ بیعت کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے ۔ شیخ نے آپ کو دوسروں کی تمجیل کا اجازت نہ دیا اور وہی ہائے کا حکم دیا ۔ یہاں آکر آپ طالب علموں کی تعلیم اور مریدوں کی تربیت میں مشغول ہوئے ۔

اخبار^{۱۲۱} الاخیار میں بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت شیخ فرید الحق والدین نے حاکم و حاکمات عطا فرمائی تو یہ بھی فرمایا کہ باری تعالیٰ نے تم کو علم ، عقل اور مشق سے نوازا ہے ۔ ان شخصوں میں یہ تینوں صفاتیں ہوں ، وہی مشائخ کی خلافت کے لائق ہے اور اس سے یہ کام نوازا گیا ہے ۔

سیر^{۱۲۲} الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے ۔ میرے دل میں شیخ فرید کی محبت اس طرح پیدا ہوئی کہ جب میں بارہ سال کا تھا یا کم یا زیادہ ہا ہوں ہا اس وقت لغت پڑھتا تھا ۔ اسی زمانے میں ایک

شخص جسے ابو بکر قوال کہتے تھے، ملتان سے آیا۔ میرے استاد سے ملا۔ اس نے شیخ بہاء الدین زکریا کے حالات سنائے اور ان کے اوصاف، ان کی عبادتوں اور ان کے مریدوں کا ذکر بہت مبالغے سے کیا لیکن میرے دل میں ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس کے بعد اس نے بیان کیا کہ ملتان سے وہ اجدھن پہنچا، وہاں اس نے ایک بادشاہ دیکھا جو ایسا ہے اور یوں ہے۔ جب میں نے شیخ العالم فرید الحق والدین کے اوصاف سے تو پورے صدق کے ساتھ ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی۔ میرا یہ حال ہو گیا کہ ہر نماز کے بعد دس بار شیخ فرید اور دس بار مولانا فرید کہتا۔ یہ محبت اس حد تک بڑھ گئی کہ میرے تمام دوست میرے حال سے واقف ہو گئے۔ اگر وہ کوئی بات مجھ سے دریافت کرتے اور قسم دینا چاہتے تو مجھ سے کہتے کہ شیخ فرید کی قسم کھاؤ۔

اخبار الاخیار میں یہ بھی لکھا ہے کہ جس زمانے میں سلطان المشائخ شیخ فرید سے بیعت کرنے اجدھن حاضر ہوئے تو آپ کی عمر بیس سال تھی۔ بیعت کے بعد آپ نے شیخ سے قرآن کے چھ پارے ^{۱۲۳} تجوید کے ساتھ پڑھے اور عوارف کے ^{۱۲۶} چھ ابواب کی سند حاصل کی۔ اس کے علاوہ ابو بکر سلمی کی تسمیہ ^{۱۲۸} اور کچھ دوسری کتابیں بھی شیخ سے پڑھیں۔

سلطان المشائخ سے منقول ^{۱۲۹} ہے کہ جب میں بیعت کے لئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلی بات جو میں نے شیخ کی زبان مبارک سے سنی یہ تھی۔

بیٹ

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

(ترجمہ) تیرے فراق کی آگ نے کتے ہی دلوں کو جلا ڈالا اور تیرے شوق کے سیلاب نے کتے ہی جانوں کو ویران کر دیا۔

آپ کی عظمت و شان کی کیفیت اور آپ کے مجاہدات و مشاہدات کی حقیقت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ انہیں احاطہ تحریر میں لایا جائے، البتہ اخبار الاخیار، فوائد الفواد اور سیر الاولیاء میں کہیں مختصر طور پر اور کہیں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اہل ذوق چاہیں تو ان کتابوں کا مطالعہ کریں۔ خاص خاص باطنی کیفیتوں میں جو باتیں آپ نے بیان فرمائیں ان میں سے بہت سی یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

کلمہ ۱۔ آپ نے فرمایا کہ سماع نہ بالکل حلال ہے نہ بالکل حرام، جیسے سننے والوں ہوں ان کی نسبت سے حلال و حرام کا حکم ہو گا (سماع موزوں آواز کو کہتے ہیں اسے کس طرح حرام کہہ سکتے ہیں البتہ چنگ اور سازوں کے ساتھ جو سماع ہوتا ہے اس کا سننا حرام ہے۔ شیخ فرید الحق والدین قدس سرہ کی خدمت میں سماع کے جائز ناجائز ہونے سے متعلق علما کے اختلاف کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا " سبحان اللہ! ایک شخص جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا اور لوگ ہیں کہ اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں۔

بیعت

آتش اندر پختگال افتاد و سوخت خام طبغان ہمچنان افسردہ اند

(ترجمہ) کالوں کے دل میں آگ لگی تو وہ جل اٹھے، ناقصوں میں خامی تھی وہ اسی طرح بجھے ہوئے ہیں۔

کلمہ ۲۔ بعضے درویش ایک پیر سے بیعت کرتے ہیں اور اسے چھوڑ کر دوسرے پیر کے پاس چلے جاتے ہیں اور بیعت کر کے فرقہ حاصل کرتے ہیں۔ میرے نزدیک ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ اصل بیعت تو وہی ہے جو اس نے پہلے پیر سے کی تھی خواہ وہ عامی ہی کیوں نہ ہو۔

کلمہ ۳۔ اگر کوئی مرید پیر سے کہے کہ میں آپ کا مرید ہوں اور پیر کہے کہ تم میرے مرید نہیں ہو تو وہ مرید تسلیم کیا جائے گا۔ اگر معاملہ برعکس ہو (یعنی پیر کہے کہ تم میرے مرید ہو اور مرید کہے کہ میں مرید نہیں ہوں) تو وہ مرید تسلیم نہیں کیا جائے گا کیونکہ ارادت مرید کا فعل ہے نہ کہ شیخ کا

کلمہ ۴۔ سعادت کے قفل کی بہت سی کنجیوں ہیں۔ تمام کنجیوں سے کام لینا چاہیے۔ اگر ایک کنجی سے قفل نہ کھلے تو دوسری سے کھل سکتا ہے۔

کلمہ ۵۔ آپ نے فرمایا کہ کل قیامت کے دن اس گروہ میں سے بعضوں پر چوری کا الزام ہو گا۔ وہ کہیں گے براہمہم نے کبھی چوری نہیں کی۔ جواب ملے گا کہ تم نے اہل ہمت کا لباس پہنا لیکن ان کے سے عمل نہیں کیے۔ بالآخر پیروں کی سفارش پر بخشے جائیں گے۔

کلمہ ۶۔ آپ نے فرمایا کہ تصوف کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ سواک کے سو درجے ہیں۔ ان میں سترہواں درجہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر درویش سواک اس درجہ پر راک جائے آگ نہ بڑھے تو باقی ترائی درجے کس طرح ملے کر سکتے ہیں، پس لازم ہے کہ کرامت کے درجہ کو نظر انداز کرے آگ نہ بڑھے۔ فرض اللہ کسٹمان الکرامہ علی اولیائہ کا فرض اظہار المعجزہ علی انبیائہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں پر کرامت کو پوشیدہ رکھنا اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح اپنے نبیوں پر معجزہ کو ظاہر کرنا فرض کیا ہے۔

کلمہ ۷۔ مرید دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک رسمی اور دوسرے حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہے جس نے پیر ہدایت کرے کہ وہ دیکھے لو ان دیکھا اور سنے لو ان سنا کر دے اور اہل سنت و جماعت کے مسلک پر رہے اور حقیقی مرید وہ ہے جس کو اس ہدایت کے بعد شیخ نکل دے۔ وہ اس کی دعوت میں رہتا ہے اور اس کی دعوت میں نہ بیٹھے۔

کلمہ ۸۔ انسانوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دن درم ہوں تو جب تک انھیں خرچ نہ کر دے بے چین رہتا ہے۔ دوسرا پیدا شی حریف ہوتا ہے۔ جتنا اس کے پاس ہے اس سے زیادہ کا طلب گار رہتا ہے۔ یہ باتیں اس کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ معاملہ ازلی قسمت کا

کلمہ ۹۔ مال و دولت کو جمع نہیں کرنا چاہیے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے (اس کی راہ میں) خرچ کریں اور جمع نہ کریں۔

زر از بہر خوردن بود اسے پسر ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر

(ترجمہ) اسے بیٹے مال و دولت خرچ کرنے کے لیے ہے اگر اٹھا کر رکھ دیا تو پھر سونا اور پتھر دونوں برابر ہیں۔

کلمہ ۱۰۔ جب دنیا موافقت کر لے تو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے اس سے کوئی کمی نہ ہوگی اور جب دنیا ناموافق ہو جائے تب بھی خرچ کرتا رہے کیونکہ دنیا کو بہر صورت تمہارے پاس سے چلے جانا ہے اس لئے کیوں نہ اپنے اختیار سے دوسرے کے حوالے کر دیا جائے۔

کلمہ ۱۱۔ صدقہ قبول ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ دو صدقہ دینے سے پہلے ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جو کچھ صدقہ کرے وہ حلال کمائی سے ہو، دوسری یہ کہ صالح شخص کو صدقہ دے۔ دو شرطیں صدقہ دیتے وقت پوری کرنی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ انکسار اور خوشدلی سے دے، دوسری یہ کہ پوشیدہ طور پر دے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد کسی کے سامنے ذکر نہ کرے اور احسان نہ جتائے۔ اگر یہ پانچ شرطیں پوری ہو گئیں تو بے شک و شبہ وہ صدقہ بارگاہ الہی میں قبول ہو گا۔

کلمہ ۱۲۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو سعیدؓ بخیر بہت زیادہ صدقہ خیرات کرتے تھے۔ کسی شخص نے ان کی خدمت میں یہ حدیث پڑھی لاخیر فی الاسراف یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ انہوں نے جواب میں فرمایا لا اسراف فی الخیر۔ خیر کے لیے جو خرچ کیا جائے اسے اسراف نہیں کہتے۔

کلمہ ۱۳۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک شخص شیخ محمد اجلؓ شریزی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے بیعت کی اور منتظر رہا کہ شیخ کیا ہدایت فرماتے ہیں۔ (اس اشیا میں) شیخ نے فرمایا کہ جو بات تمہیں اپنے لیے پسند نہیں دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کرو۔ کچھ مدت کے بعد وہ مرید پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اس دن سے جس دن سے میں نے بیعت کی ہے، منتظر ہوں کہ شیخ مجھے کوئی درد پڑھنے کے لئے فرمائیں گے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس دن تمہیں کون سا سبق دیا تھا۔ مرید حیران ہوا (اور کوئی جواب نہ دے سکا) شیخ مسکرائے اور فرمایا کہ اس دن میں نے تم سے کہا تھا کہ جو بات تمہیں اپنے لیے پسند نہیں دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کرو۔ جب تم نے پہلا سبق یاد نہیں کیا تو میں دوسرا سبق کیسے دوں؟

کلمہ ۱۴۔ آپ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز سے یہ قول نقل فرماتے کہ انہوں نے بارہا یہ کہا کہ ہر دردی ہر سری نہ ہو (ہر پیر کے پاس دوڑتے نہ جاؤ) ایک دروازہ پکڑو اور مضبوطی سے پکڑو۔

کلمہ ۱۵۔ توبہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک عوام کی اور دوسری خواص کی۔ عوام کی توبہ گناہ سے بچنا

ہے اور خواص کی توبہ ہے اللہ کے سوا سب سے بے تعلق ہو جانا۔

کلمہ ۱۶۔ توبہ طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا جوانی میں بہتر ہے، بڑھاپے میں آدمی توبہ نہ کرے گا تو کیا کرے گا۔

چوں پیر شوی و بی سر انجام
آئی سر کار خود بنا کام
سازی حق را ز تیرہ رانی
ممشوقہ روز بی نوانی

(ترجمہ) جب تو بوڑھا ہوا اور غلط روی کے قابل نہ رہا تو ناچار اپنے کام کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ تو اپنی تاریک خیالی کے باعث حق تعالیٰ کی جانب اس وقت راغب ہوتا ہے جب بے بسی اور بے چارگی کے باعث تیرے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جوانی کے بارے میں سوال کرے گا۔ یسال المرء من شبابه اس پر دلیل ہے یعنی مرد سے اس کی جوانی سے متعلق سوال کیا جائے گا۔

کلمہ ۱۷۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت جس غرض سے کرتا ہے وہ غرض اس کا رب ہوتی ہے۔ پس یہ لازم ہے کہ چند روزہ زندگی کو بلاکت اور ایمان کی بربادی کے خوف میں بسر نہ کرے (عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے کرے)۔

کلمہ ۱۸۔ طہارت چار طرح کی ہوتی ہے۔ اول جسم اور لباس کو گندگی اور ناپاکی سے بچانے، دوم ہاتھ، پیر، آنکھ اور کان کو گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھنے، سوم یہ کہ دل کو برے اخلاق سے خالی کر دے، چہارم یہ کہ سر کو خدائے مطلق کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکائے۔

کلمہ ۱۹۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے^{۱۵۱} للصائم فرحتان، فرحتہ عند الافطار و فرحتہ عند لقاء الجبار^{۱۵۲} یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے دوسری خوشی خدائے جبار سے ملاقات کے وقت ہوگی۔ یہ خوشی کھانے پینے کی نہیں ہے بلکہ روزے کے تمام آداب پورے کرنے کی خوشی ہے۔

کلمہ ۲۰۔ ہر طاعت کی جزا مقرر و معین ہے۔ روزہ کی جزا اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت ہے۔

کلمہ ۲۱۔ آپ نے فرمایا کہ احیاء علوم میں لکھا ہے "الصوم نصف الصبر و الصبر نصف الايمان"^{۱۵۳} روزہ آدھے صبر کے برابر ہے اور صبر آدھے ایمان کے برابر ہے۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ نفسانی خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی رضا کا غلبہ ہو جائے اور نفسانی خواہشات کی بنیاد پر باتوں پر ہے۔ غصہ اور شہوت۔ روزہ شہوت کو مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ روزے کو نصف ایمان کہنا درست ہے۔

کلمہ ۲۲ - فرمایا کہ سیدی احمد کبیر قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے نفس سے مخالفت کر رہا تھا میری ہر بات کو اس نے مان لیا۔ جب میں نے لوگوں کو کھانا کھلانے اور ایثار کرنے کا عمل پیش کیا تو اس نے سخت ناپسندیدگی ظاہر کی اور بہت سے عذر پیش کیے۔ میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ کی رضا اس کام میں مضمر ہے۔ چنانچہ میں نے یہی اختیار کیا، یہی وجہ ہے کہ ان کے سلسلے میں زیادہ زور لوگوں کو کھانا کھلانے اور مہمان کی مدارات کرنے پر ہے اور اوراد و اعمال کم ہیں۔

کلمہ ۲۳ - آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک طاعت لازمی ہے اور ایک طاعت متعدی ہے۔ لازمی طاعت وہ ہے جس کا فائدہ صرف طاعت کرنے والے شخص کو ملتا ہے اور وہ روزہ، نماز، حج اور ذکر اشغال ہیں۔ متعدی طاعت وہ ہے کہ کسی شخص سے دوسرے لوگوں کو کوئی فائدہ اور راحت حاصل ہو۔ لازمی طاعت میں اخلاص کا ہونا شرط ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو سکے۔ متعدی طاعت میں اخلاص شرط نہیں جیسی بھی ہو اس کا ثواب ملے گا۔

کلمہ ۲۴ - فرمایا، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے رفیقوں میں (اللہ کے لیے) ایک درم خرچ کرتا ہے، یہ بات اس سے بہتر ہے کہ وہ شخص دس درم محتاجوں میں تقسیم کرے۔

کلمہ ۲۵ - فرمایا شیخ ابو سعید ابوالخیر سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے کتنے راستے ہیں۔ جواب دیا کائنات میں جتنے ذرے ہیں اتنے ہی راستے ہیں لیکن کوئی راستہ اتنا قریب تر نہیں جتنا دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔ ہمیں جتنی بھی نعمتیں ملی ہیں اسی راہ سے ملی ہیں اور ہم اسی کو اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔

کلمہ ۲۶ - قرآن حکیم کو ترتیل اور تردید سے پڑھنا چاہیے (آہستہ آہستہ اور بار بار) تردید یہ ہے کہ تلاوت کرنے والے کو جس آیت کے پڑھنے میں ذوق و شوق حاصل ہو اور گریہ طاری ہو جائے اسے بار بار پڑھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت فرمائی چاہی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ بسم اللہ پڑھتے ہی رقت پیدا ہوئی، چنانچہ اسی کو بار بار پڑھا۔

کلمہ ۲۷ - امام احمد حنبل نے اللہ جل شانہ کو ہزار مرتبہ خواب میں دیکھا، عرض کیا، بار الہا! وہ اعمال جو مقربوں کو تیری بارگاہ عالی میں تجھ سے قریب کرتے ہیں ان میں کونسا عمل سب سے بہتر ہے۔ فرمان ہوا، میرے کلام کا پڑھنا۔ پھر عرض کیا، سمجھ کر یا بغیر سمجھے؟ فرمان ہوا، جس طرح بھی پڑھا جائے۔

کلمہ ۲۸ - جو سانس باطن سے باہر نکلتا ہے وہ ایسا صاف و شفاف گوہر ہے کہ قیامت تک اس کا بدل نہیں مل سکتا۔ دن رات ۱۰ ماہ و سال یونہی گزرتے رہتے ہیں (اور ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا) چنانچہ اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم شب و روز کے دوران کیا کیا کچھ کر سکتے ہیں۔

کلمہ ۲۹ - اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کو ایک خاص کام کے لیے بنایا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی محبت کا مقام ہے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں ہوتی سمجھ لو کہ وہ دل بیمار ہے۔

کلمہ ۳۰ - کل قیامت^{۱۶۶} کے دن حکم ہو گا کہ ان لوگوں کو پیش کیا جائے جو دنیا میں ہماری محبت کے دعویدار تھے۔ سب کو حاضر کر دیا جائے گا۔ اس وقت حکم ہو گا، جس نے ہماری محبت کو لیلیٰ مجنوں کی محبت سے کم تر جانا ہے، اس کو میدان قیامت میں سزا دی جائے۔

کلمہ ۳۱ - آپ نے فرمایا کہ شیخ نظام الدین ابوالموید جو سلطان شمس الدین التتمش کے عہد حکومت کے مشہور بزرگوں میں سے اور خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے معاصرین میں سے تھے، وعظ کہتے تھے اور ان کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ ایک دن میں ان کے وعظ میں گیا۔ انھوں نے مسجد کے دروازے پر جوتیاں اتاریں اور انھیں ہاتھ میں لیے مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نفل ادا کر کے منبر پر چڑھے۔ قاری نے آیت تلاوت کی، بعد ازاں شیخ نے وعظ شروع کیا، فرمایا "میں نے اپنے والد کی تحریر میں دیکھا ہے "صرف اتنا ہی کجا، حاضرین پر اس حملے کا بے حد اثر ہوا اور سارے مجمع پر گریہ طاری ہو گیا۔ اس حانت میں انھوں نے یہ شعر پڑھا

بر عشق تو دیر تو نظر خواہم کرد
جان در غم تو زیر و زور خواہم کرد

(ترجمہ) تجھ پر اور تیرے عشق ہی پر نظر رکھوں گا، تیرے غم میں اپنی جان کوتاہی والا کر دوں گا۔

یہ شعر پڑھنا تھا کہ حاضرین میں ایک شور برپا ہو گیا۔ دو تین مرتبہ اس شعر کی تکرار کی اور کجا "مسلمانو! میں کیا کروں اس رباعی کا دوسرا شعر مجھے یاد نہیں آ رہا"۔ یہ بات انھوں نے اس قدر عاجزی اور بے بسی کے لہجے میں کہی کہ سب بے حد متاثر ہوئے۔ تب قاری نے دوسرا شعر یاد دلایا، یہ پڑھا "منبر سے نیچے اتر آئے۔"

پر درد دل بگور در خواہم شد
پر عشق سری زگور بر خواہم کرد

(ترجمہ) میں درد بھرے دل کے ساتھ قبر میں جاؤں گا اور قیامت میں عشق سے لہیزہ لوقبر سے نکالوں گا۔

کلمہ ۳۲ - آپ نے فرمایا، شیخ سیف الدین باغری رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا فرمایا "مجھے سنائی ہے ایک شعر نے مسلمان کیا۔"

برسر طور ہوا ظہور شہوت می زنی
عشق مرد لن ترانی را بدین نواری زنی

(ترجمہ) اسے شخص تو خواہش نفس کے طور پر شہوت کا ظہور، جا رہا ہے۔ مردان ترانی (انہماکت موسیٰ) کے عشق کا اس رسوائی کے ساتھ طالب بن۔

شیخ یہ بھی فرماتے تھے کہ کاش مجھے کوئی سنائی لی قبر پر لیجائے کہ اس میں لو اپنی آنکھوں میں سہرا

کردوں۔

کلمہ ۳۲۔ ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی۔ وہ بزرگ اکثر فرماتے تھے کہ نماز، روزہ، اوراد اور تسبیح دیگ کی ضرورت ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ دیگ میں گوشت ہونا چاہیے۔ جب دیگ میں گوشت ہی نہیں تو ان لوازمات سے کیا ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ لوگوں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ نے بارہا یہ مثال بیان فرمائی ہے، اس کی کچھ تشریح تو کیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ گوشت ترک دنیا ہے اور نماز روزہ اور تسبیح دیگ کی ضروریات ہیں۔ چنانچہ پہلے تو دنیا کو ترک کرے اور اس سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھے، اس صورت میں نماز، روزہ اور وظائف سے فائدہ ہو گا، اگر دنیا کی محبت دل میں ہے تو اوراد و وظائف سے کام نہیں بنے گا۔

کلمہ ۳۳۔ یہ بھی بطور حکایت فرمایا، ایک سردار تھا جس کے پاس بہت سی دولت اور غلام تھے۔ اس نے عین القضاہ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ اس سے پہلے عین القضاہ کسی صاحب خیر سے کچھ قبول کر چکے تھے (سردار کا ہدیہ واپس کر دیا) سردار کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے بہت برا مانا۔ عین القضاہ نے اسے تحریر کیا کہ اے خواجہ اگر دوسرے شخص کو کچھ بھلائی حاصل ہو گئی تو اس کا برا نہ ماننا چاہیے۔ آپ اس شخص کی مانند نہ ہوں جس نے دعا کی تھی۔ اللهم ارحمہم و محمداً و آلہم معنا اھدا (اے اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما) اور ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو کہتے ہیں

ای باغبان بیا و در باغ باز کن چوں من در آیم و بت من در فراز کن^{۱۴۱}

(ترجمہ) اے باغبان جلد آ کر باغ کا دروازہ کھول دے، جب میں اور میرا محبوب اندر آ جائیں تو دروازہ بند کر دے۔

کلمہ ۳۵۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ سے روایت کیا:

”میرے دل میں کوئی خطرہ (خیال) ایسا نہیں گزرا جس کے فعل کی تہمت مجھ پر نہ لگی ہو، جب کہ میں نے وہ فعل نہیں کیا۔“

ایک مرتبہ ایک درویش صادق ان کی خانقاہ میں آیا۔ شیخ ابو سعید نے سلوک و معرفت میں اس درویش کو صاحب کمال پایا۔ افطار کے وقت انہوں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ پانی کا کوزہ درویش کو دے آئے۔ اگرچہ بیٹی کم عمر تھی لیکن انتہائی ادب و احترام سے اس نے درویش کو پانی کا کوزہ پیش کیا۔ شیخ ابو سعید کو بیٹی کا ادب اور قرینہ بہت پسند آیا اور دل میں سوچا کہ وہ کون خوش نصیب شخص ہو گا جو اس لڑکی سے نکاح کرے گا، یقیناً وہ شخص اہل زمانہ میں بہترین فرد ہو گا۔ کچھ دیر بعد شیخ نے اپنے خادم حسن کو کسی کام سے بازار بھیجا۔ جب حسن بازار سے لوٹا تو شیخ نے اس سے کہا کہ بازار میں جو خبریں گشت کر رہی ہیں مجھے سنا۔ اس نے عرض کیا کہ بازار میں ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ شیخ ابو سعید اپنی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ یہ سن

کر مسکرائے اور فرمایا کہ جو خیال میرے دل میں گزرا تھا یہ افواہ اسی کی پاداش میں ہے۔

سلطان المشائخ قدس سرہ کی چند کرامات کا بیان :

عارف کامل جامی قدس سرہ نے نفحات الانس میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی دستاویز جس میں بہت بڑی رقم تحریر تھی کہیں گم کر دی۔ وہ شخص شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور دستاویز گم ہونے کا قصہ عرض کیا۔ اس دوران بہت زیادہ پریشانی اور بے چینی کا اظہار کیا۔ حضرت نے اسے ایک درم عنایت فرمایا کہ اس کی شیرینی خرید کر لاؤ اور شیخ فرید الدین کی روح کو ثواب پہنچا کر درویشوں میں تقسیم کر دو۔ وہ شخص حلوائی کی دوکان پر گیا اور اس درم کا حلوہ طلب کیا۔ حلوہ فروش نے ایک کاغذ میں حلوہ ڈال کر اس کے حوالے کیا۔ جب اس نے کاغذ کو غور سے دیکھا تو وہی گم شدہ دستاویز تھی۔

نفحات میں تحریر ہے کہ ایک مرتبہ سلطان المشائخ نے وضو فرمانے کے بعد ڈاڑھی میں کنگھا کرنا چاہا، کنگھا طاق میں رکھا ہوا تھا۔ کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا جس سے کنگھا لانے کو فرماتے۔ کنگھا خود جست کر کے حضرت کے دست مبارک میں آگیا۔

سیر الاولیاء میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں لھانے کے وقت پہنچا۔ راستے میں اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلطان المشائخ اپنے دست مبارک سے اس کے منہ میں نوالہ دیں تو میں بامراد ہو جاؤں۔ جب حاضر خدمت ہوا تو دسترخوان اٹھ چکا تھا اور حضرت نے پن منہ میں رکھا تھا آپ نے وہ پان اپنے دہن مبارک سے نکال کر اس کے منہ میں رکھ دیا اور فرمایا اے لھالے، یہ اس سے بہتر ہے۔

سیر الاولیاء ہی میں مرقوم ہے، قاضی محی الدین کاشانی نے فرمایا کہ ممد علانی میں مجھے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ قید میں پڑے پڑے کافی مدت گزر گئی۔ میں نے ایک شخص کے ذریعے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کرایا کہ میں بے قصور قید کر دیا گیا ہوں کوئی میرا پرسان حال نہیں۔ خدا بے میرا انجام دیا ہو گا۔ آپ نے شکر کا ایک ڈلا مجھے بھیجا کہ اس میں سے تین دن تک کھاتے رہو۔ میں ہر روز اس میں سے کھاتا رہا۔ تیسرے دن مجھے رہائی مل گئی۔

سیر الاولیاء میں یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا وجیہ الدین پٹلی نے بیان کیا، مجھے دق کا مرض لاحق ہو گیا۔ ابھی مرض کی ابتدا تھی، بلیمبوں نے بالاتفاق مشورہ دیا کہ مجھے کسی باغ یا ایسے مکان میں بوسہ دریا ہو رہا چاہیے۔ میں نے دل میں سوچا میرے لیے کسی ایسے باغ میں رہنا قلعاً مشورہ ہے۔ چنانچہ سلطان المشائخ کی خدمت میں کہ آپ کی خانقاہ بھی لب دریا واقع ہے رہنے آگا۔ اتفاقاً آپ کے سامنے لچھ ایسے لھانے ہو میرے مرض کے

لیے نقصان دہ تھے رکھے ہوئے تھے اور آپ انہیں تناول فرما رہے تھے۔ مجھ سے فرمایا بسم اللہ کرو۔ ناچار میں نے حکم کی تعمیل میں کھانا شروع کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو اپنے آپ کو صحت مند محسوس کیا۔ اس کے بعد مجھے علاج کی ضرورت نہ رہی۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک دفعہ سلطان علاء الدین نے امتحان کی غرض سے چند فصلیں حکومت کے انتظام سے متعلق تحریر کیں۔ مقصد یہ تھا کہ اگر آپ نے کوئی ذمہ داری قبول کی تو آپ کی گرفت کی جائے کہ درویشوں کو حکومت کے معاملات سے کیا مطلب۔ ایک فصل میں یہ مضمون تھا، چونکہ شیخ اہل عالم کی عقیدت کا مرکز ہیں اور دین و دنیا کی ہر ضرورت آپ کی بارگاہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ نے دنیا کی ظاہری حکومت مجھے عطا فرمائی ہے، اس لیے میرا فرض ہے کہ جو اہم معاملات اور بھلائی کے کام حکومت کو درپیش ہوں، میں انہیں آپ کی خدمت میں عرض کروں تاکہ جس بات میں حکومت کی بہتری اور میری ذاتی بھلائی مضمر ہو، آپ اس سے مجھے آگاہ فرمائیں۔ اسی مقصد سے اور اسی سے متعلق چند فصلیں خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ ہر فصل کے نیچے آپ اپنا مشورہ تحریر فرمائیں تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔

علاء الدین نے یہ تحریر اپنے محبوب ترین فرزند خضر خاں کے ہاتھ جو آپ کا مرید تھا بھجوائی۔ جب خضر خاں نے وہ کاغذ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اسے دیکھے بغیر اہل مجلس سے فرمایا آؤ فاتحہ پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ درویشوں کو بادشاہوں کے کاموں سے کیا تعلق۔ میں درویش ہوں اور ایک گوشے میں پڑا ہوں بادشاہ اور مسلمانوں کے حق میں دعا کرتا رہتا ہوں۔ محض اس وجہ سے اگر بادشاہ دوسری بار کچھ کچھ گتا تو میں یہاں سے کھیں اور چلا جاؤں گا۔ ارض اللہ واسعة (اللہ کی زمین وسیع ہے)۔ جب یہ سارا قصہ سلطان علاء الدین نے سنا تو اس کو اطمینان ہو گیا کہ (آپ سے اس کی سلطنت کو کوئی خطرہ نہیں) اور آپ کا معتقد ہو گیا۔

سلطان المشائخ کی وفات کا بیان :

سیر الاولیا اور اخبار الاخیار میں مذکور ہے کہ اخیر زندگی میں، باوجود اس کے کہ آپ کی عمر شریف اسی سال سے زیادہ ہو گئی تھی، آپ بہت زیادہ مجاہدے کرتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ افطار میں بھی بہت کم کھاتے۔ سحری میں جو کھانا پیش کیا جاتا وہ اکثر بغیر کھائے واپس فرما دیتے۔ خادم عرض کرتا کہ مخدوم افطار میں بھی کم کھاتے ہیں اگر سحری میں بھی تناول نہ فرمائیں گے تو کیا حال ہو گا۔ خادم کی بات پر آپ کو رونا آجاتا اور فرماتے کہتے ہی بے سہارا لوگ اور درویش مسجدوں اور دوکانوں کے گوشے میں بھوکے اور فاقد زدہ پڑے ہیں، یہ کھانا کس طرح میرے حلق سے اتر سکتا ہے۔ غرض کھانا جوں کا توں واپس ہو جاتا۔

جب اس پیشوائے اولیاء کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے چالیس دن پہلے سے کھانا پینا ترک کر دیا۔ آخری ساعتوں میں جب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے، دریافت فرماتے۔ کیا نماز کا وقت ہو گیا اور میں نے نماز ادا کر لی؟ عرض کیا جاتا کہ آپ نے نماز پڑھ لی ہے تو فرماتے پھر پڑھ لیتے ہیں۔ اس طرح ہر نماز دو دو بار ادا فرمائی۔ اس حالت میں یہ بھی فرماتے "اب ہم جا رہے ہیں"۔ پھر اقبال^{۱۸۲} خادم سے فرمایا اگر خانقاہ میں کوئی چیز بچا کے رکھی گئی کل قیامت میں اس کا جواب تم ہی کو دینا ہو گا۔ خادم نے سب سامان مساکین و فقراء میں تقسیم کر دیا، صرف وہ غلہ جو درویشوں کا پیٹ بھرنے کے لئے چند دن کام آتا رہنے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مردہ ریت کو کیوں بچا کے رکھا ہے اسے بھی نکال باہر کرو اور گھر میں جھاڑو پھیر دو۔ اسی وقت خادم نے انبار خانوں کے دروازے کھول دیے۔ ایک خلقت امنڈ آئی اور لوٹ کر لے گئی۔ اس کے بعد چند خدمت گاروں اور خانقاہ میں رہنے والوں نے حضور میں عرض کیا۔ مخدوم کے بعد ہماری زندگی کیسے کئے گی؟ فرمایا غم نہ کرو، میرے روضے سے تم لوگوں کو اتنا کچھ لے گا جو تمہارے لیے کافی ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو وظیفہ کون تقسیم کرے گا؟ فرمایا جو شخص اپنے حصے سے دستبردار ہو گا۔ آپ کی وفات کے بعد دہلی کی خلافت و ولایت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کے سپرد ہوئی۔ بدھ ۱۸ رجب الثانی ۷۲۵ھ کو آپ کی روح پر فتوح کا آفتاب، خورشید فلک کے طلوع ہونے کے وقت غروب ہوا۔^{۱۸۳}

شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ^{۱۸۴}

آپ شیخ فرید الدین گنج شکر کے بھائی اور خلیفہ تھے۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ معاملات کے بہت زیادہ پابند تھے۔ آپ نے عجیب و غریب مجاہدے اور پر مشقت ریاضتیں کی تھیں۔ آپ کا لونی ذریعہ معاش نہ تھا صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے تھے۔

سلطان المشائخ سے منقول ہے، شیخ نجیب الدین ستر سال شہر دہلی میں رہے۔ اگرچہ صاحب اہل عیال تھے لیکن آپ کے پاس کوئی زمین اور جائداد نہ تھی۔ اس کے باوجود عیش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ میں نے ان جیسا دوسرا شخص اس شہر میں نہیں دیکھا۔ اہل ذہن دہلی، لوگ سب کو یہ خبریں فرق رہتے۔ بھولے اتنے تھے کہ آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آج کون سا دن، کون سا وقت اور کون سا شخص^{۱۸۵} کسی شخص نے آپ سے پوچھا "آپ ہی نجیب الدین متوکل ہیں" آپ نے جواب میں فرمایا "میں تو متوکل (کھانے والا) ہوں، خدا جانتے متوکل، توکل کرنے والا، کون ہے" اس کے پھر

دریافت کیا " شیخ فرید الدین گنج شکر کے بھائی آپ ہی ہیں "۔ جواب دیا " بطنی بھائی تو میں ہی ہوں باطنی بھائی کوئی اور ہو گا "۔

سیر الاولیا میں ہے کہ ایک مرتبہ کچھ مہمان آپ کے ہاں آئے اس وقت گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی جو مہمانوں کی پیش کی جاتی۔ آپ بہت لول ہوئے اور اوپر کمرے میں جا کر یاد الہی میں مشغول ہو گئے اچانک ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور یہ شعر پڑھا

با دل گفتم دلا خضر را بینی دل گفت اگر مرا نماید بینم

(ترجمہ) میں نے دل سے کہا اے دل تو خضر کو دیکھنا چاہتا ہے، دل نے جواب دیا کہ اگر سامنے آئیں گے تو دیکھ لیں گے۔

ان بزرگ نے کسی قدر کھانا آپ کو دیا اور کہا کہ عرش پر فرشتوں میں تمہارے توکل کا شور برپا ہے کہ تم کھانے پر متوجہ ہوئے ہو۔ آپ نے کہا " خدا جانتا ہے کہ میں اپنے لیے متوجہ نہیں ہوا ہوں "۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اس کھانے کو اپنے بیوی بچوں کے پاس لے جاؤ۔ جو نبی آپ نے کھانا لیا اور چلنے کے لیے مڑے تو وہ مرد غیب دگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام احمد اور دوسرے کا محمد تھا۔ آپ کبھی کبھار ان پر غصہ ہوتے یا ڈانٹتے تو ان ناموں کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے تحقیر سے مخاطب نہ ہوتے۔ غصے کی حالت میں ڈانٹتے تو فرماتے، خواجہ احمد تم نے ایسا کیوں کیا اور خواجہ محمد تم نے ایسا کیوں کیا۔^{۱۸۸}

آپ کو (جو فی الحقیقت متوکلوں کے سردار تھے) حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر سے اس قدر محبت اور اخلاص تھا کہ اگرچہ آپ دہلی میں قیام پذیر تھے اور شیخ ابو جعفر (موجودہ پاک پٹن) میں تشریف فرما تھے، آپ انہیں مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آخری بار جب آپ حاضری دے کر دہلی آئے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا مزار شریف خواجہ قطب الدین کے روضہ متبرک کے راستے میں ہے۔ آپ کی قبر شریف سے آپ کی عظمت و بزرگی اور دنیا سے بے تعلقی کے آثار اب بھی نمایاں ہیں۔ آپ کا عرس نور رمضان المبارک کو ہوتا ہے۔ آپ کی وفات سلطان معز الدین کی قباد کے عہد حکومت میں ہوئی۔ جو سلطان غیاث الدین بلبن کا پوتا تھا۔

سلطان معز الدین پسندیدہ اخلاق کا حامل اور حسن صورت و سیرت سے آراستہ تھا۔ اپنے دادا کی وفات کے بعد ۶۸۰ھ میں تخت نشین ہوا۔ چونکہ نو عمر تھا اور غیر متوقع طور پر اتنی عظیم سلطنت کا مالک بن گیا تھا، خود پر قابو نہ رکھ سکا اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا اور مطابق اس قول کے کہ الناس علی دین ملوک کھم، رعایا کے چلن ہو ہو اپنے بادشاہوں کے چلن جیسے ہوتے ہیں، اس کے زمانے میں خاص و عام

بوڑھے جوان، عالم و جاہل، ہندو اور مسلمان شراب خوری اور بدکاری میں مبتلا ہو گئے۔

سونے پر سہاگہ یہ کہ بادشاہ نے حکومت اور انتظام کے معاملات بعض نودولت امیروں کے سپرد کر دیے۔ چنانچہ سلطان کی بدمستی اور عیش و طرب میں مشغولیت کے پیش نظر ان سرداروں کے دل میں فاسد خیالات پیدا ہونے لگے۔ یہی خواہوں کے سمجھانے سے سلطان ان واقعات سے مطلع ہوا۔ سلطان نے بغیر کسی اندیشے کے سلطنت کے دشمن کو برطرف کر دیا۔ چونکہ حکومت و انتظام کا دارومدار اسی پر تھا لہذا سلطنت کی بنیادیں ہلنے لگیں۔ سلطان عورتوں کی صحبت میں رہ کر کمزور و ناتواں ہو گیا، آخر کار فالج کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور ہلنے جلنے کے قابل نہ رہا۔ اس کے امیروں میں پھوٹ پڑ گئی اور نوبت جنگ و جدال تک پہنچی۔ ان میں سلطان جلال الدین سب پر غالب آیا۔ ۶۸۸ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اس نے سلطان معز الدین کو کھیل میں لپیٹا کر دریا میں ڈلوا دیا۔

آپ کی کرامات کا ذکر:

سلطان المشائخ^{۱۹۰} سے روایت ہے کہ شیخ فرید الحق والدین قدس سرہ سے بیعت ہوئے، سے ایک مرتبہ سر پر بڑے بڑے گھنگریالے بال تھے اور میں شیخ نجیب الدین کے پڑوس میں رہتا تھا۔ ایک دن میں نے آپ کی مجلس میں کھڑے ہو کر عرض کیا: "آپ میرے لیے ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور سورہ احسان پڑھیں، میں اس وقت جگہ کا قاضی مقرر کیا جاؤں گا، آپ نے میری گزارش سنی ان سنی کر دی، میں گھمراہ ہوا، آپ نے میری گزارش نہیں سنی، لہذا دوبارہ وہی گزارش پیش کی، اس مرتبہ آپ مسلمان اور قریبی اور غریبوں کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ کچھ عرصے بعد حضرت سلطان المشائخ وہی بنے جو حضرت امام تھیں۔"

سیر الاولیاء میں ہے: "شیخ فرید الدین کے علاوہ آپ نے ایک اور صحابی کو بھی دعا فرمائی، وہ بھائی دولہا شیخ علی سے ملاقات کرنے کے لیے، یہ دعویٰ ہے کہ عظیم بھارت نے اس شخص کو دعا فرمائی، تھا۔ آپ نے ادب لے خیال سے بوریے سے نین چار قدم پہلے پڑھا، یہ دعا پڑھ کر وہ پہلے زمین پر اور دوسرے بوریے پر پڑا، شیخ علی اس پر بے حد متعجب ہوئے اور کہنے لگے: "یہ دعا تو میری نماز ہے۔ دونوں بھائی بیٹھ گئے، اس وقت شیخ نے سامنے ایک کتاب پائی، آپ نے اس کتاب کو کھلی اور اس کی کتاب ہے، شیخ تو ناراض ہی تھے، کوئی جواب نہ دیا، آپ نے کہا: "اس کتاب کے نام سے دعا فرمائی، شیخ نے اجازت دے دی، آپ نے جیسے ہی کتاب کھلی، مضمون نکلا۔"

"آخری زمانے میں ایسے مشائخ پیدا ہوں گے، جو صحت میں کعبت ہیں، ان کے اور ظاہر میں اسی شخص کا پاؤں ان کے بوریے پر پڑ جائے گا، تو قیامت کبریٰ ہوگی۔"

دیں گے۔

آپ نے وہ مضمون شیخ علی کے سامنے رکھا اور کہا کہ آپ کی کتاب میں یہ کچھ لکھا ہے۔ شیخ علی اپنی بے جا خفگی پر نادم ہوئے اور آپ سے معذرت چاہی۔

شیخ صلاح الدین درویش قدس سرہ

آپ ایک کامل درویش اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ لوگوں کی مرادیں بر لانے میں آپ کو بڑا تصرف حاصل تھا۔ آپ کی ہمت عالی کی برکت سے اہل حاجت بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔ فی الحقیقت آپ عالی مرتبہ بزرگ تھے۔ قلب کی پاکیزگی میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ صنعائے قلب کا یہ عالم تھا کہ معمولی بات آپ پر اثر کر جاتی تھی۔

۱۹۲ اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک دفعہ کوئی جوان آدمی گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ گھوڑا بہت خوش شکل اور خوش رفتار تھا۔ جوان نے اچانک گھوڑے کو چابک رسید کیا۔ چابک کی مار سے گھوڑے کے کولھے پر نشان پڑ گیا۔ آپ نے جوان کو ایسی ڈانٹ پلائی کہ وہ گھوڑے سے گر گیا۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو چابک کا نشان آپ کے جسم پر ابھر آیا تھا۔

اس کتاب کا مصنف عرض کرتا ہے کہ اولیاء اللہ کے صفائے روحانی کی بہت سی مثالیں کتابوں میں نقل کی گئی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں پر جو تکالیف گزرتی ہیں، ان کا اثر ان حضرات میں بھی سرایت کر جاتا ہے۔

۱۹۳ رشحات کے مصنف نے حضرت خواجہ احرار کی زبانی ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن مولانا نظام الدین خاموش کے مکان سے، جو خواجہ علاء الدین کے خلیفہ تھے اور ان ہی کے واسطے سے خواجہ نقشبند قدس سرہ تک ان کا سلسلہ پہنچتا ہے، ایک شخص آیا اور اطلاع دی کہ حضرت مولانا نظام الدین شدید بیمار ہیں۔ میں جلدی سے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جلائی ہوئی تھی اور حضرت نے بہت سے کپڑے پہن رکھے ہیں اس کے باوجود سردی سے ٹھٹھر اور کانپ رہے تھے۔ دانت سے دانت بچ رہے تھے۔ بالکل وہی کیفیت تھی جو تپ لرزہ میں ہو جاتی ہے۔ اس بے آرامی میں تسکین کی کوئی صورت نہ تھی۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ اچانک آپ کے مریدوں میں سے ایک صاحب جن سے آپ کا خاصہ ربط و تعلق تھا، دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے تمام کپڑے بھینگے ہوئے تھے۔ اس سرد موسم میں وہ پن چکی کی ندی میں گر پڑے تھے اور

انہیں سخت سردی لگ رہی تھی۔ مولانا نے انہیں اس حال میں دیکھا تو درد بھرے لہجے میں کہا، مجھے چھوڑ دو اور انہیں گرمی پہنچاؤ کہ ان کی سردی مجھے لگ رہی ہے۔ جب ان صاحب کی دیکھ بھال کی اور ان کا بدن گرم ہو گیا تو حضرت کی بے آرامی جاتی رہی اور اصل حالت میں آگئے۔

شیخ صلح الدین، شیخ صدر الدین کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس اعتبار سے آپ دو واسطوں سے شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتے ہیں۔ شیخ صدر الدین اپنے والد بزرگوار (بہاء الدین زکریا) کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے۔ بہت سے اولیا ان کے مرید ہوئے، ان ہی میں ایک شیخ صلح الدین بھی تھے۔ تقدیر الہی آپ کو ملتان سے دہلی لے آئی۔ آپ نے دہلی ہی کو اپنا مسکن بنا لیا۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود کے ہمعصر اور ہمسایہ تھے۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود نے اپنے مشائخ کی وصیت کے مطابق ان تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا جو سلطان محمد تغلق نے انہیں پہنچائیں۔ اس کے برخلاف، شیخ صلح الدین کا بادشاہ کے ساتھ رویہ بڑا سخت تھا۔ آپ کی وفات ۲۲ صفر کو ہوئی۔ آپ کا مزار شیخ نصیر الدین محمود کے مقبرے کے قریب ہے۔ ایک عالم اس کی زیارت سے مشرف ہوتا اور برکت حاصل کرتا ہے۔

سلطان محمد تغلق ایسا بادشاہ تھا جس نے اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں رعایا کی فلاح و بہبود کے بہت سے کام کیے اور اس کی ذاتی سرپرستی اور قدر شناسی کی بدولت بہت سے لائق اور نامور اشخاص اس کے عہد حکومت میں منظر عام پر آئے۔ اس کی مملکت ہر اعتبار سے شاد و آباد تھی۔ جس کسی نے اس کے خلاف بغاوت کی شکست کھائی۔ جب ملک میں امن و امان ہو گیا اور کوئی اس کا مخالف نہ رہا تو اس نے عام رعایا کی نیکیوں، سیدوں اور بزرگوں پر ظلم و زیادتی کرنی شروع کر دی۔ اس بے جا ظلم و زیادتی کے باعث ہر طرف بے برکتی اور ویرانی چھا گئی اور ملک فتنوں کی زد میں آ گیا۔ چنانچہ اس کی حکومت کے دور آخر میں سارے ملک میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور ہر طرف بغاوت و سرکشی کے آثار نمایاں تھے۔ اسی انتشار میں یکدم ۵۲ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی حکومت کا زمانہ ستائیس سال ہے۔ اس کے عہد حکومت میں کیے لیے مشیخ دہلی سلطان کے جبر و تشدد کی بدولت اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

شیخ نور الدین ملک یار پراں قدس سرہ

آپ شیخ دانیال جنینی کے مرید تھے۔ شیخ دانیال شیخ علی ہندی لے اور وہ شیخ ابو اسمعیل کازرونی لے

مرید تھے۔ اللہ ان سب پر رحمت فرمائے۔ آپ صاحب کرامات تھے اور آپ کا تعلق لاری قبیلے سے تھا۔ اپنے شیخ کے فرمانے پر بخارا سے دہلی آئے اور اسی جگہ پر قیام فرمایا جہاں آپ کا روضہ متبرک ہے۔

ابوبکر طوسی بھی حیدری قلندروں کے ساتھ وہیں رہتے تھے۔ اتفاق سے قلندروں کی آپ کے ساتھ نزاع کی صورت پیدا ہو گئی۔ آپ نے ہر چند عاجزی سے کام لیا لیکن وہ کسی طرح سے نہ مانے۔ آخر مجبور ہو کر آپ نے کہا کہ میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آیا ہوں، اپنے شیخ کے حکم سے آیا ہوں۔ حیدریوں نے اس کا ثبوت طلب کیا۔ باوجود اس کے کہ دہلی سے آپ کے شیخ کی خانقاہ بہت طویل فاصلے پر تھی آپ تھوڑی دیر میں ثبوت لے آئے حالانکہ ازروئے عادت ایسا ہونا محال ہے۔ حیدری قلندروں نے پھر بہانہ کیا اور کہا کہ ملک بادشاہ کا ہے۔ بادشاہ حکم دے گا تو جگہ خالی کر دیں گے۔ اس وقت بادشاہ دہلی سے ایک سو تیس کوس پر تھا۔ آپ تھوڑی سی دیر میں بادشاہ کا تحریری حکم بھی لے آئے۔ اسی بنا پر آپ کو "پران" (اڑنے والا) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں شہر کے نامور مشائخ میں تھے اور عظیم بزرگ تھے۔ سلطان المشائخ آپ کے روضے کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے، خیال ہے کہ سلطان المشائخ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہوگی لیکن دونوں حضرات کی باہمی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ سیر الاولیاء کے مصنف نے سلطان المشائخ سے روایت کی ہے، حضرت نے فرمایا، اس سے قبل میں کیو کھری کی مسجد میں نماز جمعہ کے لیے جاتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ لو چل رہی تھی اور میں روزے سے تھا۔ مجھے چکر آنے لگے تو میں ایک دوکان کے سایے میں بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے میرے دل میں خیال آیا کہ اگر میرے پاس کوئی گھوڑا ہوتا تو اس پر بیٹھ کر چلا جاتا۔ بعد ازاں شیخ سعدی کا یہ شعر مجھے یاد آیا۔

قدم از سر کنیم در طلب دوستان راہ بجائی نبرد ہر کہ بہ اقدام رفت

(ترجمہ) دوستوں کی طلب میں ہم سر کے بل چلتے ہیں۔ جو شخص اس راہ میں قدم کے ساتھ چلتا ہے منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔

میرے دل میں جو خیال آیا تھا میں نے اس سے توبہ کی۔ نین دن کے بعد ملک یار پراں کے ایک خلیفہ میرے پاس ایک گھوڑی لے کر آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ خود بھی درویش ہیں، میں یہ بدیہ کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ انھوں نے کہا نین راتوں سے میرے شیخ خواب میں تشریف لاتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ یہ گھوڑی شیخ نظام الدین کو نذر کر دے۔ میں نے ان سے کہا ٹھیک ہے آپ اپنے شیخ کا حکم بجالائے۔ اب میرے شیخ مجھے فرمائیں گے تو یہ بدیہ قبول کر لوں گا۔ وہ دوسری بار تشریف لائے چنانچہ سمجھ گیا کہ یہ بدیہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ میں نے دل سے قبول کر لیا۔ اس کے بعد ہمارے ہاں گھوڑوں کی کبھی کمی نہ ہوئی۔

آپ کی وفات اٹھارہ جمادی الثانی کو ہوئی۔ آپ کی قبر دریائے جمنہ کے کنارے ہے اور وہیں آپ کی خانقاہ بھی تھی۔

اب سلطان غیاث الدین بلبن کے بارے میں کچھ باتیں۔ اس میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو سلطنت کو آراستہ اور قائم رکھنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ سلطان ناصر الدین کے عہد میں اس کا لقب الخ خاں معظم تھا۔ ناصر الدین کی وفات کے بعد وہ دار السلطنت دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے انتظام سلطنت کو چار چاند لگا دیے۔ جو شان و شوکت سلطان بلبن کے حصے میں آئی ایسی شان و شوکت کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی۔ اس کی بیبت کا یہ عالم تھا کہ وہ جس طرف نکل جاتا اس طرف کے باغی و سرکش سردار اس کے مطیع ہو جاتے۔ اس کے عہد میں کوئی کمینہ خصلت شخص کامیاب نہ ہوا اور اس نے کسی کم ظرف کو سرکاری ملازمت میں نہ رکھا۔ جس طرح بادشاہوں میں متضاد رویے اور اوصاف ہوتے ہیں اس میں بھی تھے البتہ اس کا قہر اور لطف اپنے اپنے محل و مقام پر ظاہر ہوتے۔ وہ عادل اور دین پرور بادشاہ تھا۔ اس کی وفات ۶۸۵ھ میں ہوئی علاوہ سلطان ناصر الدین کی بیس سالہ نیابت کے اس کی مدت بادشاہی بیس سال تھی۔

شیخ ضیاء الدین رومی قدس سرہ

آپ علم و عمل در زہد نقوی کی قوموں سے آراستہ تھے۔ شیخ صاحب عارف و عابد تھے۔ آپ کی عظمت و بزرگی سب کو متاثر کرتی تھی۔ سلطان قطب الدین کی موت کو منگول بادشاہ نے آپ کے مریدوں میں شامل کیا اور آپ کے عہد معتقد تھا۔

آپ سے منہوں ہے کہ میں نے آپ سے کئی بار ملاقات کی ہے۔ آپ نے مجھے بہت سے نصیحتیں کیں اور ان سے ملنے مقام و مرتبہ عظیم فرمایا۔ آپ نے مجھے بہت سے نصیحتیں کیں اور ان سے ملنے مقام و مرتبہ عظیم فرمایا۔ آپ نے مجھے بہت سے نصیحتیں کیں اور ان سے ملنے مقام و مرتبہ عظیم فرمایا۔ آپ نے مجھے بہت سے نصیحتیں کیں اور ان سے ملنے مقام و مرتبہ عظیم فرمایا۔ آپ نے مجھے بہت سے نصیحتیں کیں اور ان سے ملنے مقام و مرتبہ عظیم فرمایا۔

آپ کا مزار خواجہ قطب الدین کے آستانے میں ہے۔ مزار کے سامنے ہے۔ آپ نے سلطان قطب الدین کے زمانہ خلافت میں ہی وفات پائی۔

سلطان قطب الدین سلطان علاء الدین کا بیٹا تھا۔ ۶۸۷ھ میں علاء الدین نے بعد از موت پادشاہ

اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی دن اس نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو جن کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی رہا کر دیا جائے اور تمام لشکریوں کو چھ ماہ کی تنخواہ بطور انعام دی جائے۔ اس کی اس داد و دہش اور کریمانہ روش کی وجہ سے رعایا اس کا دم بھرنے لگی لیکن ایک جوانی کا نشہ دوسرے بادشاہت کا غرور اس نے سلطنت کے معاملات میں غفلت اختیار کی اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا۔ علاوہ ازیں اپنی ناتجربہ کاری کے باعث کم حیثیت اور ناقابل لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا۔ چنانچہ بد انتظامی کی وجہ سے سلطنت میں خلل پیدا ہونے لگا اور امن و امان جاتا رہا۔ بالآخر عمد علانی کے بعض امیروں کی سعی و کوشش سے تمام فتنے ختم ہو گئے اور پھر سے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔ تھوڑی بہت فتوحات بھی حاصل ہوئیں۔ ان کامیابیوں کے باعث سلطان کو اپنی جوانی، حکومت، شراب اور فتوحات کا نشہ کچھ زیادہ ہی چڑھ گیا۔ وہ پہلے سے زیادہ بے باک ہو کر رعایا پر ظلم و ستم ڈھانے لگا۔ اس کی ذات سے شریفانہ اخلاق رخصت ہو گئے۔ دربار میں کمینہ خصلت اور پست کردار امیروں کا اثر بڑھا گیا۔ سلطنت کے خیر خواہ قتل کیے جانے لگے۔ اس کی مجلس میں بے حیائی کے کام اور خلاف شرع باتیں بے روک ٹوک ہونے لگیں۔ سب سے زیادہ بد بختی یہ کہ وہ نظام الاولیاء کے ساتھ دشمنی اور گستاخی سے پیش آیا۔ ان کی ذات گرامی پر اس کا ظلم و ستم روز بروز بڑھتا گیا (اس دشمنی کا برا انجام اسے دیکھنا پڑا) خسرو خاں نے جو اسی کا پروردہ تھا اور جس پر اس کی بے حد نوازشیں تھیں چند بے دینوں کے ساتھ سازش کر کے اسے قتل کر دیا اور تخت سلطنت پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۶۲۱ھ کا ہے۔ خسرو خاں کا انجام بھی ایسا ہی ہوا جیسا اس نے کیا تھا۔

سیدی مولہ قدس سرہ

آپ سلطان بلبن کے زمانے میں ایران سے دہلی آئے۔ آپ نے بہت ریاضتیں کی تھیں۔ چاول کی روٹی سالن میں نرم کر کے کھاتے تھے۔ نہ بیوی تھی نہ خادم۔ پوری زندگی دکھ نہیں کیا۔ کسی شخص سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے بہت بڑی خانقاہ تعمیر کرائی اور ہزاروں روپے اس پر صرف کیے۔ مسافروں کو ایسے انواع اقسام کے کھانے کھلاتے تھے جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھے۔ محتاجوں اور مسکینوں پر اتنا زیادہ خرچ کرتے تھے کہ لوگ حیران تھے کہ اتنا مال و زر کہاں سے آتا ہے۔ بلند ہمت تھے اور لوگوں کی کثیر تعداد آپ کی مرید و معتقد تھی۔ بہت ہی عجیب و غریب کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں۔ اہل دہلی میں آپ کے بارے میں اختلاف تھا۔ کچھ لوگ بھتے تھے کہ آپ کیمیا گر تھے۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ آپ صاحب تصرف و کرامات بزرگ تھے۔ کچھ کا خیال تھا کہ آپ جاوداگر اور شہدہ مارتھے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ لیکن اتنا

ضرور کہا جا سکتا ہے کہ آپ مشہور لوگوں میں تھے۔

ابوبکر طوسی کے قلندروں نے آپ کو قتل کیا۔ جس دن آپ کو قتل کیا گیا اس دن آسمان پر اس قدر گرد و غبار چھایا کہ ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ لوگ جو آپ کی بزرگی کے قائل نہ تھے، آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ کی قبر دہلی میں ہے لیکن اب اس کے آثار و نشان باقی نہیں ہیں۔

آپ کے قتل کا اصل سبب یہ تھا کہ آپ کی خانقاہ میں عام لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ درباری امیر اعلیٰ عمدے دار اور شہر کے معروف لوگ آپ کے آستانے پر حاضر ہوتے تھے۔ سلطان جلال الدین کے زمانے میں خلقت کا ہجوم پہلے سے زیادہ ہونے لگا۔ اس کے علاوہ سلطان بلبن کے غلاموں اور ہر طرف امیروں کے فرزند جو اپنے عروج کے زمانے میں عیش و راحت میں تھے اور اب مفلسی اور محرومی کا شکار ہو چکے تھے، آپ کے ہاں زیادہ آنے جانے لگے بلکہ راتوں کو بھی خانقاہ ہی میں قیام کرتے۔ اس صورت حال کے پیش نظر سلطان جلال الدین کے وفادار امیر وہم میں مبتلا ہو گئے اور انھوں نے سلطان کو درغلایا کہ اس محروم گروہ کا ارادہ فتنہ و فساد برپا کرنے اور سیدی مولہ کو بادشاہ بنانے کا ہے۔ چنانچہ جن جن لوگوں پر بغوت کا شبہ تھا انہیں گرفتار کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ بہت کچھ تفتیش کی گئی لیکن گرفتار شدہ لوگوں کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا۔ سلطان نے عالموں سے سزا کا فتویٰ لینا چاہا۔ تمام عالم متفقہ طور پر اس قسم کا فتویٰ دینے پر راضی نہ ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ بغیر ثبوت جرم ہم سزا کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔ ناچار سلطان اپنے ارادے سے باز آیا اور سب کو رہا کر کے ادھر ادھر منتشر کر دیا لیکن سیدی کو رہا نہیں کیا۔ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر سلطان کے حضور میں لائے۔ سلطان نے آپ سے باز پرس کی۔ اس وقت ابوبکر طوسی بھی حیدریوں کی جماعت کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ سلطان ان سے مخاطب ہوا اور کہا اے درویشو! مولہ سے میرا انتقام لو۔ اچانک الیہ قلندر میدان میں داخل ہوا اور خنجر کے دار کر کے آپ کو زخمی کر دیا۔ اس کے بعد سلطان کے بیٹے نے مہاتوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے ہاتھیوں کو آپ پر دوڑا دیا اور آپ کچل کر ہلاک ہو گئے۔

سلطان جلال الدین اہل ہنر کی قدر اور اہل علم کی سرپرستی کرنے والا بادشاہ تھا۔ عادل اور رحم دل تھا۔ پسندیدہ اخلاق سے آراستہ تھا۔ اس کے فیصلے اور مشورے صحیح اور درست ہوتے تھے۔ اس کی رحم دلی اور مروت کا یہ حال تھا کہ اگر اس کے امیر ناقابل معافی جرم کرتے یا ظلم عدولی کرتے تو وہ ان کو سزا دیتا اور معاف کر دیتا تھا۔ قتل و خون ریزی اس کا مزاج نہ تھا۔ وہ سلطان معز الدین بقیہ کے بعد ۱۲۱۸ء میں تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت دہلی پر سات سال حکومت کی لیکن اس عرصے میں سوائے سیدی مولہ کے کوئی ظالمانہ فعل اس سے سرزد نہ ہوا۔

سیدی مولہ کا خون ناحق رنگ لایا۔ ملک میں تباہی اور بربادی شروع ہو گئی۔ سلطان علاء الدین نے جلال الدین کا داماد تھا خلاف ہو گیا اور فریب سے کام لیتے ہوئے سلطان کو قتل کر دیا اور اس کے خاندان کو

دیران کر دیا۔ یہ پورا واقعہ تاریخ فیروز شاہی میں بیان کیا گیا ہے۔

شیخ ابوبکر طوسی قدس سرہ

آپ قلندر مشرب تھے اور قلندروں کے ایک سلسلے "حیدریہ" سے منسلک تھے۔ حیدری قلندروں کے دستور کے مطابق آپ بھی بہت سا لوہا پہنتے تھے۔ دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے ایک قدیم بت خانہ تھا، اسے ڈھا کر اپنے ہاتھوں سے نکیہ اور خانقاہ تعمیر کی۔ وہاں نماز پجگانہ ادا کرتے تھے۔ آپ کے بہت سے مرید تھے اور ایک بزرگ ہستی کے مالک تھے۔

آپ کی بزرگی کی ایک دلیل وہ محبت اور اخلاص ہے جو آپ کے اور شیخ جمال الدین ہانسوی کے مابین تھا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی شیخ فرید کے عظیم خلیفہ اور ان کے محبوبوں میں سے تھے۔ شیخ فرید نے ان کی نسبت بارہا فرمایا کہ جمال ہمارا ہی جمال ہے۔ شیخ جمال نے آپ کو (ابوبکر طوسی کو) "سفید باز" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ شیخ جمال جب بھی ہانسی سے خواجہ قطب الدین کی زیارت کے لیے دہلی آتے تو آپ کی خانقاہ میں بھی تشریف لے جاتے۔ وہاں اچھی صحبتیں رہتیں اور درمیشاں سماع کی مجلسیں بھی ہوتیں۔ شیخ نظام الدین اولیا بھی ان مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔

سیر الاولیا میں بیان کیا گیا ہے، شیخ جمال الدین ہانسوی ابوبکر طوسی سے بے حد محبت کرتے تھے۔ شیخ ابوبکر طوسی ایک بزرگ درویش تھے۔ ان کا عمل حیدریوں سے مختلف تھا۔ شیخ جمال الدین اور شیخ ابوبکر طوسی کے تعلق کا واسطہ مولانا حسام الدین اندپتھی تھے جو اپنے زمانے کے بڑے صاحب علم، قاضی القضاة اور شیخ جمال کے مرید و معتقد تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا حسام الدین کو خبر ملی کہ شیخ جمال الدین ہانسی سے تشریف لا رہے ہیں چنانچہ وہ شیخ کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے تو ابوبکر طوسی نے کہا شیخ کی خدمت میں عرض کرنا کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ مولانا حسام الدین جب شیخ کی ملاقات سے خوش دل ہوئے تو شیخ نے سب سے پہلے یہ دریافت کیا، کہو ہمارے سفید باز کا کیا حال ہے۔ مولانا حسام الدین نے عرض کیا کہ حج کے لیے جا رہے ہیں۔ شیخ جمال نے اسی وقت مولانا کو اس پیغام کے ساتھ واپس بھیجا کہ ہم ابھی آتے ہیں اور یہ رباعی شیخ ابوبکر طوسی کے لیے لکھ کر دی۔

رباعی

مربای ترا سرم نشار اولیٰ تر یک سرچہ بود بلکہ ہزار اولیٰ تر
درغار وطن ساز چو بوبکر از انک بوبکر محمدی بغار اولیٰ تر

(ترجمہ) آپ کے قدموں میں میرے سر کا نثار ہونا خوش نصیبی ہے۔ بلکہ ایک سر کیا اگر ہزار سر ہوں تو صدقے کر دینا یقیناً خوش بختی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی مانند غار کو مسکن بنانے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ابوبکر صدیق کی طرح ہمارے لیے غار بہتر ہے۔

آپ کا مزار^{۲۰۸} آپ کی تعمیر کردہ خانقاہ کے اندر ہے۔ یہ مقام دریائے جمنہ کے کنارے اور شیخ نور الدین ملک یار پراں کے مزار کے قریب ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا عرس بانسیر رجب کو ہوتا ہے۔ آپ کی عظمت کا ظہور سلطان جلال الدین کے عہد حکومت میں ہوا جس کا مختصر ذکر اس سے پہلے آچکا ہے۔

شیخ فرید الدین ناگوری قدس سرہ

آپ سلطان التارکین حمید الدین ناگوری کے پوتے اور ان کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلطان التارکین عظیم اولیاء اللہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ وہ خواجہ بزرگ معین الدین قدس سرہ کے عظیم خلفا میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے بے تعلق ہو چکے تھے اور اپنے آپ کو اتنا فنا کر چکے تھے کہ اپنے فنا ہونے کا احساس بھی باقی نہ رہا تھا۔

سلطان التارکین کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے کا نام شیخ عزیز تھا اور چھوٹے صاحبزادے کا نام شیخ مجیب تھا۔ شیخ فرید الدین ناگوری شیخ عزیز کے فرزند تھے ان ہی کے زیر سایہ پرورش و تربیت ہوئی۔ اپنے جد بزرگوار سلطان التارکین شیخ حمید الدین کی عرفان بصیرت افروز باتوں کو ایک رسالہ میں تحریر کیا اور اس کا نام "سور الصدور" رکھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سور الصدور شیخ عزیز کی تصنیف ہے۔ حقیقت کچھ بھی ہو لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ یہ مجموعہ ملفوظات حمید الدین ناگوری کی اولاد میں بیٹے یا پوتے میں سے کسی نے تحریر کیا ہے۔ اس رسالے میں حقیقت و معرفت کے بہت سے مسئلے اور قلب و دماغ کی اصلاح کے لیے بہت سے نکتے جو آپ نے ستائیس سال کے عرصے میں سلطان التارکین سے سیکھے ہیں اپنے آپ ناگور میں رہتے تھے لیکن سلطان محمد تغلق کے زمانے میں وہاں سے اٹلی پٹے آئے اور یہیں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی قبر قدیم شہر کے کھنڈرات میں خواجہ قطب الدین لوہاتے ہونے سے منڈل کے جنوب میں

واقع ہے۔ یہیں آپ کی رہائش تھی یہیں دفن ہوئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی عمر سو سال تھی اور آپ کے سات فرزند تھے۔ سب سے بڑے کا نام شیخ عبدالعزیز تھا۔ عشق الہی کے ذوق سے سرشار اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے بہرہ مند تھے۔ عین عالم جوانی میں سماع سنتے ہوئے انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ کسی درویش کے ہاں لیلۃ الرغائب (ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات) میں مجلس سماع تھی۔ قوال نے یہ شعر پڑھا۔

جان بدہ و جان بدہ و جان بدہ فائدہ گفتن بسیار چسیت

(ترجمہ) جان قربان کر، جان قربان کر، جان قربان کر زبانی باتوں کا کیا فائدہ ہے۔

شیخ عبدالعزیز نے ایک چیخ ماری اور کہا دیدی، دیدی اور جان بحق ہو گئے۔ سلسلہ نسب سعید بن زید رضی اللہ عنہ تک، جو کبار صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے، پہنچتا ہے۔

شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ

آپ شیخ نظام الدین اولیا کے مشہور خلفا میں سے تھے۔ علم، عقل اور عشق کی راہ میں ثابت قدم رہے۔ مخلوق سے بے نیازی، مصائب میں ثابت قدمی اور ہر حال میں راضی برضا رہنا آپ کا شعار تھا اور اس روش میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ کے اخلاق کی بلندیاں اور کردار کی خوبیاں کہنے اور لکھنے سے (تشریح سے) بے نیاز ہیں (سارا عالم ان سے آشنا ہے)۔ سلطان المشرخ کے بعد دہلی کی ولایت آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ اپنے مرشد کے باطنی اسرار و احوال کے حقیقی وارث ثابت ہوئے۔ آپ اپنے شیخ عالی مقام کا حد درجہ اتباع کرتے تھے اور ذات شیخ سے آپ کو بے اندازہ محبت تھی۔ بادشاہ وقت اور مخلوق کی جانب سے جو کچھ ایذا آپ کو دی گئی اور ظلم و ستم کیا گیا، آپ نے مرشد کے حکم کے مطابق انھیں برداشت کیا۔ ہمیشہ بدخواہوں کا بھلا چاہا اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ اپنے مریدوں اور نیاز مندوں کی حاجتوں کو پورا کرتے اور انھیں راحت پہنچاتے تھے۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے امیر خسرو سے جو شیخ نظام الدین کی ضلوتوں کے محرم تھے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ آپ کی جانب سے شیخ کی خدمت میں عرض کریں کہ مخلوق کی آمدورفت سے میری مشغولیت میں خلل پڑتا ہے، اگر اجازت ہو تو کسی ویران جگہ پر جا رہوں تاکہ دل کی پوری تسلی کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکوں۔ امیر خسرو نے خاص اور مناسب وقت پر آپ کی گزارش کو شیخ کی خدمت میں

پیش کیا۔ شیخ نے سن کر فرمایا، ان سے کھو تمہیں لوگوں میں رہنا سنا ہے جو کچھ ان کی جانب سے ناروا برتاؤ اور ایذا دی جائے اسے برداشت کرنا ہے اور بدخواہی کا بدلہ بخشش و احسان سے دینا ہے۔

۲۱۳
 اخبار لاخيار ہی میں وہ واقعہ منقول ہے جو سیر الاولیا کے مصنف نے آپ سے روایت کیا ہے۔ فرمایا، "میری بیعت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت میں جماعت خانے میں کھڑا تھا۔ اچانک سلطان المشائخ کوٹھے سے اتر کر نیچے تشریف لائے۔ مجھ احقر کو دیکھا تو وہیں دہلیز پر بیٹھ گئے اور خادم کو مجھے بلانے کا حکم دیا۔ میں حاضر ہوا اور قدمبوسی کی۔ ارشاد ہوا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا تو مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے دل میں کیا ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ تمہارے والد کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میرا مقصد دلی مخدوم کی درازی عمر کی دعا کرنا اور حضرت کی جوتیاں سیدھی کرنا ہے۔ میرے والد کے بہت سے کارندے تھے اور وہ پشیمنے کی تجارت کرتے تھے۔ سلطان المشائخ نے میرا جواب سن کر بہت شفقت فرمائی اور زبان مبارک سے ارشاد ہوا، لو سنو! جب میں شیخ فرید الدین کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک دن میرا ایک عام دوست جو میرا ہم سبق بھی تھا اجودھن آیا مجھے اس نے میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھا تو کما نظام الدین تمہارا یہ کیا حال ہے؟ اور تم کس افتاد میں پڑ گئے ہو؟ اگر وہیں شہر دہلی میں ہوتے اور معلمی کرتے تو تمہارے دن بہت اچھے گزرتے میں نے اسے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہاں سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ نے دریافت فرمایا، مخدوم اگر تمہارا کوئی دوست تمہیں ملے اور تم سے کہے کہ تم نے یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے اور تم اس پیشانی میں ہو تو تم اسے کیا جواب دو گے؟ میں نے عرض کیا مخدوم جو حکم فرمائیں۔ فرمایا اس سے کہہ دینا

نہ ہرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو ترا سلامت باد امرانگو نسرانی

(ترجمہ) اسے شخص تو میرا شریک سفر نہیں ہے۔ اپنے رستے چلا تپل تجھے سلامتی مبارک ہو میں اپنے اس حال خراب میں خوش ہوں۔

اس کے بعد شیخ نے مختلف قسم کے لھانوں کا خوان لانے کا حکم دیا۔ وہ میرے سر پر رکھا۔ میں اپنے دوست کے پاس لیجاؤں۔ جب میں اپنے دوست کی قیام گاہ پر پہنچا اور اس نے مجھے اس لھان دیکھا تو اس نے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میرے نزدیک آیا اور روتے ہوئے کہا کیا بات ہوئی جو اس حال میں آئے ہو؟ میں نے اسے تمام کیفیت سنائی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اتنے عظیم مرشد تمہیں نصیب ہوئے ہو۔ میں نے کہا وہ غریب ریاضت کراتے ہیں۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو تاکہ ان کی قدمبوسی کی سعادت حاصل ہو۔ اس نے کھانے کے بعد میرے دوست نے چاہا کہ وہ خوان اپنے ملازم لے کر رکھے لیکن میں نے چاہا کہ وہ اس میں نے کہا کہ میں اسی طرح خوان سر پر رکھے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ ہوں ہی اس کی نظر شیخ کے یہاں جہاں آرا پر پڑی، عالم ہونے کا پندار اس کے دل سے رخصت ہوا اور عقیدت کے ساتھ شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور مریدوں کے سلسلے میں منسلک ہو گیا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے دوران آپ نے (شیخ نصیر الدین نے) بہت سے نکتے جو مجاہدے سے متعلق تھے اس مجلس میں بیان فرمائے۔ آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب سلطان المشائخ نے مجھے مجاہدے کی ہدایت فرمائی اور ریاضت کا حکم دیا تو کبھی کبھی دس دن بغیر کھائے گزر جاتے۔ جب بھوک بہت ستاتی تو تھوڑا سا لیموں کا عرق پی لیتا۔ ترشی کی اتنی مقدار سے میں مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کسی شخص کا مر جانا اس سے بہتر ہے کہ اس کا نفس بار بار پریشان کرے اور اس کے کام میں خلل ڈالے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ مجاہدے کے دوران میں نے دس دن تک کچھ نہ کھایا۔ لوگوں نے سلطان المشائخ کو میری حالت کی خبر دی۔ سلطان المشائخ نے مجھے حضور میں طلب فرمایا۔ ایک نان اور اس پر بہت سا حلوہ رکھ کر عطا فرمایا اور حکم دیا کہ پوری نان کھا جاؤ۔ میں سخت حیران تھا کہ پوری کی پوری نان کیسے کھا سکوں گا۔ یہ میرے بوتے سے باہر ہے۔ دو چار دن کھاؤں تو شاید ختم ہو۔

شیخ جمالی نے سیر العارفین میں تحریر کیا ہے کہ وفات کے وقت نظام الدین الاولیا کی عمر شریف چورانوے سال^{۲۱۵} تھی۔ حضرت نے اٹھارہ ربیع الثانی ۷۲۵ھ بروز بدھ اپنے خلفا کو طلب فرمایا ہر ایک کو فرقہ عنایت کیا اور ان کی رہائش کے علاقوں کی نشاندہی فرمائی لیکن آپ کو علاوہ فرقے کے اپنے شیخ کا مصلیٰ، تسبیح اور پیالہ عطا کیا اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اہل دہلی کی ہدایت آپ کے سپرد کی اور اسی دن گلشن روحانی کی سیر کو تشریف لے گئے (انتقال فرمایا) سلطان المشائخ کی وفات کے بعد تمام خلفا نے خوش دلی کے ساتھ آپ کی جانشینی کو قبول کیا۔

بیان کرتے ہیں کہ آپ کی طبیعت میں انتہا درجے کی نرمی اور عجز و انکسار تھا۔ چنانچہ آپ اکثر د بیشتر فرماتے تھے کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخ بنوں اور لوگوں کو مرید کروں۔ آپ کے روضۂ متبرکہ کے دروہام سے فنا اور نیستی کے آثار مترشح ہوتے رہتے ہیں۔ جس شخص کو عشق الہی کی معمولی نسبت حاصل ہے وہ ان عارفوں کے سردار کی قبر پر انوار و تجلیات کو ظاہری حس سے بھی دیکھ سکتا ہے۔

سید محمد گیسو دراز جو آپ کے اکابر خلفا میں سے تھے اور مقام ولایت میں بڑی شان اور اعلیٰ رتبے کے حامل تھے۔ ولایت کی حقیقت کے بارے ان کا کلام بہت بلند ہے۔ آپ مشائخ چشت میں خاص مشرب اور منفرد انداز رکھتے تھے نیز علم اور بزرگی کے جامع تھے فرماتے ہیں۔ " ایک دفعہ ہمارے خواجہ کی حیات میں دہلی میں خشک سالی ہوئی۔ خواجہ نماز استسقا کے لیے شہر سے باہر آئے۔ ہر طرح کی گریہ و زاری، نماز اور دعائیں جو بزرگوں نے بیان فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی گئیں لیکن بارش کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔ ناچار خواجہ اپنی خانقاہ میں لوٹ آئے۔ اس دن میں خواجہ کی قدبوس کی لیے حاضر ہوا فرمایا تم نماز میں نہیں تھے۔ میں نے عرض کیا حاضر تھا۔ پھر فرمایا تم دیکھتے ہو کہ آج لوگ ہمیں کس قدر برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ہم پر چڑھ کر آرہے ہیں اور ہچھا نہیں چھوڑتے۔ ہم سے جو ہو سکا وہ ہم نے کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ ہم کیا کر سکتے تھے اس سب کچھ

اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے) نادام و شرمسار ہو کر واپس آگئے۔“

شیخ نصیر الدین کا وصال سلطان فیروز شاہ مغفور کے عہد حکومت میں اٹھارہ رمضان المبارک ۷۵۷ھ^{۲۱۶} میں ہوا۔ آپ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد بتیس سال تک دشتِ گمراہی میں بھٹکنے والوں کو راہ ہدایت پر لانے میں مشغول رہے۔

سلطان فیروز شاہ میں حکومت کرنے اور سلطنت چلانے کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ ۷۵۲ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اس نے اپنے پیشرو سلطان محمد شاہ کے عہد حکومت کی خرابیوں کو دور کیا ملک کو پھر سے شاد و آباد کیا۔ ظلم و جبر کے بجائے عدل و انصاف قائم کیا۔ اس کے دور حکومت میں دین کو رونق ملی اور ملک میں ہر طرف اہل علم، برزگان دین اور نیک لوگ منظر عام پر آئے۔ رعایا کو خوش حالی نصیب ہوئی، تمام باغی سرداروں نے خوشی سے یا ناخوشی سے اس کی اطاعت قبول کی۔ اس کے عہد حکومت میں لشکر کو عظیم فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ خیرات خانے، سرائیں، مسجدیں اور قلعے تعمیر کیے گئے۔ اس کی بادشاہت کی مدت اڑتیس سال نو ماہ تھی۔ اس عرصے میں اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کے ایسے عمدہ اور مفید کام سرانجام دیے جو کسی دوسرے بادشاہ کے عہد حکومت میں نہ ہو سکے۔ مختصر یہ کہ اس کے زمانہ حکومت میں امن و امان قائم ہوا اور رعایا خوش حال ہوئی۔

مورخوں کا بیان ہے کہ سلاطین دہلی میں سلطان ناصر الدین التتمش مرحوم کے بعد لونی ایسا فرما کر نہیں گزرا جو سلطان فیروز شاہ کی مثل اپنی رعایا پر شفیق و مہربان ہو اور عام لوگوں کے لیے اپنے دل میں عدل و انصاف کے احساسات رکھتا ہو۔ آخر عمر میں جب سلطان بہت بوڑھا ہو گیا تھا تو اس نے اپنے بیٹے و نواسیوں کو حکومت اس کے سپرد کی اور خود طاعت و عبادت میں مشغول ہو گیا۔ بعد از خطاب میں باپ اور بیٹے کے نام پڑھے جاتے رہے اور شاہی سکوں پر دونوں کے نام کندہ تھے۔

ناصر الدین محمد شاہ جوان اور ناتجربہ کار تھا چنانچہ عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ نتیجہ ظاہر ہے ملک میں بدامنی اور سلطنت کے معاملات میں خرابی پیدا ہوئی۔ ۷۹۰ھ میں وفادار سرداروں نے فیروز شاہ کی خدمت میں ناصر الدین کی خطاؤں اور لغزشوں کی فہرست پیش کی اور اس کی اطاعت سے چھڑتے۔ ناصر الدین محمد شاہ جنگ کرنے کے لیے نکلا۔ وہ سلطان فیروز کو ہمراہ لے کر میدان میں آئے اور محمد شاہ کے مقابلے میں آرا ہوئے۔ جوں ہی دوسری طرف لے فوجیوں کی نظر سلطان فیروز شاہ پر پڑی اس کی بیعت و اطاعت ہو گئی۔ اس کے علاوہ سلطان کے سابقہ احسانات و انعامات یاد آئے۔ چنانچہ تمام لشکر محمد شاہ سے اذیت و نفرت ہو گئی۔ فیروز شاہ سے آملہ محمد شاہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب پھر آمنت سلطنت کے لیے عزت و کرامت پیدا ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے وفادار سرداروں سے مشورہ کر کے فتح خوار لے بیٹے کو جو اس کا پوتا تھا، غیاث الدین تغلق کا خطاب دے کر اپنا جانشین مقرر کیا اور اسی سال ۷۹۰ھ رمضان المبارک میں وفات پائی۔ سلطان کی وفات

کے بعد تغلق شاہ فیروز آباد کے محل میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور ایک بڑا لشکر محمد شاہ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ کئی جنگیں ہوئیں بالآخر محمد شاہ کو شکست فاش ہوئی۔

تغلق شاہ بھی جوش جوانی سے مغلوب ہو کر عیش و طرب کا دلدادہ ہو گیا اور رعایا پر ظلم و ستم ڈھانے لگا۔ ۹۱ء میں ملک رکن الدین نے اسے قتل کر دیا اور فیروز شاہ کی اولاد میں سے ایک شہزادے کو ابو بکر شاہ کا خطاب دے کر فرماں روائی اس کے سپرد کر دی۔ اس نے بھی محمد شاہ سے بڑی جنگیں کیں اور اس پر فتح پائی اور قوت حاصل کی۔ لیکن اچانک تمام لشکر اسے چھوڑ کر محمد شاہ سے جا ملا اور اسے قید ہونا پڑا۔ آخر ۹۲ء میں قید خانے میں ہی اس کا انتقال ہو گیا۔

محمد شاہ نے دوسری بار تخت شاہی حاصل کرنے کے بعد، فیروز کے وفاداروں کو قتل کر کے اپنے لیے راستہ صاف کر لیا اور چھ سال تک بے غل و غش حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ اسے حوض خاص پر اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اس کے انتقال کے بعد تمام سردار مل کر بیٹھے اور ۹۹ء میں اس کے بیٹے ہمایوں خاں کو سلطان علاء الدین کے خطاب کے ساتھ تخت نشین کیا۔ اس نے سینتالیس دن حکومت کی اور انتقال کر گیا۔ اس کے بعد اس کے چھوٹے بھائی جو خواجہ جہاں کھلاتا تھا سلطان ناصر الدین محمد شاہ کا خطاب دے کر مسند حکومت پر بٹھایا۔ وہ اگرچہ کم عمر تھا لیکن اپنی فطری صلاحیت اور شرافت کے باعث اس نے سلطنت میں رونق پیدا کی اور تقریباً ایک سال تک حکومت کی اس کے بعد سازشیں رنگ لائیں اور فتنے برپا ہوئے۔ اس کو برطرف کر کے اس کی بجائے نصرت شاہ کو جو فیروز شاہ کے پوتوں میں سے تھا بادشاہ بنایا گیا لیکن جو فتنے پیدا ہو چکے تھے ختم نہ ہو سکے۔ بالآخر بہت کچھ تباہی کے بعد پھر مرکزیت قائم ہوئی اور چند سال محمود شاہ بادشاہ رہا۔ ۸۱۵ء میں اس کا بھی انتقال ہو گیا اسی کے ساتھ فیروز شاہ کے خاندان کی حکومت بھی ختم ہو گئی۔

اب پھر شیخ نصیر الدین محمود کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ نے اپنی مجالس شریفہ میں جو فائدہ بخش باتیں بیان فرمائیں ان میں سے چھ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

کلمہ ۱۔ حال صحت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے (صحیح عمل سے قلب پر اچھا اثر ہوتا ہے) عمل دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک عمل جو جسمانی اعضا کے ذریعے ہوتا ہے، یہ سب کے علم میں ہے۔ دوسرا جو قلب کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ **المراقبہ ان تلازم قلبک العلم بان اللہ ناظر الیک یعنی مراقبہ دل میں اس بات کا یقین ہو جانا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔** پہلے عالم علوی سے انوار روح پر نازل ہوتے ہیں پھر اس کا اثر قلب پر ہوتا ہے اور قلب کے بعد اعضائے جسمانی پر۔ چونکہ اعضائے جسمانی قلب کے تابع ہوتے ہیں اس لیے جب قلب متحرک ہوتا ہے تو اعضا میں بھی حرکت پیدا ہوتی ہے۔

کلمہ ۲ - اپنی نظر دل پر رکھیں اور دل کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کریں۔ اس کیفیت کے ساتھ مشغول بحق ہوں اور اس مشغولیت میں اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھلا دیں، پھر دیکھیں کیا کچھ حاصل ہوتا ہے۔

کلمہ ۳ - فرمایا درویش چھوٹی آستین رکھتے ہیں یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کٹوا لیا ہے تاکہ کسی کے آگے نہ پھیلے اور حرام اشیا کو نہ چھوئے۔ اگر ہاتھ کاٹ دیا جائے تو آدمی بہت سی عبادتوں سے محروم رہے گا۔ مثلاً غسل اور وضو کا ثواب نہ ملے گا اور اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ نہ کر سکے گا۔ اسی لیے آستین جو ہاتھ کے نزدیک ہو چھوٹی رکھی جاتی ہے تاکہ اسے یاد رہے کہ اس کا ہاتھ کٹ چکا ہے۔ اسی طرح سر منڈوانا ہے کیونکہ راہ سلوک میں پہلا قدم سر کو قربان کرنا ہے لیکن سر قلم کرا دیا جائے تو نہ زندگی رہے گی نہ آدمی اعمال صالحہ انجام دے پائے گا اس لیے سر قلم کرانے کی علامت سر منڈوانا قرار دی گئی ہے تاکہ سالک کو ہمیشہ خیال رہے کہ جس طرح سر بریدہ لاش بل جل نہیں سکتی اسی طرح سر منڈوانے والے درویش کو خلاف شرع کام نہ کرنے چاہئیں۔

کلمہ ۴ - بارگاہ الہی میں کسی عمل کے مقبول ہونے کا دارومدار جذبے پر ہے یعنی بندہ طاعت کا جو کام بھی کرتا ہے اگر جذبہ شامل نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا، جب جذبہ شامل ہو جاتا ہے تو بندے کا ہر عمل مقبول ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ جذبے کی نمود کے لیے کوئی وقت یا ساعت مقرر نہیں ہے۔ اس کا اظہار کبھی لڑکپن، کبھی جوانی اور بڑھاپے میں ہوتا ہے لیکن جذبوں کے درجے ہوتے ہیں۔ عام لوگوں کا جذبہ توفیق کا حاصل ہونا ہے لیکن خواص کا جذبہ حق تعالیٰ کی جانب قلب کی کامل توجہ ہے وہ بھی اس طرح کہ سب سے کٹ کر حق تعالیٰ کا ہو رہے۔

کلمہ ۵ - لوگوں نے آپ سے پوچھا ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی اللہ نے آدم کو ان کی صورت میں پیدا کیا، اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (صورتہ میں) صورتہ یعنی تصویر ہے اور آدم کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جیسے وہ نظر آتے تھے اسی شکل اور ڈیل ڈول کے ساتھ پیدا کیا۔ برخلاف اس کے دوسرے انسانوں میں تغیر اور تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے کیونکہ سنت الہی یہ ہے کہ ہر انسان پہلے بچہ ہوتا ہے، پھر جوان اور پھر بوڑھا ہوتا ہے۔

کلمہ ۶ - فرمایا سلوک میں اصل کام نفس کی حفاظت ہے۔ صوفی نے اسے اذمہ کہا ہے۔ صوفیوں کے خیال میں نفس پر دغا رکھے، اسے منتشر نہ ہونے دے تاکہ اس کے باطن میں یسوی پیدا ہو سکے۔ اگر نہیں تو باطن منتشر ہو جائے گا۔

آپ کی کرامات :

حضرت مخدوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جوامع الکلم کے حوالے سے جسے آپ کے ایک مخلص نے جمع کیا ہے نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو اس شعر سے بہت ذوق حاصل ہوا اور آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی :

جفا بر عاشقان گفتی "نخواہم کرد" ہم کردی قلم بر بیدلان گفتی "نخواہم راند" ہم راندی

(ترجمہ) تو نے خود ہی کہا تھا کہ عاشقوں پر جفا نہیں کروں گا لیکن جفا کی۔ یہ بھی کہا تھا کہ بیدلوں کو نہیں مٹاؤں گا لیکن مٹا کے مانا۔

مولانا مغیث نے جو شاعر بھی تھے، ایک رسالہ اس شعر کے مضامین کے رد میں لکھا۔ اس میں انہوں نے تحریر کیا کہ کسی بھی اعتبار سے اس شعر کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ جو وہ جفا کو اللہ سے منسوب کرنا کفر ہے۔ یہ اور اسی طرح کی فضول باتیں اس رسالے میں لکھیں، اس کے بعد مولانا معین الدین عمرانی کے پاس گئے اور رسالے کے مندرجات انہیں سنائے۔ مولانا عمرانی نے یہ رسالہ لے لیا اور آپ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ آپ نے رسالے کو ملاحظہ فرمایا اور مولانا معین الدین عمرانی کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو رسالہ واپس کر دیا اور زبان مبارک سے کچھ نہ فرمایا۔ عمامہ باندھ کر اور غرقہ پہنا کر رخصت کر دیا۔ آگے ہی دن مجلس سماع میں یہ رباعی سن کر آپ پر بہت زیادہ اثر ہوا۔

باطل مغانہ دوش بی باک زدیم عانی علمش بر سر فلاک زدیم

از سر کی منہ پے میخوارہ صد بار کاہ تو بہ بر خاک زدیم

(ترجمہ) رات ہم نے بے خوف ہو کر عیش و طرب میں گزاری۔ عیش کی رات کا جھنڈ آسمانوں میں بند کر دیا اس ایک مست و میخوار محبوب کے لیے ہزار بار کاہ تو بہ کو زمین پر پھینکا۔

وجد و ذوق کی اس کیفیت کے بعد آپ اوپر حجرے میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں ارشاد ہوا کہ معیث کو بلاؤ مولانا مغیث ہوش میں نہ تھے، انہیں آپ کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ آپ نے فرمایا، جی ہاں مولانا مغیث نے تحریر کیجئے یہ کیا جہالت تھی، بس یہ فرمایا اور مولانا مغیث کو واپس بھیج دیا۔ اس واقعہ کے بعد مولانا مغیث دوبارہ خانقاہ میں حاضر نہ ہو سکے۔ ان ہی دنوں میں انہوں نے وفات پائی۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے باطنی کمالات اور درویشانہ وصف کے باوجود سلطان محمد تغلق کو شیخ نصیر الدین محمود سے کد ہو گئی تھی اور اس کا رویہ آپ کے ساتھ چھان نہ تھا۔ وہ آپ کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا حتیٰ کہ اپنے ساتھ سفر میں لیے پھرتا تھا۔ آپ اپنے شیخ عالی مقام کی وصیت کے مطابق جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، ان تمام اذیتوں اور تکلیفوں کو برداشت فرماتے اور افسانہ تک نہ کہتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے بادشاہ مذکور نے سونے چاندی کے برتنوں میں آپ کو کھانا بھیجا۔ نیت اس کی یہ تھی کہ اگر آپ ان برتنوں میں کھانا کھائیں گے تو میں آپ پر غیر شرعی عمل کا الزام لگا کر مواخذہ کروں گا اور کھانا واپس کر دیں گے تو باز پرس کروں گا کہ میرا بھیجا ہوا کھانا آپ نے کیوں نہ کھایا۔ دونوں صورتیں پریشان کرنے کے لیے کافی تھیں جب آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے مومنانہ فراست سے بادشاہ کی نیت کا اندازہ کر لیا، چنانچہ آپ نے برتن سے کچھ کھانا نکال کر پہلے اپنے ہاتھ پر رکھا پھر تھوڑا تھوڑا کھانا شروع کر دیا، باقی کھانا واپس کر دیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ملی تو وہ بداندیش تلملا کر رہ گیا اور آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

آپ ہی کے بارے میں یہ بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب بادشاہ وقت نے آپ کو بہت زیادہ ستایا اور ایذا نہیں دی اور آپ نے خاموشی سے برداشت فرمائی تب بھی اس نے ان گتہ خمیوں اور اذیتوں کو ناکافی سمجھا اور آپ کی تحقیر کے لیے کپڑے پہنانے کی خدمت سپرد کر دی۔ ایک دن بادشاہ نے کپڑے بدلے اور آپ کو حکم دیا کہ کپڑے کے بند باندھیں۔ آپ نے ہاتھ لہا کر کے جامے کے بند باندھ دیے اور کچھ نصیر الدین نے تو بند باندھ دیے ہیں اب غسل اِستِ کو غسل دینے والا ہی کھولے گا۔ اس واقعے کے بعد اسی دن بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بادشاہ وقت نے اپنی ناراضگی کے سبب آپ کو بہت بُرا نمونہ لیا اور وہ یہ کہ جب آپ نارنول کے قریب پہنچے تو راستے میں شیخ محمد ترک کا مزار آگیا، وہاں ایک شجر تھا۔ پہلے آپ اس کی جانب منہ کیے متوجہ کھڑے رہے۔ آپ نے مشاہدہ کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مزار پر جلوہ افروز ہے۔ اس کے بعد آپ شیخ محمد کی قبر پر آئے اور مراقبہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ سے سہاٹھیا اور فرمایا کہ جس کسی کو کوئی مشکل ہو وہ نیز مندی سے اس صاحب مزار کے آستانے پر جائے۔ آپ نے اپنی مشکل آسان ہونے کی دعا کرے، کسی شخص نے پوچھا کیا آپ کو بھی کوئی مشکل آئی ہے؟ فرمایا میں یہی بات کر رہا ہوں۔ تین دن نہ گزرے تھے۔ بادشاہ کے انتقال کی خبر آپ کو ملی، آپ واپس دہلی آئے اور اہل شہر کو ہدایت لی، روشنی بخشی، اس علم کی بہت سی امتیں آپ سے ہو، حقیقت میں اہل معرفت کے لیے ہیں، ظہور میں آئیں۔

مولانا فخر الدین مروزی قدس سرہ

آپ شیخ نظام الدین اویا لے اہل صحبت و تلامذہ کے لیے اور ان قدیم عقائد میں

شامل تھے جنہوں نے اول اول حضرت سلطان المشائخ سے ارادت کا تعلق قائم کیا۔ حد درجہ زہد و تقویٰ، دنیا سے بے تعلقی، احساسِ بندگی اور جذبہ فنا سے آراستہ بزرگ تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ رزق حلال کے حصول میں جو طریقت کی اصل و اساس ہے بہت زیادہ احتیاط فرماتے تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش کتابت تھا۔ بہت ہی صاحبِ عظمت و کرامت تھے۔ مردانِ غیب سے آپ کی ملاقات تھی۔ بہت سی کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں لیکن آپ اظہارِ کرامت کے خواہشمند نہ تھے۔

سیر الاولیا میں مذکور ہے، آپ نے ایک دن سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک دفعہ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس پاس بھی کوئی شخص نہ تھا جو مجھے پانی پلاتا۔ اچانک میرے سامنے پانی سے لبریز مٹی کا کوزہ نمودار ہوا۔ میں نے وہ کوزہ توڑ دیا اور اپنے دل میں کہا کہ کرامت کے ذریعے پانی نہیں پیوں گا۔ وہ پانی زمیں میں بہ گیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ تم کو پانی پی لینا چاہیے تھا۔ کرامت کو رد نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا۔ میں سر میں کنگھا کرنا چاہتا تھا اس قوت کوئی آدمی بھی موجود نہ تھا۔ یکایک کنگھے نے طاق سے جست لگائی اور میرے ہاتھ میں آ گیا۔“

اخبار الاخیار میں شیخ نصیر الدین سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جب آپ کسی کتاب کی کتابت کر لیتے تو لوگوں سے معلوم کرتے کہ اس کی اجرت کیا ہوگی؟ لوگ جتنی اجرت بتاتے آپ ہمیشہ اس سے کم ہی لیتے اور اگر کوئی چاہتا کہ زیادہ اجرت پیش کرے تو ہرگز نہ لیتے۔ جب بہت بوڑھے ہو گئے تو کتابت کرنے کے قابل نہ رہے (بہت زیادہ تنگ دستی رہنے لگی) تو آپ کے ایک معتقد نے سلطان علاء الدین کی خدمت میں آپ کی گزر بسر کا ذکر کیا۔ سلطان نے آپ کے مرتبے کی مناسبت سے روزیہ مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے منظور نہ فرمایا بلکہ اسی قدر روزیہ پر راضی ہوئے جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔

جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت سلطان المشائخ کے روضہ متبرک کے نزدیک چوتراہ یاراں میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر شیخ شمس الدین یحییٰ کے پہلو میں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کو آپ سے بہت ہی تعلق خاطر تھا اور آپ پر بہت توجہ اور شفقت فرماتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے محبت کی حقیقت کے بارے میں یہ مکتوب شریف آپ کو تحریر فرمایا:

”کلمہ۔ اہل طریقت و حقیقت اس امر میں کامل طور پر متفق ہیں کہ انسان کی پیدائش کا سب سے زیادہ اہم اور عظیم مقصد، اللہ رب العالمین کی محبت ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں محبت ذات اور محبت صفات۔ محبت ذات عظیم خدادندی ہے اور محبت صفات بندے کی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو کچھ عطا ہے الہی ہے اس پر بندے کی کوشش اور عمل کا کوئی دخل نہیں

ہے اور جو چیز کوشش یا ریاضت سے حاصل کی جاتی ہے اس کے حصول کا طریقہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جسے ہمیشہ جاری رکھا جائے اور وہ بھی اس طرح کہ ذکر کے وقت قلب کو ماسوا اللہ سے خالی کر دیا جائے۔ اس حالت کے لیے فراغت شرط ہے۔ فراغت کی حالت پیدا ہونے میں چار چیزیں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔ جو چیز شرط یعنی فراغت میں مانع ہوتی ہے وہ مشروط یعنی اللہ کی یاد میں بھی مانع ہوتی ہے، وہ چار چیزیں ہیں۔ مخلوق، دنیا، نفس و شیطان۔ خلق ذکر الہی میں مانع ہے اس کو دور کرنے کا طریقہ خلوت نشینی ہے۔ دنیا کو دفع کرنے کا طریقہ قناعت اختیار کرنا ہے۔ نفس و شیطان کا قلع قمع کرنے کے لیے متواتر اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے رہنا ہے۔^{۲۳۳}

مولانا فخر الدین کی وفات سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کے عہد حکومت میں ہوئی۔ وہ بہت ہی فیاض عادل اور رعیت پرور بادشاہ تھا۔ عقل مند اور معاملہ فہم تھا۔ خسرو خاں کو قتل کرنے کے بعد، جس نے اپنے آقا کی نمک حرامی کی اور اس کی اولاد کو نیست و نابود کیا تھا، سلطان غیاث الدین تغلق بروز ہفتہ غرہ شعبان کو ۷۲۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ دہلی کی تمام آبادی نے اس کی تخت نشینی پر خوشی منائی۔ ادھر بادشاہ نے بھی نئی عمارتیں تعمیر کرنے اور عوام الناس کی فلاح و بہبود میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ تغلق آباد کی تمام عمارتیں اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہیں۔ اس کے زمانے میں بعض مغرور اور سرکش ہندو راجا جنھوں نے کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کی تھی اس کے آگے جھک گئے۔

اپنے آخری دور میں سلطان کی تمام تر توجہ لکھنوتی کو فتح کرنے میں لگی رہی۔ بلاخر وہاں سے عظیم الشان فتح کر کے واپس ہوا اور افغان پور پہنچا۔ یہاں اس کے استقبال کے لیے ایک نئی عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ سلطان نے اس عمارت میں دربار آراستہ کیا۔ بد قسمتی سے نو تعمیر محل میں ٹھنسی پیدا نہ ہوئی تھی، ٹوٹ کر گر پڑا۔ سلطان اور اس کے بعض سردار اس میں دب کر ہلاک ہو گئے۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۷۲۵ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس کی مدت حکومت چار سال چند ماہ تھی۔

مولانا علاء الدین نیلی قدس سرہ^{۲۳۴}

آپ بھی نظام الدین اولیاء کے مریدین اور قلنداروں کے رشتے میں منسوب تھے۔ پانچواں درجہ کے بزرگ تھے۔ ریاضتوں اور مجاہدوں کے ذریعے قلب کو صاف کر چکے تھے۔ ظاہری اور باطنی امور پر کامل دسترس حاصل تھی۔ اگرچہ آپ کے ظاہری طرز عمل سے تو ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں کے تمام اوصاف آپ میں موجود

تھے۔ سلطان المشائخ نے آپ کو بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی لیکن طبیعت میں چونکہ بہت زیادہ تواضع اور دنیا سے بے تعلقی تھی آپ نے کسی کو اپنا مرید نہیں بنایا۔ اخبار الاخیار^{۲۳۶} میں ہے کہ آپ نے بارہا یہ فرمایا، اگر شیخ نظام الدین حیات ہوتے تو میں خلافت نامہ اس عرضداشت کے ساتھ ان کی خدمت میں بھجواتا کہ اگرچہ مخدوم نے بندہ نوازی فرماتے ہوئے کمترین کو مرتبہ خلافت عطا فرمایا لیکن یہ غلام خود کو اس رتبے کے لائق نہیں سمجھتا اور مجھ سے یہ کام سرانجام نہیں ہوتا۔

سیر الاولیا کے مصنف بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نماز فجر میں آپ کو دیر ہو گئی اور جماعت میں شہ یک نہ ہو سکے۔ سلطان المشائخ نماز سے فارغ ہو کر حسب معمول حجرے میں تشریف فرما ہوئے۔ مولانا نے جماعت خانے کے صحن میں ان لوگوں کو جماعت کرائی جو جماعت میں شریک نہ ہو سکے تھے، اور ایسی عمدہ قرات کی کہ اس کے سننے سے حضرت سلطان المشائخ کو ایک خاص ذوق حاصل ہوا اور کیفیت پیدا ہو گئی۔ سلطان المشائخ نے اقبال خادم کو جو اہل دل میں مقبول تھے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ ہمارا مصلیٰ لے جاؤ اور انتظار کرو۔ جب یہ خوش آواز امام نماز سے فارغ ہو تو اسے دے دو۔ اقبال خادم جانماز لے گئے اور آپ کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیش کر دی۔ آپ نے بہت ہی ادب اور تکریم سے مصلیٰ کو اپنے پاس رکھا۔

فی الحقیقت آپ سلطان المشائخ کے بہت ہی منظور نظر اور خاص مریدوں میں تھے اور آپ کو بھی اپنے شیخ سے بے حد محبت اور بہت ہی زیادہ اخلاص تھا۔ آپ اگرچہ بہت سی فضیلتوں کے حامل تھے اور ظاہری علوم کی سمجھ اور مسائل پر گہری نگاہ رکھتے لیکن شیخ سے اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ آخری عمر میں "فوائد الفوائد" کو جس میں سلطان المشائخ کے ملفوظات درج ہیں اور اس علاقے میں اس کی عظیم شہرت ہے۔ اپنے ہاتھ سے تحریر کیا اور زیادہ تر وقت اسی کے مطالعے میں صرف کرتے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ یہاں اس قدر عمدہ کتابیں اور معتبر رسالے میسر ہیں لیکن آپ کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے آخر ملفوظات سے اس قدر رغبت کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا! بے شک دنیا میں طریقت، حقیقت اور معرفت کی کتابوں اور رسالوں کی کمی نہیں لیکن شیخ کے روح افزا ملفوظات جن سے میری نجات وابستہ ہے کچھ اور ہی چیز ہے۔

مراسیم تو باید صبا کجاست کہ نیست کجاست زلف تو مشک خط کجاست کہ نیست^{۲۳۸}

(ترجمہ) صبا تو ہر جگہ ہے لیکن مجھے تو آپ کی نسیم درکار ہے۔ مشک کی خوشبو ہر کہیں ہے لیکن مجھے آپ کی زلفوں کی خوشبو چاہیے۔

آپ کی قبر یاروں کے چہرے پر مولانا شمس الدین یحییٰ کی قبر کے پاس ہے۔

خواجہ تقی الدین قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی نوح^{۲۳۹} تھا۔ نظام الدین اولیا کے بھانجے کے بیٹے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ آپ پر کمال توجہ اور عنایت فرماتے تھے۔ آپ حافظ قرآن تھے اور ہر شب جمعہ کو قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ کی ذات زہد و عبادت، انفاست و لطافت کی خوبیوں سے آراستہ تھی۔ سلطان المشائخ اکبر اپنے اصحاب کے سامنے آپ کی ان خوبیوں کی تعریف فرماتے تھے۔

ایک دن سلطان المشائخ نے آپ سے دریافت کیا کہ اس عبادت و طاعت سے تمہارا مقصود کیا ہے؟ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ میرا مقصود مخدوم کی درازی عمر ہے۔ شیخ نظام الدین اولیا نے آپ کے اس جواب کو بے حد پسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تقی الدین کی اس بات سے سعادت و نیک بختی کا اظہار ہوتا ہے۔

سیر الاولیاء میں بیان کیا گیا ہے کہ مرض موت سے پہلے ایک دفعہ سلطان المشائخ بیمار ہوئے تو ایک دن آپ کو اپنے حضور مصدر سرور میں طلب فرمایا اور اپنے علی مریدوں کی موجودگی میں خلافت کے شرف سے ممتاز و سرفراز کیا اور نصیحت فرمائی کہ جو پیش قیمت چیز تمہیں حاصل ہو اپنے پاس نہ رکھو۔ صدق میر سے فکرو اور اگر کچھ نہ ملے تو اس کی مید نہ رکھو۔ کسی کو برا نہ پہنچو۔ جو دیکھا کہ میں نے دیکھا ہے۔ وہ کسی سے جاگے اور وظیفہ قبول نہ کرو۔ یونکہ درویش کسی کا وظیفہ خواہ نہیں ہوتا۔ اور انسان کے ہاتھوں پر عمل کرنے والے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کے گوشاہن وقت تمہاری چوٹ پر سہ جمکائیں گے۔

سیر الاولیاء میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ جوانی میں سب مصادر مشائخ موت کے تقی سے مرعش ہوئے اور انتقال فرمائے۔ آپ کو یادوں سے چاہنے میں دل سے یہ

خواجہ بارون قدس سرہ

آپ خواجہ تقی الدین کے بیٹے بھائی تھے۔ آپ کا لقب شیخ الدین اور صوفیوں میں شیخ العارفین تھا۔ آپ کی عمریت و شفقت کی لطافت تھی۔ نیا نیا حضرت والوں تربیت ظاہری و باطنی کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ آپ کی ذات میں اتل ولایت کے اصناف نمایاں تھے۔ نظام الاولیاء آپ کو سب سے بڑے ولیوں میں

قربوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ جب تک آپ دسترخوان پر آکر نہ بیٹھتے، سلطان المشائخ کھانا تناول نہ فرماتے۔ آپ کو سلطان المشائخ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں اوقاف کا متولی مقرر کر دیا تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد آپ استقامت کے ساتھ طریقت کی راہ پر گامزن رہے اور ان کے وصال کے بعد آپ کی وفات ہوئی اور مزار شریف کے قریب مدفون ہوئے۔

سید محمد کرمانی قدس سرہ^{۲۳۳}

آپ کرمان اور غزنین کے سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کے مریدوں اور معتقدوں میں شامل تھے۔ ابتدا میں آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ رہائش کرمان میں تھی۔ اہل دولت میں سے تھے۔ اور ہر طرح کا دنیاوی ساز و سامان رکھتے تھے۔ آپ کے قریبی عزیز بھی دولت مند اور خوش حال تھے۔ چونکہ ذریعہ معاش تجارت تھا اس لیے ایک شہر سے دوسرے شہر آدورفت رہتی تھی۔ دوران سفر مشائخ اور علما سے ملاقات کرتے۔ اسی سلسلے میں شیخ فرید الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اجودھن بھی جاتے رہتے تھے۔ اس آدورفت کے باعث آپ کے دل میں شیخ کی محبت نے گھر کر لیا۔ چنانچہ تمام مال و اسباب سے ہاتھ اٹھا کر بیعت کے ارادے سے اجودھن روانہ ہوئے۔ یہاں شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ فقر و فاقد اختیار کیا اور آسمان ولایت کے قطب حضرت فرید الدین گنج شکر کی رحمت و شفقت سے سرفراز اور آپ کی نظر لطف و عنایت میں مخصوص ہوئے۔ آپ نے سخت ریاضتیں کیں اور اٹھارہ سال تک شیخ کی نظر التفات کے سایہ میں تربیت حاصل کی۔

سیرالاولیاء کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ سلطان المشائخ سے بارہ سال قبل شیخ فرید الدین گنج شکر کے مرید ہوئے جب سلطان المشائخ نے شیخ سے بیعت کی تو چونکہ دونوں غریب الوطن تھے اس لیے دونوں عزیزوں میں بے حد محبت ہو گئی اور ایک دوسرے کے مخلص دوست بن گئے۔ جب شیخ کو ان دونوں کی محبت و اخلاص کا حال معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں رہا کرو۔ آج سے تمہارے درمیان رشتہ انوت قائم کیا جاتا ہے۔ شیخ کے اس حکم کی بنا پر دونوں میں پہلے سے زیادہ اخلاص پیدا ہو گیا۔ جب شیخ فرید پانچ محرم الحرام ۶۶۳ھ میں اس عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف رخصت ہوئے تو آپ اپنے شیخ کے اسی فرمان کی تعمیل میں ملی آگئے اور شیخ نظام الدین کی خدمت میں رہنے لگے اور حضرت کے اعلیٰ رفیقوں میں شامل ہو گئے۔ بعد وفات ان کے اہل بیت نے ان کے اہل بیت میں سے

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے: ۲۳۶

” ایک مرتبہ مجھ میں اور سید محمد میں رنجش ہو گئی۔ سید نے آنا جانا ترک کر دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ایک رات میں نے سید کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ایک گنبد میں تشریف فرما ہیں اور سید محمد دروازے پر کھڑے ہیں۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ سید محمد مجھ سے آزرده خاطر ہیں کیونکہ اندر جانے دیں گے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ سید نے مجھے پکارا ” مولانا نظام الدین آئیے۔ “ جب میں آگے بڑھا تو سید نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت رسالت صلوات اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ” نظام الدین سید محمد میرے خاص فرزندوں میں سے ہے۔ “

جب صبح ہو گئی تو سلطان المشائخ آپ کے گھر تشریف لائے گئے۔ آپ کو سلطان المشائخ کی مسرت انگیز تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو خوشی کے لہجے میں ” بھائی“

” جب بھیجے گئے ہیں تب آئے ہیں۔ “

آپ نے سلطان المشائخ کا استقبال کیا اور گھر کے صحن میں آسو بہاتے ہوئے دو ہاں آپ دوسرے کے قدموں میں گر پڑے۔

آپ کے چار بیٹے تھے۔ چاروں ہی فضل و کمال اور علم و عمل سے آراستہ تھے اور سلطان الاولیاء سے مقبول اور منظور نظر مریدوں میں شامل تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں بعض نے تفصیلی عبارت آئینہ بیان سے جانیں۔

قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہ

آپ حضرت نظام الاولیاء کے مرید تھے۔ ظاہری علوم میں منتہی کا درجہ رکھتے تھے اور زہد و تقویٰ سے اوصاف سے آراستہ تھے۔ آپ کا خاندان علم اور بزرگی کا امین تھا اور آپ خود بھی شہ دہلی کے معروف اور نامور استادوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب آپ نے سلطان المشائخ سے بیعت لی تو دنیاوی تعلقات سے مندرہ کش ہو گئے۔ خاندانی وظیفے کے فرمان کو پارہ پارہ کر دیا۔ درویشی اختیار کی اور مجاہدے لے۔ حضرت نظام الاولیاء کی

آپ کے حال پر بہت شفقت و عنایت تھی حتیٰ کہ آپ کو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا اور خلافت نامہ پر اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا:

” تمہیں چاہیے کہ دنیا کو ترک کر دو۔ دنیا اور اہل دنیا کی جانب مائل نہ ہو۔ کوئی گاؤں اور بادشاہوں کا عطیہ قبول نہ کرو۔ اگر تمہارے پاس ایسی کوئی حالت میں مسافر آجائیں کہ تمہارے گھر میں کوئی چیز نہ ہو تو اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھو۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا جیسا میں نے تمہیں حکم دیا ہے اور میرا گمان ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے تو تم میرے خلیفہ ہو، اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ میرا حاکم ہے۔“

کجا جاتا ہے کہ جب آپ پر فقر و فاقہ کی شدت بہت بڑھ گئی تو آپ کے کسی آشنا نے سلطان علاء الدین سے آپ کا حال بیان کیا۔ بادشاہ نے آپ کی موروثی قضا جو اودھ میں تھی آپ کو عطا کر دی۔ آپ کو بادشاہ کے فرمان کا علم ہوا تو آپ نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں اسے ظاہر کر دیا۔ شیخ یہ بات سن کر ناراض ہو گئے اور فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ خود تمہاری خواہش بھی یہی ہوگی اسی لیے بادشاہ نے فرمان جاری کیا۔ اس کے بعد شیخ نے آپ سے خلافت نامہ واپس لے لیا اور کسی جگہ رکھ دیا۔ شیخ کی اس ناخوشی اور خفگی سے آپ کی زندگی بے کیف ہو گئی اور شب و روز پریشانی میں گزرنے لگے۔ ایک سال اسی دکھ اور روحانی اذیت میں بسر ہوا جس کے بعد سلطان المشائخ کے مزاج مبارک میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ آپ کی تقصیر معاف ہوئی۔ آپ نے بیعت کی تجدید کی اور شیخ کی حیات میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

سید شمس الدین خاموش قدس سرہ^{۲۳۹}

آپ سید محمد کرمانی کے بیٹے تھے۔ خوب صورت اور نیک سیرت تھے۔ حضرت نظام الادلیا کے بیشتر خلیفہ آپ کے مکان میں سماع سنتے تھے۔ صاحب کرامات تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصرف کی نعمت بھی بخشی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن کسی بے ادب گستاخ شخص کے دل میں آپ کے سید اور دلی نہ ہونے کا دوسوہ پیدا ہوا۔ جونہی یہ خیال اس کے دل میں آیا اسی لمحہ آپ نے غضبناک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اس شخص نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں اور وہ حرکت کرنے کے قابل نہیں

رہا ہے۔ اپنی یہ حالت دیکھ کر اس نے آپ کی بزرگی کے انکار سے توبہ کی تو اس نے اپنے آپ کو رہا محسوس کیا۔ اسی حیرت زدگی میں اس نے اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور اپنی گستاخی کے لیے معذرت خواہ ہوا اور جو کچھ اس پر گزرا تھا وہ سب آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔

آپ کی وفات سلطان محمد تغلق کے عہد میں ۷۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر دہلی میں ہے۔

سید احمد کرمانی قدس سرہ^{۲۵۱}

آپ بھی سید محمد کرمانی کے بیٹے تھے۔ صاحب کرامات تھے اور غیر معمولی باتیں بھی آپ سے ظہور میں آتی تھیں۔ علاوہ ازیں قوی حال بزرگ تھے۔ باطنی کمالات رکھتے تھے اور حضرت نظام الاولیاء سے فرقہ خلافت پانے کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ سلطان المشائخ جس کسی کو خلافت عطا فرماتے، آپ ہی اجازت نامہ تحریر کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق نے بادشاہت کے نشے میں آپ کے پیروں میں زنجیر ڈال کر قید خانے بھجوا دیا۔ آپ کے پیروں سے زنجیر بغیر کسی شخص کی مدد کے خود کھل گئی۔ جب سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ گھبرا گیا۔ اپنی گستاخی پر نادم ہوا اور اس کے دل میں آپ کا اعتقاد بڑھ گیا۔ ۷۱ شعبان بروز جمعرات ۷۵۲ھ میں کہ فیروز شاہ کی عہد حکومت کا آغاز تھا، آپ کی زندگی کے قدم تعینات کی حدوں سے باہر نکل گئے۔ ۱۰ وفات ہوئی۔

خواجہ عزیز الدین قدس سرہ^{۲۵۲}

آپ دو واسطوں سے فرید الاولیاء پنج شہزادوں کی اولاد ہیں۔ نظام الاولیاء کے بیٹے تھے اور نظامت کی خدمت میں رہنے کی برکت سے ظاہری اور باطنی کمالات و اصناف سے آراستہ ہوئے۔ آپ ۵۰۰ سال قبل از ولادت بھی تھا کہ نظام الاولیاء آپ پر خاص توجہ اور عنایت فرماتے تھے۔ ایام طفولیت انتقال کے وقت تک سیدہ تھیں۔ یہ صغیرہ کنناہ بھی آپ سے سرزد نہ ہوا۔ علم و فضل، حفظ قرآن اور شیخ سے انتہائی محبت یہ تمام خوبیاں آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ آپ کی ابدی خواب گاہ حضرت سلطان المشائخ کے مزار اقدس کے قریب ہے۔

آپ کے والد بزرگوار خواجہ ابراہیم ظاہری اور باطنی کمالات کے حامل تھے۔ دادا خواجہ نظام الدین، شیخ فرید الدین کے چوتھے فرزند تھے اور تمام صاحبزادوں میں سب سے زیادہ شیخ کے محبوب تھے۔ شیخ الاسلام فرید الاولیا ان کو اپنا یوسف تصور کرتے ہوئے مراسم یعقوبی ادا فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنے باطنی رتبے کو سپاہیانہ زندگی کے پردے میں چھپا لیا تھا۔ جس رات فرید الاولیا کا وصال^{۵۲} ہوا، خواجہ نظام الدین، غیاث الدین بلبن کے ہمراہ تھے۔ اسی شب وہ اجودھن پہنچے لیکن دیر ہو گئی تھی اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا اس لیے شیخ کی رحلت کے وقت گھر تک نہ پہنچ سکے۔ جب صبح ہوئی اور شہر کا دروازہ کھولا گیا تو شیخ کا جنازہ باہر لایا جا رہا تھا۔ بھائیوں کی یہ خواہش تھی کہ شیخ کو ہستی سے باہر مدفن شہدا میں دفن کریں لیکن خواجہ نظام الدین نے بھائیوں کو سمجھایا کہ شہر سے باہر کی بجائے وہاں دفن کریں جہاں اب مزار مبارک ہے۔ خواجہ نظام الدین نے ایک جنگ میں کفار کی ذلیل جماعت سے مردانہ وار لڑتے ہوئے کئی کافروں کو جہنم رسید کیا۔ آخر میں ایک کافر کے کاری دار سے زخمی ہو کر گر پڑے اور شربت شہادت نوش فرماتے ہوئے ریاض روحانی میں داخل ہو گئے۔ ان کی لاش وہیں موجود لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گئی۔

خواجہ قاضی قدس سرہ

آپ نسباً ایک واسطے سے شیخ الاسلام فرید الحق والدین سے جاتے ہیں۔ اپنے آبا و اجداد کی پاکیزہ روش پر قائم تھے اور صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ دہلی میں وفات پائی اور اسی شہر میں آپ کی قبر ہے۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ یعقوب فرید الاولیا کے سب سے پھوٹے صاحبزادے تھے۔ میخانہ نشینی سے اپنی درویشی اور بزرگی کے مراتب پر پردہ ڈال رکھا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک رات والی عہد کے پیٹ میں شدید درد اٹھا۔ درد اتنا شدید تھا کہ دوا علاج سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ارکان سلطنت حاکم کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ سب نے فیصلہ کیا کہ شیخ یعقوب سے دعا کی درخواست کی جائے۔ شاید ان کی دعا کارگر ہو اور مرض صحت سے بدل جائے۔ بہت کچھ جستجو کے بعد ان کو شراب خانے میں الجھے ہوئے بالوں کے ساتھ ننگے سر پڑا ہوا دیکھا۔ ان سے والی ملک کی تکلیف کا حال بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا تم لوگ بہت اچھے وقت آئے ہو جب کہ ہمارے پاس روزانہ کی ضرورت کے پیسے ختم ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حاکم کو دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر شیخ یعقوب نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا درد یک لخت بند ہو گیا اور وہ خود کو بھلا چنگا محسوس کرنے لگا۔ بادشاہ نے نذر کے طور پر بہت کچھ نقد و جنس ان کو پیش کی۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے صبح تک تمام نقد و جنس ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی اور سورج نکلنے تک ایک

جب اپنے پاس نہ رکھا۔ شیخ یعقوب کو قصبہ امردہ کے آس پاس کسی مقام سے مردانِ غیب اپنے ساتھ لے گئے اور لوگوں کی نگاہوں سے انھیں پوشیدہ رکھا۔

ان کے دو بیٹے تھے ایک خواجہ قاضی جن کا مزار دہلی میں ہے اور دوسرے خواجہ معز الدین جنہوں نے دیوگیر میں شہادت پائی۔

خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ قدس سرہما^{۲۵۹}

آپ بی بی فاطمہ کے فرزند تھے۔ یہ محدث شیخ الاسلام فرید الاولیا کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح بدر الدین اسحق سے ہوا تھا۔ اس طرح ایک شیخ کی اہل خانہ بنیں۔ جب بدر الدین اسحق کا انتقال ہوا تو نظام الاولیا نے بی بی فاطمہ کو دہلی بلایا اور ان کی خدمت اور رضا جوئی کی انتہائی کوشش فرماتے رہے۔ دونوں صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت کے لیے شیخ الاسلام فرید الاولیا کے ایک مخلص مرید خواجہ احمد نیشاپوری کو ان کا اتالیق مقرر کیا۔ راہ سلوک میں بلند درجات اور بابرکت مقامات تک پہنچایا۔ ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ کیا۔ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو نظام الاولیا کے روضہ متبرک کے قریب دفن کیے گئے۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ خواجہ محمد اس زمانے کے تمام مروجہ علوم و فنون میں کامل عبور رکھتے تھے۔ طب اور موسیقی میں کامل مہارت پیدا کی تھی اور خانقاہ شریف میں نماز باجماعت کی امامت کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا۔ آپ نے سلطان المشائخ کے ملفوظات ایک کتاب میں جمع کیے تھے جس کا نام انوار الجالس رکھا تھا۔ روایت^{۲۶۳} ہے کہ ایک دن شیخ ابو بکر طوسی کی خانقاہ میں سماع کی مجلس تھی۔ قوالوں نے اپنی ہی ہر کوشش کی لیکن اہل مجلس وجد و ذوق پیدا نہ کر سکے۔ حضرت نظام الاولیا نے کہ اس مجلس کے صدر نشین تھے فرمایا کہ سماع کی بجائے مشائخ کی کتابیں اور اقوال پڑھے جائیں۔ اس دوران وجد و ذوق کے آثار پیدا ہوئے۔ ایسے میں شیخ علی زنبیلی نے شیخ امام الدین سے جو بدر الدین غزنوی کے خلیفہ تھے، مخاطب ہو کر کہا کہ ہم آپ سے سننا چاہتے ہیں ہمارے لیے کچھ گائیں۔ حضرت نظام الاولیا نے خواجہ محمد کو ساتھ دینے کا حکم دیا۔ دونوں بزرگ ائمہ کر قوالوں کی جگہ بیٹھ گئے اور ایک غزل شروع کی۔ جب اس شعر پر پہنچے:

ہر بی فردی کہ بینی امشب از من ہمہ در گزار تا روز

(ترجمہ) آج کی شب میری تمام بے عقلی کی باتیں جو تم دیکھو انھیں صبح ہونے تک معاف کر دو۔

تو سلطان المشائخ پر گریہ طاری ہو گیا اور تمام حاضرین مجلس بھی گریہ کرنے لگے۔ سب کو بڑا ذوق حاصل ہوا۔

خواجہ عزیز الدین صوفی قدس سرہ^{۲۶۵}

آپ حضرت فرید الاولیا کی بڑی صاحبزادی بی بی مستورہ کے فرزند تھے۔ مروجہ دینی علوم کی تحصیل قاضی محی الدین کاشانی سے کی تھی۔ کتابت کے فن میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت نظام الاولیا کے اوصاف و کمالات پر اپنی ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ جس کا نام "تحفۃ الاررار فی کرامۃ الاخیار" ہے۔ آپ کا اپنا بیان^{۲۶۸} ہے کہ

" ایک دفعہ میں حضرت نظام الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ چارپائی پر قبلہ رو بیٹھے ہیں اور آسمان کو تک رہے ہیں۔ مجھے بڑا ڈر لگا کہ میں کہاں پھنس گیا۔ نہ واپسی کی طاقت نہ وہاں کھڑے رہنے کا حوصلہ۔ جیسے تیسے ٹھٹکا ہوا کھڑا رہا۔ حضرت کا کوئی خادم بھی وہاں نہ تھا۔ کچھ دیر بعد آپ نے جھرجھری لی اور اپنے آپ میں آئے۔ اپنی آنکھوں کو دست مبارک سے ملا اور فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا عزیز الدین حاضر خدمت ہے۔ آپ نے بڑی شفقت فرمائی اور مجھے سامنے بلایا۔"

آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام قطب الدین حسن تھا۔ انہوں نے نصیر الاولیا شیخ نصیر الدین محمود سے خرقہ خلافت پہنا۔ دونوں باپ اور بیٹے کی قبریں حضرت نظام الاولیا کے مزار پر انوار کے قریب ہیں۔

خواجہ ابوبکر شبلی قدس سرہ^{۲۶۶}

آپ سلطان اولالیا کے قدیم دوست^{۲۶۷} اور ہم صحبت تھے۔ آپ کا حضرت سے عہد تھا کہ چونکہ آپ کی ذات بابرکات میں انسان کامل کی نشانیاں ہیں جن کا ظاہر ہونا یقینی ہے لہذا جب وہ اسرار ظاہر ہوں گے تو میں آپ سے بیعت کروں گا۔ جب سلطان الاولیا شیخ فرید الحق کی خدمت میں رہ کر اور خلافت نامہ لے کر واپس ہوئے اور ان کی بزرگی کی برکات عام اور خاص انداز میں آشکار ہوئیں تو آپ نے اپنے وعدے کو جلود گاہ

وفا تک پہنچایا (وعدہ پورا کیا) اور مرید ہوئے۔ دہلی میں وفات پائی اور شیخ کے مزار کے احاطے میں دفن کیے گئے۔

مولانا جمال الدین دہلوی قدس سرہ^{۲۴۲}

آپ نظام الاولیا کی بارگاہ عالی کے حلقہ بگوش تھے۔ آپ پر انتہا درجہ کی محویت اور خود فراموشی کی کیفیت طاری رہتی۔ حضرت نظام الاولیا نے آپ کی اس کیفیت کے بارے میں کئی مرتبہ یہ فرمایا کہ " جمال پر مشغولیت میں ایسا وقت بھی آتا ہے جب سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شے ان کے دھیان میں نہیں ہوتی "۔ آپ کی قبر نظام الاولیا کے مزار کے قریب ہے۔

خواجہ کریم الدین سمرقندی قدس سرہ^{۲۴۳}

آپ اپنے ملک کے بادشاہوں کے وزیر^{۲۴۳} تھے۔ جب ازلی سعادت آپ کے موافق ہونی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہندوستان آگئے اور فرید الاولیا کبج شکر کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ بعد میں حضرت سید کی دامادی کی نسبت سے مشرف ہوئے۔ شیخ الاسلام فرید الاولیا کی وفات کے بعد آپ دہلی میں آگئے اور حضرت نظام الاولیا سے خلافت حاصل کی۔

امیر خسرو اور خواجہ حسن ہمیشہ آپ کی صحبت میں راحت محسوس کرتے تھے اور ضیاء الدین برنی اپنی تصنیفات اصلاح کی غرض سے آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

جب سلطان المشائخ کا وصال ہو گیا تو سلطان محمد تغلق نے آپ کو دہلی کا شیخ الاسلام مقرر کیا اور انوار الہکی کے خطاب سے آپ کے امتیاز کو روشن کیا۔ آپ کے بیٹے خواجہ احمد اور خواجہ نظام الدین اپنے سد کے یگانہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اپنے خاندانی اوصاف و کمالات کے حتمی وارث تھے۔ دونوں بھائیوں کی قبریں دہلی میں ہیں۔

مولانا فصیح الدین قدس سرہ^{۲۰۵}

آپ اصول اور فقہ کے علوم^{۲۰۶} میں عضد الملتہ قاضی عضد کے ہم پایہ تھے اور سلطان المشائخ کے مریدوں میں شامل تھے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ اور قاضی محی الدین کاشانی ایک ساتھ پہلی مرتبہ نظام الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ نظام الاولیا نے قاضی صاحب کو مرید کر لیا اور ارادت کی کلاہ انھیں پہنائی اور آپ سے وعدہ فرمایا کہ استخارہ کرنے کے بعد بیعت کروں گا۔ اس نعمت سے فی الوقت محروم رہنے کے سبب آپ بے حد رنجیدہ و ملول ہوئے۔ بہر حال جب دوسری بار حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضری دی تو آپ کی درخواست منظور کر لی گئی اور حضرت نے نہایت خوشی کے ساتھ آپ سے بیعت لی۔

حضرت سلطان المشائخ کے وصال سے چند سال پیشتر آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔^{۲۰۸} سلطان المشائخ آپ کے رفیق قاضی محی الدین کاشانی پر بہت زیادہ عنایت فرماتے تھے اور جس مجلس میں وہ حاضر ہوتے اس مجلس میں سلطان المشائخ حقایق و معارف زیادہ بیان فرماتے۔

قاضی صاحب کا ذکر سلسلہ چشتیہ کے بزمگوں کی تصانیف میں بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے، جس کسی کو قاضی صاحب کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کی خواہش ہو وہ ان تصانیف کا مطالعہ کریں۔

مولانا شہاب الدین امام قدس سرہ^{۲۰۹}

آپ نظام الاولیا کے امام تھے۔ کلام الہی کے لفظی اور معنوی اعتبار سے حافظ تھے۔ آپ کی قرآت میں روانی کا حسن تھا اور ایسی روش کے ساتھ تلاوت کرتے تھے کہ سننے والے یہ محسوس کرتے کہ وہ کلیم الہی کی بزم کے ہم نشین ہیں۔

خواجہ خسرو رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بے حد اخلاص و اعتقاد رکھتے تھے اور انھوں نے اپنی تصانیف میں آپ کی بے حد تعریف کی ہے۔ یہاں تین شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

چوں از موج زد کلام احد نغز البحر قبل ان تغد

اوچو ابر کرم بفسرقِ جساں زیرِ کان چوں صدف کشادہ دہان
مس من گشتِ کیمیا ازوی شمع من یافتہ ضیا ازوی

(ترجمہ) جب ان کی زبان سے حق تعالیٰ کی تعریف کا کلام جاری ہوا تو قبل اس کے کہ کلام ختم ہو سمندر ختم ہو گیا۔

وہ دنیا کے سر پر ابر کرم کی مانند ہیں اور سمجھدار لوگ صدف کی طرح منہ کھولے اس امید میں ہیں کہ شاید کوئی قطرہ ان کے نصیب میں بھی ہو۔

میری ہستی کا تانبا ان کی ذات کے فیض سے کیمیا بن گیا اور میرے وجود کی شمع نے ان سے روشنی حاصل کی ہے۔

شیخ رکن الدین دہلوی قدس سرہ

آپ شیخ شہاب الدین امام کے بیٹے تھے۔ آپ اپنے زمانے کے ولیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے شیخ بزرگ نظام الاولیا کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی نیز ان کے عظیم خلفا کی صحبت میں رہ کر آخرت کی سعادت سے بہرور ہوئے۔ آپ نے حضرت نظام الاولیا سے وصیت کی اور فرقہ خلافت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ حضرت مستعود^{۲۸۱} بک آپ ہی کے مرید تھے اور آپ کے واسطے سے ان کی نسبت سلطان الاولیا سے قائم ہوتی ہے۔ آپ کی قبر سرانے لاڈ میں اپنے والد کے پہلو میں ہے۔

شیخ کبیر اولیا قدس سرہ

اس شہر کا ایک گروہ آپ کی بزرگی کے بارے نیک گمان رکھتا ہے لیکن تذکرہوں میں اور دیگر تصانیف میں آپ کے حالات بہت کم بیان کیے گئے ہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ آپ سلطان محمد تغلق کے خاص خادم، معتمد اور امانت دار امیر تھے۔ سلطان کی بارگاہ میں آپ سے زیادہ مقرب کوئی اور شخص نہ تھا۔ آپ اعلیٰ اخلاق اور پسندیدہ اوصاف کے بزرگ تھے۔

بیان کرتے ہیں کہ اپنے عہد حکومت کے وسطی دور میں، سلطان محمد تغلق کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بحکم الاممۃ من القریش^{۸۲} یعنی امام قریش سے ہوں گے۔ عباسی خلیفہ ہمارے زمانے کے امام ہیں۔ ان کے حکم اور اجازت کے بغیر بادشاہت اور حکومت جائز نہیں ہے لہذا ان سے حکم نامہ اور اجازت کی درخواست کر جائے۔ چنانچہ غیر معمولی عنوانات کی چند عرضیاں اور خطوط تحریر کیے گئے اور ایک وفد بیش قیمت تحفوں کے ساتھ خلیفہ کے حضور پیش ہونے کے لیے مصر روانہ کیا گیا تاکہ وہ محمد تغلق کے لیے پرچم ولایت اور سند حکومت حاصل کرے۔

خلیفہ نے کبیر اولیا کو اپنی بعض خدمات کے سبب جو آپ نے سرانجام دیں "قبول" کا خطاب عطا کیا۔ چنانچہ جب تک آپ زندہ رہے لوگ آپ کو قبول خلیفہ کہتے تھے۔ آپ کی وفات^{۸۳} سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں ہوئی۔

خواجہ موید الدین انصاری قدس سرہ

آپ نظام الاولیا کے مریدوں اور عیاز مندوں میں شامل^{۸۴} تھے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عالم غیب کی کشش سے ظاہری اور معنوی علوم کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کے باطن میں سماع و سرود کا ذوق موجزن رہتا تھا۔ آپ کی قبر حضرت نظام الدین اولیا کے مزار مبارک کے احاطے میں ہے۔

کہتے ہیں کہ خواجہ موید الدین کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس محرومی کے سبب آپ بہت غم زدہ اور مضطرب رہتے تھے۔ حضرت نظام الاولیا نے آپ کو صاحب اولاد ہونے کی بشارت دی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو ایک سعادت مند فرزند عطا کیا جس کا نام نور الدین محمد تھا۔ اس نے آپ کی تربیت اور پرورش میں رہ کر ظاہری اوصاف اور باطنی کمالات حاصل کیے نیز شرعی اور باطنی علوم سے بھی کامل استفادہ کیا۔

شیخ حیدر قدس سرہ

آپ سلطان المشغ کے باکمال مریدوں میں تھے۔ آپ کو سنائی اور خلوت پسند تھی۔ انجمن میں خلوت آپ کے مزاج کی خصوصیت تھی۔ حالانکہ آپ کو خلافت کا رتبہ حاصل تھا لیکن سب سے الگ تھلک

گناہی میں زندگی بسر کی۔ اپنے لباس یا طور طریقوں میں کسی طرح کا امتیاز پیدا نہ ہونے دیا بلکہ عام لوگوں کی طرح ان ہی کے رنگ ڈھنگ میں رہتے تھے۔ پیری مریدی کی ذمہ داری سے آزاد رہے۔ آپ نے اپنی عمر اس طرح بسر کی کہ جو سانس لیتے تھے یاد الہی کے ساتھ لیتے تھے۔ غفلت کو کسی وقت راہ نہ دی۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو قطب الاولیا جانے والے راستے میں واقع سرانے لاڈ میں دفن ہوئے۔^{۲۸۶}

شیخ ابوبکر مصلیٰ بردار قدس سرہ^{۲۸۷}

آپ نظام الاولیا کے ^{۲۸۹}مرید تھے اور حضرت کی جانماز کی نگہداشت آپ کے ذمے تھی۔ ذوق و شوق اور عشق و محبت کی والمانہ کیفیت کے ساتھ ساتھ جود و سخا کا پیہر تھے۔ سماع سے بہت زیادہ رغبت تھی۔ جب آپ سماع میں رقص کرتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خانقاہ کے در و دیوار رقص کر رہے ہیں۔ حاضرین مجلس پر گریہ و بکا طاری ہو جاتا اور ان کے نالے آسمان تک پہنچ جاتے۔ آپ میں کمال درجے کا توکل اور قناعت تھی۔ دنیا اور اس کے معاملات سے بے نیازی کا یہ حال تھا کہ کبھی اپنے گوشہ فقر و درویشی سے قدم باہر نہیں نکالا اور کسی امیر اور صاحب دولت کے آستانے پر نہیں گئے۔ آپ کی قبر حضرت سلطان المشغ لے روضہ مقبرہ کے قریب ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ "ایک دفعہ سلطان المشغ نے اپنا جبہ مجھے عطا فرمایا۔ میں نے اس عت کا شکرانہ جمع کیا تاکہ اسے شیخ کی خدمت میں پیش کروں۔ اس دوران میرے دوست نے کہا۔ تو نے اس کا نام کیا ہے کہ یہ جبہ شکرانے کی قیمت کے برابر ہو جائے گا۔ مجھے اس کی یہ بات پسند نہیں آئی اور شیخ پریشان بھی ہوا، خیر میں شکرانہ لے کر سلطان المشغ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خدمت سے عطا کیا۔ میں نے ایک ہی کلمی سے زیادہ نہ لینا۔ میں نے عرض کیا کہ مخدوم یہ تو بہت معمولی چیز ہے، حضور تمام جہانوں میں فرمایا۔ میری گزارش پر آپ مسلمانے اور فرمایا پھر تو جبہ شکرانے کی قیمت کے برابر ہو جائے گا۔"

خواجہ عزیز الدین قدس سرہ^{۲۹۰}

آپ خواجہ ابوبکر کے جن ۱۲ ذریعہ آپ کا ہے ^{۲۹۱}مہینے تھے۔ شایستگی اور اہلیت کی راہ میں ترقی و ترقی تھے۔ آغاز شباب سے آخر عمر تک اس نغزلی تلبیہ تحریر آپ سے فوت نہیں ہوئی۔ ان کی سلطنت سلطان المشغ

کے روضہ مقدسہ میں نماز کے وقت پہلے سے موجود ہوتے اور امام کے ساتھ نماز ادا کرتے۔ ہمیشہ مزار مبارک کے آس پاس پھرتے رہتے کبھی باہر نہ جاتے۔ ہر شب جمعہ ایک قرآن ختم کرتے۔ آپ کی قبر مزار مبارک کے احاطے میں ہے۔

مولانا شمس الدین یحییٰ قدس سرہ

آپ سلف صالحین کے طریقے پر زندگی بسر کرتے تھے۔^{۲۹۲} رسمی باتیں اور مروجہ تکلفات جو دینی حلقوں میں پیدا ہو گئے تھے آپ ان سے قطعی طور پر بے گانہ تھے۔ دنیاوی معاملات و تعلقات سے اپنے آپ کو آزاد رکھا۔ ساری عمر شادی نہیں کی۔ شیخ نظام الدین اولیا کے عظیم خلفا میں سے تھے۔ اپنے عہد کے بڑے عالموں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ شہر دہلی کے اکثر لوگ آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ بھی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ علم شریعت اور علم طریقت سے کامل طور پر بہرہ مند تھے۔ علم دین میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً شرح مشارق وغیرہ۔ اسی طرح تصوف و سلوک میں آپ نے رسائل تحریر کیے ہیں جن میں سے شمسیت المعارف بہت مشہور ہے۔

حضرت سلطان المشائخ سے تعلق قائم ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ جب آپ اودھ سے جو آپ کا اصل وطن تھا، تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے دہلی آئے تو شہر کے ایک ذی حیثیت عالم سے جن کے علم کی بڑی شہرت تھی،^{۲۹۵} بزدوی اور اصول پر مبنی شروع کیا۔ اس تعلیم کے دوران آپ نے سلطان المشائخ کی عظمت و کرامت کا شہرہ سنا تو اپنے ایک ہم سبق کے ساتھ تحقیق حال کے لیے اس علم لدنی کے دریا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں نے پہلے سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہم صرف رسمی سلام کریں گے (زیادہ تعظیم نہ کریں گے) لیکن جوں ہی دونوں کی نظر سلطان المشائخ کے جمال جاں آرا پر پڑی بہت زدہ ہو گئے اور بے اختیار اپنے سر زمین پر رکھ دیے اور ایک جانب بیٹھ گئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ شہر میں رہتے ہو اور تعلیم حاصل کر رہے ہو؟ آپ نے عرض کی جی ہاں! ہم مولانا ظہیر الدین سے بزدوی پڑھ رہے ہیں۔ سلطان المشائخ نے آپ کے بتائے بغیر آپ کے آخری سبق میں جو مشکلات تھیں اور جنہیں آپ کے اساتذہ حل نہ کر سکے تھے ان کی نشان دہی کی۔ یہ سن کر دونوں سخت حیرت زدہ ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا سبق یہی ہے اور یہی مشکلات ہیں جو فی الواقع حل طلب ہیں۔ سلطان المشائخ نے تبسم فرمایا اور جو مشکلات تھیں انہیں تشفی بخش طریقے پر حل فرما دیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ اور آپ کے ہم سبق جن کا نام مولانا صدر الدین تھا اور جو ذہین طالب علم تھے، سلطان المشائخ کے پکے معتقد اور سچے مخلص بن کر مجلس مبارک سے واپس ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ

حضرت کے مریدوں میں شامل ہو گئے اور مرتبہ خلافت تک پہنچے۔

سیر الاولیاء کے مصنف نے تحریر کیا ہے کہ اگرچہ آپ خاص فضیلتوں اور بلندیوں کے حامل تھے لیکن جب درجہ خلافت پر سرفراز ہوئے تو بہت کم لوگوں کو مرید کرتے تھے بلکہ اکثر فرماتے تھے کہ اگر خلافت نامے پر سلطان المشائخ کے دستخط خاص نہ ہوتے تو میں اس کی حفاظت نہ کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی بزرگی اور عظمت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اس رسالے میں تحریر کی جائے۔ بہر حال قلم کو کچھ دیر اس طرف مصروف رکھ کر اب آپ کے کلمات کی جانب جو حقائق سے لبریز ہیں آتا ہوں۔ یہ نو کلمات ہیں:

کلمہ ۱۔ شمسیۃ المعارف میں احمد غزالی کا قول نقل کیا ہے، فرمایا موت کے شب خون سے احتیاط کرنا لازمی ہے (موت کو ہمیشہ یاد رکھیں) تمام مخلوق شب غفلت کی تاریکی میں سو رہی ہے، جب موت آئے گی تو ان کی صبح ہوگی۔ موت ہی سے قیامت اور بہشت روشن ہوں گے۔ مات ابوک و هو اصلک و مات اخوک و هو و صلک و مات ابنک و هو فرعک فاذا تنظر بعد فنا الاصل والوصل والفرع یعنی تیرا باپ مر گیا وہ تیری جڑ ہے، تیرا بھائی مر گیا وہ تیرا پیوند ہے، تیرا بیٹا مر گیا وہ تیری شاخ ہے۔ اب جڑ، پیوند اور شاخ کے فنا ہونے کے بعد کس بات کا انتظار ہے؟

مجلس وعظ رفتت ہوس است مرگ ہمسایہ واعظ تو بس است^{۳۰۰}

(ترجمہ) اے بھائی! تیرا وعظ کی مجلس میں جانا محض ہوس ہے ورنہ ہمسایے کی موت تیری عبرت کے لیے کافی ہے

کلمہ ۲۔ اسی پاکیزہ القاب کتاب میں مرقوم ہے کہ حاتم الصائم نے فرمایا، شیطان ہر روز مجھے دوسوے میں ڈالتا ہے کہ آج کیا کھاؤ گے میں اسے جواب دیتا ہوں موت۔ وہ پوچھتا ہے کیا پہنوں گے میں کہتا ہوں کفن۔ وہ پھر دریافت کرتا ہے کہاں رہوں گے میں کہہ دیتا ہوں قبر میں۔ بالآخر وہ جھلا کر کہتا ہے تم عجیب نیرے شخص ہو اور پھر مجھ سے الگ ہو جاتا ہے۔

کلمہ ۳۔ اسی تصنیف میں یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم انتہا درجے تک نہ پہنچ جائے مخلوق پر شفقت کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نوعیت کی شفقت پانچ ہستیاں پانچ ہستیوں پر کرتی ہیں ایسی شفقت کوئی دوسری ہستی نہیں کر سکتی۔ اول اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے پر، دوم بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت امت پر، سوم شیخ کی حمیت اپنے مرید کے لیے، چہرہ بادشاہ کی شفقت رعایا پر اور پنجم ماں باپ کی محبت اولاد کے لیے۔

کلمہ ۴۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے مشکل سے کہا کہ تمہیں ایک عیب ہے اور وہ یہ کہ تو سب لوگوں کو خوشبو دیتا ہے اور یکساں خوشبو دیتا ہے۔ مشکل نے جواب دیا کہ میں اس پر نظر رکھتا

ہوں کہ میں کون ہوں یہ نہیں دیکھتا کہ میرا واسطہ کن سے ہے۔

کلمہ ۵۔ شمسۃ المعارف میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مخدوم یعنی سلطان المشائخ نے مولانا قطب الدین منور کو وصیت فرمائی کہ اپنے دل حق تعالیٰ کی جانب رکھو اور گفتگو خواہ مباح ہی کیوں نہ ہو اس سے بھی پرہیز کرو۔

شب رفت حدیث اند کی کن یک رادو کن دورا کی کن

(ترجمہ) رات ختم ہونے والی ہے بات مختصر کرو جو ایک ہے اسے دو مت کرو بلکہ دو کو ایک کر دو

کلمہ ۶۔ حقیقی توبہ کی علامت یہ ہے کہ گناہ کے ذکر سے لذت پیدا نہ ہو بلکہ گھن آنے لگے جو شخص گناہوں کو حسرت اور ندامت کے ساتھ یاد کرتا ہے وہی حقیقی تائب ہے اور جو ارادتا گناہوں کو یاد کرتا ہے اس کا دل گناہ سے پاک نہیں ہوا کیونکہ گناہ کے فعل سے ایک ہی وقت گنگار ہوتا ہے۔ جب کہ گناہ کے خیال میں مبتلا رہنے سے ہر وقت گنہ گار رہتا ہے۔

اے اوحسد ہمہ روز تہہ کار تری موی تو سپید و توسیہ کار تری

زیں توبہ نادرست دم رادر کش روزی کہ کنی توبہ گنہ کار تری

(ترجمہ) اے اوحسد تمام عمر تیرا عمل خراب رہا اب جب کہ تیرے بل سفید ہو گئے تو زیادہ ہی سیہ کار ہے

بھائی! اس غلط توبہ سے باز آ کیونکہ جب تو جھوٹی توبہ کرتا ہے زیادہ گنہ گار ہو جاتا ہے۔

کلمہ ۷۔ راہ تصوف میں پہلا قدم یہ ہے کہ مخلوق کی زبان تیرا انکار کرے یعنی تجھے اچھا نہ سمجھے کیونکہ جب تک تیرے دل میں اپنی بڑائی اور دوسروں کی تحفیر کا نقش جما ہوا ہے مخلوق کے انکار سے بھی کچھ حاصل نہ ہو گا (روحانی ترقی کا راز یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کمتر اور دوسرے کو بہتر سمجھے۔ لوگوں نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بہتر ہیں یا کتا۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر میں عذاب دوزخ سے چھوٹ جاؤں تو میں بہتر ہوں ورنہ کتا بہتر ہے۔

کلمہ ۸۔ سلطان المشائخ کا قول ہے کہ پہلا گناہ جو انسان سے ظاہر ہوتا ہے لالچ ہے۔ کیونکہ ابلیس نے لالچ دینے کی تدبیر کی کہ میں حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی تدبیر سے بہشت سے نکلوا سکتا ہوں اور حضرت آدم نے بھی لالچ کیا کہ میں ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہوں گا۔

طمع راہہ حرف است دہرہ تہی ازاں نیست در کار طامح ہی

(ترجمہ) طمع کے تین حرف ہیں اور تینوں ہی نقطے سے خالی ہیں اسی سبب سے طمع کرنے والے کو کبھی بہلائی حاصل نہیں ہوتی۔

کلمہ ۹۔ قوت القلوب سے نقل فرمایا "من اشتری مالا یحتاج الیہ . باع ما یحتاج الیہ فضول الدنیا لا یحتاج الیہ والمدین یحتاج علیہ . فلا ینسفی للعائل ان بیع ما یحتاج الیہ من دینہ بشتیری مالا یحتاج الیہ من دنیا" یعنی جس شخص نے وہ چیز خریدی جس کی ضرورت نہیں ہے اس نے فضول خرچی کی اور دین کی ہر وقت ضرورت ہے پس وہ شخص عقل مند نہیں ہے جو دین کو بیچ دے اور اس کے بدلے میں دنیا جس کی ضرورت نہیں ہے خرید لے۔

آپ کی بعض کرامات اور وفات کا ذکر :

اگرچہ آپ کا مرتبہ اس سے بلند تر ہے کہ آپ کی کرامات کا ذکر کیا جائے تاہم ضروری ہے کہ ان میں سے بعضی کرامات کا ذکر کیا جائے جو آپ کی وفات کے قریب زمانے میں ظاہر ہوئیں اور جن میں آپ کی وفات بھی شامل ہے۔

سیر الاولیاء کے مصنف نے مولانا سلیمان کی زبانی ، جو شیخ نصیر الدین محمود کے مرید اور خادم تھے نقل کیا ہے کہ جمعہ کا دن تھا میں نماز کے بعد مولانا شمس الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مجھ سے پہلے مسجد سے گھر تشریف لے آئے تھے اور لکھنے میں مشغول تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ لکھنے میں مشغول ہیں تو میرے دل میں خیال گزرا کہ نماز جمعہ کے بعد مشائخ کا یہ دستور نہیں ہے کہ کتابت کے کام میں مشغول ہو جائیں (وہ مشغول بحق ہوتے ہیں) جوں ہی یہ خیال میرے دل میں آیا معاً آپ نے ثابت چھوڑ کر میری جانب دیکھا اور فرمایا ، سلیمان میں اس کام سے بھی غافل نہیں ہوں۔ یہ بات سن کر اور آپ کے شرف باطن کا مشاہدہ کر کے میں سخت حیرت میں مبتلا ہوا اور میرے دل میں آپ کا اعتقاد پہلے سے زیادہ وسیع ہوا۔

حضرت مخدوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں بیان کیا ہے کہ اس زمانے میں سلطان محمد تغلق نے قہر و سزا کی تلوار رعایا پر عموماً اور مشائخ پر خصوصاً تان رکھی تھی اس نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا کہ آپ جیسے عالم کا اس شہ میں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے ، بہتہ ہے۔ آپ شہر چلے جائیں اور وہاں کے تیخانوں میں بیٹھ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ بادشاہ کے دربار سے سبب سزا فراہم کرنے کے ارادے سے نکلے۔ بادشاہ کے آدمی آپ کے ساتھ چلنے لگے تاہم آپ کو اندر لے کر آپ نے اہل مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ لوگ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔ میں نے شیخ کو جواب میں دیکھا ہے کہ مجھے بلا رہے ہیں۔ میں اپنے اقبال کی خدمت میں جا رہا ہوں معصوم نہیں یہ لوگ کہاں سے کہتے ہیں۔ دوسرے دن آپ کے سینہ مبارک پر ایسا پھوڑا نکل آیا اور آپ بیمار ہوئے۔ بادشاہ کو خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ آپ کو یہاں لایا جائے شاید حید بہانہ کر رہے ہیں۔ بادشاہ کے ملازم حقیقت معلوم کرنے والے تھے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جوار میں چلے گئے۔

آپ کی قبر شریف یاروں کے چبوترے کے قریب ہے اور اس ذرہ حقیر نے (مصنف کتاب ہذا نے) بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ عرس کے دنوں میں ایک غزل سننے سے آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ نالہ و فغاں اور سوز و گداز کا عالم طاری ہو گیا اور اسی کیفیت میں آخرت کے عالم میں چلے گئے۔

مولانا وجیہ الدین پابلی قدس سرہ

آپ شیخ نظام الدین اولیا کے اصحاب، مریدین اور خلفا میں شامل تھے۔ آپ کی ذات میں علم ظاہری اور علم باطنی دونوں علوم جمع تھے۔ سخت سے سخت مجاہدوں، دنیا اور اہل دنیا سے کامل بے تعلقی، فقر و فاقہ ظاہری اور باطنی خوبیوں میں آپ لاثانی تھے۔ عبادت، پرہیزگاری، تقویٰ اور اپنے شیخ کے کامل اخلاص اور اعتقاد میں ممتاز تھے۔ حضرت سلطان المشائخ بھی آپ پر بے حد عنایت اور توجہ فرماتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان المشائخ سے آپ کی وابستگی اور تعلق کا سبب یہ ہوا کہ خضر علی نبینا و علیہ السلام کی آپ سے ملاقات تھی اور یکجا ہونے کا بھی اتفاق ہوتا تھا۔ انھوں نے آپ کو ہدایت کی کہ تم سلطان المشائخ کے مرید ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت خضر کے فرمانے کے بموجب آپ سلطان المشائخ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

سیر الاولیاء میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ ناگاہ ایک بوڑھا آدمی جس کی وضع قطع زاہدوں کی سی تھی، جانناز کندھے پر ڈالے، عصا ہاتھ میں لیے اور تسبیح گلے میں ڈالے آپ کے سامنے آیا۔ اس نے سلام کیا اور کہنے لگا کہ میں بہت دور سے آیا ہوں، مجھے کچھ علمی مسائل میں مشکلات درپیش ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ انھیں حل کر دیں۔ آپ نے فرمایا اچھا بیان کیجیے۔ اس شخص نے عالمانہ انداز میں تقریر شروع کی تو آپ کو اس کے طرز کلام پر سخت حیرت ہوئی۔ بہر حال آپ نے تمام نکات کے تسلی بخش جواب دیے۔ جب وہ شخص علمی بحث کر چکا تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں سلطان المشائخ کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ شیخ نظام الدین کا علم تو بہت معمولی ہے، تعجب ہے کہ آپ جیسا عالم و فاضل شخص ان کے پاس کیوں جا رہا ہے؟ وہاں جانے کا کیا فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ایمانہ کہیے، ان کا باطن علم لدنی سے آراستہ اور ظاہر علم شریعت سے مزین ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے سلطان المشائخ کو بار بار دیکھا ہے، ملاقات کی ہے

وہ زیادہ علم نہیں رکھتے۔ آپ ان کے پاس نہ جائیں تو بہتر ہے۔ اس شخص کی اس بات پر آپ کو بہت غصہ آیا اور آپ کی حالت متغیر ہو گئی اور آپ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ وہ شخص اگرچہ قریب کھڑا تھا اس کلمہ کو سنتے ہی دور جا کھڑا ہوا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ شخص ابلیس ہے۔ آپ نے لاجول کی تکرار شروع کر دی یہاں تک کہ وہ شخص نظر سے بالکل غائب ہو گیا۔ جب آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو اس واقعہ کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پیشتر سلطان المشائخ نے نور باطن سے معلوم کر لیا اور فرمایا مولانا تم نے اس شخص کو خوب پہچانا اور نہ وہ تمہیں راستے سے بھٹکا ہی دیتا۔

آپ ظاہری علوم میں اس درجہ کمال حاصل کر چکے تھے کہ جس وقت آپ درس دیتے تو بڑے بڑے علما اس میں شریک ہوتے اور ادب کے ساتھ بیٹھتے۔ آپ اپنے پاس کوئی کتاب نہ رکھتے تھے لیکن درس میں مسائل پر بحث کرنے کا یہ عالم تھا کہ جب دوسری بار اس مسئلے پر بحث کرتے تو دوسرے انداز سے کرتے۔ ایک مرتبہ آپ شیخ فرید الحق والدین کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے اجدھن گئے۔ جب مزار کے قریب پہنچے تو ایک آواز سنائی دی۔ "اے ابو حنیفہ پابلی خوش آمدید"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ فہم عطا فرمائی تھی لیکن بعض غافل لوگ بغیر سمجھے بوجھے اسے دیوانگی اور ذہنی خلل قرار دیتے تھے۔ اسی اعتبار سے اس حدیث کے مطابق کہ لا یكمل ایمان المرء حق یقال انه مجنون^{۳۱۲} یعنی کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک وہ لوگوں میں دیوانہ مشہور نہ ہو جائے۔ ان کی شہرت دیوانگی بھی ان کی بزرگی اور عظمت کی ایک دلیل ہے۔

آپ کی وفات دہلی میں ہوئی۔ مزار حوض شمس کے قریب قاضی کمال الدین اور قتلخ خاں کے حظیرے میں جو آپ کے شاگرد تھے دونوں کی قبروں سے ذرا اوپر واقع ہے۔

امیر خسرو دہلوی قدس سرہ

آپ کا لقب^{۳۱۳} یمن الدین اور کنیت ابوالحسن تھی۔ والد کا اسم گرامی امیر سیف الدین تھا۔ وہ ایک نیک فطرت خدا ترس اور عبادت گزار شخص تھے اور ترکوں کے ایک قبیلے لاجپن کے سرداروں میں سے تھے۔ جو بلخ کے قریب و جوار میں آباد تھا۔ وہاں سے ترک وطن کر کے قصبہ پٹیالی میں جو دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے رہائش اختیار کی۔ ان کے تین بیٹے تھے جن میں امیر خسرو سب سے چھوٹے تھے۔ جب آپ آٹھ سال کے تھے تو آپ کے والد سلطان المشائخ کی عظمت و بزرگی کا شہرہ سن کر اپنے تینوں صاحبزادوں کے ساتھ

سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ سلطان المشائخ سے بیعت کرنے کے بعد آپ کے والد وطن اصلی میں واپس آ گئے اور پچاس سال کی عمر میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے تینوں فرزند موروثی حق کی بنا پر شاہی لشکر میں ملازم ہو گئے۔ جب مبارک شاہ کی وفات ہوئی تو امیر خسرو سلطان المشائخ کی خانقاہ پر حاضر ہوئے اور اس نیت کے ساتھ دروازے پر بیٹھ گئے کہ جب سلطان المشائخ خود یاد فرمائیں گے تو اندر داخل ہوں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ اس اشیا میں ایک خادم باہر نکلا اور کہا کہ وہ ترک جو ابھی ابھی آیا ہے کہاں ہے اندر آجائے۔ آپ اندر داخل ہوئے اور اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ سلطان المشائخ نے بہت شفقت فرمائی اور فرمایا سر اٹھاؤ بہت خوب آئے۔ چار ترکی ٹوپی اور برساتی عطا فرمائی آپ کی تربیت کی اور ایسی ہدایات دیں جس کی بدولت آپ نے ریاضت، عبادت اور مجاہدوں کو اپنا شعار بنا لیا۔ چالیس سال مسلسل روزے رکھے اور مرتبہ کمال کو پہنچے اور اولیائے امت میں شامل ہوئے۔ آپ نے طلی ارض کے ذریعے شیخ کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔ پانچ مرتبہ خواب میں حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ ہر رات تہجد میں سات پارے پڑھتے تھے۔ سیر الاولیاء کے مصنف کا قول ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر آپ کا ایک گونہ تعلق سلاطین کے ساتھ رہا اور ان کے دربار میں بہ حیثیت خوش طبع اور ظریف مشہور ہوئے لیکن آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں یہ ضرب المثل صادق آتی ہے۔ مگر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش۔ (یعنی خواہ بادشاہ کی خدمت میں کمر بستہ رہو لیکن ہر حال میں صوفی رہو) ایک دفعہ نظام الاولیاء نے آپ کو ارباب دولت کی مہما حبت ترک کرنے سے متعلق ایک مکتوب لکھا اور اسے اس شعر پر ختم کیا۔

آمدگ آن کہ عمد با تازہ کنسیم شد آنچہ بشدای صنم گزشت آنچہ گزشت

(ترجمہ) اے محبوب اچھا ہے جو ہوا سو ہوا مگر اب تجدید عمد کی گھڑی آن پہنچی ہے

اس شعر کا مضمون آپ پر واضح ہو گیا اور انتہا درجے کی عبرت حاصل ہوئی۔ آپ نے اپنے ظاہر کو باطن کی مانند بنا لیا اور پوری طرح درویشی کے کوچے میں آ گئے۔ آپ کے ظاہری اطوار اور سیرت میں صوفیوں کے طور طریق پیدا ہو گئے۔ عشق و محبت کا ذوق کامل نصیب ہوا، سماع اور وجد کی کیفیت آپ پر طاری ہو گئی۔

شیخ نظام الدین نے ایک بار فرمایا کہ قیامت میں ہر شخص اپنی کسی بات پر فخر کرے گا، میں ترک اللہ یعنی خسرو کے دل کے سوز پر ناز کروں گا۔ آپ کے سوز دل کا اثر آپ کے کلام میں نمایاں ہے۔ چنانچہ اخبار الاخبار^{۳۱۳} میں مرقوم ہے کہ فن شاعری میں مضامین کی ندرت، معانی کی بلندی، کلام کا اسلوب، شاعری کی اقسام اور صنائع بدائع کو جس خوبی کے ساتھ امیر خسرو نے برتا ہے اور اس فن کو درجہ کمال تک پہنچایا ہے اگلے اور پچھلے شعرا میں کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا۔ شاعری کے میدان میں کثرت اشعار کے لحاظ سے آپ

کی حیثیت سب میں یکتا ہے۔ نظم و نثر میں جو کمال آپ نے پیدا کیا، جو ظاہری اور معنوی خوبیاں پیدا کیں، اہل فن اس سے آشنا ہیں بلکہ آپ کو اس فن میں شہرت عام حاصل ہے۔ یہاں ان کو دہرانے کی خاص ضرورت نہیں۔

کہتے ہیں کہ جب امیر خسرو کی ولادت ہوئی تو امیر لاجپن آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر ایک مجذوب کی خدمت میں لے گئے، جو ان کے پڑوس میں رہتے تھے۔ ان مجذوب نے فرمایا تم اس بچے کو لئے ہو جو خاقانی سے دو قدم آگے بڑھ جائے گا۔ اخبار الاخبار^{۳۱۵} کے مصنف نے اس قول پر قیاس کیا ہے کہ دو قدم آگے بڑھ جانے سے شاید ان مجذوب کی مراد، شہسوی اور غزل کی اصناف ہوں کیونکہ قصیدے کے فن میں کوئی شخص خاقانی کے مقام تک نہیں پہنچا اور بالفرض اگر پہنچا بھی تو آگے نہیں بڑھ سکا۔

آپ نے اپنی بعض تصنیفات میں تحریر کیا ہے کہ میرے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ سے کم، چار لاکھ سے زیادہ ہے۔ علاوہ اشعار کے آپ کی تصانیف بھی بہت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ننانوے کتابیں تصنیف کیں۔

یہ سب حضرت سلطان المشائخ کے لعاب دہن کی برکت اور فیضان کا نتیجہ ہے۔ عارف جامی قدس سرہ نے نغمات میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ خضر سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے عرض کیا کہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالیں۔ خضر علی نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا کہ جو نعمت تم طلب کر رہے ہو وہ سعدی کے نصیب میں تھی انھیں ملی چکی۔ آپ ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ شیخ الاسلام شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی محرومی کا تمام واقعہ حضور میں سنایا۔ شیخ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور یہ رباعی لکھی۔

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست

ملکیت ملک سخن آں خسرو راست

ایں خسرو باست ناصر خسرو نیت

زیرا کہ خدای ناصر خسرو باست

(ترجمہ) نظم و نثر کے فن میں خسرو کی مثل کم لوگ ہوئے، مملکت شعر کی فرماں روائی خسرو ہی کے لیے ہے۔

یہ خسرو ہمارا خسرو ہے، ناصر خسرو نہیں ہے، ہمارے خسرو کا امتیاز یہ ہے کہ اس کا مددگار اور نگہبان اللہ تعالیٰ ہے۔

اس کی برکت سے آپ اگلے پچھلے شعراء کے گروہ میں حیران کن شخصیت کے حامل بنے اور یہاں

روزگار ہستیوں میں آپ کا شمار ہوا۔

نوٹ۔ ملکیت ملک سخن - کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ملکیت کی قرات سے مصرع کا وزن بھی ساکت ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس سیرالاولیا اور اخبار الاخبار میں یہ مصرع اس طرح تحریر ہے - ملکیت ملک سخن آں خسرو راست - یہی درست ہے چنانچہ اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ (ترجمہ)

فن موسیقی میں بھی آپ کی معلومات بے مثل تھیں۔ آپ نے اپنی دل کش غزلیں، جاں بخش رباعیاں، روح افزا قطعے اور دل آویز اشعار مختلف راگوں میں لکھے اور قوالوں کو ان کی مشق کرائی۔ آپ جب بھی کوئی نئی غزل یا شعر کہتے، سب سے پہلے سلطان المشائخ کے حضور پیش کرتے۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو سناتے۔

آپ کے دل میں شیخ کے لیے انتہا درجے کا اعتقاد اور بے اندازہ محبت و اخلاص تھا اور شیخ بھی آپ پر بے حد شفقت و عنایت فرماتے تھے۔ شیخ نے اپنے دست مبارک سے جو مکتوبات آپ کے تحریر فرمائے ہیں ان میں سے ایک مکتوب بطور تبرک یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

”اپنے اعضا و جوارح (آنکھ، کان، زبان اور ہاتھ وغیرہ) کو برائیوں سے محفوظ کرنے کے بعد لازم ہے کہ جو امور شرع میں ناپسند ہیں، ان سے پرہیز کیا جائے۔ اپنے وقت کو پسندیدہ اعمال کی کوشش میں صرف کیا جائے۔ اپنی عمر عزیز کو جو تمام مرادوں کے حصول کا ذریعہ ہے غنیمت سمجھا جائے اور زندگی کو فضول اور بے مقصد کاموں میں صرف نہ کیا جائے۔ اگر کوئی بات یا حقیقت دل پر منکشف ہوتی ہے اور دل کو اس کے حق ہونے کا یقین ہے تو اس انکشاف کے مطابق عمل کرتا رہے کیونکہ سلوک میں انشراح صدر ہی قابل اعتبار ہے۔ نیز اپنے تمام کاموں میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے استخارہ کیا جائے اور تم پر سلامتی ہو۔“

حقیقت یہ ہے کہ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں کسی کو یہ قرب و بے تکلفی حاصل نہ تھی جیسی آپ کو حاصل تھی۔ آپ ہر رات نماز عشا کے بعد جب سلطان المشائخ بالکل تنہا ہوتے، حاضر خدمت ہوتے۔ اس وقت ہر موضوع پر گفتگو ہوتی۔ حضرت کے مریدین اور خلفا کو جو کچھ عرض کرنا ہوتا وہ آپ سے کہتے اور آپ ان معروضات کو شیخ کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ نے اپنے شیخ محترم کی باتیں خواہ مجلس میں بیان ہوئیں یا خلوت میں، سب کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔ وہ عنایتیں اور مرحمتیں جو شیخ نے وقتاً فوقتاً آپ کے حال پر فرمائیں، ان کو بھی آپ نے تحریر کیا ہے۔ ان میں سے چند عنایتوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

”حضرت سلطان المشائخ نے بندے سے فرمایا میں سب لوگوں سے تنگ آجاتا ہوں لیکن تم سے تنگ نہیں آتا۔ ایک اور موقع پر ارشاد ہوا میں سب سے تنگ آجاتا ہوں یہاں تک کہ خود اپنے سے بھی تنگ آجاتا ہوں لیکن تم سے تنگ نہیں آتا۔“

ایک مرتبہ حضرت کے مریدوں میں سے کس نے عرض کیا کہ جن نظروں سے آپ امیر خسرو کو دیکھتے ہیں کبھی ایک نظر غلام پر بھی ڈال دیں۔ آپ نے اس کی موجودگی میں کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ بعد میں بندے سے ارشاد ہوا، میرے دل میں اس وقت آیا تھا کہ اس سے کہ دوں کہ پہلے امیر خسرو کی سی قابلیت اپنے اندر

پیدا کر۔

خواجہ نے اس بندے کے بارے میں خدا سے عہد کیا ہے کہ جب آپ بہشت میں داخل ہوں گے تو اس غلام کو اپنے ساتھ بہشت میں لے کر جائیں گے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تم میرے حق میں دعا کرو کیونکہ تمہاری زندگی میری زندگی پر موقوف ہے۔ یہ بھی دعا کرو کہ تمہیں میرے پہلو میں دفن کریں۔ یہ بات خواجہ نے کئی مرتبہ بندے سے فرمائی ہے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا۔^{۳۲۱}

سیرالادلیا اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ جس وقت سلطان المشائخ رضائے الہی کے باغوں میں تشریف لے گئے (وفات پائی) اس وقت آپ دہلی میں موجود نہ تھے بلکہ سلطان محمد تغلق کے ہمراہ بنگال کی مہم پر گئے ہوئے تھے۔ اس الم ناک واقعہ کی خبر سننے کے بعد آپ دہلی آئے۔ شدت گریہ سے روتے تھے اور فراق شیخ کا ماتم کرتے تھے۔ آپ کی حالت دیوانوں جیسی ہو گئی۔ سیاہ ماتمی لباس پہنا اور شیخ کے مزار اقدس کے سامنے بیٹھے اور فرمایا۔ اے مسلمانو! میری کیا ہستی ہے کہ ایسے بادشاہ کے لیے روؤں اور ماتم کروں میں اپنے لیے رو رہا ہوں کہ شیخ کے بعد میری زندگی نہیں ہے۔

چنانچہ آپ نے شیخ کی وفات کے بعد اٹھارہ شوال کو انتقال فرمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تین ماہ بعد بروز بدھ نو ذی القعدہ ۷۲۵ھ کو وفات پائی۔ یہی سال سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کا سال وفات ہے۔ آپ نے بادشاہ کی وفات کے نو ماہ بعد وفات پائی اور شیخ کی پائنتی میں مدفون ہوئے۔ لوگ آپ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور برکت پاتے ہیں۔ کسی فاضل شخص نے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

آن محیط فضل و دریای کمال	میر خسرو، خسرو ملک سخن
نظم اوصافی تراز آب زلال	نثر او دلکش تراز ماہ معین
طلوٹی شہر مقل بی مثل	بلبل داستان سرای بی قرین
چوں نمودم نہ بزانوی خیال	از پی تاریخ سال فوت او
دیری شد طلوی شہر منزل	شد عدیم المثل یک تاریخ وی

(ترجمہ) امیر خسرو ملک شامی لے بادشاہ ہیں، آپ خوبیاں کو اوسط برتنے والے اور کمال ہیں۔ آپ کی نثر بیستے ہوئے پانی سے زیادہ دلنشی رکھتی ہے اور نظم آب زلال سے زیادہ عرف اور خیال ہے۔

ہند حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کا وصال بروز بدھ ۱۸ رجب ثانی ۷۲۵ھ کو دہلی میں ہوا۔ ان کی وفات کے لیے ذی قعدہ تحریر کرنا یا توسی کا جب کی غلطی ہے یا مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے ۷۲۵ھ ہے۔ (ترجمہ)

آپ اس بلبل کی مانند ہیں جس کی نغمہ ریزی بے مثل ہے اور اس طوطی کی طرح ہیں جس کی شیریں کلامی کی کوئی نظیر نہیں۔

جب میں نے آپ کے سال وفات کی تاریخ کھنے کے لئے غور و فکر کیا (تو غیب سے میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ) ایک تاریخ "عدیم المثل" اور دوسری "طوطی شکر مقال" ہے۔

۲۰۲۵

۲۰۲۵

آپ کے روحانی تجربوں کے فوائد خواہ وہ نظم میں بیان کیے گئے ہوں یا نثر میں، ساری دنیا ان سے واقف ہے۔ لہذا اس رسالے میں انہیں تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں البتہ آپ کی ایک غزل جو اس وقت حافظے میں محفوظ ہے بطور تبرک تحریر کی جاتی ہے۔

ہم مستی خلق از ساغر و پیمانہ می خیزد	مرا دیوانگی زان زگس مستانہ می خیزد
خوشم با آہ گرم امشب مدہ تشویشم ای گریہ	کہ خوش می سوزدم ای آتشی کز خانہ می خیزد
ہم شب با خیال افسانہای درد می گویم	مرا ایں جملہ بی خوابی ازین افسانہ می خیزد
خیالش در دلم می گشت پر سیدم چہ می جوئی	گیاہ دوستی گنتا ازین ویرانہ می خیزد
من از خود سوختم فی از تو ای شمع پری رویان	ہلاک جان پروانہ ہم از پروانہ می خیزد
پوش آن خال را بہر خدا از دیدہ مردم	کہ مسکین مرغ غافل را بلا از دانہ می خیزد

چہ یاری باشد ایں آخر کہ ناری رحم بر خسرو

چہیں کز درد وی افغان ز صد بیگانہ می خیزد^{۳۲۵}

(ترجمہ) (۱) سب لوگوں کو جام شراب سے نشہ ہوتا ہے لیکن میری دیوانگی ساقی کی مست آنکھوں سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) اے گریہ آج کی شب مجھے گرم آہوں سے راحت حاصل ہے زیادہ پریشان نہ کر۔ یہ آگ جو خانہ دل میں بھڑک اٹھی ہے، میں اسی میں جلنے پر خوش ہوں۔

(۳) میں تمام رات خیال کو اپنے غم کی کہانی سناتا ہوں۔ اسی کہانی سنانے کے سبب مجھے نیند نہیں آتی۔

(۴) جب محبوب کا خیال میرے دل میں گشت کرنے لگا تو میں نے پوچھا کس کی تلاش ہے؟ اس نے جواب دیا محبت کی گھاس ویران دل ہی میں نشوونما پاتی ہے۔

(۵) اے پری چہروں کی شمع! مجھے تو نے نہیں جلایا، میں اپنے آپ جل اٹھا ہوں کیونکہ پروانے کی جان کو

ہلاک کرنے والی آگ خود پروانے کے دل سے بھڑکتی ہے۔

(۶) خدا کے لیے اے محبوب اپنے تل کو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر لے کیونکہ مسکین اور غافل پرندہ دانہ دیکھ کر بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

(۷) اے محبوب یہ کیسی دوستی ہے کہ خسرو پر تجھے رحم نہیں آتا حالانکہ اس کے درد و غم کے اثر سے ہزاروں بیگانوں کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔

خواجه شمس الدین قدس سرہ^{۳۲۶}

آپ اپنے زمانے کے فاضل لوگوں میں تھے۔ میر کے بھانجے تھے اور اس قول کے مطابق کہ الولد الخلال یشب الخال جائز فرزند ماموں کے طور طریقے اختیار کرتا ہے، آپ بھی حضرت امیر خسرو کی طرح شیخ نظام الدین اولیاء کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے اور حضرت سے بے حد اعتقاد اور اخلاص رکھتے تھے۔ شیخ سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ نماز کے وقت جماعت کی صف سے سر نکال کر جب تک سلطان المشائخ کے روئے مبارک کو نہ دیکھ لیتے نیت نہ باندھتے، گویا حضرت امیر خسرو کے اس شعر پر عمل کرتے تھے۔

در اشہای نماز ای جان نظر بر قامت دارم - مگر از قامتِ نبوت قبول افتد نماز من

(ترجمہ) اے محبوب نماز میں میری نگاہ تیرے قامت پر جمی رہتی ہے۔ شاید اس حسین قامت کے صدقے میں میری نماز قبول ہو جائے

سیر الاولیاء کے مصنف نے بیان کیا ہے کہ جب آپ پر مرض عشق کا بہت غلبہ ہوا تو آپ نے چاہا کہ محبوب پر جان قربان کر دوں۔ لوگوں نے حضرت سلطان المشائخ کو خبر پہنچائی کہ خواجه شمس الدین راہ محبت میں جان کی بازی لگانے والے ہیں۔ حضرت یہ خبر سن کر آپ کی عیادت کے لیے روانہ ہوئے ابھی راستے میں ہی تھے کہ لوگوں نے آپ کے انتقال کی خبر دی۔ حضرت نے فرمایا الحمد للہ دوست دوست سے جدا ہوا اس کے بعد شیخ سعدی کا یہ قطعہ زبان مبارک سے ارشاد ہوا

جان در قدم تو ریخت سعدی

این منزلت از خدای می خواست

خواہی کہ دگر حیات یا بد

یلب ہار بلو - شہت ماست

(ترجمہ) سعدی نے جان تیرے قدموں پر نچھاور کر دی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس رتبے کا خواہشمند تھا۔ اب اگر تو

چاہتا ہے کہ اس کو حیات نو لے تو ایک بار یہ کہہ دے کہ ہم نے اسے مارا ہے۔

۳۲۹ اخبار الاخیار میں ہے کہ امیر خسرو کے مزار کے پائنتی میں جو قبر ہے لوگ اسے امیر خسرو کے بھانجے کی قبر بتاتے ہیں۔ شاید یہ قبر آپ ہی کی ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

خواجہ ضیاء الدین برنی قدس سرہ

۳۳۰ آپ شیخ نظام الدین اولیا کے مقبول اور منظور نظر لوگوں میں سے تھے اور حضرت کے بہت ہی مخلص اور معتقد مریدوں میں شامل تھے۔ ظاہری فضائل و کمالات کے حامل تھے اور لطافت و ظرافت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ ان اوصاف کے ساتھ ساتھ گروہ صوفیہ کے پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق سے بہرہ مند تھے۔ اپنی ان ہی خوبیوں کے سبب خاص و عام میں مقبول تھے۔ آپ جس مجلس میں ہوتے سب کی توجہ کا مرکز بنے رہتے۔ اہل مجلس آپ کی رون افزا باتیں سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ آپ نے عالموں، درویشوں اور شاعروں کی صحبت سے کامل استفادہ کیا تھا اور سلطان المشائخ کے قرب اور حضرت کی عنایت کے ساتھ مخصوص رہے۔

۳۳۱ امیر خسرو اور امیر حسن سے آپ کی گہری دوستی تھی۔ عارف جام علیہ الرحمۃ نے نغمات میں آپ کا قول نقل کیا ہے کہ "مجھے سالہا سال تک امیر خسرو اور امیر حسن کی دوستی کی نعمت حاصل رہی نہ وہ مجھ سے ملے بغیر رہ سکتے تھے اور نہ میں ان کی صحبت کے بغیر رہ سکتا تھا۔ میرے واسطے سے ان دونوں استادوں کے درمیان اس قدر گہری دوستی اور محبت قائم ہوئی کہ ایک دوسرے کے گھر آنے جانے لگے۔ میں نے اعلیٰ درجے کے اخلاق، لطافت و ظرافت، عقل کی پختگی، صوفیوں کی روش، صبر و قناعت، اعتقاد کی پاکیزگی، دنیا سے بے تعلق، ظاہری اسباب کے بغیر خوش خوش زندگی گزارنے میں حسن دہلوی جیسے شخص بہت کم دیکھے۔ مجلس میں ان کی شیریں کلامی عروج پر ہوتی۔ وہ مجلس میں شائستگی اور ادب کا بے حد پاس و لحاظ رکھتے تھے۔ مجھے ان کی مجلس میں جس قدر راحت حاصل ہوئی اتنی کسی مجلس میں حاصل نہیں ہوئی۔ ان دونوں استادوں میں بہت زیادہ محبت کے سبب آپس میں مزاح بھی ہوتا رہتا تھا اور وہ شعر میں ایک دوسرے کو مخاطب بھی کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن فرماتے ہیں

خسرو از راہِ کرم پذیرد آنچہ من بندہ حسن می گویم

مخنم چون سخن خسرو نیست سخن انیست کہ من می گویم

(ترجمہ) میں بندہ حسن جو شعر کہتا ہوں امیر خسرو بڑی عنایت سے اسے قبول فرماتے ہیں

درد میرا کلام خسرو کے کلام کی مانند نہیں ہے۔ میں یہ حقیقت ظاہر کیے دیتا ہوں

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ اپنے زمانے کے فاضل لوگوں میں سے تھے اور شیخ نظام الدین کے حلقے ارادت میں شامل تھے۔ بلند ہمت تھے اور آپ نے فقیری و درویشی کی خاصی راہ طے کی تھی لیکن عمر کے آخری دور میں کچھ تو لطافت طبع اور مصاحبت کے فن میں مہارت کے سبب اور کچھ "ای روشنی طبع تو برمن بلا شدی" (اے طبیعت کی روشنی تو مجھ پر بلا بن کر گری) کا تقاضہ تھا کہ اپنی رضا سے یا باہر مجبوری سلطان محمد تغلق کی قید ملازمت میں گرفتار ہو گئے جو بہت جرات مند، بے باک اور خونریز طبیعت کا حامل تھا اور مشائخ کے گروہ سے بغض رکھنے والا بادشاہ تھا۔ بہر حال اس زمانے میں دنیادی عیش و راحت کا بہت زیادہ حصہ آپ کو حاصل ہوا۔

سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد سلطان فیروز شاہ کے عہد میں کہ تمام ملک اس کے عمل و احسان سے گلستان ہو گیا تھا، آپ نے ملازمت سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور صرف اسی قدر معاش پر قناعت کر لی جس سے ضروریات زندگی پوری ہو جائیں۔ خود کو تصنیف و تالیف کے کام تک محدود کر لیا اور بہت کم مدت میں "شمائے محمدی"، "صلوت کبیر"، "عنایت نامہ الہی"، "ماثر سادات" اور "تاریخ فیروز شاہی" جیسی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے علاوہ بھی آپ کی دوسری تصانیف مثلاً "حسرت نامہ" وغیرہ ہیں۔

بالآخر آپ نے سلطان المشائخ کی صحبت و مرحمت کی برکت سے سب سے الگ تھلک اور عاشقانہ انداز میں رحلت فرمائی۔ اس دنیا سے اس حد تک تنہا اور پاک و صاف رخصت ہونے کہ بدن لے کرے بھی راہ مولا میں خیرات کر دیے چنانچہ آپ کے جنازے پر وہ بویا جو خیرات کرنے سے بچ گیا تھا ڈالا گیا۔ اس کے علاوہ گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ شیخ نظام الدین کے مزار اقدس کے قریب آپ مدفون ہوئے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ حضرت نظام الاولیا کے زمانہ مبارک میں تین شخص منیا نام لے تھے۔ برنی، نجمی اور سنائی۔ پہلے شیخ کے مرید و معتقد تھے، دوسرے نہ معتقد نہ منکر غیر جانب دار رہے، تیسرے شیخ کی بزرگی کا انکار کرتے تھے چنانچہ کہتے ہیں

برنی و نجمی و سنائی نام این ہر سہ تن منیا بودہ

اولین معتقد بہمن منکر ثانی ازہر دو بے نوا بودہ

(ترجمہ) برنی، نجمی اور سنائی ان تینوں اشخاص لے نام منیا تھا۔

پہلے معتقد اور آخری مخالف تھے اور درمیان والے ہردو سے غلجہ اور نادموش تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تینوں حضرات سخن پرور اور دین و دیانت لے حامل تھے۔

مولانا ضیاء الدین سنائی قدس سرہ

آپ زہد و تقویٰ اور پرہیزگار میں یکتائے زمانہ تھے اور دیانت و امانت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔
راہ شریعت میں آپ کا قدم مضبوط اور مستحکم تھا۔ آپ سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ شیخ کو سماع سے منع
کرتے اور اس امر میں سخت احتساب کرتے تھے بلکہ سخت کلمات تک کہ دیتے تھے لیکن سلطان المشائخ کا رویہ
آپ سے ہمیشہ ادب، نرمی، تعظیم اور توقیر کا رہا اور حضرت نے ادب کے درجوں میں سے کوئی درجہ نظر انداز
نہ فرمایا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو سلطان المشائخ پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا افسوس ایک ہستی
شریعت کی حامی تھی وہ بھی نہ رہی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ شیخ شرف الدین پانی پتی جنہیں بو علی قلندر بھی کہتے ہیں ان کی
سوتھیں خاصی دراز ہو گئی تھیں۔ کسی شخص کو یہ مجال نہ تھی کہ انہیں سوتھیں کتروانے کا حکم دیتا۔ آپ نے
چونکہ شریعت کی زرہ پہن رکھی تھی۔ ایک ہاتھ میں قینچی لی اور دوسرے ہاتھ سے ڈاڑھی پکڑی اور بو علی قلندر کی
سوتھیں کتر دیں۔ اس واقعہ کے بعد وہ ہمیشہ اپنی ڈاڑھی کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ڈاڑھی شریعت
محمدی کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ جب آپ مرض الموت میں تھے تو شیخ نظام الاولیا آپ کی مزاج پرسی
کے لیے آپ کی فیام گاد پر تشریف لے گئے۔ جب آپ نے حضرت کی تشریف آوری کے بارے میں سنا تو اپنا
عمامہ حضرت کے قدموں میں بچھا دیا۔ حضرت نے عمامہ اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور آپ کے سامنے بیٹھ
گئے۔ آپ بوجہ شرمندگی حضرت سے آنکھیں چار نہ کر سکے۔ جب سلطان المشائخ عیادت کے بعد باہر آئے تو
گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

ان اوراق کا لکھنے والا عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اس وقت دہلی میں آپ کی قبر کی نام و نشان موجود
نہیں ہے لیکن مشائخ ہند کے تذکرہ نگاروں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قبر شریف دہلی ہی میں تھی
لیکن اب منہدم ہو گئی ہے۔ بہر حال حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ آپ کی ایک تصنیف ہے جس کا نام
"نصاب الاحتساب" ہے جس میں ادب و احتساب کے مشکل مسائل بیان کیے گئے ہیں اور سنت کے احکام
اور بدعت کی اقسام پر مشتمل ہے۔

خواجہ موید الدین قدس سرہ

۳۳۶ آپ کا ظاہر پاکیزگی سے آراستہ اور باطن محبت الہی سے مزین تھا۔ زہد و تقویٰ اور خالص اعتقاد رکھنے والے بزرگ تھے۔ دنیاوی معاملات سے قطعی طور پر بے تعلق ہو چکے تھے۔

ابتدائے عمر میں آپ کار دنیا میں مشغول رہے۔ آپ اعلیٰ منصب کے امیر اور امیر زادے تھے۔ جس زمانے میں علاء الدین کڑہ کا حاکم تھا، آپ کو اس کے حضور میں کامل اعتماد حاصل تھا۔ آپ نے اس کے لیے کارہائے نمایاں بھی سرانجام دیے۔ بالاخر جب ابدی سعادت آپ کی یاروددگار ہوئی تو آپ شیخ نظام الدین اولیا کے مرید ہو گئے اور اپنی مرضی اور اختیار سے کار دنیا سے دست بردار ہو گئے اور دنیا کا خیر دل سے منہ دیا۔ جب سلطان علاء الدین تخت پر بیٹھا تو اس نے آپ کو طلب کیا۔ اسے بتایا گیا کہ آپ شیخ نظام الدین کے مریدوں میں داخل ہو گئے ہیں اور دنیا کو بالکل تہ تیغ دیا ہے۔ بادشاہ نے شیخ سے درخواست کی کہ وہ موید الدین کو رخصت فرمادیں تاکہ جو معاملات ہمیں درپیش ہیں ان کو سرانجام دے سکیں۔ شیخ نے جواب فرمایا کہ ان کو دوسرا کام درپیش ہے وہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ سلطان کے خادم کو یہ جواب دیا۔ اس نے کہا مخدوم آپ سب کو اپنے جیسا بنانے چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: ایسا جب تک ہوتا ہے کہ پہلے سے بہتر بنانا چاہتا ہوں۔ جب سلطان کو حضرت کا جواب سنایا گیا تو اس نے آپ کو رخصت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ساحب سیر الاولیا کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ نے از قادیان اور سے لکھنؤ کے بزرگ تھے۔ خوب صورت اور خوب سیرت تھے۔ آپ کی قبر سلطان لطف علی مہرانی پر مبنی ہے۔ خدمت گاروں کے درمیان ہے۔

شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہ

آپ شیخ نظام الدین اولیا کے بلند مرتبہ مریدوں میں شامل تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت سے بہرہ مند تھے۔ آپ کی ذات میں اہل شہادت اور اہل طریقت کی خوبیاں موجود تھیں۔ ان میں شہادت و زہدیت کا شرف آپ کو حاصل تھا اور شیخ کی نظر خاص سے بہرہ مند اور منعم تھے۔

سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ میں نے شیخ نظام الدین شیرازی کو سلطان المشائخ کی وفات کے بعد جب آپ اودھ سے تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت کے احاطے میں مقیم تھے، دیکھا ہے۔ آپ کا ظاہر و باطن درویشوں کے قلوب کے اوصاف سے مزین تھا۔ کوئی علمی مسئلہ درپیش ہوتا اور آپ اس پر بحث کرتے تو مسئلے کے تمام پہلوؤں کے واضح فرما دیتے۔ اہل تصوف کی راہ روش سے خوب واقف تھے۔ سماع کا بے حد شوق تھا۔ جماعت خانے میں قوالوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ ہوتی۔ اس سے ہر روز کسی وقت سماع ضرور سنتے۔ آخری عمر میں آپ نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی قبر اپنے گھر کے قریب سلطان علاء الدین کے قلعے کے اندر ہے۔

شیخ عثمان سیاح قدس سرہ

آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مرید تھے۔ جو اپنے دادا شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کے خلیفہ تھے۔ شیخ بہاء الدین، شیخ شہاب الدین سروردی کے خلیفہ تھے۔ شیخ شہاب الدین کو اپنے چچا شیخ نجیب الدین سے نسبت باطنی حاصل ہوئی تھی۔ شیخ نجیب الدین، شیخ احمد غزالی کے خلیفہ تھے۔ وہ شیخ ابوبکر نساج کے اور وہ شیخ ابوالقاسم گرگانی کے خلیفہ تھے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی تین واسطوں سے جنید بغدادی سے منسلک ہو جاتے ہیں یعنی ابو عثمان مغربی، ابو علی کاتب، ابو علی رودباری پھر جنید بغدادی۔ جنید کو سری سقطی سے خلافت ملی۔ انھیں معروف کرنی سے فرقہ خلافت ملا۔ معروف کرنی کو دو طرف سے خلافت حاصل ہوئی۔ ایک بہ واسطہ شاہ خراسان ائمہ معصومین سے اور دوسرا بہ واسطہ داؤد طائی، حبیب عمی، حسن بصری اور علی بن ابی طالب سے۔

آپ کے (شیخ عثمان سیاح کے) سلسلے میں سماع کی ممانعت ہے لیکن آپ سماع کا خاصہ ذوق رکھتے تھے اور شیخ نصیر الدین کی مجلس میں سماع سنتے تھے۔ عشق و محبت کی کیفیات کا کامل حصہ آپ کو نصیب ہوا تھا۔ آپ کا اصل وطن دہلی تھا۔ کچھ عرصے سیر و سیاحت کی، پھر دہلی آگئے اور یہیں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا عرس دس ذی قعد کو ہوتا ہے۔ آپ کا مزار قدیم دہلی کے کھنڈرات میں ہفت پل کے قریب ہے جسے محمد تغلق نے تعمیر کرایا تھا۔

شیخ شہاب الدین حق گو قدس سرہ

آپ اپنے والد بزرگوار (فخر الدین زاہدی) کے مرید اور خلیفہ تھے۔ صاحب دیانت و امانت تھے۔ سیاحت اور جگہ جگہ گھومنے پھرنے کا شوق تھا۔ آپ کے والد کو یہ بات پسند نہ تھی چنانچہ آپ کو مقصود حقیقی اپنے والد کی خدمت میں رہنے سے حاصل ہوا۔

کہتے ہیں کہ جب شیخ شہاب الدین دہلی تشریف لائے تو شہر کے لوگوں نے ان کے حال پر خاص توجہ نہ دی جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں ایک گونہ جوش آگیا۔ اسی کیفیت میں آپ نے فرمایا، میں اس ملک کی بادشاہت بیچتا ہوں کوئی ہے جو خریدے؟ سلطان محمد تغلق کو خبر ہوئی تو عاجزی کر کے سلطنت کا خریدار بن گیا۔ چوں کہ نیاز مندی سے پیش آیا تھا، آپ نے ملک کی بادشاہت اس کو بخش دی چنانچہ کچھ عرصے بعد ملک ہندوستان کی بادشاہت اس کو حاصل ہو گئی۔ مقصد حاصل ہونے کے بعد اس نے ظلم و جبر کرنا شروع کر دیا۔ بہت سے علما اور مشائخ کو قتل کرایا اور شہاب الاولیا کو بھی شہید کر دیا۔

آپ کے قتل کا یہ سبب بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان محمد تغلق کی مست جوانی کے غرور میں اقتدار کا نشہ شامل ہو گیا تو اس نے اپنی مملکت کے نامور لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ مثل ختم ولایت کے ناروا ہے۔ اس نے اس بارے میں فتویٰ طلب کیا۔ تمام بزرگ اس لایعنی بات سے تشویش میں پڑ گئے اور انہوں نے کہا کہ شیخ شہاب الدین زاہدی ہمارے بڑے ہیں انہیں طلب کیا جائے تاکہ ایک متفقہ جواب دیا جاسکے۔ آپ کو دربار میں بلایا گیا۔ آپ ان باتوں کو سن کر بہت برا فروخت ہوئے اور آپ سے باہر ہو گئے۔ جوتی اتار کر بادشاہ کے منہ پر دے ماری تاکہ ذلیل ہو کر نہ مارے جائیں چنانچہ محمد شاہ اس ذلت پر سخت برہم ہوا اور حکم دیا کہ آپ کو قلعہ کی دیوار سے خندق میں پھینک دیا جائے۔ دو مرتبہ آپ کو پھینکا گیا لیکن آپ محفوظ رہے۔ اس وقت آپ کے والد فخر الدین کی مثالی صورت ظاہر ہوئی اور آپ کو اپنی حفاظت سے منع فرمایا اور اس سرانے فانی سے ملک جاودانی میں سفر کرنے کی تلقین کی۔ اس واقعہ کے پیش نظر آپ کو - حق گو - کا لقب دیا گیا۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ آپ کو - حق گو - کا لقب اس وجہ سے ملا کہ جب سلطان محمد تغلق نے عام حکم جاری کیا کہ اسے محمد عادل کہا جائے تو آپ نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہم ظالموں کو عادل نہیں کہیں گے۔ سلطان آپ کی اس بات سے سخت غضب ناک ہوا اور آپ کو قلعہ دہلی سے نیچے گرا کر مروا دیا۔ آپ کی قبر بھی قلعے کے نیچے ہے۔

آپ کے والد فخر الدین زاہدی کے نام سے مشہور تھے۔ اپنے زمانے کے زاہد اور متقی لوگوں اور

خاص کر قطب الدین بختیار کے زمانہ مبارک کے بزرگوں میں شامل تھے۔ سکندر ذوالقرنین کی اولاد میں تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سامان سے لدی ہوئی کشتی دریائے جہنا میں غرق ہو گئی۔ سامان کا مالک پریشان حال خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ دریا کا یہ کنارہ فقیر کو سپرد کیا گیا ہے اور دوسرا کنارہ برادر فخر الدین کے تصرف میں ہے تم ان کے پاس جاؤ۔ سارے آفت رسیدہ مولانا فخر الدین کے آستانے پر نالہ و فریاد کرنے لگے۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر دیا کہ دریا میں ڈال دیں۔ جوں ہی رقعہ پانی میں ڈوبا کشتی مع مال و اسباب پانی کی سطح پر آگئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ چالیس آدمی ان کے پاس سے گزرے اور آپ کی پیشانی پر کلمہ طیبہ کے نقوش دیکھ کر پکار اٹھے کہ اس شہر پر بلا نازل ہو چکی تھی لیکن یہ شہر اس زاہد کی حمایت میں ہے اس لیے تباہی سے بچ گیا۔ ان کا مزار میرٹھ میں ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا انتقال سلطان ناصر الدین کے عہد میں ہوا۔

سلطان ناصر الدین سلطان شمس الدین التتمش کا فرزند تھا۔ یہ بادشاہ نرم دل، بخشش کرنے والا اور اولیاء اللہ کے پاکیزہ اخلاق کا حامل اور بادشاہوں کے اوصاف سے آراستہ تھا۔ اس دور کے تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گذشتہ سلاطین میں کوئی بادشاہ اس قدر ظاہری اور باطنی خوبیاں رکھنے والا نہیں گزرا جیسا سلطان ناصر الدین تھا۔ وہ ۶۳۰ھ کی ابتدا میں تخت نشین ہوا۔ معاشرے کے تمام طبقے اس کے حسن انتظام سے فخر تھے۔ اس نے بیس سال حکومت کی اور ۶۶۶ھ میں عالم فانی سے رخصت ہو کر گلشن روحانی میں چلا گیا۔

شیخ صدر الدین حکیم قدس سرہ^{۳۵۵}

آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے آشنا اور راہ طریقت کے محقق تھے۔ علاوہ ازیں طب کے فن میں آپ کو کامل مہارت حاصل تھی۔ شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کے اعلیٰ اصحاب اور عظیم خلفا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اس فضیلت کے علاوہ آپ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے بھی منظور نظر تھے۔

آپ کے والد کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور شیخ نظام الدین کے مریدوں میں داخل تھے۔ بہت عمر گزر چکی تھی لیکن بیٹے کی نعمت سے محروم تھے اور اسی سبب سے غمزدہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ اچھی کیفیت میں تھے اور وقت اچھا تھا، شیخ نے اپنی پشت آپ کے والد کی پشت سے رگڑی اور فرزند سعادت مند کی خوش خبری دی چونکہ آپ کے والد کا اعتقاد پختہ تھا، وجود ضعیف العمری کے بیٹے کی خواہش میں بیوی کے پاس گئے۔ حق تعالیٰ نے انھیں فرزند عطا کیا۔ آپ پیدا ہوئے تو والد آپ کو شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت نے آپ کو

گود میں لیا جب تک آپ حضرت کی گود میں رہے، آپ شعوری طور پر، جو بالکل نمایاں تھا، حضرت کے چہرے کو دیکھتے رہے حاضرین مجلس آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ شیخ نے اپنے جبہ مبارک سے ایک ٹکڑا علاحدہ کیا اور اپنے ہاتھ سے فرقہ سیا اور اسے شیخ نصیر الدین کے سپرد فرمایا اور اس نو مولود کے بلند درجات کے بارے میں پیش گوئی فرمائی۔ چنانچہ جب آپ بڑے ہوئے تو تحصیل علم کے بعد شیخ نصیر الدین کے مرید ہو گئے۔ ریاضتیں کیں اور درجہ کمال کو پہنچے۔ اس کے علاوہ حکمت سے بھی واقفیت حاصل کی۔

۳۵۶

اخبار الاخیار میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ کو پریاں اپنے کسی ہم جنس کے علان کے لیے اڑا کر لے گئی تھیں۔ علان سے مریض کو شفا حاصل ہوئی۔ پریوں نے ایک خط آپ کو دیا کہ فلاں محلے میں ایک کتا ہے یہ اسے لیجا کر دکھائیے۔ جب آپ نے وہ خط اس کتے کو دکھایا تو وہ فوراً اٹھ کر چلنے لگا اور آخر میں ایک قطعہ پر کھڑا ہو گیا۔ وہاں اپنے بچوں سے زمین کھودی اور اس جگہ گڑے ہوئے خزانے لینے کا اشارہ کیا۔ چونکہ درویشوں کی ہمت بلند ہوتی ہے، آپ نے اس خزانے کی طرف توجہ نہیں کی اور گھر آئے۔ آپ کی دوسری بیٹی میں ہوئی اور قبر قلعہ علانی میں ہے۔ آپ کے خطوط بھی ہیں جن میں معرفت اور حقیقت کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان ہی میں سے چند باتیں سات کلمات کی صورت میں تحریر کی جاتی ہیں۔

۳۵۷

کلمہ ۱ ایک مکتوب میں عقبات (دشوار گزار راستہ) کے عنوان سے یہ منضمون تحریر فرمائی ہے کہ شہوت، پیٹ اور فرج کے مرض کا علان (اس حدیث پاک کی معجون سے یہ بات) الشیطان لبحری من ابن آدم مجری الدم، فضیقو مجاریہ بالجوع والعطش اور الجوع طعام الصدیقین کے دسترخوان سے غذا حاصل کی جائے اور الصوم لی وانا اجزی بہ کے (پاب و شیرین) اثر سے پانی پیا جائے تاکہ تمہیں اس روحانی بیماری سے شفا ملے گی حاصل ہو۔

کلمہ ۲ اسی مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ اپنی اور اپنے متعلقین کی بلاست کا ثمر یہ ہے کہ اس غم کو اس آیت پاک میں دی سنی بشارت سے دور کیا جائے، و من یخرج من بیتہ مهاجر الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ یعنی اور جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہو اور اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرے گا پھر اس کو موت آئے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گا۔ تعالیٰ کے ذمے۔ اس امر کا یقین کر لینا چاہیے کہ زندگی اور رزق قسمت کے مطابق اور مقدر ہے۔ اگر کوئی ترک کرنے، دوزخ و عذاب کرنے، حاصل کرنے اور منع کرنے سے گریز نہیں کرتا، بلکہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے، تو بھی شہنشاہوں سے مشروط نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنی زندگی اور رزق کی قسمت سے اپنے

- ۱۔ شیطان انسان کے لیے، اس طرح اذیتا ہے جسے وہاں میں توں میں سے وہاں سے وہاں سے وہاں سے
- ۲۔ بھول صدیقین کا طعام ہے۔
- ۳۔ روزہ دینے والے سے اور میں ہی میں ہی ہوں۔

دولت مند اور محتاج دونوں اللہ رب العزت کے بندے ہیں۔ تمہارا اور ان کا رزق اللہ کے ذمے ہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔ وما من دابة في الارض الا على الله رزقها اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔

کلمہ ۲ یہ بھی مکتوب میں ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر مال اور منصب کے ذلت و خواری ہے تو دشمن کے سر پر ان العزة لله و لرسوله و للمؤمنين کی تلوار سے وار کر اور من يتوكل على الله فهو حسبه کے تیر سے اس کے سینہ کو نشانہ بنا اور الیس اللہ بکاف عبده کے خنجر سے اس کے شر کو مٹا دے اور بباغ و بل اعلان کر دے:

بادوست کبج فقر بشت است و بوستاں بی دوست خاک بر سر جاہ و تو نگری

(ترجمہ) دوست کے ساتھ فقیری گوشہ بھی بشت و بوستاں ہے۔ دوست ساتھ نہیں تو دولت اور اقتدار کے سر پر خاک۔

کلمہ ۳ ایک اور عقبہ (مشکل مرحلہ) کو دفع کرنے سے متعلق فرمایا اگر اہل و عیال زیادہ نان نفقہ کے لیے اصرار کریں تو اس آیہ مبارکہ سے مرحلے کو طے کیا جائے۔ قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیوة الدنیا و زینتها فتعالین امتعکن و اسپرھکن سراھا۔^{۳۶۹} (اپنی ازدواج سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کو دنیاوی زیب و زینت درکار ہے تو آؤ میں تم کو سامان اور نان نفقہ دے کر اپنے گھر سے رخصت کر دوں) اگر سالک اپنے کام میں سچا ہے تو اہل و عیال اس سے موافقت کریں گے اور اس کے رستے پر چلیں گے اور اس کی صحبت کا اثر اہل و عیال کی طبیعت پر ضرور پڑے گا۔

کلمہ ۴ مخلوق کے اعتقاد اور ان کی نیاز مندی (سے تکبر کے خطرے) کو لاجل اور لیس فی الوجود الا اللہ (سوائے اللہ کے کوئی وجود نہیں ہے) سے دور کیا جائے اور اپنے آپ کو مردے کی مثل سمجھنا چاہیے اور مخلوق کو لکڑی پتھر خیال کرنا چاہیے اور اس پر کامل ایمان ہونا چاہیے۔ لا یملکون انفسہم ضرا ولا نفعاً ولا موتاً ولا حیوة ولا نشوراً۔^{۳۷۰} جو اس یقین کے ساتھ زندگی گزارتا ہے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں سوچ سکتا کہ اس کی ذات سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

۱۔ عزت تو حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے۔

۲۔ جس نے اللہ پر بھروسہ کیا سو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

۳۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔

۴۔ خود اپنے لیے نہ کسی نقصان (کے رفع کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور نہ کسی کے مرنے کا

اختیار رکھتے ہیں نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جیلنے کا۔

کلمہ ۶ اسی خط میں مرقوم ہے کہ اپنے والدین سے نرمی اور ادب سے گفتگو کی جائے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کیے جائیں۔ اگر عزیز رشتہ دار تمہیں اس روش سے باز رکھنا چاہیں تو صاف صاف کہہ دیا جائے:

نہ ہری تو مرا راہِ خویش گیر و برد ترا سعادت بادا مرا نگون ساری

(ترجمہ) آپ کا راستہ اور ہے اور میرا اور۔ آپ اپنے رستے پر چلتے رہیں۔ آپ کو دولت و عزت مبارک ہو میں اپنی بد حالی پر خوش ہوں۔

کلمہ ۷ یہ بات اٹلے شدہ ہے کہ کسی شخص کو اپنی آخرت اور خاتمہ کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کی عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئی یا رد کر دی گئی کیونکہ توفیق تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اس حقیقت کو دل میں بٹھا لینا چاہیے اور بار بار دہراتے رہنا چاہیے۔ اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر بلا سے محفوظ رہو گے۔

شیخ فخر الدین ثانی قدس سرہ

آپ شہر دہلی کے اہل علم بزرگوں میں تھے اور شیخ شہاب الدین حق گو کے جانشین تھے۔ بین النیا جاتا ہے کہ جب مخدوم جہانیاں فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اُج سے دہلی تشریف لائے تو بادشاہ وقت ان کے نور دیدار کے سبب ان کا بہت زیادہ معتمد ہو گیا اور اپنے دست ارادت سے ان کا دامن پکڑ لیا۔

دوسرے دن مخدوم جہانیاں آپ سے ملاقات کرنے کے لیے آپ کی خانقاہ میں تشریف لائے۔ آپ کا دستور تھا کہ آپ کاغذ کے چند ٹکڑے جن پر "کون چاہیے" اور "نہ کرنا چاہیے" تحریر تھا، اپنے سامنے رکھتے تھے۔ ہر کام کے لیے اسے کھول کر دیکھتے۔ اگر حکمرانی پر پتی نکل آتی تو اس کا مہ لوانا جو دیتے اور ممانعت کی پر پتی نکل آتی تو قطعی طور پر وہ کام نہ کرتے۔ چنانچہ آپ نے سی مرتبہ مخدوم سے ملاقات کرنے کا استخارہ کیا۔ پہلی مرتبہ "نہ کرو" کا اشارہ ہوا۔ آپ نے نہایت عجز و انصر لے ساتھ عرض کیا۔ "ان مخدوموں کی خدمت میں حاضری کا حکم نہیں ہے۔ جب اجازت ہوگی تو اپنے خانہ دل کی خدمت کو مخدوم لے لو۔ یہ سب امور ہوں گے۔" نچار مخدوم بغیر ملاقات لیے واپس ہوئے۔ چنانچہ آپ کو بھی مخدوم سے ملاقات کرنے کا زبرد اشتیاق تھا۔ آپ نے دوسری بار استخارہ لیا، اس بار اجازت مل سی۔ آپ اسی وقت پیدہ پاروانہ ہوئے اور اپنی حاضرانی کی اطلاع کرائی۔ مخدوم کو جب اطلاع ہوئی کہ آپ پیچھے ہی آ رہے ہیں تو وہیں ٹہرے اور پہلی سے نکل آئے۔

آپ کے طریقہ پر تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ درویش کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کوئی کام نہ کرے۔ بہر حال مصافحہ کرنے کے بعد مخدوم نے بغل گیر ہونے کا قصد کیا لیکن آپ کو یہ بات پہلے ہی معلوم تھی کہ مخدوم جس سے بغل گیر ہوتے ہیں اس کی قلبی کیفیات کو سلب کر لیتے ہیں۔ چنانچہ مخدوم سے بغل گیر ہونے سے اپنے آپ کو باز رکھا اور عذر خواہی کرتے ہوئے عرض کیا کہ میرے فرزند زیادہ ہیں اور نعمت باطنی کم ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ **هَذَا اخي له تسع و تسعون نعمة ولي نعمة واحدة فقال اكفليتها** یعنی یہ شخص میرا بھائی ہے، اس کے پائے ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دہی ہے سو یہ کھتا ہے وہ بھی مجھے دے ڈال۔ مخدوم مسکرا دیے اور آپ کے فرزندوں کو خود اپنی باطنی نسبت سے بہرہ مند فرمایا اور ہر ایک کو علاحدہ علاحدہ علاقے عنایت فرمائے، چنانچہ شیخ بہاء الدین گنج رواں کو کاپی، شیخ صدر الدین کو جونپور اور شیخ بدر الدین کو بہار کے علاقوں کی رشد و ہدایت کا کام تفویض فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک بزرگ نے ان صوبوں میں ہدایت کا علم بلند کیا۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔

سید یوسف الحسینی قدس سرہ

آپ کے والد کا اسم شریف سید جمال تھا۔ سید جمال خانوادہ سادات میں معتبر تھے۔ آپ کے فرزند سید یوسف صاحب علم و فضل اور کامل و عارف تھے۔ سلطان فیروز شاہ انار اللہ برہانہ نے آپ کے لیے ایک مدرسہ علانی حوض خاص کے پاس تعمیر کرا دیا تھا۔ اس کا مقبرہ بھی وہیں ہے۔ آپ اس مدرسے میں طویل عرصے تک درس دیتے رہے اور تدریسی فرائض کے سلسلے میں آپ کا قیام فیروز شاہ کے سال وفات تک، اسی مدرسے میں رہا۔ ۹۰ھ میں فیروز شاہ کے انتقال کے بعد آپ کا دل دنیاوی خرافات سے اچاٹ ہو گیا اور آخرت کی پاکیزگی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کا مزار حوض خاص کے سرے پر ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ ہر شب جمعہ کو خواب میں سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ اخبار الاخیار میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو مولانا جلال الدین رومی کی شاگردی کی نسبت حاصل تھی اور شارح "شمسیہ" اور "مطالع" مولانا قطب الدین رازی کے بھی آپ شاگرد تھے۔ آپ نے چند کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ منجملہ ان کی ایک مشہور تصنیف "یوسفی" ہے جو "لب الالباب" کی شرح ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور شرح "منار" پر "توحید الافکار" کے عنوان سے تحریر کی ہے۔

قاضی عبدالمقتدر شریکی قدس سرہ^{۲۸۰}

آپ کے والد کا نام قاضی رکن الدین تھا۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کے عظیم خلفا میں شامل تھے۔ آپ بے حد وسیع علم رکھنے والے عالم تھے۔ قاضی شہاب الدین آپ کے شاگردوں میں تھے۔ اس زمانے میں فصاحت و بلاغت میں کوئی عالم آپ کے ہم پلہ نہ تھا۔ لامیتہ^{۲۸۱} المعجم کے جواب میں آپ نے جو قصیدہ تحریر کیا وہ مشہور ہے اسی سے آپ کے کمال کی بلندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اپنی طالب علمی کے ابتدائی زمانے میں آپ شیخ نصیر الدین سے پڑھنے آتے تھے اور ان سے مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے تھے۔ چونکہ شیخ آپ کے میلان طبیعت سے واقف تھے اس لیے آپ کے بحث و مباحثہ کو پسند کرتے تھے اور آپ کو حصول علم کا شوق و رغبت دلاتے رہتے تھے کہ آپ ظاہری خوبیوں کی بلندیوں تک پہنچ جائیں۔ رفتہ رفتہ آپ شیخ کی خدمت میں حاضری اور صحبت کے فریفتہ ہو گئے اور ان بلندیوں تک پہنچے جہاں تک ان کی رسائی تھی۔

شیخ نصیر الدین اور ان کے خلفا کا مسلک تھا کہ علوم شریعت کی اشاعت کی جائے تاکہ اس کا فائدہ عام ہو۔ آپ اس مسلک کے مطابق ہمیشہ درس و افادہ میں مشغول رہے۔ شیخ نصیر الدین اپنے مریدوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ طالب حصول علم اور احکام شریعت کی حفاظت میں مشغول رہے۔ ان سے یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ کسی شرعی مسئلہ میں غور و فکر ان ہزار رکعتوں سے افضل ہے جس میں ریا اور غرور شامل ہو۔

آپ کی وفات ۲۶ محرم الحرام ۹۰ھ میں سلطان فتح خان ابن فیروز شاہ کے عہد میں جس نے تغلق شاہ کا لقب اختیار کیا تھا، ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھاسی سال تھی۔ آپ کا مزار حوض شمس کے جنوب کی جانب اپنے دادا اور والد کے پہلو میں ہے۔ یہ جگہ شیخ عبدالصمد کی خانقاہ کے نام سے ہے جو سلطان سلندر کے عہد کے بزرگوں میں تھے، مشہور ہے۔ یہاں شیخ عبدالصمد نے اپنے آباء اجداد کا مقبرہ تعمیر فرمایا تھا۔

فتح خاں تغلق شاہ ایک ناتجربہ کار اور زمانے کی اونچ نیچ سے ناواقف شاہزادہ تھا۔ فیروز شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور سرداروں کے متفقہ فیصلے سے تخت سلطنت پر بیٹھا گیا لیکن وہ جلد ہی عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا حتیٰ کہ معاملات سلطنت میں گڑبڑ ہونے لگی۔ اسی باعث سلطنت میں فتنوں نے سر اٹھایا اور ہر طرف بغاوت و سرکشی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ باغیوں کے ایک گروہ نے شاہزادے کو قتل کر دیا اور اس کے چند قریبی رشتہ داروں کے قتل کر دیا۔ اس نے صرف پانچ ماہ صومت لی۔

شیخ زین الدین قدس سرہ^{۲۸۲}

آپ شیخ نصیر الدین محمود کے مرید، خادم، خلیفہ اور بھانجے تھے۔ عبادت و ریاضت میں مشغول

رہتے تھے۔ آپ کا ذکر شیخ کے ملفوظات (خیرالمجالس) میں تحریر ہوا ہے۔ آپ کی قبر اس گنبد میں ہے جو شیخ نصیر الدین کے احاطے کے آخری سرے پر ہے۔ آپ کے بہت سے مرید تھے ان ہی میں "جدائین" کے مصنف مولانا داؤد تھے۔ اس کتاب میں آپ کی تعریف و توصیف بیان ہوئی ہے۔

مسعود بک قدس سرہ

آپ کی مریدی کا سلسلہ ۱۰ واسطوں سے سلطان المشائخ تک پہنچتا ہے۔ شیخ رکن الدین شیخ شہاب الدین امام کے فرزند تھے اور شیخ شہاب الدین سلطان المشائخ کے خادموں میں تھے۔ جنہیں امامت کا منصب اور حضرت کی خدمت میں اعتبار حاصل تھا۔ نسب کے اعتبار سے آپ سلطان فیروز کے قرابت داروں میں تھے۔ آپ کا اصل نام شیر خاں تھا۔ ایک مدت تک اہل دولت کی مانند پر تکلف لباس پہنتے رہے اور سلطنت کے عمدہ داروں میں شامل رہے۔ پھر یکایک اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے نے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ مال و دولت اور منصب چھوڑ کر درویشوں کے حلقے میں آ بیٹھے اور شیخ رکن الدین کے مرید ہو گئے۔ آپ پر عجیب و غریب حال اور استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

میرے مخدوم (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا ہے کہ چشتیہ سلسلے میں کسی بزرگ نے حقیقت کے راز اس قدر واضحگاف الفاظ میں بیان نہیں کیے جس قدر آپ نے بے باکانہ اور مستانہ وار بیان کیے ہیں۔ آپ شوق و مستی سے سرشار باتیں کرتے اور اکٹروں سے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے آنسو اس قدر گرم ہوتے تھے کہ اگر کسی کے ہاتھ پر ٹپکتے تو وہ اس کی تہش محسوس کرتا تھا۔ آپ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ آپ نے عین القضاہ ہمدانی کی کتاب تسمیات کے انداز پر "تسمیات" تحریر فرمائی۔ ایک دیوان اشعار بھی ہے اس کے علاوہ آپ کی ایک تصنیف "مرآة العارفین" بھی ہے۔

مختصر یہ کہ آپ اپنے زمانے میں عشق و محبت کے مشرب میں یکتا تھے۔ اس زمانے کے علما آپ سے کینہ و عناد رکھتے تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ ان علما کے فتووں کی بنیاد پر حسین منصور کی طرح قتل کیے

ہذا کلمات الصادقین کے مطبوعہ متن میں کچھ التباس محسوس ہوتا ہے۔ اصل متن اور اس کا ترجمہ پیش ہے:

اور تصانیف است۔ بر طبق تسمیات عین القضاة ہمدانی
تسمیراتی نوشتہ و دیوان شعر دارد و یکی از تصنیفات وی مسی برآة
العارفین است۔ بالجملہ در شرب عشق و محبت یگانہ وقت بودہ و
علمای روزگار را بوی نقاری تمام۔ چنانچہ گویند ہم بنتوی ایخان
آپ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ آپ نے عین القضاة
ہمدانی کی کتاب تسمیات کے انداز پر تسمیات تحریر فرمائی۔
ایک دیوان اشعار بھی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک تصنیف
مرآة العارفین ہے۔ مختصر یہ کہ آپ اپنے زمانے میں عشق و
(جہیہ لگے صلے پر)

پیدا کر۔

خواجہ نے اس بندے کے بارے میں خدا سے عہد کیا ہے کہ جب آپ بہشت میں داخل ہوں گے تو اس غلام کو اپنے ساتھ بہشت میں لے کر جائیں گے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تم میرے حق میں دعا کرو کیونکہ تمہاری زندگی میری زندگی پر موقوف ہے۔ یہ بھی دعا کرو کہ تمہیں میرے پہلو میں دفن کریں۔ یہ بات خواجہ نے کئی مرتبہ بندے سے فرمائی ہے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا۔^{۳۲۱}

سیرالاولیا اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ جس وقت سلطان المشائخ رضائے الہی کے باغوں میں تشریف لے گئے (وفات پائی) اس وقت آپ دہلی میں موجود نہ تھے بلکہ سلطان محمد تغلق کے ہمراہ بنگال کی مہم پر گئے ہوئے تھے۔ اس الم ناک واقعہ کی خبر سننے کے بعد آپ دہلی آئے۔ شدت گریہ سے روتے تھے اور فراق شیخ کا ماتم کرتے تھے۔ آپ کی حالت دیوانوں جیسی ہو گئی۔ سیاہ ماتمی لباس پہنا اور شیخ کے مزار اقدس کے سامنے بیٹھے اور فرمایا۔ اے مسلمانو! میری کیا ہستی ہے کہ ایسے بادشاہ کے لیے روؤں اور ماتم کروں میں اپنے لیے رو رہا ہوں کہ شیخ کے بعد میری زندگی نہیں ہے۔

چنانچہ آپ نے شیخ کی وفات کے بعد اٹھارہ شوال کو انتقال فرمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تین ماہ بعد بروز بدھ نو ذی القعدہ ۷۲۵ھ کو وفات پائی۔ یہی سال سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کا سال وفات ہے۔ آپ نے بادشاہ کی وفات کے نو ماہ بعد وفات پائی اور شیخ کی پائنتی میں مدفون ہوئے۔ لوگ آپ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور برکت پاتے ہیں۔ کسی فاضل شخص نے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

آن محیط فضل و دریی کمال	میر خسرو، خسرو ملک سخن
نظر اوسانی تر از آب زلال	نسر او دلکش تر از ماہ معین
طوطی شعر مقل بی مثال	بلبل داستان سرای بی قرین
چوں نہاد سرہ بزانوی فریاد	از پی تاریخ سل فوت او
دیزی شد طوطی شعر مقل	شد عدیر المشلیب تاریخ وی

(ترجمہ) امیر خسرو ملک شامی کے بادشاہ ہیں، آپ نوجوں کو احاطہ کرنے والے اور کمال کے حامل ہیں۔ نظر اوسانی تر از آب زلال ہے اور نظر آب زلال سے زیادہ صاف اور جلیں ہے۔

تند حضرت سلطان المشائخ اقدس سرہ کا وصال بروز بدھ ۱۹ رجب ثانی ۷۲۵ھ کو ہوا۔ رجب ثانی کے چوتھے دن ۱۵ رجب ۷۲۵ھ کو ہوا۔ اس لیے ذی قعدہ کو فرمایا کہ کسی کاتب کی غلطی ہے یا مصنف رتبہ لہ علیہ سے سو گیا ہے۔ (۳۲۲)

آپ اس بلبل کی مانند ہیں جس کی نغمہ ریزی بے مثل ہے اور اس طوطی کی طرح ہیں جس کی شیریں کلاہی کی کوئی نظیر نہیں۔

جب میں نے آپ کے سال وفات کی تاریخ کھنے کے لئے غور و فکر کیا (تو غیب سے میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ) ایک تاریخ "عدیم المثل" اور دوسری "طوطی شکر مقال" ہے۔

۵۷۲۵

۵۷۲۵

آپ کے روحانی تجربوں کے فوائد خواہ وہ نظم میں بیان کیے گئے ہوں یا نثر میں، ساری دنیا ان سے واقف ہے۔ لہذا اس رسالے میں انہیں تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں البتہ آپ کی ایک غزل جو اس وقت حافظے میں محفوظ ہے بطور تبرک تحریر کی جاتی ہے۔

ہر مستی خلق از ساغر و پیمانہ می خیزد	مرا دیوانگی زان نرگس مستانہ می خیزد
خوشم با آہ گرم امشب مدہ تشویشم ای گریہ	کہ خوش می سوزدم ایں آتشی کز خانہ می خیزد
ہر شب با خیال افسانہای درد می گویم	مرا ایں جملہ بی خوابی ازین افسانہ می خیزد
خیالش در دلم می گشت پر سیدم چہ می جونی	گیاہ دوستی گفتا ازین ویرانہ می خیزد
من از خود سوختم فی از تو ای شمع پری رویان	ہلاک جان پروانہ ہم از پروانہ می خیزد
پوش آن خال را بہر خدا از دیدہ مردم	کہ مسکین مرغ غافل را بلا از دانہ می خیزد

چہ یاری باشد ایں آخر کہ ناری رحم بر خسرو

چشمیں کز درد وی افغان ز صد بیگانہ می خیزد^{۳۲۵}

(ترجمہ) (۱) سب لوگوں کو جام شراب سے نشہ ہوتا ہے لیکن میری دیوانگی ساقی کی مست آنکھوں سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) اے گریہ آج کی شب مجھے گرم آہوں سے راحت حاصل ہے زیادہ پریشان نہ کر۔ یہ آگ جو خانہ دل میں بھڑک اٹھی ہے، میں اسی میں جلنے پر خوش ہوں۔

(۳) میں تمام رات خیال کو اپنے غم کی کہانی سناتا ہوں۔ اسی کہانی سنانے کے سبب مجھے نیند نہیں آتی۔

(۴) جب محبوب کا خیال میرے دل میں گشت کرنے لگا تو میں نے پوچھا کس کی تلاش ہے؟ اس نے جواب دیا محبت کی گھاس ویران دل ہی میں نشوونما پاتی ہے۔

(۵) اے پری چہرہ کی شمع! مجھے تو نے نہیں جلایا، میں اپنے آپ جل اٹھا ہوں کیونکہ پروانے کی جان کو

ہلاک کرنے والی آگ خود پروانے کے دل سے بھڑکتی ہے۔

(۶) خدا کے لیے اے محبوب اپنے تل کو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر لے کیونکہ مسکین اور غافل پرندہ دانہ دیکھ کر بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

(۷) اے محبوب یہ کیسی دوستی ہے کہ خسرو پر تجھے رحم نہیں آتا حالانکہ اس کے درد و غم کے اثر سے ہزاروں بیگانوں کی چیخیں ٹکل جاتی ہیں۔

خواجه شمس الدین قدس سرہ^{۳۲۶}

آپ اپنے زمانے کے فاضل لوگوں میں تھے۔ میر^{۳۲۷} کے بھانجے تھے اور اس قول کے مطابق کہ الولد الملل یشب الخال جائز فرزند ماموں کے طور طریقے اختیار کرتا ہے، آپ بھی حضرت امیر خسرو کی طرح شیخ نظام الدین اولیاء کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے اور حضرت سے بے حد اعتقاد اور اخلاص رکھتے تھے۔ شیخ سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ نماز کے وقت جماعت کی صف سے سر نکال کر جب تک سلطان المشائخ کے روئے مبارک کو نہ دیکھ لیتے نیت نہ باندھتے، گویا حضرت امیر خسرو کے اس شعر پر عمل کرتے تھے۔

در اشہای نماز ای جان نظر بر قامت دارم ۔ مگر از قامتِ خوبت قبول افتد نماز من

(ترجمہ) اے محبوب نماز میں میری نگاہ تیرے قامت پر جمی رہتی ہے۔ شاید اس حسین قامت کے صدقے میں میری نماز قبول ہو جائے

سیر الاولیاء کے مصنف نے بیان کیا ہے کہ جب آپ پر مرض عشق کا بہت غلبہ ہوا تو آپ نے چاہا کہ محبوب پر جان قربان کر دوں۔ لوگوں نے حضرت سلطان المشائخ کو خبر پہنچی کہ خواجه شمس الدین روئے محبت میں جان کی بازی لگانے والے ہیں۔ حضرت یہ خبر سن کر آپ کی عیادت کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ لوگوں نے آپ کے انتقال کی خبر دی۔ حضرت نے فرمایا الحمد للہ دوست دوست سے ہوا۔ اس کے بعد شیخ سعدی کا یہ قطعہ زبان مبارک سے ارشاد ہوا

جان در قدم تو ریخت سعدی

این منزلت از خدای می خواست

خواہی کہ دگر حیات یا بد

یلب بار بوی لشتہ ماست

(ترجمہ) سعدی نے جان تیرے قدموں پر نچھاور کر دی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس رتبے کا خواہشمند تھا۔ اب اگر تو

چاہتا ہے کہ اس کو حیات نوٹے تو ایک بار یہ کہہ دے کہ ہم نے اسے مارا ہے۔

اخبار الاخیار^{۳۲۹} میں ہے کہ امیر خسرو کے مزار کے پائنتی میں جو قبر ہے لوگ اسے امیر خسرو کے بھانجے کی قبر بتاتے ہیں۔ شاید یہ قبر آپ ہی کی ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

خواجہ ضیاء الدین برنی قدس سرہ

آپ شیخ نظام الدین اولیا کے مقبول اور منظور نظر لوگوں میں سے تھے اور حضرت کے بہت ہی مخلص اور معتقد مریدوں میں شامل تھے۔ ظاہری فضایل و کمالات کے حامل تھے اور لطافت و ظرافت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ ان اوصاف کے ساتھ ساتھ گروہ صوفیہ کے پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق سے بہرہ مند تھے۔ اپنی ان ہی خوبیوں کے سبب خاص و عام میں مقبول تھے۔ آپ جس مجلس میں ہوتے سب کی توجہ کا مرکز بنے رہتے۔ اہل مجلس آپ کی روح افزا باتیں سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ آپ نے عالموں، درویشوں اور شاعروں کی صحبت سے کامل استفادہ کیا تھا اور سلطان المشائخ کے قرب اور حضرت کی عنایت کے ساتھ مخصوص رہے۔

امیر خسرو اور امیر حسن سے آپ کی نگہری دوستی تھی۔ عارف جام علیہ الرحمۃ نے نغمات^{۳۳۱} میں آپ کا قول نقل کیا ہے کہ ”مجھے سالہا سال تک امیر خسرو اور امیر حسن کی دوستی کی نعمت حاصل رہی نہ وہ مجھ سے ملے بغیر رہ سکتے تھے اور نہ میں ان کی صحبت کے بغیر رہ سکتا تھا۔ میرے واسطے سے ان دونوں استادوں کے درمیان اس قدر گہری دوستی اور محبت قائم ہوئی کہ ایک دوسرے کے گھر آنے جانے لگے۔ میں نے اعلیٰ درجے کے اخلاق، لطافت و ظرافت، عقل کی پختگی، صوفیوں کی روش، صبر و قناعت، اعتقاد کی پاکیزگی، دنیا سے بے تعلق، ظاہری اسباب کے بغیر خوش خوش زندگی گزارنے میں حسن دہلوی جیسے شخص بہت کم دیکھے۔ مجلس میں ان کی شیریں کلامی عروج پر ہوتی۔ وہ مجلس میں شائستگی اور ادب کا بے حد پاس و لحاظ رکھتے تھے۔ مجھے ان کی مجلس میں جس قدر راحت حاصل ہوئی اتنی کسی مجلس میں حاصل نہیں ہوئی۔ ان دونوں استادوں میں بہت زیادہ محبت کے سبب آپس میں مزاح بھی ہوتا رہتا تھا اور وہ شعر میں ایک دوسرے کو مخاطب بھی کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن فرماتے ہیں

خسرو از راہِ کرم پذیرد آنچہ من بندہ حسن می گویم

سخنم چون سخن خسرو نیست سخن انیست کہ من می گویم

(ترجمہ) میں بندہ حسن جو شعر کہتا ہوں امیر خسرو بڑی عنایت سے اسے قبول فرماتے ہیں

ورنہ میرا کلام خسرو کے کلام کی مانند نہیں ہے۔ میں یہ حقیقت ظاہر کیے دیتا ہوں

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ اپنے زمانے کے فاضل لوگوں میں سے تھے اور شیخ نظام الدین کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ بلند ہمت تھے اور آپ نے فقیری و درویشی کی خاصی راہ طے کی تھی لیکن عمر کے آخری دور میں کچھ تو لطافت طبع اور مصاحبت کے فن میں مہارت کے سبب اور کچھ - اسی روشنی طبع تو برمن بلا شہی - (اے طبیعت کی روشنی تو مجھ پر بلا بن کر گری) کا تقاضہ تھا کہ اپنی رضا سے یا بامر مجبوری سلطان محمد تغلق کی قید ملازمت میں گرفتار ہو گئے جو بہت جرات مند، بے باک اور خونریز طبیعت کا حامل تھا اور مشائخ کے گروہ سے بغض رکھنے والا بادشاہ تھا۔ بہر حال اس زمانے میں دنیاوی عیش و راحت کا بہت زیادہ حصہ آپ کو حاصل ہوا۔

سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد سلطان فیروز شاہ کے عہد میں کہ تمام ملک اس کے عدل و احسان سے گلستان ہو گیا تھا، آپ نے ملازمت سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور صرف اسی قدر معاش پر قناعت کر لی جس سے ضروریات زندگی پوری ہو جائیں۔ خود کو تصنیف و تالیف کے کام تک محدود کر لیا اور بہت کم مدت میں - شائے محمدی -، صلوت کبیر -، عنایت نامہ الہی -، - تاثر سادات - اور - تاریخ فیروز شاہی - جیسی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے علاوہ بھی آپ کی دوسری تصانیف مثلاً - حسرت نامہ - وغیرہ ہیں۔

بالآخر آپ نے سلطان المشائخ کی صحبت و مرحمت کی برکت سے سب سے الگ تھلک اور عاشقانہ انداز میں رحلت فرمائی۔ اس دنیا سے اس حد تک تنہا اور پاک و صاف رخصت ہونے کہ بدن کے کپڑے بھی راہ مولا میں خیرات کر دیے چنانچہ آپ کے جنازے پر وہ بوریہ جو خیرات کرنے سے بچ گیا تھا ڈالا گیا۔ اس کے علاوہ گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ شیخ نظام الدین کے مزار اقدس کے قریب آپ مدفون ہوئے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ حضرت نظام الاولیا کے زمانہ مبارک میں تین شخص ضیا نام لے گئے تھے۔ برنی، نعتی اور سنای۔ پہلے شیخ کے مرید و معتقد تھے، دوسرے نہ معتقد نہ منکر غیر جانب دار رہے، تیسرے شیخ کی بزرگی کا انکار کرتے تھے چنانچہ کہتے ہیں

برنی و نعتی و سنای	نام میں ہر سہ تین ضیا بودہ
اولین معتقد پھین منکر	ثانی از ہر دو بے نوا بودہ

(ترجمہ) برنی، نعتی اور سنای ان تینوں اشخاص کے نام ضیا تھے۔

پہلے معتقد اور آخری مخالف تھے اور درمیان والے ہردو سے علاوہ اور خواہش تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تینوں حضرات سخن پرور اور دین و دیانت لے حاصل تھے۔

مولانا ضیاء الدین سنائی قدس سرہ

آپ زہد و تقویٰ اور پرہیزگار میں یکتائے زمانہ تھے اور دیانت و امانت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔
راہ شریعت میں آپ کا قدم مضبوط اور مستحکم تھا۔ آپ سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ شیخ کو سماع سے منع
کرتے اور اس امر میں سخت احتساب کرتے تھے بلکہ سخت کلمات تک کہ دیتے تھے لیکن سلطان المشائخ کا رویہ
آپ سے ہمیشہ ادب، نرمی، تعظیم اور توقیر کا رہا اور حضرت نے ادب کے درجوں میں سے کوئی درجہ نظر انداز
نہ فرمایا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو سلطان المشائخ پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا افسوس ایک ہستی
شریعت کی حامی تھی وہ بھی نہ رہی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ شیخ شرف الدین پانی پتی جنھیں بو علی قلندر بھی کہتے ہیں ان کی
سوچیں خاصی دراز ہو گئی تھیں۔ کسی شخص کو یہ مجال نہ تھی کہ انھیں موچیں کتروانے کا حکم دیتا۔ آپ نے
چونکہ شریعت کی زرہ پہن رکھی تھی۔ ایک ہاتھ میں فیضی لی اور دوسرے ہاتھ سے ڈاڑھی پکڑی اور بو علی قلندر کی
موچیں کتر دیں۔ اس واقعہ کے بعد وہ ہمیشہ اپنی ڈاڑھی کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ڈاڑھی شریعت
محمدی کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ جب آپ مرض الموت میں تھے تو شیخ نظام الاولیا آپ کی مزاج پرسی
کے لیے آپ کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ جب آپ نے حضرت کی تشریف آوری کے بارے میں سنا تو اپنا
عمامہ حضرت کے قدموں میں بچھا دیا۔ حضرت نے عمامہ اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور آپ کے سامنے بیٹھ
گئے۔ آپ بوجہ شرمندگی حضرت سے آنکھیں چار نہ کر سکے۔ جب سلطان المشائخ عیادت کے بعد باہر آئے تو
گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

ان اوراق کا لکھنے والا عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اس وقت دہلی میں آپ کی قبر کی نام و نشان موجود
نہیں ہے لیکن مشائخ ہند کے تذکرہ نگاروں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قبر شریف دہلی ہی میں تھی
لیکن اب مندم ہو گئی ہے۔ بہر حال حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ آپ کی ایک تصنیف ہے جس کا نام
"نصاب الاحتساب" ہے جس میں ادب و احتساب کے مشکل مسائل بیان کیے گئے ہیں اور سنت کے احکام
اور بدعت کی اقسام پر مشتمل ہے۔

خواجہ موید الدین قدس سرہ

آپ کا ظاہر پاکیزگی سے آراستہ اور باطن محبت الہی سے مزین تھا۔ زہد و تقویٰ اور خالص اعتقاد رکھنے والے بزرگ تھے۔ دنیاوی معاملات سے قطعی طور پر بے تعلق ہو چکے تھے۔

ابتدائے عمر میں آپ کار دنیا میں مشغول رہے۔ آپ اعلیٰ منصب کے امیر اور امیر زادے تھے۔ جس زمانے میں علاء الدین کڑہ کا حاکم تھا، آپ کو اس کے حضور میں کابل اعتماد حاصل تھا۔ آپ نے اس کے لیے کارہائے نمایاں بھی سرانجام دیے۔ بالآخر جب ابدی سعادت آپ کی یاروددگار ہوئی تو آپ شیخ نظام الدین اولیا کے مرید ہو گئے اور اپنی مرضی اور اختیار سے کار دنیا سے دست بردار ہو گئے اور دنیا کا خیال دل سے مٹا دیا۔ جب سلطان علاء الدین تخت پر بیٹھا تو اس نے آپ کو طلب کیا۔ اسے بتایا گیا کہ آپ شیخ نظام الدین کے مریدوں میں داخل ہو گئے ہیں اور دنیا کو بالکل تہ تیغ دیا ہے۔ بادشاہ نے شیخ سے درخواست کی کہ خادم موید الدین کو رخصت فرمادیں تاکہ جو معاملات ہمیں درپیش ہیں ان کو سرانجام دے سکے۔ شیخ نے جواب میں فرمایا کہ ان کو دوسرا کام درپیش ہے وہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ سلطان کے خادم کو یہ جواب دینے سے منع کیا گیا۔ اس نے کہا خادم آپ سب کو اپنے جیسا بنانے چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تک یہ بات ایسا نہ بہتر بنانا چاہتا ہوں۔ جب سلطان کو حضرت کا جواب سنایا گیا تو اس نے آپ کو حاصل کرنے کا خیال آٹک کر دیا۔

ساحب سیر الاولیا کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو دلچسپی سے دیکھا۔ آپ دراز قدم، کھڑے، کھڑے بزرگ تھے۔ خوب صورت اور خوب سیرت تھے۔ آپ کی قبر سلطان لہستان کے بزرگ کی پائلی میں ہے۔ خدمت گاروں کے درمیان ہے۔

شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہ

آپ شیخ نظام الدین اولیا کے بلند رتبہ مریدوں میں شامل تھے۔ شیخ نے آپ کو زہد و تقویٰ کی تعلیم سے بہرہ مند تھے۔ آپ کی ذات میں اہل شریعت اور اہل طریقت کی خوبیوں کا مجموعہ تھا۔ آپ میں شیخین کی زینت کا شرف آپ کو حاصل تھا اور شیخ کی نظر خاص سے بہرہ مند اور مخلص تھے۔

سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ میں نے شیخ نظام الدین شیرازی کو سلطان المشائخ کی وفات کے بعد جب آپ اودھ سے تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت کے احاطے میں مقیم تھے، دیکھا ہے۔ آپ کا ظاہر و باطن درویشوں کے قلوب کے اوصاف سے مزین تھا۔ کوئی علمی مسئلہ درپیش ہوتا اور آپ اس پر بحث کرتے تو مسئلے کے تمام پہلوؤں کے واضح فرما دیتے۔ اہل تصوف کی راہ روش سے خوب واقف تھے۔ سماع کا بے حد شوق تھا۔ جماعت خانے میں قوالوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ ہوتی۔ اس سے ہر روز کسی وقت سماع ضرور سنتے۔ آخری عمر میں آپ نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی قبر اپنے گھر کے قریب سلطان علاء الدین کے قلعے کے اندر ہے۔

شیخ عثمان سیاح قدس سرہ

آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مرید تھے۔ جو اپنے دادا شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کے خلیفہ تھے۔ شیخ بہاء الدین، شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ شیخ شہاب الدین کو اپنے چچا شیخ نجیب الدین سے نسبت باطنی حاصل ہوئی تھی۔ شیخ نجیب الدین، شیخ احمد غزالی کے خلیفہ تھے۔ وہ شیخ ابوبکر نساج کے اور وہ شیخ ابوالقاسم گرگانی کے خلیفہ تھے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی تین واسطوں سے جنید بغدادی سے منسلک ہو جاتے ہیں یعنی ابو عثمان مغربی، ابو علی کاتب، ابو علی رودباری پھر جنید بغدادی۔ جنید کو سری سقطی سے خلافت ملی۔ انھیں معروف کرنی سے فرقہ خلافت ملا۔ معروف کرنی کو دو طرف سے خلافت حاصل ہوئی۔ ایک بہ واسطہ شاہ خراسان امیر معصومین سے اور دوسرا بہ واسطہ داؤد طائی، حبیب عجمی، حسن بصری اور علی بن ابی طالب سے۔

آپ کے (شیخ عثمان سیاح کے) سلسلے میں سماع کی ممانعت ہے لیکن آپ سماع کا خاصہ ذوق رکھتے تھے اور شیخ نصیر الدین کی مجلس میں سماع سنتے تھے۔ عشق و محبت کی کیفیات کا کمال حصہ آپ کو نصیب ہوا تھا۔ آپ کا اصل وطن دہلی تھا۔ کچھ عرصے سیر و سیاحت کی، پھر دہلی آگئے اور یہیں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا عرس دس ذی قعد کو ہوتا ہے۔ آپ کا مزار قدیم دہلی کے کھنڈرات میں ہفت پل کے قریب ہے جسے محمد تغلق نے تعمیر کرایا تھا۔

شیخ شہاب الدین حق گو قدس سرہ

آپ اپنے والد بزرگوار (فخر الدین زاہدی) کے مرید اور خلیفہ تھے۔ صاحب دیانت و امانت تھے۔ سیاحت اور جگہ جگہ گھومنے پھرنے کا شوق تھا۔ آپ کے والد کو یہ بات پسند نہ تھی چنانچہ آپ کو مقصود حقیقی اپنے والد کی خدمت میں رہنے سے حاصل ہوا۔

کہتے ہیں کہ جب شیخ شہاب الدین دہلی تشریف لائے تو شہر کے لوگوں نے ان کے حال پر خاص توجہ نہ دی جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں ایک گونہ جوش آگیا۔ اسی کیفیت میں آپ نے فرمایا، میں اس ملک کی بادشاہت بیچتا ہوں کوئی ہے جو خریدے؟ سلطان محمد تغلق کو خبر ہوئی تو عاجزی کر کے سلطنت کا خریدار بن گیا۔ چوں کہ نیاز مندی سے پیش آیا تھا، آپ نے ملک کی بادشاہت اس کو بخش دی چنانچہ کچھ عرصے بعد ملک ہندوستان کی بادشاہت اس کو حاصل ہو گئی۔ مقصد حاصل ہونے کے بعد اس نے ظلم و جبر کرنا شروع کر دیا۔ بہت سے علما اور مشائخ کو قتل کرایا اور شہاب الاولیا کو بھی شہید کر دیا۔

آپ کے قتل کا یہ سبب بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان محمد تغلق کی مست جوانی کے غرور میں اقتدار کا نشہ شامل ہو گیا تو اس نے اپنی مملکت کے نامور لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ مثل ختم ولایت کے ناروا ہے۔ اس نے اس بارے میں فتویٰ طلب کیا۔ تمام بزرگ اس لایعنی بات سے تشویش میں پڑ گئے اور انہوں نے کہا کہ شیخ شہاب الدین زاہدی ہمارے بڑے ہیں انھیں طلب کیا جائے تاکہ ایک متفقہ جواب دیا جاسکے۔ آپ کو دربار میں بلایا گیا۔ آپ ان باتوں کو سن کر بہت برا فروخت ہوئے اور آپے سے باہر ہو گئے۔ جوتی اتار کر بادشاہ کے منہ پر دے ماری تاکہ ذلیل ہو کر نہ مارے جائیں چنانچہ محمد شاہ اس ذلت پر سخت برہم ہوا اور حکم دیا کہ آپ کو قلعہ کی دیوار سے خندق میں پھینک دیا جائے۔ دو مرتبہ آپ کو پھینکا گیا لیکن آپ محفوظ رہے۔ اس وقت آپ کے والد فخر الدین کی مثالی صورت ظہر ہوئی اور آپ کو اپنی حفاظت سے منع فرمایا اور اس سرائے فانی سے ملک جاودانی میں سفر کرنے کی تلقین کی۔ اس واقعہ کے پیش نظر آپ کو "حق گو" کا لقب دیا گیا۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ آپ کو "حق گو" کا لقب اس وجہ سے ملا کہ جب سلطان محمد تغلق نے عام حکم جاری کیا کہ اسے محمد عادل کہا جائے تو آپ نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا "میرے نظروں کو عادل نہیں کہیں گے۔ سلطان آپ کی اس بات سے سخت غضب ناک ہوا اور آپ کو قلعہ دہلی سے نیچے کرا کر مروا دیا۔ آپ کی قبر بھی قلعے کے نیچے ہے۔

آپ کے والد فخر الدین زاہدی کے نام سے مشہور تھے۔ اپنے زمانے کے زاہد اور متقی لوگوں اور

خاص کر قطب الدین بختیار کے زمانہ مبارک کے بزرگوں میں شامل تھے۔ سکندر ذوالقرنین کی اولاد میں تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سامان سے لدی ہوئی کشتی دریائے جہنا میں غرق ہو گئی۔ سامان کا مالک پریشان حال خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ دریا کا یہ کنارہ فقیر کو سپرد کیا گیا ہے اور دوسرا کنارہ برادر فخر الدین کے تصرف میں ہے تم ان کے پاس جاؤ۔ سارے آفت رسیدہ مولانا فخر الدین کے آستانے پر نالہ و فریاد کرنے لگے۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر دیا کہ دریا میں ڈال دیں۔ جوں ہی رقعہ پانی میں ڈوبا کشتی بحال و اسباب پانی کی سطح پر آگئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ چالیس آدمی ان کے پاس سے گزرے اور آپ کی پیشانی پر کلمہ طیبہ کے نقوش دیکھ کر پکار اٹھے کہ اس شہر پر بلا نازل ہو چکی تھی لیکن یہ شہر اس زاہد کی حمایت میں ہے اس لیے تباہی سے بچ گیا۔ ان کا مزار میرٹھ میں ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا انتقال سلطان ناصر الدین کے عہد میں ہوا۔

سلطان ناصر الدین سلطان شمس الدین التتمش کا فرزند تھا۔ یہ بادشاہ نرم دل، بخشش کرنے والا اور اولیاء اللہ کے پاکیزہ اخلاق کا حامل اور بادشاہوں کے اوصاف سے آراستہ تھا۔ اس دور کے تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گذشتہ سلاطین میں کوئی بادشاہ اس قدر ظاہری اور باطنی خوبیاں رکھنے والا نہیں گزرا جیسا سلطان ناصر الدین تھا۔ ۶۳۰ھ کی ابتدا میں تخت نشین ہوا۔ معاشرے کے تمام طبقے اس کے حسن انتظام سے خوش تھے۔ اس نے بیس سال حکومت کی اور ۶۶۲ھ میں عالم فانی سے رخصت ہو کر گلشن روحانی میں چلا گیا۔

شیخ صدر الدین حکیم قدس سرہ^{۳۵۵}

آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے آشنا اور راہ طریقت کے محقق تھے۔ علاوہ ازیں طب کے فن میں آپ کو کامل مہارت حاصل تھی۔ شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کے اعلیٰ اصحاب اور عظیم خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اس فضیلت کے علاوہ آپ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے بھی منظور نظر تھے۔

آپ کے والد کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور شیخ نظام الدین کے مریدوں میں داخل تھے۔ بہت عمر گزر چکی تھی لیکن بیٹے کی نعمت سے محروم تھے اور اسی سبب سے غم زدہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ اچھی کیفیت میں تھے اور وقت اچھا تھا، شیخ نے اپنی پشت آپ کے والد کی پشت سے رگڑی اور فرزند سعادت مند کی خوش خبری دی چونکہ آپ کے والد کا اعتقاد پختہ تھا، باوجود ضعیف العمری کے بیٹے کی خواہش میں بیوی کے پاس گئے۔ حق تعالیٰ نے انھیں فرزند عطا کیا۔ آپ پیدا ہوئے تو والد آپ کو شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت نے آپ کو

گود میں لیا جب تک آپ حضرت کی گود میں رہے، آپ شعوری طور پر، جو بالکل نمایاں تھا، حضرت کے چہرے کو دیکھتے رہے حاضرین مجلس آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ شیخ نے اپنے جبہ مبارک سے ایک ٹکڑا علاحدہ کیا اور اپنے ہاتھ سے فرقہ سیا اور اسے شیخ نصیر الدین کے سپرد فرمایا اور اس نو مولود کے بلند درجات کے بارے میں پیش گوئی فرمائی۔ چنانچہ جب آپ بڑے ہوئے تو تحصیل علم کے بعد شیخ نصیر الدین کے مرید ہو گئے۔ ریاضتیں کیں اور درجہ کمال کو پہنچے۔ اس کے علاوہ حکمت سے بھی واقفیت حاصل کی۔

۲۵۶
اخبار الاخیار میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ کو پریاں اپنے کسی ہم جنس کے عللہ کے لیے اڑا کر لے گئی تھیں۔ عللج سے مریض کو شفا حاصل ہوئی۔ پر یوں نے ایک خط آپ کو دیا کہ فلاں محلے میں ایک کتا ہے یہ اسے لیجا کر دکھائیے۔ جب آپ نے وہ خط اس کتے کو دکھایا تو وہ فوراً اٹھ کر چلنے لگا اور آخر میں ایک قطعہ پر کھڑا ہو گیا۔ وہاں اپنے پنجوں سے زمین کھودی اور اس جگہ گڑے ہوئے خزانے لینے کا اشارہ کیا۔ چونکہ درویشوں کی ہمت بلند ہوتی ہے، آپ نے اس خزانے کی طرف توجہ نہیں کی اور گھر آ گئے۔ آپ نے وہ خزانہ دہلی میں ہوئی اور قبر قلعہ علانی میں ہے۔ آپ کے خطوط بھی ہیں جن میں معرفت اور حقیقت کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان ہی میں سے چند باتیں سات کلمات کی صورت میں تحریر کی جاتی ہیں۔

۲۵۷
کلمہ ۱ ایک مکتوب میں عقبات ا دشوار گزار راستہ کے عنوان سے یہ مضمون آدھرا لکھا ہے کہ شہوت، پیٹ اور فرج کے مرض کا عللج ا اس حدیث پاک ^{۲۵۷} لی ا معجون سے یہ بات۔ الشیطان لیجھری من ابن آدم مجری الدم، فضیقو مجاریہ بالجوع والعطش اور الجوع طعام الصدیقین سے دسترخوان سے غذا حاصل کی جائے اور الصوم لی وانا اجزی بہ لے (پاک و شیریں اوشٹ سے پانی پی جائے تاکہ تمہیں اس روحانی بیماری سے شفا ملے گی حاصل ہو۔

کلمہ ۲ اسی مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ اپنی اور اپنے متعلقین کی بات کا ثمرہ یہ ہے کہ اس غم کو اس آیت پاک میں دی گئی بشارت سے دور کیا جائے۔ و من یمرح من بیتہ مہاجر الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ یعنی اور جو شخص اپنے گھر سے اس آیت سے عمل کرے ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آ پڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گا۔ تعالیٰ کے ذمے۔ اس امر کا یقین کر لینا چاہیے کہ زندگی اور رزق قسمت کے مطابق اور مقرر ہے۔ اس کو ترک کرنے، دوڑ دھوپ کرنے، حاصل کرنے اور منع کرنے سے گریز زیادہ نہیں ہوتا۔ رزق ہر دور میں ہوتا ہے۔ یہی شرطوں سے مشروط نہیں لیا گیا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے۔ اپنی زندگی اور رزق کے بارے میں یہ بات

۲۵۸
اور شیطان انسان کے نام سے طرح دوتا ہے جیسے رول میں ٹون ٹون سے۔ ٹون و ٹون سے یہ بات ہے۔

۲۵۹
روزہ میرے واسطے ہے اور میں ہی میں ہی ہوں۔

دولت مند اور محتاج دونوں اللہ رب العزت کے بندے ہیں۔ تمہارا اور ان کا رزق اللہ کے ذمے ہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔ وما من دابة في الارض الا على الله رزقها^{۳۶۳} اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔

کلمہ ۲ یہ بھی مکتوب^{۳۶۳} میں ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر مال اور منصب کے ذلت و خواری ہے تو دشمن کے سر پر ان العزة لله ولرسوله وللمؤمنين کی تلوار سے وار کر اور من يتوكل على الله فهو حسبه^{۳۶۶} کے تیر سے اس کے سینہ کو نشانہ بنا اور ایس اللہ بكاف عبده^{۳۶۶} کے خنجر سے اس کے شر کو مٹا دے اور بانگ و بل اعلان کر دے:

بادوست کبج فقر بہشت است و بوستاں بی دوست خاک بر سر جاہ و تو نگری

(ترجمہ) دوست کے ساتھ فقیری گوشہ بھی بہشت و بوستاں ہے۔ دوست ساتھ نہیں تو دولت اور اقتدار کے سر پر خاک۔

کلمہ ۳ ایک اور عقبہ^{۳۶۸} (مشکل مرحلہ) کو دفع کرنے سے متعلق فرمایا اگر اہل و عیال زیادہ نان نفقہ کے لیے اصرار کریں تو اس آیہ مبارکہ سے مرحلے کو طے کیا جائے۔ قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیوة الدنیا و زینتها فتعالین امتعکن و اسرہکن سراہا جمیلا^{۳۶۹} (اپنی ازواج سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کو دنیاوی زیب و زینت درکار ہے تو آؤ میں تم کو سامان اور نان نفقہ دے کر اپنے گھر سے رخصت کر دوں) اگر سالک اپنے کام میں سچا ہے تو اہل و عیال اس سے موافقت کریں گے اور اس کے رستے پر چلیں گے اور اس کی صحبت کا اثر اہل و عیال کی طبیعت پر ضرور پڑے گا۔

کلمہ ۴ مخلوق کے اعتقاد اور ان کی نیاز مندی (سے تکبر کے خطرے) کو لاحق اور ایس فی الوجود الا اللہ (سوائے اللہ کے کوئی وجود نہیں ہے) سے دور کیا جائے اور اپنے آپ کو مردے کی مثل سمجھنا چاہیے اور مخلوق کو لکڑی پتھر خیال کرنا چاہیے اور اس پر کامل ایمان ہونا چاہیے۔ لا بملکون لا نفسہم ضرا ولا نفعاً ولا موتاً ولا ہیوة ولا نشوراً^{۳۷۱}۔ جو اس یقین کے ساتھ زندگی گزارتا ہے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں سوچ سکتا کہ اس کی ذات سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

۱۔ عزت تو حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے۔

۲۔ جس نے اللہ پر بھروسہ کیا سو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

۳۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔

۴۔ خود اپنے لیے نہ کسی نقصان (کے رفع کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے کا۔

کلمہ ۶ اسی خط میں مرقوم ہے کہ اپنے والدین سے نرمی اور ادب سے گفتگو کی جائے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کیے جائیں۔ اگر عزیز رشتہ دار تمہیں اس روش سے باز رکھنا چاہیں تو صاف صاف کہہ دیا جائے:

نہ ہمہری تو مرا راہِ خویش گیر و برد ترا سعادت بادا مرا نگون ساری

(ترجمہ) آپ کا راستہ اور ہے اور میرا اور۔ آپ اپنے رستے پر چلتے رہیں۔ آپ کو دولت و عزت مبارک ہو میں اپنی بد حالی پر خوش ہوں۔

کلمہ ۷، یہ بات ۲۲ طے شدہ ہے کہ کسی شخص کو اپنی آخرت اور خاتمہ کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کی عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئی یا رد کر دی گئی کیونکہ توفیق تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اس حقیقت کو دل میں بٹھال لینا چاہیے اور بار بار دہراتے رہنا چاہیے۔ اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر بلا سے محفوظ رہو گے۔

شیخ فخر الدین ثانی قدس سرہ

آپ شہر دہلی کے اہل علم بزرگوں میں تھے اور شیخ شہاب الدین حق گو کے جانشین تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب مخدوم جہانیاں فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اُچ سے دہلی تشریف لائے تو بادشاہ وقت ان کے نور دیدار کے سبب ان کا بہت زیادہ معتمد ہو گیا اور اپنے دست ارادت سے ان کا دامن پزیرا۔

دوسرے دن مخدوم جہانیاں آپ سے ملاقات کرنے کے لیے آپ کی ذاتہ میں تشریف لائے۔ آپ کا دستور تھا کہ آپ کاغذ کے چند ٹکڑے جن پر "کرن چاہیے" اور "نہ کرن چاہیے" تحریر تھا، اپنے سامنے رکھتے۔ ہر کام کے لیے اسے کھول کر دیکھتے۔ اگر حکم کی پرچی شکل آتی تو اس کام کو انجام دیتے اور ممانعت کی پرچی شکل آتی تو قطعی طور پر وہ کام نہ کرتے۔ چنانچہ آپ نے سی مرتبہ مخدوم سے ملاقات کرنے کا حکم دیا۔ مرتبہ "نہ کرو" کا اشارہ ہوا۔ آپ نے نہایت بجز و انصرار کے ساتھ عرض کیا۔ "مخدوم! یہ تو میری حاضری کا حکم نہیں ہے۔ جب اجازت ہوگی تو اپنے خانہ دل کی نصرت کو مخدوم لے لو، یہ اسے نکال دوں گا۔" ناچار مخدوم بغیر ملاقات لیے واپس ہوئے۔ چونکہ آپ کو بھی مخدوم سے ملاقات کرنے کا ارادہ اشتیاق تھا، آپ نے دوسری بار استخارہ کیا، اس بار اجازت مل گئی۔ آپ اسی وقت پیادہ پاروانہ ہوئے اور اپنی جائزگی کی اطلاع کرائی۔ مخدوم کو جب اطلاع ہوئی۔ آپ پہنچے ہی آ رہے ہیں تو وہیں ٹہرتے اور پالمی سے شکل آئے۔

آپ کے طریقہ پر تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ درویش کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کوئی کام نہ کرے۔ بہر حال مصافحہ کرنے کے بعد مخدوم نے بغل گیر ہونے کا قصد کیا لیکن آپ کو یہ بات پہلے ہی معلوم تھی کہ مخدوم جس سے بغل گیر ہوتے ہیں اس کی قلبی کیفیات کو سلب کر لیتے ہیں۔ چنانچہ مخدوم سے بغل گیر ہونے سے اپنے آپ کو باز رکھا اور عذر خواہی کرتے ہوئے عرض کیا کہ میرے فرزند زیادہ ہیں اور نعمت باطنی کم ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ **هَذَا اخي له تسع و تسعون نعمة ولي نعمة واحدة فقال اكفليها**^{۳۴۳} یعنی یہ شخص میرا بھائی ہے، اس کے پائے ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دینی ہے سو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے ڈال۔ مخدوم مسکرا دیے اور آپ کے فرزندوں کو خود اپنی باطنی نسبت سے بہرہ مند فرمایا اور ہر ایک کو علاحدہ علاحدہ علاقے عنایت فرمائے، چنانچہ شیخ بہاء الدین گنج رواں کو کالپی، شیخ صدر الدین کو جونپور اور شیخ بدر الدین کو بہار کے علاقوں کی رشد و ہدایت کا کام تفویض فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک بزرگ نے ان صوبوں میں ہدایت کا علم بلند کیا۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔

سید یوسف الحسینی قدس سرہ

آپ کے والد کا اسم شریف سید جمال تھا۔ سید جمال خانوادہ سادات میں معتبر تھے۔ آپ کے فرزند سید یوسف صاحب علم و فضل اور کامل و عارف تھے۔ سلطان فیروز شاہ انار اللہ برہانہ نے آپ کے لیے ایک مدرسہ علانی حوض خاص کے پاس تعمیر کرا دیا تھا۔ اس کا مقبرہ بھی وہیں ہے۔ آپ اس مدرسے میں طویل عرصے تک درس دیتے رہے اور تدریسی فرائض کے سلسلے میں آپ کا قیام فیروز شاہ کے سال وفات تک اسی مدرسے میں رہا۔ ۹۰ھ میں فیروز شاہ کے انتقال کے بعد آپ کا دل دنیاوی خرافات سے اچاٹ ہو گیا اور آخرت کی پاکیزگی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کا مزار حوض خاص کے سرے پر ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ ہر شب جمعہ کو خواب میں سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ اخبار الاخیار^{۳۴۵} میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو مولانا جلال الدین رومی کی شاگردی کی نسبت حاصل تھی اور شارح^{۳۴۶} "شمسیہ" اور "مطلع"^{۳۴۷} مولانا قطب الدین رازی کے بھی آپ شاگرد تھے۔ آپ نے چند کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ منجملہ ان کی ایک مشہور تصنیف "یوسفی" ہے جو "لب الالباب" کی شرح ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور شرح "منار"^{۳۴۸} پر "توحید الافکار"^{۳۴۹} کے عنوان سے تحریر کی ہے۔

قاضی عبدالمقتدر شریکی قدس سرہ^{۳۸۰}

آپ کے والد کا نام قاضی رکن الدین تھا۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کے عظیم خلفا میں شامل تھے۔ آپ بے حد وسیع علم رکھنے والے عالم تھے۔ قاضی شہاب الدین آپ کے شاگردوں میں تھے۔ اس زمانے میں فصاحت و بلاغت میں کوئی عالم آپ کے ہم پلہ نہ تھا۔ لامیتہ^{۳۸۱} المعجم کے جواب میں آپ نے جو قصیدہ تحریر کیا وہ مشہور ہے اسی سے آپ کے کمال کی بلندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اپنی طالب علمی کے ابتدائی زمانے میں آپ شیخ نصیر الدین سے پڑھنے آتے تھے اور ان سے مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے تھے۔ چونکہ شیخ آپ کے میلان طبیعت سے واقف تھے اس لیے آپ کے بحث و مباحثہ کو پسند کرتے تھے اور آپ کو حصول علم کا شوق و رغبت دلاتے رہتے تھے کہ آپ ظاہری خوبیوں کی بلندیوں تک پہنچ جائیں۔ رفتہ رفتہ آپ شیخ کی خدمت میں حاضری اور صحبت کے فریفتہ ہو گئے اور ان بلندیوں تک پہنچنے جہاں تک ان کی رسائی تھی۔

شیخ نصیر الدین اور ان کے خلفا کا مسلک تھا کہ علوم شریعت کی اشاعت کی جائے تاکہ اس کا فائدہ عام ہو۔ آپ اس مسلک کے مطابق ہمیشہ درس و افادہ میں مشغول رہے۔ شیخ نصیر الدین اپنے مریدوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ طالب حصول علم اور احکام شریعت کی حفاظت میں مشغول رہے۔ ان سے یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ کسی شرعی مسئلہ میں غور و فکر ان ہزار رکعتوں سے افضل ہے جس میں ریا اور غرور شامل ہو۔

آپ کی وفات ۲۶ محرم الحرام ۹۰ھ میں سلطان فتح خان ابن فیروز شاہ کے عہد میں جس نے تغلق شاہ کا لقب اختیار کیا تھا، ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھاسی سال تھی۔ آپ کا مزار حوض شمسی کے جنوب کی جانب اپنے دادا اور والد کے پہلو میں ہے۔ یہ جگہ شیخ عبدالصمد کی خانقاہ کے نام سے جو سلطان سلندر کے عہد کے بزرگوں میں تھے، مشہور ہے۔ یہاں شیخ عبدالصمد نے اپنے آباء اجداد کا مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔

فتح خان تغلق شاہ ایک ناتجربہ کار اور زمانے کی اونچ نیچ سے ناواقف شاہزادہ تھا۔ فیروز شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور سرداروں کے متفقہ فیصلے سے تفت سلطنت پر بٹھایا گیا لیکن وہ جلد ہی عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا حتیٰ کہ معاملات سلطنت میں گڑبڑ ہونے لگی۔ اسی باعث سلطنت میں فتنوں نے سر اٹھایا اور ہر طرف بغاوت و سرکشی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ باغیوں کے ایک گروہ نے شاہزادے کو قتل کر دیا اور اس کے چند قریبی رشتہ داروں کے قتل کر دیا۔ اس نے صرف پانچ ماہ حکومت کی۔

شیخ زین الدین قدس سرہ^{۳۸۲}

آپ شیخ نصیر الدین محمود کے مرید، خادم، خلیفہ اور جانشین تھے۔ عبادت و ریاضت میں مشغول

رہتے تھے۔ آپ کا ذکر شیخ کے ملفوظات (خیر المجالس) میں تحریر ہوا ہے۔ آپ کی قبر اس گنبد میں ہے جو شیخ نصیر الدین کے احاطے کے آخری سرے پر ہے۔ آپ کے بہت سے مرید تھے ان ہی میں "جداین" کے مصنف مولانا داؤد تھے۔ اس کتاب میں آپ کی تعریف و توصیف بیان ہوئی ہے۔

مسعود بک قدس سرہ

آپ کی مریدی کا سلسلہ دو واسطوں سے سلطان المشائخ تک پہنچتا ہے۔ شیخ رکن الدین شیخ شہاب الدین امام کے فرزند تھے اور شیخ شہاب الدین سلطان المشائخ کے خادموں میں تھے۔ جنہیں امامت کا منصب اور حضرت کی خدمت میں اعتبار حاصل تھا۔ نسب کے اعتبار سے آپ سلطان فیروز کے قرابت داروں میں تھے۔ آپ کا اصل نام شیر خاں تھا۔ ایک مدت تک اہل دولت کی مانند پر تکلف لباس پہنتے رہے اور سلطنت کے عمدہ داروں میں شامل رہے۔ پھر یکایک اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے نے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ مال و دولت اور منصب چھوڑ کر درویشوں کے حلقے میں آ بیٹھے اور شیخ رکن الدین کے مرید ہو گئے۔ آپ پر عجیب و غریب حال اور استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

میرے مخدوم (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا ہے کہ چشتیہ سلسلے میں کسی بزرگ نے حقیقت کے راز اس قدر واضحگاف الفاظ میں بیان نہیں کیے جس قدر آپ نے بے باکانہ اور مستانہ وار بیان کیے ہیں۔ آپ شوق و مستی سے سرشار باتیں کرتے اور اکڑ روتے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے آنسو اس قدر گرم ہوتے تھے کہ اگر کسی کے ہاتھ پر ٹپکتے تو وہ اس کی تپش محسوس کرتا تھا۔ آپ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ آپ نے عین القضاہ ہمدانی کی کتاب تمہیدات کے انداز پر "تمہیدات" تحریر فرمائی۔ ایک دیوان اشعار بھی ہے اس کے علاوہ آپ کی ایک تصنیف "مرآة العارفین" بھی ہے۔

مختصر یہ کہ آپ اپنے زمانے میں عشق و محبت کے مشرب میں یکتا تھے۔ اس زمانے کے علما آپ سے کینہ و عناد رکھتے تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ ان علما کے فتوؤں کی بنیاد پر حسین منصور کی طرح قتل کیے

ۛ کلمات الصادقین کے مطبوعہ متن میں کچھ التباس محسوس ہوتا ہے۔ اصل متن اور اس کا ترجمہ پیش ہے :

اور تصانیف است۔ بر طبق تمہیدات عین القضاة ہمدانی	آپ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ آپ نے عین القضاة
تمہیداتی نوشتہ و دیوان شعر دارد و یکی از تصنیفات وی مسی بمرآة	ہمدانی کی کتاب تمہیدات کے انداز پر تمہیدات تحریر فرمائی۔
العارفین است۔ بالجملہ در مشرب عشق و محبت یگانہ وقت بودہ و	ایک دیوان اشعار بھی ہے اس کے علاوہ آپ کی ایک تصنیف
علمی روزگار را بادی نقاری تمام۔ چنانچہ گویند ہم بفتویٰ ایضاً	مرآة العارفین ہے۔ مختصر یہ کہ آپ اپنے زمانے میں عشق و
	(بقیہ لگے صلے پر)

گئے۔ آپ کی قبر شریف خواجہ قطب الدین کے راستے میں واقع سرائے لادو میں اپنے شیخ محترم کے پہلو میں ہے۔ وہاں تنہا عاشقانہ انداز کے ساتھ محو خواب ہیں۔ یہ رباعی آپ کے معنوی خوبیوں سے آراستہ اشعار میں سے ہے:

گراز خودی خویش بردن آئی تو در پردہ توحید درون آئی تو
دراز روش چوں و چرا در گزری از خود شدہ بی چرا و چون آئی تو

(ترجمہ) اگر تو خودی کی قید سے رہا ہو جائے تو توحید کے پردے میں داخل ہو جائے گا
اگر تو شک و شبہ کی روش پہ چلنا چھوڑ دے تو خود کو یقین کی منزل میں پائے گا
یہ بھی آپ ہی کا شعر ہے:

رفت ز مسعود بک، جملہ صفات بشر چون کہ ہمان ذات بود باز ہمان ذات شد

(ترجمہ) جب مسعود بک تمام بشری خصوصیات سے پاک ہو گیا تو چونکہ وہ اللہ کا تھا سو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ گیا۔

آپ نے اپنی باطنی کیفیات جو مریدین کی منفعت کے لیے بیان کیں ان میں سے دو باتیں کلمات کے عنوان سے تحریر کی جاتی ہیں۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

مثل حسین منصور قتل آمد و قبر شریف وی در راہ خواجہ قطب
الدین در لادو سرائی است پہلوی پیر بزرگوار خود۔
محبت کے مشرب میں یکتا تھے۔ اس زمانے کے صما آپ سے
کنز و عناد رکھتے تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ ن علم کے
فتوؤں کی بنیاد پر حسین منصور کی طرح قتل کیے گئے۔ آپ کی
قبر شریف خواجہ قطب الدین کے راستے میں واقع سرائے لادو
میں اپنے شیخ محترم کے پہلو میں ہے۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ میں القضاۃ ہمدانی متوفی ۵۲۵ھ حسین بن منصور کی طرح قتل کر دیے گئے تھے (ملاحظہ ہو ۱۰۱۰ء)۔
از ڈاکٹر بہمن کریمی بر یزدان شناخت از میں القضاۃ ہمدانی تہران ۱۳۲۰ ش۔ ص ۱) مسعود بک رحمۃ اللہ علیہ پر یہ واقعہ نہیں بزرگوار
یہ واقعہ جو ہندوستان کے چشتی بزرگوں کی تاریخ کا اہم واقعہ قرار دیا جا سکتا ہے وقوع پذیر ہوتا تو اخبار الغیب میں شیخ عبد القادر
دہلوی جنہوں نے مسعود بک کا طویل ذکر کیا ہے اس کی نغاندہی ضرور فرماتے، علاوہ ازیں شیخ محمد اکرام نے یہ مقالہ پاک میں اپنی
نسبت اس نوعیت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے (ملاحظہ ہو ارمغان پاک طبع چہارم ص ۳۹ کراچی ۱۹۵۹ء)۔ اس صورت میں یہ نتیجہ
اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سو یا تو کلمات الصادقین کے مصنف سے ہو یا کسی کاتب سے یہ غلطی سرزد ہوئی۔ صحیح عبارت ۷ خلاصہ
کر دیا اور بعد کے قلمی نسخوں میں اس غلطی کی تکرار جاری رہی۔ بہر حال اس واقعے کو میں القضاۃ سے منسوب سمجھنا چاہیے۔ مترجم نے
مطبوعہ متن کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے اور سہوالتباس کی نشاندہی کر دی ہے۔

(مترجم)

کلمہ ۱ مرآة العارفين میں روح کی حقیقت کے بارے میں تحریر کیا ہے۔^{۳۸۹} جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے بھید کو تمام مخلوقات سے پوشیدہ رکھا ہے۔ کسی ہستی نے نہ عقل کے ادراک سے اسے جانا ہے نہ آنکھ سے اسے دیکھا ہے (لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد) قل الروح من امر ربي^{۳۹۰}، روح کے موجود ہونے کا ثبوت ہے۔ اور وما او تیتم من العلم والی آیت میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ تم روح کی حقیقت معلوم کرنے کے اہل نہیں ہو۔

اگرچہ روح اپنے آثار و علامات سے ظاہر ہے لیکن عقل کی جستجو یہ ہے کہ ادراک کے ذریعہ اس کی ماہیت معلوم کرے لیکن روح کی ماہیت کے بارے میں عقل سے معلوم کرنا ناممکن ہے کیونکہ روح بحث و دلیل کی تمام تر صلاحیتوں سے بالاتر ہے۔ البتہ اہل تحقیق کہتے ہیں کہ روح کی معرفت روح ہی سے ممکن ہے جب روح اللہ تعالیٰ کے جمال کو دیکھ لیتی ہے تب اس کی معرفت کا نور عقل کی شمع کو منور کرتا ہے۔ روح دراصل انسان کی حقیقت ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

و کنت بالروح لا بالجسم انساناً

میں روح کے ساتھ انسان ہوں، جسم کے ساتھ نہیں

کلمہ ۲ کشف روح کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ اہل تحقیق کہتے ہیں کہ روح کے دو اعتباری پہلو ہیں ایک سراجی (چراغ کی حیثیت) اور دوسرا زجاجی (شیشے کی حیثیت)۔ جس کسی نے اس کے بارے میں علمی تعبیر کی ہے یا اس کے کشف کے بارے میں اشارات کیے ہیں وہ روح زجاجی کی حیثیت سے کیے ہیں نہ کہ روح سراجی کی حیثیت سے۔ ایک چراغ، اللہ نور السموات والارض^{۳۹۳} کے سامنے لاکھوں کروڑوں شیشے ہیں جن پر اس چراغ کی روشنی کا عکس پڑتا ہے۔ چراغ صرف ایک ہے اس لحاظ سے روح کی کثرت شیشوں کے اعتبار سے ہے نہ کہ چراغ کے اعتبار سے اور روح کے حادث (مخلوق) ہونے کی یہی وجہ ہے:

ہست این ہزار آئینہ و آفتاب یک

آئینے ہزار ہیں لیکن آفتاب ایک ہی ہے

ہر آئینے کی پاکیزگی کی نسبت سے تمام آئینوں میں یہ عکس اسی کے نور سے نمایاں ہوتے ہیں۔

۱۔ ترجمہ آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے۔

۲۔ تم کو جو کچھ علم دیا گیا ہے۔

۳۔ اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے۔

شیخ بدر الدین سمرقندی قدس سرہ

آپ شیخ سیف الدین باخرزی کے مرید^{۳۹۵} اور خلیفہ تھے۔ شیخ باخرزی شیخ نجم الدین کبریٰ کے اور شیخ نجم الدین شیخ عمار یاسر کے خلیفہ تھے۔ شیخ عمار یاسر شیخ ابوالنجیب سروردی کے اصحاب میں تھے۔ یہ سلسلہ آخری نسبت تک اسی ترتیب سے پہنچتا ہے۔ جس ترتیب سے شیخ عثمان سیاح کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے۔

آپ نے اپنے دادا پیر شیخ نجم الدین کبریٰ کو دیکھا تھا۔ آپ بڑے بزرگ تھے، بخارا سے ترک وطن کر کے ہندوستان آئے اور پھر دہلی میں سلطان المشائخ کے ذوق صحبت کے سبب یہیں اقامت اختیار کر لی۔ آپ نظام الدین اولیا کی مجلس میں سماع بھی سنتے تھے۔ خوب صورت اور نیک سیرت تھے۔ سلطان المشائخ کی حیات مبارکہ میں آپ کی وفات ہوئی، دہلی میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر قدیم دہلی کے مزارات^{۳۹۶} میں ہے۔

درر نظامی^{۳۹۷} میں لکھا ہے کہ ایک دن آپ اور شیخ نظام الدین دونوں امیر خورد سے ملاقات کرنے کے لیے گئے۔ وہ امیر خورد مراقبہ میں دنیا اور مافیہا سے بے خبر بیٹھے تھے۔ بدرالملت نے جن بزرگوں کو جن جن شہروں میں دیکھا ہے کسی مناسبت سے ان کا ذکر شروع کر دیا کہ میں نے فلاں مقام پر فلاں بزرگ سے ملاقات کی اور فلاں بزرگ سے فلاں مقام پر ملا۔ اس ذکر پر نظام الاولیا نے فرمایا: "اے بھائی یہ بات ختم کرو ہم ان بزرگ کی زبان سے کچھ سننا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں کچھ فائدہ حاصل ہو۔ اچانک امیر خورد نے اپنے گھٹنوں سے سر اٹھایا اور فرمایا: "اے بدر الدین تم نے اتنے بزرگوں سے ملاقات کی اور اتنے بزرگوں کے نام گئے، ان میں سے کسی نے تمہاری طرف توجہ کی۔"

شیخ رکن الدین فردوسی قدس سرہ

آپ شیخ نجیب الدین فردوسی کے پیر اور شیخ بدر الدین سمرقندی کے جن کا ذکر ہو چکا ہے مرید تھے۔ ان کی معرفت کے علم میں بے نظیر تھے۔ آپ کے چہرے سے آپ کی ظاہری اور باطنی عظمت کا انداز ہوتا تھا۔ دہلی میں قیام تھا۔ جب سلطان معز الدین کیقباد نے کیلو گھری میں نئے شہر کی بنیاد ڈالی تو آپ وہاں منتقل ہوئے اور دریائے جنا کے کنارے ایک مکان بنا لیا اور وہیں رہنے لگے۔

اخبار الاخیار^{۳۹۸} میں مذکور ہے کہ غالباً آپ کے اور شیخ نظام الدین کے درمیان زیادہ محبت و اخلاص

کے تعلقات نہ تھے، چنانچہ سیر الاولیاء میں بیان کیا گیا ہے کہ شیخ رکن الدین کے بیٹے جو نوجوانی کی عمر میں داخل ہو چکے تھے ایک دن کشتی میں سوار گاتے ناچتے شیخ نظام الدین کی خانقاہ کے نیچے سے گزرے۔ شیخ کی نظر ان پر پڑی، سر باہر نکال کر فرمایا، ایک شخص برسوں سے اپنا خون پی رہا ہے اور اپنی جان اس راہ میں فدا کیے ہوئے ہے اور یہ نوجوان کہتے ہیں کہ تو کیا ہے جو ہم نہیں ہیں۔ پھر اپنا دست مبارک آستین سے باہر نکالا اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا خبر ڈار رہتے ہوئے بڑھنا۔ جب شیخ رکن الدین کے فرزند کشتی سے اترے اور نہانا چاہا، جوں ہی پانی میں داخل ہوئے ڈوب گئے۔

آپ بہت عبادت و ریاضت کرتے تھے اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کی قبر مبارک دریائے جمنا کے کنارے قصبہ کیلو کھری میں شیخ محمود بہاری کے مزار کے پہلو میں اور اسی مکان کے قریب ہے جس میں آپ کی رہائش تھی۔ شیخ محمود بہاری بڑے صاحب جذب بزرگ تھے اور معین الاولیاء حمیری کے تربیت یافتہ تھے۔ شیخ رکن الدین کا عرس بارہ رجب المرجب کو ہوتا ہے۔

شیخ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ

آپ شیخ رکن الدین کے جن کا ذکر ہو چکا ہے، مرید تھے۔ آپ کا عظیم بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی قبر حوض شمس کے مشرق میں بڑے چبوترے پر برہان الدین بلخی کے مزار کے قریب ہے۔ عجیب خوش خلق بزرگ تھے۔ ہم صحبت دوستوں کو بہشت کی خوشخبری سناتے تھے۔ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات و حالات اس حد تک زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ شرف یحییٰ آپ کے مریدوں میں تھے۔

کہتے ہیں کہ جب شرف الاولیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، شرف خوب آئے۔ یہ درویش سالہا سال سے تمہاری امانت کی حفاظت کر رہا ہے۔ شرف الاولیاء نے اسی ملاقات میں آپ سے بیعت کی اور بہت کم مدت میں آپ سے اجازت نامہ اور فرقہ خلافت حاصل کیا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ شیخ شرف نے آپ کو ایک ڈبیہ جس میں اکسیر تھی نذر کی۔ آپ نے ان کے حوصلے کا امتحان کرنے کے لیے ڈبیہ کو پانی میں ڈال دیا۔ شرف الاولیاء اس بات سے لول ہونے کے بجائے خوش دل ہوئے اور عرض کیا کہ اگرچہ اس کیمیا سے تانبا سونا بن جاتا ہے لیکن یہ بات دل پر گرانی کا باعث ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج بے جا خواہشوں کی قید سے رہائی مل گئی۔ آپ ان کی بانیں سن کر

بے حد خوش ہوئے اور کچھ باتیں ان کو تحریر کر کے دیں۔ شرف الاولیا نے آپ کی تحریر کو سر پر رکھا، معاذمین کے اندر جو کچھ تھا ان پر ظاہر ہو گیا۔

شرف الاولیا نے اس کا غد کو بوسہ دیا اور آپ کے آگے رکھ کر عرض کیا کہ یہ متاعِ احقر کے لیے پریشانی کا سبب ہے اسے کسی دوسرے شخص کو جو اس کا طالب ہو عنایت فرمائیں۔ آپ نے ان کے حوصلے اور ہمت کی تعریف فرمائی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔

شیخ حسن طاہر قدس سرہ

آپ راہی حامد کے مرید اور خلیفہ تھے، جو درست نسبت، صحیح حال اور باطنی پاکیزگی کی خوبیاں رکھنے والے بزرگ تھے۔ راہی حامد شیخ حسام الدین مانک پوری کے مرید تھے جو اپنے زمانے کے عظیم مشائخ میں شمار ہوتے تھے اور شریعت و طریقت دونوں علوم سے پوری طرح بہرہ مند تھے۔ شیخ حسام الدین شیخ نور قطب عالم کے مرید تھے جو ہندوستان کے مشاہیر اولیا اللہ میں سے تھے اور عشق و محبت، ذوق و شوق نصرت و کرامت، ریاضت و مجاہدت میں درجہ کمال حاصل کر چکے تھے۔ شیخ نور قطب عالم اپنے والد شیخ علاء الحق کے خلیفہ تھے۔ شیخ علاء الحق سراج الدین انبی سراج کے خلیفہ تھے جو شیخ نظام الدین اولیا کے عظیم خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ کو (شیخ حسن طاہر کو) چھ واسطوں سے سلطان المشائخ کی نسبت حاصل ہے۔

آپ جو نپور کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ کے والد طلب علم کے لیے ملتان سے اس علاقے میں وارد ہوئے۔ مدت دراز تک بہار میں قیام کیا اور علم کی تحصیل کی۔ آپ نے اسی شہر میں پردہ عدم سے میدان وجود میں قدم رکھا (ولادت پائی) آپ کی طبیعت میں بچپن ہی سے طلب و جستجو کے آثار نمایاں تھے اور آپ درویشوں سے اعتقاد رکھتے تھے۔ اس زمانے میں راہی حامد کی بزرگی کی شہرت اطراف و جوانب میں پھیل چلی تھی۔ آپ بھی اس انداز سے جس کا مقصد شیخ کو ایک طرح سے جانچنا تھا، سید راہی سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے لیکن پہلی ہی نظر میں ازلی کشش نے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور آپ ان کی ارادت کے ملنے میں مشغول ہو گئے۔ آپ عالموں میں پہلے شخص تھے جس نے راہی حامد سے بیعت لی۔ آپ کے بعد شیخ احمد بن ابی بکر بن ابی بکر عظیم علما میں شمار ہوتے تھے ان کے مرید ہوئے۔ شیخ الہ داد اس پایہ کے عالم تھے انہوں نے کافی تہذیب اور بزدلی کی شرعی لکھی ہیں۔ ان کا اسلوب تحریر جاندار تھا اور وہ علمی مطالب کو واضح طور پر بیان کرنے کی عظیم صلاحیت رکھتے تھے۔

شیخ حسن، سلطان سکندر لودھی انار اللہ برنانہ کے عہد میں خود سلطان کی درخواست پر اور اپنے سلسلے کے مشائخ کی زیارت کے اشتیاق کے باعث جونپور سے دہلی تشریف لائے اور بچے منٹل کے حصار میں مع اہل و عیال رہائش اختیار کی۔ جہاں اب بھی آپ کی اور آپ کی اولاد کی قبریں ہیں۔ ۲۳ ربیع الاول ۹۰۹ھ میں آپ نے عالم فانی سے سرانے جاودانی کا سفر اختیار کیا۔

آپ نے علم توحید و تصوف میں چند رسائل بھی تحریر کیے ہیں، ان ہی میں ایک رسالہ "مفتاح الفیض" ہے چنانچہ اس رسالے سے چار فتاویٰ، کلمات کے ضمن میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

کلمہ ۱۔ نفس کے تزکیہ کی حقیقت یہ ہے کہ جن حیوانی اخلاق کی مذمت کی گئی ہے ان کا قلع قمع کیا جائے اور اپنی ذات میں ملکی اوصاف پیدا کیے جائیں۔ نفس کی برائی جب سر اٹھائے تو ملامت کر کے اسے ابھرنے نہ دیا جائے۔ حتیٰ کہ قلب میں برے خیالات سرے سے پیدا ہی نہ ہوں اور نفس مطمئنہ حاصل ہو جائے۔ قلب کا تصفیہ یہ ہے کہ قلب کو دنیا کے غم اور تشویش کے زنگ لگنے سے بچائے۔ دنیا اور دنیا پرستوں کی طرف میلان نہ رکھے۔ دنیا کی محبت اور حرص نیز فضول قسم کے خوف اور ڈر کو قلب میں پیدا نہ ہونے دے۔ سبز کا تجلیہ یہ ہے کہ سبز کو اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات کے خوف اور غیر حق کے ہیجان سے خواہ بہشت ہی کیوں نہ ہو خالی کر دے۔ اگر اچانک کوئی خیال پیدا ہو تو اس کی نفی کرے۔ روح کا تجلیہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ اس کا ذوق و شوق اس کی محبت اور اسرار و انوار کا مشاہدہ، روح میں جا پیدا کرتا ہے اور یہ کیفیت روح میں دائمی طور پر جاگزیں ہو جاتی ہے۔

کلمہ ۲۔ مفتاح الفیض^{۳۱۱} میں بیان فرمایا کہ سلوک کی حقیقت یہ ہے کہ طالب حیوانی اخلاق کو یکسر بدل ڈالے۔ بشری اوصاف سے باہر نکل آئے اور اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرے۔

کلمہ ۳۔ جذبہ کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی بندے پر خاص رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ^{۳۱۲} **آتیناہ رعمۃ من عندنا یعنی اسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عنایت کی، نیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اللهم انی اسالک رعمۃ من عندک تھمدی بھما قلبی۔** ^{۳۱۳} اسے اللہ میں آپ سے اس رحمت کا

بسم اللہ میں چھ لطائف ہیں جنہیں لطائف ستہ کہتے ہیں، ان ہی میں لطیفہ سری بھی ہے۔ لطائف یہ ہیں (۱) لطیفہ قلبی (۲) لطیفہ روحی (۳) لطیفہ نفس (۴) لطیفہ سری (۵) لطیفہ فنی (۶) لطیفہ اخفی۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ^{۳۱۴} **سیر دلبران** شاہ سید محمد ذوقی طبع ثانی کراچی ۱۳۸۸ھ صص ۲۹۸-۲۹۹ (احقر مترجم)

بندہ پوری دعا بولے ہے۔ اللهم اسالک رعمۃ من عندک تھمدی بھما قلبی و جمع بھما سری و نلم بھما شعوق و صلح بھما دینق و تقصی بھما دینق محفظ بھما غائبی و ترفع بھما شاہدی و تبیض بھما و بھی و ترک بھما عملی و تلصیف بھما رسی و ترد بھما الفق و تعصیف بھما کل سرہ۔ یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے خاص رحمت تیری کہ جس سے تو میرے دل کو ہدایت کر دے اور اس سے میرے کاموں کو جمعیت دے اور اس سے میری بہتری کو تربیت کر دے اور اس سے میرے دین کو درست کر دے۔ میرے قرض کو ادا کر (بقیہ اگلے صفحے پر)

طلب گار ہوں جس سے میرا دل راہ راست پر آجائے۔ اسی حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کو فیض حق بھی کہتے ہیں۔
 جذبہ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین^{۳۱۵} یعنی جذبات الحق میں سے ایک جذبہ حق جن اور انسان
 دونوں مخلوق کے عمل کے برابر ہے۔

کلمہ ۴ مفتاح فیض میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

مرد باید کہ بوی داند برد ورنہ عالم پراز نسیم صباست

(ترجمہ) اہل ہمت سالک کو چاہیے کہ فیض حق کی خوشبو سے خود کو معطر کرے ورنہ تمام دنیا نسیم صبا سے معمور
 ہے۔

فیض حق اور جذبہ حق سے مراد دائمی تکلی ہے اور وصول بحق سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات کے پندار اور دونوں
 کے احساس سے علاحدہ اور بری ہو جائے اور وجود مطلق میں اپنے علم اور اپنے جہل کو فنا کر دے۔

شیخ حسن طاہر قدس سرہ کی وفات سلطان سکندر لودھی کے عہد حکومت میں ہوئی۔ اس سلطان کا زمانہ
 ایما مبارک تھا جس میں بہت ہی عظیم بزرگ جیسے مولانا سماء الدین، شاہ جلال شیرازی، حاجی عبدالوہاب
 بخاری، شاہ محمد خیالی اور ان کی مثل بہت سے بزرگ قدس اللہ سرار ہم جو یکتائے روزگار تھے، موجود تھے۔

سلطان سکندر لودھی بہت دین پرور، عادل اور سلطنت کی حفاظت کرنے والا بادشاہ تھا۔ سب لوگ
 قطع نظر اس کے کہ سپاہی ہوں یا کاشتکار، تجارت پیشہ ہوں یا دست کار، اس کے عہد حکومت میں آسودہ اور
 خوش حال تھے۔ اس نے سرکش لوگوں اور باغیوں کا باہل قلع قمع کر دیا تھا۔ کفر و کفری کے طریقے اور جاہلیت
 کی رسوم ختم کر دیے گئے تھے۔ دین اسلام اس کے زمانے میں اس شان سے پھیلا کہ اس سے قبل تصور نہیں کیا
 جا سکتا تھا۔ اس کے سرداروں اور امیروں میں سے بیشتر تلاوت قرآن سے شغف رکھتے تھے۔ نماز اور روزے
 کے پابند تھے۔ دینی علوم اور فضائل کی تحصیل میں مشغول رہتے تھے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بے حد ادق پیمانہ
 تھا اور الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں کے بعد اسی اس کے
 زمانے کے لوگ شریعت پر چلنے والے انصاف کرنے والے، سخاوت و شجاعت کے اور صفات پر مشتمل تھے
 دین داری، تقویٰ و زہد اور امانت و دیانت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

زہی دولت ماور روزگار - پوری چنیں پرورد درات

(گزشتہ سے پیوستہ)

دے۔ اور میری غائب چیزوں کی حفاظت رکھے اور میری خاطر چیزوں کو توڑے، اور میرے چہرے کو زخمی نہ کرے اور میری
 پائیہ کرے اور میرے دل میں میری ہدایت والے اور میری نعمت والے اور مجھے ہر گز نہ چھوے اور میری نعمت والے اور میری
 سرب مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ سرقدہ (الرحمن الرابع ۱۲)

(ترجمہ) اس مادر روزگار کی اقبال مندی پر آفریں ہے جو اپنی گود میں ایسے فرزند کی پرورش کرے۔

اس کی بادشاہت کی مدت اٹھائیس سال چند ماہ ہے۔ ۹۲۳ء میں اس عالم فانی سے ریاض جاودانی میں انتقال کیا۔

مولانا سماء الدین قدس سرہ

آپ ۸۰۸ء میں ملتان کی پاک سرزمین میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام فخر الدین تھا۔ چونکہ انھیں آپ سے بے حد محبت تھی اس لیے بارگاہ الہی میں ہر صبح آپ کی بھلائی کے لیے دعا کرتے تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی دعاؤں کی برکت سے عین جوانی میں سید راجو کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ظاہری اور باطنی تربیت حاصل کر کے درجہ ولایت سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ نے مخدوم جانیوں کے پوتے شیخ کبیر الدین اسماعیل سے نعمت خلافت پائی۔ سفر حجاز کے دوران آپ نے احمد آباد میں شیخ احمد کھٹو مغربی سے بہت زیادہ فیض حاصل کیا۔^{۳۱۸} حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات ظاہری اور باطنی دونوں علوم کی جامع تھی۔^{۳۱۹} علوم ظاہری میں صرف ایک واسطے سے آپ کا سلسلہ دھس میر سید شریف جرجانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔

آپ اولیا اللہ کے محبوب و مقبول اور منظور نظر تھے۔ لوگوں کے دلوں کے بھیدوں کا پتہ چلانے اور کشف و کرامات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ نے دنیوی اسباب سے بھر ضرورت اکتفا کیا۔ دوسروں کے لیے ایثار کرنے اور راحت پہنچانے میں آپ کی ہمت بلند سے بلند تر ہوتی رہی۔ ہمیشہ کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے کے مجاہدے میں مصروف رہے۔ بعض غیر اختیاری واقعات کے سبب آپ ملتان سے اس علاقے میں وارد ہوئے۔ کچھ عرصہ ادھر ادھر قیام کرتے رہے۔ پھر دہلی تشریف لائے تو یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ طویل عمر پائی۔ آخری عمر میں بنیانی سے محروم ہو گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے دوبارہ بلا علاج بنیانی مل گئی۔

سلوک و تصوف کے مشکل مسائل کی تشریح اور حل میں آپ کی بعض تصانیف ہیں۔ آپ نے "لمعات"^{۳۲۰} پر عالمانہ انداز میں حواشی تحریر کیے ہیں۔ علاوہ ازیں غوث الثقلین کے "قصیدہ قطبیہ" کی بہت اچھے اسلوب میں اور حضرت سے اپنی عقیدت و اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے تشریح کی ہے۔ آپ کی ایک اور تالیف "مفتاح الاسرار" ہے جو "رسائل عزیز نسفی" کے نیچ پر لکھی گئی ہے۔

شیخ جمالی جو صاحب فضل و کمال بزرگ، شاعر اور دانشور تھے۔ آپ ہی کے مرید تھے۔ ان کا بیان^{۳۲۱}

ہے کہ جب میں خشکی کے راستے حرمین شریفین اور بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر سمندر کے راستے واپسی پر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں اکثر آپ کی حاضری میں رہتا اور میرے ذمے یہ خدمت تھی کہ آپ کے لیے وضو کا پانی تیار رکھوں۔ اس حاضری میں مجھے عجیب و غریب نوعیت کے مشاہدے ہوئے۔ ایک دفعہ ایک درویش - مکتوبات^{۲۲۲} عین القضاہ ہمدانی - لیے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ اس سے کتاب لے کر مطالعہ فرمانے لگے اور عین القضاہ کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ عین القضاہ کے تصرفات اس قسم کے تھے کہ ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں بیس جگہ مہمان ہوتے اور حیرت یہ کہ اپنے حجرے سے باہر بھی نہ نکلتے۔ چونکہ میرا ابتدائے سلوک کا زمانہ تھا، میرے دل نے اس بات کو نہ مانا اور خیال گزرا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص ایک ہی دن میں بیک وقت بیس جگہ نظر آئے اور گھر سے باہر قدم بھی نہ رکھے۔ جو نبی میرے دل میں یہ خیال گزرا، آپ ازراہ کشف اس پر مطلع ہو گئے اور تیز تیز دنگاہوں سے میری طرف دیکھا جس سے میں سمجھ گیا کہ میرے دل میں جو خیال گزرا ہے، آپ اس سے واقف ہو گئے ہیں۔ خیر بات آئی گئی ہوئی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دروازے پر دستک کی آواز سنی۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید مجھے طلب فرما رہے ہیں، میں حجرے میں داخل ہوا تو مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ آپ حجرے کے چاروں کونوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، تھوڑی دیر بعد اسی ایک صورت میں آپ اپنی جگہ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔ شیخ جمالی! درویشوں کو تمشل صورت ہوتا ہے اور وہ اس نوعیت کی حیرت انگیز قوتیں رکھتے ہیں۔ اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

سترہ جمادی الثانی ۹۰۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حوض شمس کے جنوب روئے میں اسی مکان میں جہاں آپ بہ اشارہ خواجہ قطب الدین حالت حیات میں مقیم تھے اور بعد میں شیخ جمال نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی دفن ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ پر استغراق طاری ہو گیا۔ لوگوں سے بات چیت ترک کر دی۔ جب کبھی ہوش میں آتے، قرآن مجید کی تلاوت فرمانے لگتے اور معانی بیان فرماتے۔ نماز کے وقت اذان سن کر تازہ وضو کیا اور جماعت سے نماز ادا فرمائی پھر استغراق طاری ہو گیا۔ کچھ دیر سونے کے بعد آنکھ کھولی اور مسکراتے ہوئے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ جس وقت آپ لو غسل دیا جا رہا تھا، آپ نے انگشت شہادت اٹھائی اور اللہ اللہ کہا۔ بہت سے لوگوں نے جو اس وقت موجود تھے انھوں نے اپنے کانوں سے آپ کا اللہ اللہ فرمانا سنا۔^{۲۲۳}

۲۲۲ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں: کوئی ذات باوجود بجا، اپنی حالت وصف کے کسی دوسری صورت میں نہ آسکتی۔ اس کو تمشل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو صورت مشال کہتے ہیں۔ خواب، کاشفات میں تو ایسی صورتیں ہوتی ہیں جو عادیات کے طور پر کبھی بیداری میں بھی تمشل ہوتا ہے۔ اس سے بوازی شیخ کا حوالہ نہ ہو، یہ تمشل حالت میں اپنی ہی حالت سے انتقال نہیں ہوتا اور خلخ میں روح کا منتقل ہونا اعتبار کیا گیا۔

(الکلف عن صمدت تصوف، ازہر، ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۲)

(۲۲۳)

شاہ عبداللہ قریشی قدس سرہ

آپ اہل جنوں میں صاحب ہوش اور سالک مجذوب تھے۔ آپ کی شان اور بزرگی سب پر ظاہر اور عیاں تھی۔ آپ کی ظاہری اور باطنی نسبت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا تک پہنچتی ہے۔ آپ کے آباء اجداد میں سے بعض بزرگ ملتان سے اس علاقے میں تشریف لائے اور دہلی میں مستقل طور پر اقامت اختیار کر لی۔ انہوں نے سلطان بہلول لودھی سے اپنی صاحب زادی کی شادی کر کے اسے اپنی دامادی میں قبول کیا۔

شیخ عبدالوہاب بخاری قدس سرہ جو ظاہری اور باطنی کمالات میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے آپ کے مرید و معتقد تھے آپ سے ان کی محبت اور نیاز مندی کی یہ کیفیت تھی کہ "فنا فی الشیخ" کے درجے میں اس سے زیادہ تعلق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا روم کو اپنے شیخ شمس تبریز سے جو بے حد و انتہا تعلق تھا اسی کی مثل اور اسی کے مانند تعلق شیخ عبدالوہاب کو آپ کی ذات گرامی سے تھا۔ مختصر یہ کہ آپ کی شان جلال و کمال کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ عبدالوہاب بخاری اس علم و فضل کے باوجود جو انہیں حاصل تھا، آپ کی محبت میں بے اختیار ہو چکے تھے اور حد سے زیادہ آپ کی اطاعت و تابعداری کرتے تھے۔ آپ کا عرس بانیس صفر کو ہوتا ہے۔ آپ کا مزار قدیم دہلی کے قریب ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

اخبار الانبیاء میں ہے کہ ایک روز آپ نے جذب کی حالت میں فرمایا کہ گھر میں جو سامان ہے باہر نکال کر آگ آگ دو۔ شاہ احمد نے جو آپ کے فرزند سعادت مند تھے اور کم عمر تھے عرض کیا ایک ایک کر کے سامان باہر لانے میں لوگوں کو تکلیف ہوگی کیوں نہ گھر ہی کو آگ لگا دی جائے کہ ایک ہی مرتبہ جو کچھ ہے جل کر راکھ ہو جائے۔ آپ بیٹے کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کی تعریف کی۔ آپ کی عظمت و بزرگی کا ظہور سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں ہوا۔

سلطان بہلول لودھی ایک دین دار، سخی اور بہادر بادشاہ تھا۔ اس نے کسی سائل کے سوال کو کبھی رد نہیں کیا اگر اس کے لشکر کا کوئی سپاہی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لیے جاتا۔ کبھی کوئی کام خلاف شرع نہیں کیا۔ ابتدائے حیات میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ کسی بزرگ کی دعا کی برکت سے درجہ بدرجہ ترقی

پیدا وقت خاص یا اوقات خاص میں جنہی پر باری تعالیٰ کی یاد کا اس درجہ غلبہ ہوتا ہے کہ دوسرے خیالات محو ہو جاتے ہیں۔ یہ صفت اللہ ایک کشش ہوتی ہے جو مزید ترقیات کا باعث ہے۔ اس حالت کو صفی جنہی کہتے ہیں جو پہلی قسم ہے صفی وقت کی، کیونکہ یہ حالت جنہیوں پر طاری ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کے صوفی کو "سالک مجذوب" کہتے ہیں۔

(اقتباس یہ تغیر چند الفاظ از سر دہلی، مصنفہ شاہ محمد ذوقی، کراچی ۱۳۸۸ء، ص ۱۹۹)

(مترجم)

کرتے ہوئے تخت شاہی تک پہنچا۔ جب سے وہ تخت حکومت پر بیٹھا، کسی دشمن کو اس پر فتح حاصل نہ ہوئی۔
 سب اس کے مطیع و فرمانبردار رہے۔ تمام معاملات میں استخارہ کرنے کو مقدم جانتا تھا۔ آخری زمانے میں سلطان
 حسین شرقی پر فتح حاصل کی اور اس کے پورے ملک پر قابض ہو گیا اور یہیں مشرقی علاقے میں اس نے وفات
 پائی۔ یہ ۸۹۳ھ کا واقعہ^{۳۲۷} ہے۔ اس کے عہد حکومت کی مدت اٹھائیس سال نو ماہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد اس
 کا بیٹا سلطان سکندر^{۳۲۸} تخت حکومت پر بیٹھا اور معاملات حکومت جیسے کہ طے ہونے چاہیں سرانجام دیے۔

شیخ حاجی عبدالوہاب قدس سرہ^{۳۲۹}

آپ شاد عبداللہ کے مرید اور سید جلال بخاری بزرگ کی اولاد میں سے تھے۔ سادات حسینی میں
 سے تھے اور چوبیس واسطوں کے بعد سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ سے جا ملتے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت
 ۱۶۹ھ میں ہوئی اور تریسٹھ سال عمر پائی۔

آپ کی ذات میں علم کے ساتھ عمل، اقبال کے ساتھ حال اور صورت و سیرت کی تمام خوبیاں موجود
 تھیں۔ اس کے علاوہ آپ سیادت و سعادت، ذوق و شوق اور عشق و محبت کی نعمتوں سے بہرہ ور تھے۔ یاد الہی
 میں محویت اور دنیا سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ ابتدائے سلوک میں ایک دن آپ ملتان میں اپنے استاد اور
 خسر سید صدر الدین بخاری کی خدمت میں حاضر تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ تمام نعمتوں سے بہتہ و برتر دو نعمتیں
 آج بھی دنیا میں موجود ہیں لیکن لوگ ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ ایک نعمت تو منصفی صلی اللہ علیہ وسلم کا
 وجود مبارک ہے جو صفت حیات کے ساتھ مدینہ طیبہ میں موجود ہے اور لوگ اس سعادت کو حاصل نہیں کرتے
 اور دوسری نعمت قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر اس واسطے کے راست تلاوت کرنے والے
 سے کلام فرماتے ہیں لیکن مخلوق اس نعمت سے بھی غافل ہے۔ اس بات کا سننا تھا کہ آپ مجلس سے اٹھ
 کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ کی زیارت کی اجازت طلب کی اور اسی وقت بخشی لے راستے روانہ ہوئے اور اس
 سعادت سے بہرہ ور ہو کر وطن واپس ہوئے۔ شیخ صدر الدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کی وفات کا آپ کو
 صدر ۱۶۹۔

ایک شب آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ دہلی لے سفر پڑیں اور اس سفر میں آپ کو بشارت
 ملی ہے کہ دہلی میں ایک بزرگ کی خدمت میں نہیں حاضر کی سعادت حاصل ہوگی اور ان بزرگ لے وسیلے
 سے ظاہری اور باطنی مقاصد کی تکمیل ہوگی۔ یہ خواب آپ کی دہلی تشریف آوری کا سبب بنا۔ سلطان سکندر کو

جو اس زمانے میں بادشاہ دہلی تھا۔ آپ سے زیادہ اعتقاد و اخلاص پیدا ہو گیا اور اس نے آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی کمی نہ کی۔

قیام دہلی کے زمانے میں آپ شاہ عبداللہ کی صحبت میں حاضر ہونے لگے۔ اگرچہ ابتداء میں آپ شاہ عبداللہ سے اس طرح ملتے تھے جیسے علمائے ظاہر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں لیکن بعد میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ جس مرشد روحانی کی تلاش میں آپ دہلی آئے تھے وہ یہی بزرگ ہیں تو آپ نے ان کی بہت زیادہ خدمت کی۔ شاہ عبداللہ نے آپ کی جانب تھوڑا سا تغافل اختیار کیا لیکن پھر انہوں نے آپ کا اخلاص دیکھ کر بہت تعظیم و توقیر کی۔ کہتے ہیں کہ کچھ عرصے بعد جب آپ نے شاہ عبداللہ سے بیعت کر لی تو ایک دن انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ تم ماشاء اللہ حاجی حرمین ہو، عالم و متقی، صاحب حال و مقام اور صاحب سجادہ ہو، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ آپ نے نہایت نیاز مندی سے عرض کی کہ میں ان باتوں کو نہیں جانتا بس آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد شاہ عبداللہ نے آپ کی روحانی تربیت کی چنانچہ آپ وہ بن گئے جو بننا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آپ کے شیخ کے ہاں مچھلی پکی تھی۔ آپ سالن کی دیکھی کو سر پر رکھے ہوئے، شیخ کی خدمت میں دیر تک کھڑے رہے۔ اس وقت شیخ مراقبے میں تھے اور خاصی دیر تک اسی حالت میں رہے۔ جب انہوں نے مراقبے سے سر اٹھایا تو آپ سے فرمایا، میاں حاجی! تمہاری دیگ تو پہلے ہی سے پکی پکائی تیار تھی لیکن میں چاہتا تھا کہ اس میں زیادہ ٹھراؤ پیدا ہو جائے اور انجام کار بہت اچھا ہو۔ تمہارے فرزندوں کی بھی یہی کیفیت ہوگی۔ تمہارا ایک بیٹا دم آفر تک تمہاری مثل اور ایک میری مثل ہو گا۔ میں نے بارگاہ الہی میں یہ دعا کی تھی جو قبول فرمائی گئی۔

آپ دوسری مرتبہ بھی حرمین شریفین گئے اور زیارت سے مشرف ہو کر دہلی آئے۔ جہاں ۹۳۲ھ میں ظہیر الدین بابر کے عہد کے اوائل میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کا مزار قدیم دہلی میں اپنے پیر کے مقبرے کے قریب ہے۔ اس زمانے کے فاضلوں میں سے کسی نے آپ کی تاریخ وفات "شیخ حاجی" سے نکالی۔

بابر بادشاہ الہا فرماں روا تھا جس کی ذات پسندیدہ اوصاف و اعمال سے آراستہ تھی۔ وہ بہادری، انصاف اور دوسرے فضائل و کمالات میں تمام بادشاہوں سے ممتاز تھا۔ وہ چھ محرم الحرام ۸۸۸ھ میں نیک بختیوں کو ساتھ لیے ہوئے پیدا ہوا۔ ترکستان میں اپنے نامور والد کی وفات کے بعد اس نے ۸۹۹ھ میں تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ ۹۰۶ھ میں سر قند فتح کیا۔ ۹۱۰ھ کے آخر میں علاقہ شادمان کی طرف متوجہ ہوا اور بلخ و بدخشاں پر قابض ہو کر کابل و غزنین کی جانب پیش قدمی کی۔ ۹۲۶ھ میں قندھار اور دادر کے علاقے بھی اس نے فتح کر لیے۔ اس کے بعد ۹۳۲ھ میں دہلی، آگرہ اور ہندوستان کے تمام علاقے اس کے قبضے میں آگئے اور ہندوستان میں اس کے نام اور لقب کا خطبہ اور سکے جاری ہوا۔ بابر کے چار بیٹے تھے، جن میں سب سے بڑا فرزند ہمایوں بادشاہ

غازی تھا۔ بابر بادشاہ کی وفات اللہ اس کی دلیل کو روشن کرے ابتدائے جمادی الاول ۹۳۷ھ میں ہوئی۔

شیخ حاجی عبدالوہاب قدس سرہ کی ایک تفسیر بھی ہے جس میں تمام قرآن پاک کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے طور پر کی گئی ہے اور اس میں عشق و محبت کے حقائق و اسرار بیان کیے گئے ہیں۔ شیخ عبدالعزیز قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں آپ - تفسیر انوری - تحریر کرنے میں مشغول تھے ان دنوں آپ کے لباس اور کتابت کے سامان سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور بیشتر تفسیر آپ نے استغراق کی حالت میں لکھی ہے۔ اس تفسیر کا ایک اقتباس بطور نمونہ پیش ہے اس سے اندازہ ہو گا کہ اس کے مطالب میں کس قدر جذب و کیفیت کا اثر ہے۔

”قوله تعالى لو اردنا ان نتخذ لھوا لا تخذنه من لدنا۔ ان كنا فعلین“^{۳۳۱}

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے۔ اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا۔ (۱۷-۲۱)

اے جناب! جان لیں کہ اس آیت میں حق تعالیٰ کے بہت سے راز ہیں جنہیں وہی جانتا ہے اور اس کا رسول - اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ رب العالمین کی طرف سے جو چیز بنائی جاتی وہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہوتی یعنی بالفرض اگر ہم کوئی بیٹا بنانا چاہتے۔ جیسا نصاریٰ کا خیال ہے تو ہم اپنی طرف سے ضرور بناتے اور ہم محمد کو اپنا بیٹا بناتے جو تمام کائنات سے پہلے نور کی شکل میں ہمارے ہی پاس موجود تھا۔ وہ بھی بشر ہیں لیکن انسانوں میں سے کوئی بھی ان کی مثل نہیں ہے نہ کہ ہم عیسیٰ کو بیٹا بناتے جس کو بچپن ہی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم دیا جا چکا تھا لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ منزه ہے اس سے جو کچھ ظالمین کہتے ہیں۔ سو محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ بھی اسی کے بندے اور رسول ہیں۔

آپ کی چند کرامات:

آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ حرمین شریفین سے واپس آئے تھے تو ایک دن سمندر میں طوفان آگیا۔ کشتی میں سوار تمام افراد نعمت پریشان ہوئے اور زندلی سے مایوس ہوئے آپ حسب معمول تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہے اور ذرہ برابر اندیشہ آپ لے دل میں پیدا نہ ہوا۔ لشق کے مسافروں نے آپ سے اپنی بے چینی کا اظہار کیا اور دعائی درخواست لی۔ آپ نے فرمایا تم لوگ المدینان

رکھو کشتی کو کوئی آنچ نہ آئے گی کیونکہ مجھے سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صلح فرزندوں کی بشارت ملی ہے اور اس بشارت کا ظہور یقینی ہے۔ چنانچہ سمندر میں آیا ہوا طوفان تھم گیا اور جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

آپ کے مخلص مریدوں میں سے ایک شخص کو حرمین کے طواف کی شدید آرزو پیدا ہوئی لیکن آپ نے سفر کی اجازت نہ دی۔ چونکہ اس مرید کی نیت درست تھی اور اس نے بہت شوق کا اظہار کیا تھا، آپ نے فرمایا کہ تم جمعہ کو صبح کے وقت سب سے پہلے میرے پاس آنا میں تمہاری بات کا جواب دوں گا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو مرید آپ کے فرمانے کے بموجب حاضر ہوا۔ اس نے جونہی آپ کے چہرے پر نگاہ کی تو اپنے ہوش میں نہ رہا اور اس حالت میں خود کو حرم شریف کے اندر موجود پایا اور اسی حالت میں مقامات مقدسہ کا طواف کیا۔ کچھ دیر بعد جب ہوش میں آیا تو جو کچھ دیکھا تھا، نظر سے غائب تھا، البتہ آپ اس کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا اپنے اہل و عیال میں رہو اس کا زیادہ ثواب ہے۔

آپ کے ایک دوسرے مخلص مرید کا بیان ہے کہ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے دل میں خیال آیا کہ اگر میری قسمت میں اولاد ہے تو یقیناً حضرت مجھے اس کی بشارت دیں گے معاً آپ نے فرمایا کہ تیرے دو بیٹے ہوں گے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا محمد رکھنا۔ اس وقت پھر میرے دل میں خیال گزرا اگر اس سعادت کا وقت بھی مقرر فرما دیں تو زیادہ خوشی حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا اسی سال دونوں پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے بموجب ایسا ہی ہوا۔

شاہ ابو الغیث بخاری قدس سرہ

آپ شیخ حاجی عبدالوہاب کے فرزند اور شیخ صدر الدین کے نواسے تھے۔ آپ کو شاہ عبداللہ سے کامل فیض حاصل ہوا تھا اور اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ شاہ عبداللہ نے آپ کو الٹا کرتہ پہنایا تھا، اسی باعث آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ اس کیفیت کے باوجود، شریعت کا اس قدر پاس و لحاظ تھا کہ عبادات و معاملات میں سے کوئی جز، آپ سے فرو گزاشت نہ ہوتا۔ آپ یاد الہی میں بہت زیادہ بے خود اور قوی حال بزرگ تھے۔ جب آپ ان علوم کی کتابوں کا جو اس زمانے میں رائج تھا مطالعہ کرتے تو کسی طرح کی کیفیت کا اظہار نہ ہوتا لیکن جیسے ہی مطالعہ ختم کرتے جذب کی وہی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانے میں آپ تحصیل علم کر رہے تھے تو ساتھی طالب علموں سے سبق

میں آگے ہونے کی اجازت طلب کرتے اور بھتے کہ آپ حضرات تو ہمیشہ پڑھتے رہیں گے لیکن مجھے وقت اور فرصت میسر ہونے کا یقین نہیں ہے۔ خدا جانے آئندہ کیا حالت پیش آئے۔

آپ کی بہت سی کرامات اور کشف کا ذکر کیا گیا ہے، انہی میں سے حضرت مخدوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ کرامت بیان کی ہے ایک مرتبہ آپ کے گھر میں تمام دن روٹیاں پکتی رہیں جس کے سبب تو جلنے لگا۔ آپ تشریف لائے اور بہت دیر تک اپنے پیر توے پر رکھ کر کھڑے رہے اور کوئی اثر جلنے کا ظاہر نہ ہوا۔

ایک دن^{۳۳۳} آپ نے اپنے والد بزرگوار سے جو سلاطین لودھی کی ترقی کے خواہاں تھے عرض کیا، ابا جان آپ اس طرف توجہ نہ فرمائیں کیونکہ اس سال بادشاہ آپ اور میں کوئی بھی اس دنیا میں موجود نہ ہو گا چنانچہ اسی سال بادشاہ ظہیر الدین بابر کی فوج کے جھنڈے ہندوستان میں لہرانے لگے۔ سلطان ابراہیم لودھی لڑائی میں مارا گیا اور ان بزرگوں نے اسی سال وفات پائی۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ کے بارے میں بکری مر گئی۔ آپ کو خبر ہوئی، چنانچہ جہاں بکری مری پڑی تھی وہاں آئے اور کہا اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ بکری زندہ ہو گئی اور چلنے پھرنے لگی۔

بیان کرتے ہیں کہ آپ کی ایک بیٹی تھی جس کی شادی کسی دوسرے شہر میں ہوئی تھی۔ قضائے الہی سے بیٹی کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو بذریعہ کشف اس کا علم ہو گیا۔ آپ نے گھر والوں کے اشارے کنایے میں اس کے انتقال کا ذکر کیا۔ جب بہت دنوں بعد شہر سے بیٹی کی وفات کی خبر آئی اور حساب کیا گیا تو انتقال کا وہی دن نکلا جو آپ نے اشارتاً ظاہر کیا تھا۔

آپ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ ایک دن حاجی عبدالوہاب آپ کے والد نے آپ سے دریافت کیا کہ سکندر کے بعد بادشاہت کس کے نصیب میں ہے۔ آپ نے جواب دیا ابراہیم کے نصیب میں۔ چونکہ آپ کے والد کی خواہش تھی کہ جلال الدین بادشاہ بنے اس لیے آپ کی بات انہیں پسند نہ آئی اور آپ سے کہا، میاں خاموش رہو۔ آپ نے عرض کیا کہ جب حکم ہی یہی ہے تو یہی ہونا ہے۔ اس کے بعد آپ گھر کے اندر آئے، چادر سر پر کھینچی اور عالم جاودانی کو سدھارے۔ آپ کی وفات اپنے والد شیخ حاجی کی حیات میں ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو اپنے مشائخ کے مزارات کی زیارت کو نکلے اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو کل واپس آ جاؤں گا۔ جب گھر پہنچے تو ملازموں کو طلب کر کے پوچھا کہ آگ میں مہ جاؤں تو تم کس طرح آہ و زاری کرو گے۔ اس کے بعد اسی دن یہ دوسرے دن آپ کی وفات ہوئی۔ یہ ساری سلطان ابراہیم لودھی کے عہد حکومت میں ہوا۔

سلطان ابراہیم ایما بادشاہ تھا کہ جب سلطان سکندر کے بعد اس کی حکومت قائم ہوئی تو سب سے پہلے اس کے دل میں اپنے بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف فاسد خیالات پیدا ہوئے اور اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ میرے خلاف سازش کر کے حکومت پر قبضہ نہ کر لیں۔ چنانچہ اس بدگمانی میں اس نے بڑے بڑے امیروں کو قتل کرا دیا اور کچھ سرداروں کو قید کر دیا۔ اقتدار کی اس ہوس کے سبب سلطنت کے بعض امیر باغی ہو گئے اور ملک میں فتنوں نے سر اٹھایا۔ جب فردوس مکانی بابر بادشاہ کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے ہندوستان کا رخ کیا۔ سلطان ابراہیم قتل ہوا اور ملک ہند پر اس کی حکومت قائم ہو گئی اور رعایا کو سلطان ابراہیم کے ظلم و ستم سے نجات حاصل ہوئی۔

شاہ جلال الدین شیرازی قدس سرہ

آپ صاحب وقت ^{۳۳۶} شیریں مشرب اور نورانی صورت بزرگ تھے۔ آپ شیخ محمد نور بخش کے مرید تھے، جنہوں نے گلشن راز کی شرح لکھی ہے اور جو اپنے زمانے کے محقق و عارف بزرگوں میں شمار ہوتے تھے آپ حرمین شریفین کی زیارت کو گئے وہاں سے سلطان سکندر کے عہد میں اس طرف لوٹ آئے اور پھر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کو مولانا رومی کی مثنوی سے خاص تعلق تھا اور اس سلسلے میں آپ نے اہل فضل و کمال سے اس کے مضامین کی تحقیق کی تھی۔ آپ شریعت کے احکام پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ آپ نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے:

• ایک دفعہ بیت اللہ شریف میں ایک درویش سے میں نے ایسی بات سنی جو ظاہر شریعت کے خلاف تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس بے اعتدالی پر اسے کچھ سزا دوں۔ وہ پہاڑ کی طرف بھاگا، میں اس کی پیچھے دوڑا۔ اچانک وہ میری طرف مڑا اور یہ شعر پڑھا۔

۳۳۶ - وقت - تصوف کی اصطلاح ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

• وقت آن بود کہ بندہ بدان از ماضی و مستقبل فارغ شود چنانکہ واردی از حق بہ دل او پیوندد و سر دی را مجمع گرداند چنانکہ از کشف آن وقت نہ از گزشتہ یاد آیدش و نہ از نا آمد۔
(کشف المحجوب - طبع اول لاہور ۱۹۶۸ ص ۳۱۶)

وقت وہ کیفیت ہے کہ اس کیفیت میں بندے کو ماضی اور مستقبل کا کوئی احساس نہیں ہوتا (یوں سمجھو) کہ کوئی وارد حق تعالیٰ کی طرف سے دل میں آتا ہے اور اس کی حقیقت بندے کے دل پر منکشف ہوتی ہے تو اس کشف کی کیفیت میں بندے کو نہ ماضی یاد رہتا ہے اور نہ مستقبل کا کوئی خیال پیدا ہوتا ہے۔

دستِ ناپیدا گریبان می کشد من پی دست و گریبان می روم

(ترجمہ) کوئی غیبی ہاتھ میرے گریبان کو کھینچ رہا ہے اور میں بے اختیار ہاتھ اور گریبان کے پیچھے چلا جا رہا ہوں اس شعر نے مجھ پر بے حد اثر کیا اور میں وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں آپ کی ہمت بہت بلند تھی۔ اخبار الاخیار میں بیان کیا گیا ہے کہ جس دن سے آپ دہلی تشریف لائے آپ کے باورچی خانے کی آگ کبھی سرد نہ ہوئی۔ آپ کے ہاں مہمانوں کو ہمیشہ نان اور فیرنی پیش کی جاتی۔ کسی بھی وقت کوئی مہمان آتا تو نان اور فیرنی کے علاوہ دوسرے کھانے بھی اس کے لیے تیار کیے جاتے۔ آپ کی وفات ۹۳۳ھ میں ہمایوں بادشاہ کے عہد حکومت میں ہوئی۔ آپ کی قبر حاجی عبدالوہاب کے مزار کے قریب ہے۔

نصیر الدین محمد ہمایوں بہت سی خوبیوں کا بادشاہ تھا۔ وہ صاحب علم و عرفان، فیاض، حلیم الطبع انصاف پرور، سخی اور بہادر فرماں روا تھا۔ عبادت گزاری تو اس کی ذات میں کمال درجے کی تھی۔ اس نے کبھی کسی شخص کو تو کر کے مخاطب نہیں کیا۔ ہمیشہ روزہ رکھنا اور راتوں کو عبادت کرنا اس کی بلند فطرت کے لوازمات میں تھے۔ جب وہ روزہ افطار کرتا تو پر تکلف کھانوں کا کوئی اہتمام نہ کرتا۔ وہ گوشت بالکل نہیں کھاتا تھا۔ درویشوں، نیک لوگوں اور عالموں کا بے حد احترام کرتا تھا۔

۹۱۳ھ میں پیدا ہوا۔ ۹۲۵ھ میں وہ اپنے والد کے حکم کے مطابق صوبہ بدخشاں کا داراں مقرر ہوا۔ بابر کے ہمراہ ہندوستان فتح کرنے میں اس کی عزیمت کو ششمن ظہور میں آئی۔ جب بابر بادشاہ کی وفات ہوئی تو دارالخلافہ آگرے میں جمادی الاول کے مہینے میں جمعہ کے دن اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور قندھار سے جرات نیک تمام علاقہ اس کے تصرف میں آیا۔ آخر کار اسے عجیب و غریب واقعات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دن پروردگار بادشاہ کا سال وفات "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد" کے مصرع سے نکلتا ہے اور یہ سال ۹۶۳ھ تھا۔

اس کی وفات کا سبب یہ تھا کہ جب دوسری بار اس عالی مرتبہ بادشاہ نے بدانتہا افغانوں کو مغلوب کیا تو ابھی چھ ماہ نہ گزرے تھے کہ ایک دن لوشک اعلیٰ میں ہوا خوری لے لیے چڑھا۔ اسی دوران مہمان نے اذان دینی شروع کی۔ اس نے اذان کی تعظیم میں بیٹھنا چاہا۔ پاؤں پھمسل گیا اور نیچے گر پڑا۔ شاید اسی وقت یہ چھ ماہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

شیخ سلیمان مندوی قدس سرہ

آپ کے والد گرامی کا نام عغان تھا۔ جائے پیدائش دہلی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب سلطان ابراہیم ادہم سے ملتا ہے اور سلسلہ بیعت چار واسطوں سے حضرت محبوب ربانی قطب صمدانی سلطان المشائخ تک پہنچتا ہے۔ جو اس طرح ہے۔ آپ نے شیخ محمد عیسیٰ جونپوری سے جو یکتائے زمانہ تھے ہدایت حاصل کی۔ انہوں نے شیخ فتح اللہ^{۳۲۰} سے جو اپنے عہد کے بے مثل بزرگوں میں تھے خلافت حاصل کی۔ شیخ فتح اللہ شیخ صدر الدین حکیم کے مرید تھے۔ جو ظاہر و باطن دونوں علوم کے جامع، اعلیٰ پایہ کے عالم اور عارف تھے۔ شیخ صدر الدین شیخ نصیر الدین محمود کے عظیم خلفا میں سے تھے۔

ایک اور سلسلے سے آپ کی نسبت ارادت پانچ واسطوں سے سلطان المشائخ تک پہنچتی ہے۔

یعنی آپ کو اپنے والد بزرگوار شیخ عغان سے خلافت ملی۔ انھیں شیخ حسام الدین مانک پوری سے اور انھیں نور قطب عالم سے فرقہ خلافت ملا۔ شیخ نور قطب عالم کو اپنے والد گرامی شیخ علاء الدین سے سند خلافت حاصل ہوئی۔ انھیں انخی سراج سے، انخی سراج نے سلطان المشائخ سے خلافت پائی۔

آپ، اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو، بلند پایہ بزرگ تھے۔ اپنے مریدوں کی تربیت کرنے اور درویشوں کے اذکار میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سیاحت کی اور عالی مرتبہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر باطنی نعمتیں حاصل کی تھیں اور بہت خانوادوں کے پیروں سے باطنی فیض حاصل کیا۔ پچاس سال تک مسجد اقصیٰ اور بیت اللہ شریف میں اعتکاف کیا۔ حضر کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور سخت قسم کی ریاضتیں کیں۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ کو "نقل ارواح" کا مرتبہ، جو اولیاء کے تصرفات میں سے ایک مرتبہ ہے حاصل تھا۔ جس کے سبب آپ گذشتہ زمانے کے گزرے ہوئے واقعات بتا دیتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ اور سرچشمہ ولایت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید پڑھا۔ آپ کا عرس چودہ محرم الحرام کی شب میں ہوتا ہے۔ آپ نے اسی سال وفات پائی جس سال شاہ جلال شیرازی کی وفات ہوئی تھی۔ آپ کی قبر خواجہ قطب الدین کاکلی کے مزار مبارک کے عقب میں شاہ سلیمان کی قبر کے پہلو میں ہے، جو اللہ ان کی دلیل کو روشن کرے، بدخشاں کے فرماں روا تھے انھیں علم ظاہر، حال و قال اور وجد و سماع کی نعمتوں سے پورا پورا حصہ نصیب ہوا تھا۔ (سب سے بڑھ کر یہ کہ) وہ آپ کے مرید و معتقد تھے۔ لوگ ان کے مزار کی زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ہیں۔ شیخ سلیمان مندوی کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام شیخ داؤد اور دوسرے کا شیخ محمود تھا۔ دونوں نے علوم شرعیہ کی تکمیل کی تھی۔ شیخ داؤد کا انتقال تو جوانی میں ہی

ہو گیا تھا البتہ شیخ محمود آپ کی وفات کے بعد آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ شیخ کمال شیخ محمود کے عظیم فرزند تھے جو اپنے بزرگوں کی روش پر قائم رہے اور اپنے آپ کو علم و عمل سے آراستہ کیا۔ حضرت شیخ کمال قدس سرہ کے بست سے معنوی فرزند (مرید) تھے۔ جنہوں نے ان کی ولایت کے سلسلے کو جاری و ساری رکھا۔ ان میں سے سب سے زیادہ کامل اور افضل حضرت سید احمد نانوتہ قدس سرہ تھے جو مریدوں کو توجہ دینے میں یکتائے روزگار اور کشف و کرامات میں بے مثل تھے۔ آج بھی آپ کی نسبت کے آثار و برکات آپ کے فرزندوں اور مریدوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ عشق و محبت کی سرمستی، سوز و گداز اور سماع کا ذوق ان بزرگوں کی خمیر میں رکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر عمومی شفقت اور اہل فضل و کمال پر خصوصی عنایت اس گروہ کا شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ ساہما سال تک ان بزرگوں کو اپنے صلح آباء و اجداد کے طریق پر ثابت قدم رکھے۔

منقول ہے کہ ۹۳۶ھ میں میرزا سلیمان ابن میرزا خان شیخ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حقائق و معارف کی مجلسیں گرم ہوتیں اور اہل مجلس بے خود و سرشار ہو جاتے۔ آپ کی زندگی کے واقعات کی اشاعت اور آپ کی شہرت مندوی کی حیثیت سے ہوئی۔ فرماتے تھے کہ جس سال صاحب قران امیر تیمور گورگان نے دہلی کو فتح کیا۔ اس سال اس شہر کے باشندے ادھر ادھر چلے گئے۔ ہم مندو آگئے، کچھ عرصہ یہاں قیام کیا اور مندوی مشہور ہو گئے۔ آپ ایک سو پچاس سال زندہ رہے۔ بعض لوگ اس سے زیادہ بھی بتاتے ہیں۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ آپ نے خاصی طویل عمر پائی تھی۔ بست سے بادشاہوں کی حکومت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کے ظہور کی ابتداء اس زمانے میں ہوئی جب خضر خاں پھر سے لہرا رہے تھے۔

خضر خاں فطری طور پر عالی ہمت سردار تھا۔ فیروز شاہی خاندان کے خاتمے کے بعد دہلی اس کے سایہ حکومت میں آئی اور وہ سلطنت پر قابض و مقرف ہوا۔ اگرچہ اس نے تخت نشین ہونے کے بعد شاہی نام و لقب اختیار نہیں کیا۔ تاہم بادشاہوں کے مانند ملک کا انتظام چلایا اور سلطنت کے معاملات شاہانہ انداز سے طے کیے۔ اپنے امیروں اور سرداروں کو ان کی لیاقت کے مطابق منصب عطا کیے۔ مختصر یہ کہ اس کی ذات میں بادشاہ ہونے کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ ابتدا میں وہ فیروز شاہ کے اعلیٰ مرتبہ امیروں میں شامل تھا اور ملتان کا حاکم تھا لیکن جس زمانے میں امیر تیمور صاحب قران دہلی آیا اور اس نے خضر خاں کو سند قبولیت عطا کی تو ملتان کے علاوہ دیباپور کے اضلاع بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیے۔ چونکہ وہ ایک عظیم بادشاہ کا منظور نظر ہو گیا تھا آخر کار دہلی کی بادشاہت بھی اسے نصیب ہوئی۔ اس نے سات سال دو ماہ حکومت کی۔ جب ۸۲۳ھ میں اس کی وفات ہوئی تو مبارک خاں جو اس کا جواں مرد اور بہادر بیٹا تھا، معز الدین مبارک شاہ لے لقب سے تخت نشین ہوا۔

معز الدین مبارک شاہ طبعاً بست ہی نرم دل، فیاض اور پسندیدہ عادتوں کا مالک تھا۔ تخت نشینی کے پہلے سال اس نے خاص اور عام لوگوں کو شاہی عنایتوں اور انعاموں سے نوازا۔ امیروں اور سرداروں کو جاگیریں

عنایت کیں اور مفسدوں کو قرار واقعی سزائیں دیں۔ ۸۳۷ھ میں اس نے دریائے جہنا کے کنارے ایک نیا شہر تعمیر کیا اور اس کا نام مبارک آباد رکھا۔ اس نئے شہر میں عیش و کامرانی میں مشغول ہوا۔ اسی سال نور جب جمعہ کے دن نماز ادا کرنے کے لیے جامع مسجد آیا تو اس کے مصاحبوں میں ایک امیر نے نمک حرامی کی اور اپنی بے ہودہ خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے تلوار سے اس کے سر مبارک پر ضرب لگائی اور اسے شہید کر دیا۔ اس نے تیرہ سال تین ماہ حکومت کی۔

معز الدین مبارک شاہ کی شہادت کے بعد سرداروں نے اس کے بھتیجے کو جس کا نام سلطان محمد خاں ابن فرید خاں تھا، سلطان محمد شاہ کے خطاب کے ساتھ تخت حکومت پر بٹھایا۔ اگرچہ سلطان محمد شاہ وراثتاً اپنے آباء و اجداد کی خوبیوں کا مالک تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے عہد حکومت میں امور سلطنت کی رفتار سست پڑ گئی۔ آس پاس کے سلاطین کے دل میں ملک پر قبضہ کرنے کی حرص پیدا ہوئی، تاہم سلطان محمد شاہ کی کمزوری اور غفلت کے باوجود بہلول لودھی کی تقویت کے سبب جو اس کے امیروں میں بہت ہی امتیازی حیثیت رکھتا تھا اس نے دو سال چند ماہ حکومت کی۔ انجام کار ۸۳۷ھ میں اسے طبیعتی موت نے آپکڑا۔

اس کی موت کے بعد سرداروں نے اس کے بیٹے کو علاء الدین کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا۔ وہ سلطنت کے انتظام اور معاملات میں اپنے باپ سے زیادہ سست اور کمزور ثابت ہوا۔ اس میں مخالفوں اور باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی قطعی ہمت نہ تھی۔ چنانچہ کچھ عرصہ دہلی میں گزارا پھر بڑاؤں چلا گیا اور عیش و راحت میں مشغول ہو گیا۔ اس نے اپنی مرضی اور اختیار سے ملک کی بادشاہت بہلول لودھی کے سپرد کر دی۔ علاء الدین نے ملک پر سات سال اور کچھ مہینے حکومت کی اور پھر رحمت حق سے جا ملا۔

شیخ محمد مشائخ قدس سرہ

آپ حاجی عبدالوہاب کے بیٹے، شیخ صدر الدین کے نواسے اور شاہ ابوالغیث کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ نے شاہ عبدالنور قریشی سے استفادہ کیا اور فیض پایا۔ نیز اپنے والد گرامی کی نعمت باطنی سے کامل طور پر بہرہ ور تھے۔ (والد کی وفات کے بعد) ان کے جانشین و صاحب سجادہ ہوئے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے۔ جب حاجی عبدالوہاب دوسری بار حج کے لیے گئے تو آپ کو اپنی جگہ نائب مقرر کیا تھا۔ حلال کھانا اور بیچ بولنا جو راہ طریقت کے لازمی اصول ہیں ان پر سختی کے ساتھ کاربند تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب عدل پرور بادشاہ محمد ہمایوں اللہ تعالیٰ اس کی دلیل روشن کرے، فتح کی نشانی

والے جھنڈوں کے ساتھ گجرات کی فتح کے لیے روانہ ہوا تو آپ کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ چوں کہ حاکم وقت کی اطاعت فرض ہے آپ بادل ناخواستہ اس کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن کھانے اور خوراک کا سامان دہلی سے ساتھ لے کر چلے۔ رعایا سے لوٹی ہوئی یا زبردستی چھینی ہوئی کوئی چیز آپ نے زبان پر نہ رکھی۔ جس روز آپ کا سامان خورد و نوش ختم ہوا اسی روز آپ نے سفرِ اغرت اختیار کیا۔ یہ شعبان کی ستائیس تاریخ اور اتوار کا دن تھا۔ ایک فاضل نے "شیخ بادی بود" سے آپ کی تاریخ وفات نکالی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر پچاس سال تھی۔ اپنے والد گرامی کے انتقال کے بعد دس سال تک آپ مخلوق خدا کی ہدایت کرتے رہے۔

جب آپ باغِ جنت کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے سعادت مند فرزند شیخ عبدالکریم آپ کے جانشین ہوئے۔ وہ صاحبِ علم و عمل تھے اور انھوں نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم کی پیروی کی۔ شیخ محمد شہید جو ظاہری اور باطنی بزرگی کے حامل تھے، ان کے فرزندوں میں سے تھے۔ ان بزرگوں کی شہادت کے بعد شیخ عبدالوہاب جو صورت و سیرت اور ظاہر و باطن سے آراستہ، بخشش و سخاوت کی خوبیوں سے مزین اور پسندیدہ اوصاف سے موصوف تھے ان کے جانشین ہوئے۔

اب ان بزرگوں کے وارث شیخ عبدالوہاب کے فرزند حقیقی شیخ محمد یوسف ہیں جو مشائخ اور درویشوں سے نہایت عقیدت اور اخلاص رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کو ہمیشہ عزت و آبرو کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔

شاہ منزل قدس سرہ

آپ نے اپنے والد ماجد قطب الاقطاب حاجی عبدالوہاب سے بیعت کی اور ان ہی سے نعمتِ خلافت پائی۔ آپ شاہ زادہ روم عبداللہ کے نواسے تھے جنھوں نے سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتیات کے حکم کے مطابق ماپنی بیٹی کو حاجی عبدالوہاب کے نکاح میں دیا۔ آپ ۹۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور بے شمار کمالات اپنے عالی مرتبہ والد سے حاصل کیے اور شاہ عبداللہ قریشی کے بھی منظور نظر ہوئے۔ اس کے علاوہ شیخ الاسلام شیخ سلیم سیکری کی جو اپنے زمانے کے بے مثل اور یتا بزرگوں میں سے تھے مہربان مجلسوں میں رہے اور ان سے روحانی استفادہ کیا۔ ان کی (شیخ سلیم کی) بہت سی رات اور حیرت انگیز واقعات یاد تذكروں میں آیا ہے۔

جب آپ کی عمر سیستیس سال تھی تو ۹۵۸ھ میں سلیم خان ابن شیعہ خان لے مددِ نہوت میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی میں سفر کیا۔

شروع میں سلیم خاں کا لقب سلیم خاں ہی تھا لیکن جب اس کا باپ ۹۵۱ھ میں کابل بخر کے فتنے میں مارا گیا اور وہ تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنا لقب اسلام شاہ رکھا۔ (تخت نشینی کے بعد) دنیا کو فتح کرنے کا سودا اس کے سر میں سما گیا۔ سلطنت کے اکثر معاملات میں وہ اپنے باپ کی پیروی کرتا تھا اور باپ کے وضع کردہ قوانین کی رعایت کرتا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے پاس حکومت و سلطنت کے وسائل اپنے باپ سے زیادہ تھے۔ اس کے باپ نے اپنی حدود سلطنت میں ہر کوس پر سرائے تعمیر کی تھی۔ اسلام شاہ نے دونوں سرائیوں کے درمیان ایک سرائے اور تعمیر کی اور ہر سرائے میں لنگر جاری کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ ہر سرائے میں دو گھوڑے اور چند سپاہی تعینات کر دیے تاکہ ڈاک چوکی کے ذریعہ اسے ہر روز گوڑ اور بنگال کے بارے میں خبریں پہنچائی جا سکیں۔ اس نے اپنے باپ کے زمانے کے امیروں اور سرداروں جن میں خواص خاں بھی شامل تھا قتل کروا دیا۔ ۹۵۹ھ میں اس نے خود بھی وفات پائی۔ اس کی حکومت کا زمانہ نو سال چند ماہ تھا۔ اس کی موت کے بعد افغان سرداروں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ چار سال تک فتنہ و فساد کا دور دورہ رہا۔ بالآخر ۹۶۳ھ میں دوبارہ ہمایوں ہندوستان پر قابض ہو گیا۔ سلطنت کے مردہ جسم میں نئی جان پڑ گئی اور رعایا کو ظلم و تشدد سے نجات ملی۔

شاہ مدثر قدس سرہ

آپ حاجی عبدالوہاب کے چوتھے فرزند تھے۔ آپ اور شاہ منزل ایک ماں سے تھے۔ آپ کی ولادت ۹۲۳ھ میں ہوئی۔ اپنے والد سے بیعت تھے اور خلافت بھی ان ہی سے حاصل کی تھی۔ شاہ منزل نے آپ کے بارے میں بارہا فرمایا کہ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ شاہ منزل ہمیشہ آپ سے عاجزی اور انکسار کے ساتھ پیش آتے تھے۔

آپ ظاہری اور باطنی علوم میں کامل بزرگوں اور اعلیٰ پاکبازوں کی زندہ مثال تھے۔ باطنی ذکر و شغل میں آپ کی محویت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے رسمی معاملات، غم اور خوشی کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس عہد کے سلاطین شیر خاں اور سلیم خان آپ کے عقیدت مند تھے اور آپ سے بے حد اخلاص رکھتے تھے۔ دونوں نے اپنے دور اقتدار میں آپ کے ہاں حاضری دی۔

آپ کی بہت سی کرامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کافر اور گنہ گار آپ کو دیکھتے ہی اپنے کفر اور گناہوں سے توبہ کر لیتے تھے۔ بیمار آپ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر شفایاب ہو جاتے۔ ۹۶۱ھ میں اس

تاریک خاکداں سے عالم روحانی میں آپ کا انتقال ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب سلیم خاں کی وفات کے بعد اس کے خویش و اقربا تخت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے برس پیکار تھے۔ ان ہی میں سلطان محمد عدلی بھی شامل تھا۔ بہر حال یہ خانہ جنگی چار سال تک جاری رہی۔

آپ کی عمر شریف ستائیس سال تھی۔ آپ کی وفات کے بعد، آپ کے سعادت مند فرزند شیخ عبدالغفار جو حافظ قرآن، صاحب علم و عمل، اہل باطن کی خوبیوں سے آراستہ اور بے نیازانہ مزاج کے حامل تھے، آپ کے جانشین اور صاحب سجادہ ہوئے۔ ۱۰۱۰ھ میں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے سب سے بڑے فرزند سید احمد جن کی تاریخ ولادت "زاد شیخ اولیا" ہے، اپنے عالی خاندان والد کے قائم مقام ہوئے اور جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے عالی فطرت بیٹے شیخ سلیم کو جو ریاضت و مجاہدہ، فقر و فنا، تواضع اور انکسار کے اوصاف سے آراستہ تھے، بزرگوں کا سجادہ سپرد کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سلسلہ شریفہ کو خلافت عالی کے ساتھ قیام قیامت تک جاری رکھے۔ شیخ مدثر قدس سرہ کے ایک اور بیٹے تھے جن کا نام شیخ نظام تھا جو بہت ہی قوی جذبے کے بزرگ تھے اور جنھیں شاہ منزل کی حالت باطنی کا کامل حصہ نصیب ہوا تھا۔ شیخ نظام پاکیزہ اخلاق اور کریمانہ طبیعت کے حامل بزرگ تھے۔ ان کا انتقال اپنے بھائی شیخ عبدالغفار کی حیات ہی میں ہوا۔ ان کے تین فرزند تھے۔

شیخ رکن الدین قدس سرہ

شاہ عبداللہ قریشی کے عالی فطرت فرزند تھے۔ آپ کی والدہ سلطان بہلول لودھی کی دختر تھیں جن سے شاہ عبداللہ قریشی نے نکاح کیا تھا۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد دہلی کے شیخ الاسلام ہوئے۔ آپ کی قبر شاہ عبداللہ کے مزار کے قریب ہے۔

شیخ ابوالفتح قریشی قدس سرہ

آپ شیخ رکن الدین کے بیٹے تھے۔ دسویں صدی ہجری کے نصف میں دہلی کے مامون نامی باشندوں کی مقیدت ۵ مرتبہ تھے۔ آپ کی قبر بھی اپنے بزرگوار دادا کے پہلو میں ہے۔

شیخ ادھن دہلوی قدس سرہ

آپ ظاہری علوم میں کامل، پرہیزگار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ اپنی تمام زندگی انتہائی عاجزی، انکسار، اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ بسر کی۔ آپ مولانا سماء الدین کے مرید تھے۔ آپ کا چہرہ نورانیت سے دکھتا رہتا تھا اور آپ کی پیشانی پر علم و تقویٰ کے انوار ظاہر اور نمایاں ہوتے تھے۔ آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے اور حلال قہمے کے لیے بہت زیادہ احتیاط اور شرعی احکام کی پابندی کرتے تھے۔ میرے مخدوم حضرت نے حق سبحانہ^{۱۰} انھیں سلامت رکھے^{۳۳۶}۔ اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ میرے نانا تھے اور آپ کا اصل نام زین العابدین تھا۔ اسی پاکیزہ کتاب میں (شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے) اپنے والد کا قول نقل کیا ہے۔ فرمایا کہ میں نے شیخ ادھن کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو گھر کے باہر اور گھر کے اندر یکساں طور پر رہتا ہو۔ لوگوں کے درمیان آپ جن آداب اور طریقوں پر عمل کرتے تھے، وہی آداب اور طریقے گھر میں برتتے تھے۔ زبان پر ہر وقت اللہ کا ذکر جاری رہتا۔ ۹۳۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

شیخ یوسف قتال قدس سرہ

آپ نے بہت زیادہ ریاضتیں اور مجاہدے کیے تھے۔ آپ قاضی جلال الدین لاہوری کے مرید تھے جو آپ کے خسر بھی تھے۔ آپ سے بہت سی کرامات اور حیرت انگیز باتیں منسوب ہیں۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ ہفت پل پر جو سلطان محمد تغلق کی تعمیر کردہ عمارتوں میں ایک عمارت ہے، ذکر الہی میں مشغول اور ریاضتوں میں مصروف رہتے تھے۔ اس مشغولیت کے دوران اللہ کا ایک ولی وہاں پہنچا اور ایک نعمت باطنی آپ کے سپرد کی اور بعض اسرار کا آپ کو مشاہدہ کرایا۔ جب آپ نے ان اشارات کے مطابق عمل کیا تو آپ کو مقصد دلی حاصل ہو گیا۔ آپ کی وفات ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے عہد میں ۹۳۳ھ میں شیخ ادھن کے وصال سے ایک سال قبل ہوئی۔ آپ کے عرس کی تاریخ انتیس ذی قعدہ ہے۔ آپ کا مزار ہفت پل پر اسی جگہ ہے جہاں آپ حالت حیات میں رہتے تھے آپ کے انفاس شریفہ کے فوائد چار کلموں کے ضمن میں بیان کیے جاتے ہیں۔

کلمہ ۱ اگر (اللہ سے) محبت کرنے والا دنیا اور جو کچھ اس سے متعلق ہے ان کی جانب میلان

رکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدے سے محروم رہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر دنیا اور اس کے متعلقات سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو دیدار کی خلعت پانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی باعث ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو مازع البصر و ما طفی اور الم تر الی ربک کا انعام عطا ہوا۔

کلمہ ۲ صوفیہ کی جماعت اس بات کو اپنے لیے باعث شگمبختی ہے کہ اپنی ہمت ایسی چیز پر صرف کریں جو حکم کن کے تحت آتی ہو یعنی جو چیز غیر کی محتاج ہو وہ ان کی نظر میں قابل توجہ نہیں ہے اور نہ اس شے سے ان کے قلب کو آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ جو چیز کن کھنے سے ظہور میں آئی ہے وہ نہ اپنی ذات سے قائم ہوتی ہے اور نہ اپنی ذات سے باقی رہنے کی اس میں قدرت ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شے اپنے قیام میں غیر کی محتاج ہے اس پر ہمت صرف کرنا اور اس کے حصول کو مقصد قرار دینا انتہائی کم ہمتی اور بے مروتی کی بات ہے۔

کلمہ ۳ وہ شخص جس کا باطن صفات مذمومہ سے آلودہ ہے اور وہ صرف اپنے جسم کی ظاہری صفائی کو کافی خیال کرتا ہے اس کی حالت اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کو اپنے ہاں مہمان بلائے اور دروازے سے باہر میدان اور دہلیز کو جھڑو دے کر صاف ستھرا کرے لیکن گھر کے اندر چبوترے کو جس پر بادشاہ کو بیٹھنا ہے گندہ رکھے اور کوڑا کرکٹ صاف نہ کرے ایسا شخص دنیا کے احمقوں کا سردار ہے۔ وہ ہرگز بادشاہ کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا۔

بجائی کہ سلطان دروں آورند خس و خوار از آبی برون آورند

(ترجمہ) وہ مقام جہاں بادشاہ کو لاتے ہیں پہلے اس جگہ پڑے ہوئے خس و خاشاک کو باہر پھینکتے ہیں۔

کلمہ ۴ جب بندے کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ جبار ہیں اور تمام کا وہی درست فرماتے ہیں تو وہ غیر اللہ سے اپنی حاجت بیان نہیں کرتا بلکہ اسے غیر اللہ سے شرم آنے لگتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ایسے شخص پر حیرت ہوتی ہے کہ جو اللہ کو مانتا ہے اور اس کے غیر سے حاجت طلب کرتا ہے۔ وہب بن اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے روم کے شہروں میں برسوں سفر کیا وہاں لے ویرانے اور آبادیوں دیکھیں ایک دن مجھے ایک پہاڑ سے آواز سنائی دی میں اس آواز کی طرف چلا لیکن کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

عجبت لمن يعرفک کیف يستعین علی امر اهدا غیرک

مجھے اس شخص پر سخت حیرت ہے جو تیری جباری کو جانتا ہے اور اس لے باوجود اپنے معاملات میں تیرے غیر

مذ مازع البصر و ما طفی سورہ نمبر میں ہے جس کا ترجمہ ہے دکھا نہ تو اتنی در نہ نامی الم تر الی ربک سورہ فرقان کی آیت پینالیس کا جز ہے۔ مکمل طور پر اس طرح ہے الم تر الی ربک کہف مد الظل ترجمہ یہ ہے (سے مظلوم) یا تو نے اپنے پورے کار کی (اس قدرت) پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیونکر (اور ملک) پھیلا دیا ہے۔

سے مدد کا طالب ہے۔

شیخ عبداللہ دہلوی قدس سرہ

آپ کی جائے پیدائش و پرورش دہلی ہے۔ شیخ یوسف قتال کے فرزند بزرگوار تھے۔ بے شمار ظاہری اور باطنی کمالات کے حامل تھے۔ تمام زندگی توکل اور قناعت کے ساتھ بسر کی۔ کسی بادشاہ سے کوئی چیز بطور جاگیر و ملکیت قبول نہیں کی۔ آپ کی وفات ۹۸۷ھ میں ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مولانا شعیب قدس سرہ

آپ عالم باعمل اور صورت و سیرت میں بے مثل تھے۔ حسب و نسب کے اعتبار سے اہل زمانہ کے پیشوا تھے۔ آپ کے دادا اپنے عہد کے بڑے عالموں میں سے تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ ریاضتیں کی تھیں اور وہ سلطان بہلول کے عہد حکومت میں مفتی شہر تھے۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ اپنے زمانے میں وعظ و نصیحت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ جو شخص آپ کو وعظ کہتے دیکھ لیتا، آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور وعظ کے مقام سے ہلنا یا چلے جانا اس کے بس میں نہ ہوتا خواہ کتنا ہی وزن اس کے سر پر کیوں نہ رکھا ہو۔ شہر کے علما ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے تھے۔ شہر کے بیشتر باشندے آپ کے شاگرد تھے۔ وعظ میں خوش خبری یا عذاب جو مضمون ہوتا اسی کے مطابق آپ پر کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی وفات بابر بادشاہ کے عہد حکومت میں ۹۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر جو ضلع شمس کے اوپر ملک زین الدین کی خانقاہ کے نزدیک، جو سلطان سکندر کے عہد کے صلح لوگوں میں تھی، واقع ہے۔

شیخ جمالی قدس سرہ

آپ ابھی بچے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ جب سن بلوغ کو پہنچے تو اپنی فطری صلاحیت اور استعداد کی بنا پر کمالات حاصل کیے اور شعر کہنے لگے۔ آپ کا نام جلال خاں تھا۔ اسی نسبت سے ابتدا میں جمالی تخلص کرتے تھے لیکن بعد میں اپنے شیخ محترم مولانا سماء الدین کے حکم سے جمالی تخلص اختیار کیا۔

آپ بہت ہی صاحب ذوق و وجدان شخص تھے۔ سلاست و بلاغت اور شاعری کے اسلوب میں ماہر تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم سے بہرور تھے۔ دنیا سے بے تعلق اور اپنے کو فنا کر دینا آپ کا مسلک تھا۔ صاحب ہمت تھے اور توکل و قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ سیاحت کا شوق بہت زیادہ تھا، چنانچہ خشکی کے راستے حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ وہاں سے بلاد مغرب کا سفر اختیار کیا۔ واپسی پر بیت المقدس اور روم ہوتے ہوئے بغداد پہنچے اور وہاں کے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض باطنی حاصل کیا۔ بغداد سے تیراز آئے اور شیخ الاسلام نظام الدین محمود اور دوسرے بزرگوں سے ملاقات کی۔ وہاں سے ہرات گئے اور عارفوں کے پیشوا مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ کے علاوہ دیگر حضرات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان کی خدمت میں اپنے اشعار پیش کیے۔ عارف جام نے آپ کے بعض اشعار پسند فرمائے۔ ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

زہی خورشید رخسارت بذراتِ جہان پیدا
نہاں در دیدہ مردم ولی در ہر مکان پیدا

(ترجمہ) سبحان اللہ! دنیا کے ذروں میں تیرے رخسار کا آفتاب منعکس ہے۔ اگرچہ تیرا جمال آنکھ کی تیلی میں نہاں ہے مگر ہر جگہ ظاہر ہے۔

ماراز خاکِ کویت پیراہنی است برتن
آن ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

(ترجمہ) تیرے کوچے کی خاک ہی ہمارے جسم کا لباس ہے۔ وہ بھی آنسوؤں سے دامن تک تا تیرا ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پر تو جمال
تو عین ذاتی تیری در تبسمی

(ترجمہ) موسیٰ علیہ السلام عکس جمال کی تاب نہ لائے بے ہوش ہوئے۔ آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوتے ہوئے عین ذات کا مشاہدہ فرمایا (آپ کی عظمت کا لیا کنا)

میرے مقدم حضرت نے اخبار الاخیار میں تحریر کیا ہے۔ نعمت کے مضمون میں یہ شعر بہت مشہور ہے اور بعض بزرگوں نے خواب میں دلیلیا ہے۔ سورہ کائنات علیہ افضل السموات نے اس شعر کو سند قبائلیت عطا فرمائی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ ہندوستان کے عظیم شعرا میں شمار ہوتے ہیں اور آپ نے شاعری کی تمام اصناف مثلاً مثنوی، قصیدہ اور غزل میں طبع آزمائی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کا قصیدہ غزل اور مثنوی سے زیادہ بہتر ہے۔ ہرات کے قیام کے زمانے میں، سلطان حسین میرزا، میر علی شیر اور وہاں کے دوسرے بڑے شاعر آپ سے عزت و توقیر کے ساتھ پیش آئے اور جب آپ وہاں سے سلطان سکندر کے عہد حکومت میں دہلی واپس آئے تو اس وقت سلطان سنہل میں مقیم تھا۔ آپ کے واپس آنے کی خبر سنتے ہی اس نے اپنی عنایت اور خوشنودی کے اظہار کے لیے آپ کو طلب کیا لیکن آپ نے سلطان کی پیش کش کو قبول نہ کیا اور اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہے۔ سلطان نے مولانا سما الدین سے آپ کو بھیجنے کی درخواست کی۔ انہوں نے آپ کو سلطان کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا تو آپ نے سنہل میں سلطان سے ملاقات کی۔ سلطان نے آپ کا بے حد اعزاز و اکرام کیا۔^{۳۵۵} جب سلطان سکندر کے خاندان کی حکومت ختم ہو گئی اور ہندوستان کی بادشاہت آل تیمور کو منتقل ہوئی اور ظہیر الدین بابر کا جھنڈا، اللہ اس کی دلیل کو روشن کرے، اہل ہند کے سروں پر سایہ افکن ہوا تو اس نے بھی انتہائی خلوص سے آپ کو دقت میں طلب کیا اور عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا اور جب بابر کا انتقال ہوا اور ہمایوں تخت نشین ہوا تو اس نے بھی آپ سے اخلاص و عقیدت کا تعلق رکھا اور اپنے آپ کو جدا نہ ہونے دیا تا آنکہ آپ اسی کے عہد حکومت میں ۹۳۲ھ میں عالم فانی سے سرائے جاودانی کو رخصت ہوئے۔ آپ کا عرس دس ذی قعدہ کو ہوتا ہے۔ آپ کا مقبرہ^{۳۵۶} جسے آپ نے اپنی زندگی میں اپنے مکان میں تعمیر کرایا تھا، پرانی دہلی میں مولانا مجد الدین حاجی کے روضہ متبرکہ کے قریب ہے۔

سید حسین پای مناری قدس سرہ

آپ اپنے زمانے کے اکابر اولیا کے صحبت^{۳۵۷} یافتہ اور زمانے کے نشیب و فراز سے واقف تھے۔ سلطان سکندر کے دور حکومت میں مشہد مقدس طوس سے دہلی تشریف لائے۔ سلطان کے ساتھ آپ کا تعلق زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ چنانچہ پرانی دہلی کے قلعہ کی مسجد پای منار میں سکونت اختیار کر کے گوشہ گیر ہو گئے۔ سلطان کے بعض امیروں کی خواتین آپ کی معتقد ہو گئی تھیں۔ وہ آپ کی گزر بسر کے لیے جزوی مدد کرتی تھیں۔ جب تک آپ زندہ رہے قلعہ میں زراعت کرتے رہے اور اس حلال کمائی کو اپنے متعلقین اور فقرا پر صرف کرتے تھے۔ آپ کی قبر بھی پای منار میں ہے۔^{۳۵۸}

شیخ تاج الدین محمد دہلوی قدس سرہ

آپ شیخ الاسلام فرید الاولیا گنج شکر کی عالی فطرت اولاد میں تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبدالصمد تھا۔ آپ آنے جانے والے درویشوں کی خدمت کرتے تھے اور اس قول کے مطابق کہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے^{۲۵۹}، عمل کرتے تھے۔ نظام الاولیا کا روضہ آپ کے آباء و اجداد سے متعلق تھا اور آج کل آپ کی اولاد کی تحویل میں ہے۔ آپ کی قبر پرانی دہلی میں شیخ صلح درویش کے آستانے کے قریب ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اسی احاطے میں آپ کے بزرگوں اور اولادوں کی بھی چند قبریں ہیں۔ چونکہ مجھے ان بزرگوں کے حالات کا کوئی علم نہیں ہے۔ اس لیے ان کے بارے کچھ تحریر نہ کر سکا۔ آپ کی وفات آٹھویں صدی ہجری کے آواخر میں ہوئی۔

شیخ علاء الدین ابودھنی قدس سرہ

آپ کی ظاہری اور باطنی نسبت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ تک پہنچتی ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام نور الدین تھا۔ اپنے دادا شیخ تاج الدین بن شیخ عبدالصمد ابن شیخ منور سے بیعت لی۔ آپ کو "فیل مست" اور "مست ہاتھی" بھی کہتے تھے۔ آپ بے مثل اور یکتائے روزگار تھے۔ اعلیٰ اخلاق اور پندیرہ اوصاف کے حامل تھے۔ نرم دلی، حیا، زہد و تقویٰ، توکل و قناعت، سخاوت و نرم اور وہ تمام خوبیاں جو درویشی اور فقیہی کی راہ اختیار کرنے کے لیے ضروری ہیں، آپ کی ذات میں پیداشی طور پر موجود تھیں۔ آپ نے سنت رینہ نشتریں اور مجاہدے کیے تھے۔

آپ کو اپنے زمانے میں لوک فرید ثانی اور گنج شکر وقت کہتے تھے۔ حضرت شیخ شہر، درت، وقت، مریدوں کو، خواب میں آپ کی شکل میں نظر آئے۔ آپ کی ولادت ۷۷۷ھ اور وفات ۸۱۳ھ رجب الاول ۱۱۸۸ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار شیخ صلح درویش کے مقبرے کے قریب ہے جہاں آپ اپنے بزرگوں کے پتوں میں آسودہ خواب میں ہیں۔

آپ کو خواجہ قلب الدین سے خاص نسبت باطنی حاصل تھی اور آپ ان سے کامل عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ کی لڑائیاں بھی بیان لی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

” ایک دن ایک درویش آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے پاس تریاق ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ کے سامنے اس کا تجربہ کروں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس بھی تریاق ہے۔ بہر حال ایک چڑیا لائی گئی اور اس کے حلق میں زہر ٹپکایا گیا وہ تڑپ کر مر گئی۔ آپ نے خواجہ قطب الدین کے لنگر کے کاک کے ایک ٹکڑے کا عرق نکالا اور اس مردہ چڑیا کے حلق میں ٹپکایا وہ فی الفور زندہ ہو کر اڑ گئی۔“

ایک بزرگ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میں اس امید کے ساتھ کہ خواجہ قطب الدین سے کلاہ خلافت حاصل کروں، ان کے مزار پر مراقبہ میں بیٹھا۔ مجھے اشارہ ہوا کہ شیخ علاء الدین سے کلاہ خلافت حاصل کروں لیکن میں نے قبول نہیں کیا۔ دوبارہ پھر یہی حکم ہوا کہ علاء الدین ہی قطب الدین ہے۔ ناچار میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے کلاہ میرے سر پر رکھی اور فرمایا، یہ کلاہ قطب الدین اولیا کی جانب سے ہے۔ میں خوش ہو گیا اور اسے پہن لیا۔

جان لیں کہ شیر خاں کا نام فرید اور اس کے باپ کا نام حسن تھا۔ اس کا باپ سلطان سکندر کے بعض امیروں کی ملازمت کے خیال سے یہاں قیام پذیر تھا۔ سلطان سکندر نے اپنے امیروں کو حکم دیا تھا کہ کوئی قبیلہ سور کا اعتبار نہ کرے کیونکہ وہ حکومت پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فرید خاں اس جگہ سے مایوس ہو گیا لیکن سلطان ابراہیم لودھی کے دور حکومت میں وہ بہار چلا گیا جہاں اسے ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ یہاں اسے اقتدار و اعتبار حاصل ہوا اور اس نے شیر خاں کا لقب اختیار کیا۔ اسی طرح بدرجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے قسمت نے ۹۳۷ء میں اسے سرداری سے تخت شاہی تک پہنچایا اور فرماں روا بن ہندوستان ہو گیا۔

شیر خاں چونکہ بہت دانا، تجربہ کار اور زمانے کے نشیب و فراز سے واقف تھا اس نے سب سے پہلے نظام حکومت کو مستحکم کرنے کی طرف توجہ دی اور حدود سلطنت سے سرکشوں اور ڈاکوؤں کا قلع قمع کر دیا۔ درویشوں، نیک لوگوں اور عام انسانوں کے لیے آسانیاں پیدا کیں۔ اپنے زیر حکومت تمام ملک میں سفری راستوں پر کارواں سرائیں تعمیر کیں۔ ہر سرائے میں شاہی لنگر خانے جاری کیے۔ مسجدیں تعمیر کیں اور امام مقرر کیے۔ سراؤں میں گھوڑوں کا اہتمام کیا تاکہ وقت ضرورت ان سے کام لیا جاسکے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن میں تین ہزار کوس کی خبر اسے مل جاتی تھی۔ اس کا انتقال ۹۵۱ء میں ہوا۔

شیر خاں کے بعد اس کا بیٹا تخت حکومت پر بیٹھا۔ اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ چار سال عیش و عشرت میں گزارنے کے بعد اس نے قلعہ کالنج کو فتح کرنے کے لیے لشکر کشی کی۔ اس نے اپنے محسنوں کے ساتھ جو حرام نکل کی تھی اس کی وجہ سے وہ کیفر کردار کو پہنچنے سے نہ بچ سکا، توپ خانے میں آگ لگ گئی اور وہ جل کر مر گیا۔

شیخ محمد حسن خیالی قدس سرہ

آپ درست حال اور پاکیزہ مشرب بزرگ تھے۔ علم اور حال دونوں نعمتوں کے حامل تھے۔ خارجی اشیا میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔ آپ شیخ حسن طاہر کے بڑے بیٹے تھے جن کا مختصر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اپنے والد سے بیعت کی اور ان کے واسطے سے سلسلہ چشتیہ سے منسلک ہوئے لیکن آپ کو سلسلہ قادریہ سے خاص تعلق تھا اور آپ پر اس سلسلہ شریف کی نسبت بہت زیادہ غالب تھی۔

آپ کی ولادت جوپور میں ہوئی۔ جہاں سے آپ حرمین تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حرم مدینہ میں سالہا سال مجادری کی اور حد سے زیادہ ریاضتوں میں مشغول رہے۔ جب حاجی عبدالوہاب بخاری دوسری بار حرمین کی زیارت کو گئے تو انہوں نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی کہ خاتم الانبیا علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اس ہندی شیخ زادے کو جو مشکلات اور غربت میں یہاں زندگی گزار رہا ہے، ہندوستان روانہ کرو۔ آپ نے عرض کیا، جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود حکم نہیں فرمائیں گے میں ہندوستان نہیں جاؤں گا۔ آخر آپ خود اس بشارت سے مشرف ہوئے تو شیخ حاجی آپ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ آپ نے آگرے میں قیام کیا۔ قبر دہلی میں ہے۔ بچے منڈل میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں آسودہ خواب میں۔ آپ کی وفات ۹۳۳ھ میں ہوئی۔ یہ جنت آستانی محمد ہمایوں بادشاہ کا عہد حکومت تھا۔ آپ کا عرس ستائیس رجب المرجب کو منعقد ہوتا ہے۔

آپ شعر بھی کہتے تھے اور اسی بنا پر آپ کے معتقد اور مرید آپ کو شاہ خیالی کہتے تھے۔ تذکروں میں آپ کے اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ یہ غزل جو آپ سے منسوب ہے لوگوں میں بے حد مقبول ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ غزل ایک درویش صفت شاعر خیالی بخاری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

ای تیر غمت را دل عشاق نشان
خلقی ہو مشغول و تو غایب زمیان

اے محبوب! عاشقوں کے دل تیرے غم کے تیروں کا نشانہ ہیں۔ لوگوں کو تجھ سے سرکار ہے اور تو ان کے درمیان موجود نہیں۔

حاجی برہ کعبہ و من طالب دیدار
او خانہ ہی جوید و من صاحب خانہ

حاجی کعبہ جا رہا ہے اور میں تیرے دیدار کا طالب ہوں۔ اسے کھری تلاش ہے اور مجھے لہر کے مالک کی جستجو ہے۔

گر محکف دیرم و گد ساکن مسجد یعنی کہ ترا می طلیم خانہ بختانہ

کبھی دیر میں گوشہ نشین ہوتا ہوں کبھی مسجد میں قیام کرتا ہوں یعنی تجھے گھر گھر تلاش کر رہا ہوں۔ شاید کہیں مل جائے۔

مقصود من از کعبہ و بتخانہ تو بودی مقصود توئی کعبہ و بتخانہ بہانہ

کعبہ ہو یا بتخانہ تیری ذات میرا مقصود ہے، تو ہی مقصود حقیقی ہے کعبہ اور بتخانہ محض بہانہ ہے۔

تقصیر خیالی ہامید کرم تست یعنی کہ گنہ را بہ ازیں نیست بہانہ

خیالی کی خطائیں تیرے کرم کی امید پر ہیں یعنی گناہوں کا اس سے بہتر بہانہ نہیں ہے

اشعار کے علاوہ آپ کے مکتوبات بھی ہیں جو بلاغت سے لبریز ہیں۔ تمام مکتوبات میں سے چھ مکتوبات بطور کلمات تحریر کیے جاتے ہیں:

کلمہ ۱ جان لیں ایک عالم ہے جس کا ادراک حواس کے ذریعہ ممکن ہے۔ قل هو الذی

انشاءکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدہ^{۳۶۳}۔ یعنی آپ فرما دیجئے کہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور

تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیے۔ پھر اک دوسرا عالم ہے جس کا ادراک عقل کے ذریعہ ممکن ہے۔ العقل^{۳۶۵}

نور یقذفہ اللہ فی قلب المؤمن فیفرق بہ بین الحق والباطل والصواب والخطا۔ یعنی عقل وہ نور

ہے جسے اللہ تعالیٰ مومن کے قلب میں ڈال دیتا ہے تاکہ حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز کر سکے۔ ایک اور عالم

ہے جو علم سے معلوم ہو سکتا ہے۔ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم تعلمون۔ یعنی اگر تم صاحب علم نہیں ہو تو

اہل ذکر سے پوچھ لو۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے جس کی معرفت کا ذریعہ صرف عشق ہے۔ وهو القاہر

فوق العبادہ۔ وہی اپنے بندوں پر غالب ہیں برتر ہیں۔

کلمہ ۲ طور حس، طور عقل اور طور علم سے بلند تر اور آگے ایک اور طور بھی ہے، جسے عشق

کہتے ہیں۔ اس طور میں وہ وہ چیزیں مشابہے میں آتی ہیں جو دوسرے اطوار میں نہیں ہوتیں۔ عرف من ذاق

الاطال شوق الابرار الی لقالی و انا لبھم لاشد شوقا۔ یعنی جس نے چکھا اس نے معلوم کیا۔ نیک

لوگوں کو جب مجھ سے ملنے کا شوق بڑھ جاتا ہے تو میں بھی ان سے ملنے کا مشتاق رہتا ہوں۔

کلمہ ۳ حقیقت اپنے اظہار کی مشتاق ہے اور ظاہر شے اپنی حقیقت کی مشتاق ہے۔ مولیٰ بندے

کا مشتاق اور بندہ اپنے مولیٰ کا مشتاق ہے۔

جود، مشتاق گدایاں چوں گدا

بانگ می آید کہ ای طالب بیا

ہمچو خوبان کا ینہ جو یند صاف

جود می جو ید گدایان صندف

(ترجمہ) آواز آرہی ہے کہ اے طلب گار میرے قریب آ۔ جیسے مانگنے والا بخشش کا محتاج ہوتا ہے ،
بخشش کو بھی مانگنے والوں کی ضرورت ہے ۔

بخشش نادار فقیروں کو (ایسے ہی شوق سے) تلاش کرتی ہے جیسے حسین لوگ صاف آئینے کو تلاش کرتے ہیں ۔

کلمہ ۳ ذات کو صفت سے عشق ہوتا ہے اور صفت ذات کی عاشق ہوتی ہے ۔ حرکت سکون کی
عاشق ہوتی ہے اور سکون حرکت کا عاشق ہوتا ہے ۔ اثر کو فعل سے اور فعل کو اثر سے جدا نہیں کیا جا سکتا ۔
انکسار کو شکستگی سے اور شکستگی کو انکسار سے علاحدہ نہیں کیا جا سکتا ۔ افعال ذات و صفات کے مظاہر اور آئینہ
ہوتے ہیں ۔ حق تعالیٰ کی ذات کی عظمت بے مثال ہے اور اس کی صفت کا کمال یکتا ہے ۔ کسی دوسری ہستی
میں یہ عظمت و کمال پیدا نہیں ہو سکتا ۔ سوائے حق تعالیٰ کی ذات کے کوئی مشہود نہیں ہے ۔ حق تعالیٰ کی ذات
وحدت کے ساتھ جلوہ گر ہے اور اس کی صفات کثرت میں نمایاں ہیں ۔

میں داں ہمہ بنی تصرف ذات

ایں جملہ صفت کہ کردی اثبات

لیکن صفتش ہمہ مکی دان

اور اب ہمہ صفات می خواں

(ترجمہ) یہ تمام صفات جن کا تو نے اقرار کیا ہے یقین کر کہ یہ اپنی ذات سے موجود نہیں ہیں ۔

جان لے کہ یہ تمام صفات ایک ذات کی ہیں لیکن اس ذات کی صفت اس کا ایک ہونا ہے ۔

کلمہ ۵ مظاہر الہی میں اگرچہ ظاہر اور منظر ایک دوسرے کے ساتھ متحد محسوس ہوتے ہیں لیکن
ان میں غیر محدود اور محدود ہونے کا فرق اطلاق تجرد ، تعین اور تقید کے حوالے سے ہے ۔ مثلاً حقیقت انسانی پر
غور کرو تو مطلق اور مجرد ہونے کے اعتبار سے وہ ظاہر ہے اور محدود اور مقید ہونے کے اعتبار سے منظر ہے ۔ اس
میں شک نہیں کہ حقیقت اپنے افراد کا عین ہوتی ہے کیونکہ یہ سب افراد اس کا منظر ہوتے ہیں ۔

آں نور پاک ظاہر و شخص تو منظر است

باشد میان ظاہر و منظر دونی محال

فرقی بجز تقید و المطلق یا فتن

تو اس میان ظاہر و منظر بیچ محال

(ترجمہ) وہ پاکیزہ نور ظاہر ہے اور تیری ہستی اس نور کا منظر ہے ۔ ظاہر اور منظر کے درمیان دونی محال ہے
لیکن ایسا نہیں ہے ۔ ظاہر و منظر میں فرق نہیں ہے ۔ یہ فرق غیر محدودیت اور محدودیت کے ذریعہ قائم
آسکتا ہے ۔ حق تعالیٰ کا وجود مطلق اور غیر محدود ہے اور مخلوق کی ہستی محدود اور مقید ہے ۔

کلمہ ۶ حق تعالیٰ کا پہچاننے والا سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں ۔ لایزال اللہ فیہ ۔ جب راہ
حق کے رہو اس مقام پر پہنچتے ہیں تو تمام اشیاء حق تبارک تعالیٰ کی جلی لے نور کے عین میں فنا ہونے کا
مشاہدہ کرتے ہیں اور فقر حقیقی جسے فنا فی اللہ کہتے ہیں اس کی حقیقت ان پر ثابت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ

کے ارشاد کے مطابق ان اللہ یا سر ان تو دوا الامانات الی اهلہا^{۴۰۳}۔ ہستی ہست کی جانب اور فانی فنا کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

ظہر النور ذوالمنن باشد بطل الزور جان و تن باشد

(ترجمہ) نور کا ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظہور ہونا ہے۔ جھوٹ کا ختم ہونا جسم اور جاں کا فنا ہونا ہے۔

میر سید شمس الدین و سید ابو طالب قدس سرہم

دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے ساتھ دینی اخوت کا رشتہ قائم کر لیا تھا۔ ان کی باہم دوستی کا قصہ یہ ہے کہ سید شمس الدین جو ایک فاضل، عالم، بزرگ اور راہ طلب میں اپنے زمانے کے بے نظیر شخص تھے، دنیا سے بے نیاز اور بے تعلق ہو کر سیر و سیاحت کرتے تھے۔ سید ابو طالب کے بارے میں بعض کتابوں میں ہے کہ ان کا تعلق سادات عراق سے تھا۔ حسن صورت اور پاکیزہ عادت رکھنے والے جوان تھے۔ انھیں بعض اتفاقی حادثات کے سبب اپنے وطن سے نکلنا پڑا۔ دوران سفر ان کی ملاقات سید شمس الدین سے ہوئی اور وہ ان کے رفیق سفر ہو گئے۔ ہندوستان کے سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور دونوں حضرات دہلی آئے۔

اس وقت دہلی میں سید شاہ محمد فیروز آبادی سکونت پذیر تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ غوث الثقلین سے نسبت رکھتے ہیں۔ ان کی وضع قطع اور زندگی کا انداز عجیب و غریب تھا۔ چہرہ بارعب اور ظاہری بے نیازی کے ساتھ لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ دہلی کے خاص و عام لوگوں، امیروں اور سرداروں میں ان کے بہت معتقد تھے۔ دہلی میں ان کی بزرگی کی رونق بڑے زوروں پر تھی۔ مختصر یہ کہ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر کے عہد سے اسلام خاں بن شیر خاں کے عہد تک ان کو بہت اعزاز و اکرام حاصل رہا۔ جب انھوں نے سید شمس الدین اور سید ابو طالب کے دہلی آنے کی خبر سنی تو انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں ان کی بزرگی کا بازار ماند نہ پڑ جائے۔ چنانچہ دونوں کو منت اور عاجزی سے اپنا مہمان بنایا اور بہت اخلاص و محبت سے درخواست کی کہ آپ حضرات اپنی موجودگی سے غریب خانے کو پر نور کریں اور یہیں قیام فرمائیں۔ چونکہ دونوں مسافر اور غریب الوطن تھے اس لیے انھوں نے سید شاہ محمد کے مکان پر رہنا منظور کر لیا اور سامان و اسباب ان کے مکان میں لا کر ڈال دیا۔

شاہ محمد کے کئی لڑکیاں تھیں جن کی شادی اس وجہ سے نہ ہو سکی کہ کوئی ہم رتبہ شخص نہیں ملتا تھا جب انھوں نے ان سید زادوں کو دیکھا کہ پردیسی ہیں اور اس شہر میں اجنبی ہیں تو انھوں نے لوگوں میں مشہور

کر دیا کہ میرے خاندان کے ہیں۔ ان دونوں کے آنے سے قبل شاہ محمد کما کرتے تھے کہ میرے عزیز شرفائے عرب ہیں اگر وہ یہاں آگئے تو شاید میری بیٹیوں کے نکاح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

کچھ عرصے بعد انھوں نے سید ابو طالب کو اپنی بیٹی سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام سید کی طبیعت کے موافق نہ تھا۔ چنانچہ سید نے جواب میں کھلوا دیا کہ ہم مسافر لوگ ہیں اور خلوت و بے تعلقی کی راہ پر گام زن ہیں ہمیں اس سے معذور رکھیں۔ اسی اثنا میں وہ دونوں عزیز شاہ محمد کے مکان میں شہید کر دئے گئے۔ لوگوں میں ایک عظیم تبہان برپا ہو گیا اور روز کربلا کی مصیبتوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے اس شہادت کی خبر سن کر اپنے گریبان چاک نہ کیے ہوں اور آنکھوں سے آنسو نہ بہائے ہوں اور اس کے دل میں مرثیے کے ان اشعار کی یاد تازہ نہ ہو گئی ہو:

بزا ایں باہل بیتِ نبوت کہ ظلم کرد

بزا ایں چہ کوفہ و چہ فرات و ایں چہ وقت

بزا ایں بخاندانِ نبوت ستم کہ خواست^{۲۹۶}

عاشور نیست در نہ قنضیہ بعینہ است^{۲۹۷}

کس نے دوبارہ نبی کے اہل بیت پر ظلم کیا کس نے خاندانِ نبوت پر پھر سے ستم ڈھیا۔ پھر وہی کوفہ وہی فرات اور وہی زمانہ ہے۔ اگرچہ روز عاشورہ نہیں ہے لیکن تمام واقعہ اسی طرح کا ہے۔

بہر حال ان دونوں بزرگوں کا جنازہ خون آلود کپڑوں اور سیاہ علموں کے ساتھ نکالا گیا اور حضرت

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم^{۲۹۸} گاہ کے روضے مبارک کی چاردیواری میں انھیں دفن کر دیا گیا۔ ان کی

قبریں اب بھی قدم گاہ کی قبروں میں موجود ہیں اور مخلوق کی زیارت گاہ ہیں۔ یہ نمائندگی واقعہ ۹۵۵ھ میں ہوئی۔

یہ واقعہ گزرنے کے بعد لوگوں نے شاہ محمد کو ان دونوں کے قتل کا ذمہ دار قرار دیا۔ تمام لوگ ان

کے مخالف ہو گئے اور ان کے معتقدوں نے ان کی بزرگی کا انکار کر دیا۔ دوست دشمن بن گئے۔ ساتھیوں نے

ساتھ چھوڑ دیا اور صوبے کے حاکموں نے قتل کی تفتیش شروع کر دی۔ ان کو قید خانے میں ڈال دیا گیا اور ان

پر پھرہ بٹھا دیا اور ہر طرح کی تذلیل و تمہیر کی۔ شاہ محمد نے اس جرم سے قطعی انکار کر دیا اور کہا کہ یہ قتل ان کی

مرضی یا اطلاع کے بغیر ہوئے ہیں میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ خبر اسلام خاں کو ہو بادشاہ وقت تھا۔

ٹی۔ اس نے یہ معاملہ علما کے سپرد کیا کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کر لے عمل کریں۔ انہوں نے ۱۰۰۰ میں ۱۰۰۰ چار اور

بہار کے ائمہ علما جمع ہوئے۔ شاہ محمد نے جرم سے انکار کیا اور کہا میں مظلوم اور بے گناہ ہوں مجھے اس میں

بری لیا جائے۔ تم جو کر رہے ہو تو کبھی لو کہ قدیم سے اہل بیت پر ظلم ہوتا رہا ہے اور ان کو سزا دینا جاتا رہا ہے

یہ ظلم و رسوائی بطور وراثت ہم تک پہنچی ہے سو جو مصیبت ہم پر قدرے لی ہو اس پر صبر کریں گے۔ قتل کے

الزام سے متعلق فیصلے میں علما کا اختلاف ہو گیا۔ انھوں نے ہرچند اس مسد پر غور کیا لیکن کوئی ثبوت شہی

جو شبہ سے خالی ہو نہ مل سکا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ فتویٰ دینے والے علما نے ہرچند چاہا کہ شیخ امان اللہ پانی پتی جو وجودی صوفیہ کے علما میں شمار کیے جاتے تھے اور علم ظاہری اور باطنی میں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔ ان کو بھی اس معاملہ میں بلایا جائے لیکن انہوں نے اس درخواست کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ امان کا قدم دونوں میں کیوں نہ جائے جب کہ قتل کے الزام میں اہل بیت کو پابہ زنجیر اور رسوا کر کے اس کے سامنے کھڑا کیا جائے اور وہ اس عزت و تکریم والی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو۔ مجھے ان دو شہزادوں کے قتل کا بے حد افسوس ہے اور شاہ محمد کو رسوا کرنے کا بھی غم ہے۔ اس بات سے ہمارا جگر خون ہے اور اس بات سے روز حشر کا خوف ہے۔ یہ جنوں کا کام ہے۔ معاذ اللہ شاہ محمد سے ایسا گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ مدتوں بلچل سی مچی رہی یہاں تک کہ شاہ محمد نے قید خانے میں وفات پائی۔ ان کے مرنے کے بعد بعض لوگوں نے ان کے پاؤں باندھ کر بازار میں گھسیٹا اور پھر ان کی نعش ایک گوشے میں ڈال دی۔ آخر بعض لوگوں نے ہمت اور کوشش سے، قلعہ دہلی کے نیچے کوشک زور کے قریب انہیں دفن کر دیا۔

ان سے عجیب و غریب باتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جن کو تسخیر کر رکھا تھا۔ ان کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ اس واقعہ کے بعد ان میں سے بہت سے مرید مغرب ہو گئے۔ شیخ محمد عاشق سنہلی جو عشق و محبت کے مسلک اور ذوق و شوق کے مشرب میں شہرت رکھتے ہیں اور آخر میں انہوں نے دنیاوی راحت و اسباب سے کامل حصہ حاصل کیا، ان کے خلفا میں شامل تھے۔

شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ نے جو صاحب فضل و کمال، محدث، مفسر اور میرے مخدوم کے عظیم خلیفہ تھے۔ بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ شاہ محمد فیروز آبادی کے یہاں بہت سے مہمان جمع تھے۔ کھانا لایا گیا، ایک مہمان کے دل میں دہی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اچانک شاہ محمد جمی ہوئی دہی کا کونڈا لے کر باہر آئے اور مہمانوں کے سامنے رکھا۔ اسی عرصے میں ایک عورت روتی پھینتی آئی اور کہا کہ ایک سیاہ رنگ غلام بچہ، جس کا سر اور جسم بربہنہ تھا، دہی کا کونڈا اٹھا کر شاہ کے محل سرا میں آیا ہے۔ اس عورت کو انہوں نے کچھ دے دلا کر واپس کر دیا۔ غرض اس قسم کے بہت سے شعبدے اس بات کی دلیل ہیں کہ جن ان کے قبضے میں تھے۔ ان کے اس طرح کے بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

سید ابراہیم ایرجی قدس سرہ

آپ کے والد بزرگوار کا نام امیر معین تھا۔ آپ حسینی سید تھے۔ قدریہ سلسلہ میں بیعت تھے۔

آپ اصناف علم مثلاً حدیث، فقہ اور تفسیر کا بخوبی علم رکھتے تھے۔ مختلف سلسلوں کے مشائخ کی برکات اور اکثر خانوادوں کی نسبت آپ کو حاصل تھیں لیکن آپ پر قادریہ نسبت سب سے زیادہ غالب تھی۔ شیخ بہاء الدین قادری شطاری کے مرید تھے۔ شیخ نے شطاریہ مسلک کے بارے میں جو رسالہ تصنیف کیا تھا وہ آپ ہی کے لیے تصنیف کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ بہت ہی بابرکت، کامل، عالم اور صاحب عمل بزرگ تھے اور عقلی، نقلی، ظاہری اور باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

اخبار الاخیار میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے زمانے میں دہلی میں کوئی شخص علم و دانش میں آپ کی مثل نہ تھا۔ آپ کے پاس بے اندازہ کتابیں تھیں جن میں سے اکثر آپ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کی تھیں۔ ان کی تصحیح کی تھی اور ان کے مشکل مقامات کی تشریح کی تھی۔ جس کسی کو فن سے تھوڑا سا بھی لگاؤ ہے اس کے لیے ان کی تصنیف کا مطالعہ کر لینا کافی ہے اور اسے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ بعض منصف مزاج حضرات جیسے شیخ عبدالعزیز اور دیگر بڑے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور صوفیہ کے علوم ان سے سیکھتے تھے مشائخ اور علما بھی ان کے ہاں جاتے اور استفادہ کرتے اور جو متعصب اور بے انصاف لوگ تھے اور ان کے رتبے سے نا آشنا تھے وہ ان کے معترف نہ تھے چنانچہ ان کی ظاہری اور باطنی برکتوں سے محروم رہے۔ خود آپ بھی اہل زمانہ کی اس حیثیت اور ناقدری سے دل برداشتہ ہو کر کہیں آتے جاتے نہ تھے اور گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ خود کو کتابوں کی تصحیح تک محدود کر لیا تھا اور درس دینا ترک کر دیا۔ اس وجہ سے لوگ ان سے استفادہ کرنے سے محروم رہے۔ اخبار الاخیار میں یہ بھی ہے کہ آپ نے خواب میں بے واسطہ شیخ نظام الدین اولیا سے فرقہ حاصل کیا اور ان کی نظر میں منظور ہوئے۔

شیخ رکن الدین بن عبدالقدوس سے روایت ہے کہ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آج خواجہ قطب الدین کا عرس ہے۔ اگر شریک مجلس ہوں تو بہت مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور حضرت خواجہ کے مزار پر مراقبہ کرو اور دیکھو حضرت کیا فرماتے ہیں۔ میں مزار خواجہ پر حاضر ہوا اور سامنے بیٹھ کر ان کی روحانیت کی جانب متوجہ ہوا دوسری طرف محفل سماع عرفیہ پر تھی۔ صوفیوں اور قوالوں میں بڑا جوش و خروش تھا۔ اچانک حضرت خواجہ کی روحانیت نمودار ہوئی اور فرمایا ان کو: تم نے میرا بھیج لکھا لیا ہے اور مجھے پر آگندہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کوئی بات پوچھے بغیر مسکرائے اور فرمایا: اب تو میری معذرت قبول کر لو۔ آپ کی وفات ۹۵۳ھ میں ہوئی آپ کی قبر شہید (درگاہ نظام الدین اولیا میں) امیر خسرو لے روئے لے سے پر واقع خانقاہ میں ہے۔

میر سید عبدالاول قدس سرہ

آپ حسینیؑ سید تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام علا تھا۔ آپ کی بیعت کا سلسلہ سید محمد گیسو دراز کے خاندان کے بعض بزرگوں کے ذریعہ شیخ نصیر الدین محمود سے جا ملتا ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ آپ کی وابستگی سلسلہ قادریہ سے تھی لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ مختلف سلسلوں کے مشایخ سے آپ نے فیض پایا اور آپ کا باطن منور ہوا۔

حضرت مخدوم نے اخبار الاخیار میں تحریر کیا ہے کہ آپ کے صاحب تکریم آبا و اجداد قصبہ زید پور کے جو جو پور کے مضافات میں رہنے والے تھے۔ وہاں سے دکن منتقل ہو گئے اور آپ کی ولادت دکن ہی میں ہوئی۔ جب سن بلوغ کو پہنچے تو تحصیل علم میں مصروف ہوئے اور اپنے زمانے کے اہل علم کے پیشوا ہوئے۔ ہمایوں بادشاہ کے دربار کے بعض امیروں اور سرداروں کی درخواست پر آپ دہلی تشریف لائے اور کوشک نرور کے قریب قیام فرمایا۔ یہاں دو سال یا کچھ زیادہ عرصے آپ زندہ رہے۔ اس مدت میں چھوٹے بڑے لوگوں کی تعلیم میں مصروف رہے اور اکثر علوم میں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں صحیح بخاری کی شرح فیض البری، سیر النبی، رسالہ تحقیق نفس اور رسالہ فرائض منظوم مشہور تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ ابن عربی کی فتوحات کے خطبے سے لے کر آخر تک جتنے مشکل مقامات تھے، ان پر حاشیہ لکھ کر حل کیا۔ مطول پر طویل حواشی تحریر کیں۔ اسی طرح اس زمانے میں منطق، فلسفہ اور علم کلام کی جو کتابیں راج تھیں ان پر سود مند حاشیے لکھے۔ آخر عمر میں تواضع، انکسار اور فنایت اختیار کر کے مفلسی اور بے نوائی میں زندگی بسر کی۔ ۹۶۸ھ میں بعد اکبر بادشاہ وفات پائی۔ آپ کی قبر شریف کوشک کے نزدیک، اس گھر سے جس میں صین حیات آپ کا قیام تھا، کچھ ہی فاصلے پر، گور غریبیل میں ہے۔ آپ کے انفاس شریف سے پانچ کلمات تحریر کیے جاتے ہیں:

کلام ۱۔ رسالہ معرفت نفس میں بیان فرمایا کہ لفظ "نفس" مشترک معنی ہے۔ کبھی یہ نفس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کبھی اس سے ذات اور شے کی حقیقت مراد ہوتی ہے۔ جیسے آیت پاک تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک میں ارشاد ہوا ہے۔ کبھی نفس سے روح عوی مراد ہوتی ہے جسے نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں۔ کبھی اس کا مطلب حرارت لطیف ہوتا ہے، جو دل کے نکلے حصے سے اوپر اٹھتی ہے اور فطری حرارت کے ساتھ رگوں کے ذریعہ اعضائے جسم میں جاری رہتی ہے اور سر سے پیر تک سرایت کیے

۱۰۔ آپ نومبر سے دس کے درمیان بت بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے عمر میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔

ہوئے ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی جو قد و قامت، دبلاپے اور موٹاپے میں برابر ہیں۔ ان کا ایک ظاہر ہوتا ہے جسے جسم کہتے ہیں اور ایک باطن ہوتا ہے جسے نفس کہتے ہیں۔ جسم کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کپڑا جو روئی سے پر ہے اور نفس جیسے عمودی حرارت ہوتی ہے جو کپڑے کے تمام حصوں کو متاثر کرتی ہے اور کپڑے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ گویا کہ ہر انسان کے اندر ایک حرارتی انسان موجود ہے اور یہ اس جاندار کی بدولت ہے کہ انسانی بدن میں حس و حرکت اور حیات موجود ہیں، اسی طرح انسان میں بھوک، پیاس، حرص و ہوا اور دیگر نفسانی خصوصیات اس کے مرہون منت ہیں۔ اسی جاندار کو عرف عام میں نفس کہتے ہیں۔

کلمہ ۲ مذکورہ رسالے میں ہے کہ محسوسات سے نفس کا ادراک ہوتا ہے۔ معقولات سے روح کا ادراک ہوتا ہے۔ حس اور عقل کا مرکب قلب ہے۔ حس اور عقل جن چیزوں کا ادراک نہیں کر سکتے جیسے حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت تو ان کا ادراک کرنے والی کوئی اور صلاحیت چاہیے۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے مادرائے حس و عقل چیزوں کا ادراک کرنے کے لیے انسان کے اندر ایک اعلیٰ اور پاکیزہ تر صلاحیت پیدا فرمائی اور اس کا تعلق قلب سے رکھا۔ اس استعداد کو منہ کہتے ہیں۔ پھر اس سے بھی پاکیزہ تر ایک اور لطیفہ پیدا فرمایا جسے خفی کہا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات کا شرف چشم خفی سے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ **وفی الخفی انا میں سر خفی میں ہوں**

کلمہ ۳ نہ در انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک تمام روحوں کی اصل، تمام نوار کا سر پیشہ اور تمام موجودات کے ظہور کا سبب ہے۔ اگر تمام لطیف لو ایک جسم تصور کیا جائے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اس جسم میں جان کی مانند ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کا تمام ارواح اور لطیف پر تصرف ہے۔ جس طرح روح صوفی کو تصرف و اختیار حاصل ہے اسی طرح وہ روح مقدس نفس، جسم، لطیف اور تمام موجودات پر قابض و متصرف ہے۔ بعض ارباب شرف و شہود نے یہ ہو کہا ہے کہ انسانی روح سے، ورنہ روح قدسی ہے، اس سے ان کی مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح ہی ہو سکتی ہے۔

کلمہ ۴ کائنات کے الیہ الیہ ذرہ پر حق سبحانہ تعالیٰ کے تصرف کی نسبت یہاں ہے ہر ذرہ اس کی ذات پاک کے جہل باکمال کا آمینہ اور منکر ہے۔ اس سے باہر وہ حق تعالیٰ سے جدا اور مفضل و معزز ہے۔ وقت میں سے متوجہ ہونے کا سبب یہی ہے کہ قلب روح حیوانی کا شرف ہے اور تمام لطیف روحانی امور متعلق ہیں۔ پس حق تعالیٰ سے دل کی توجہ کے ساتھ دعا میں یا عبادت میں لو کہ تمام لطیف کی توجہ سے حق تعالیٰ کے ظہور میں پیش ہونا ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ قلبی توجہ ہر عین کی کامیابی کا سبب اور لطیف کے انکشاف کا پہلا باب ہے۔ پھر بعد اسے آخر تک بندہ درجہ بدرجہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے نور اور اس کی صفات کا شرف اسی طریق پر ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل شرف کہتے ہیں کہ قلب سوائے اس میں یہ ذات پاک

سے عالم غیب کا انکشاف اور جبروت و لاہوت کے مراتب کا مشاہدہ ہوتا ہے :

لشکر حسنت ننگنجد در زمین و آسماں من درین فکرم کہ اندر سینہ چوں جا کردہ ؟

(ترجمہ) اے خدا ! تیری ذات و صفات کی لامحدود تجلیاں زمین اور آسماں میں نہیں سما سکتیں۔ میں اسی سوچ میں ہوں تو دل کے اندر کس طرح سما گیا ہے۔

کلمہ ۲۹۲ اسی رسالہ میں دنیاوی بادشاہوں کے تین مقامات (عالیشان محل - دربار خاص - حرم سرا) کی مثالیں دینے کے بعد تحریر کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں حق تعالیٰ کے تین مقامات اشارۃً بیان ہوئے ہیں۔ جس کی تاویل اس طرح کرتے ہیں۔

بسم اللہ کا مطلب ہے۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو اپنی عزت اور وحدت کے ساتھ قلب مومن کے عرش پر تجلی فرماتا ہے۔ الرحمن سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش عظیم پر رحمت عام کے ساتھ تجلی فرما رہا ہے۔ الرحیم کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کعبہ شریف کے عرش پر اپنی خاص رحمت کے ساتھ مخصوص مومنین پر تجلی فرما ہے۔

سہ رکنی ذکر جو عام طور پر رائج ہے یہی ہے کہ قبلہ کی رخ بیٹھ کر تین مرتبہ اللہ اللہ اللہ کہتے ہیں اور اوپر سامنے اور پیچھے اشارہ کرتے ہیں۔ اس سے تینوں عرش مراد ہیں، باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

۷

شیخ عبدالعزیز قدس سرہ

آپ سہماں الحق شیخ حسن طاہر جو نپوری کے چھوٹے فرزند، شاہ خیالی کے بھائی اور میاں قاضی خاں^{۳۹۳} یوسف نامی، ظفر آبادی کے خلیفہ تھے۔ میاں قاضی خاں شیخ حسن طاہر کے خلیفہ اور صاحب کرامت و استقامت بزرگ تھے۔ ان کی زندگی پرہیزگاری، دنیا سے بے تعلقی، ریاضتوں اور مجاہدوں میں بسر ہوئی۔ وہ دو واسطوں سے سید راجی حامد شاہ سے اور چند واسطوں سے سلطان المشایخ سے پیوستہ ہیں۔ جس کی تفصیل شیخ حسن طاہر کے حالات میں بیان کی جا چکی ہے۔ ان کا لقب جمال الحق تھا۔

شیخ عبدالعزیز آخری دور کے نامور مشایخِ چشت میں تھے۔ بزرگ صوفی تھے اور ظاہری و باطنی دونوں طرح کے علوم آپ کی ذات میں جمع تھے۔ آپ کے چہرے پر، بچپن ہی سے، عظمت و بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ عمد طفلی سے ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور جو اوراد و اشغال آپ نے لڑکپن میں اپنے اوپر لازم کر لیے تھے۔ آخر عمر تک ان کو ادا کرتے رہے اور کبھی قضا نہ کی۔ بزرگوں کے طور طریق کی پیروی میں کوئی

دقیقہ فرد گزاشت نہ کرتے، مشایخ کا بے حد ادب و احترام کرتے، محتاجوں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرنے اور اپنے اکابر کے طریق پر عمل کرنے میں آپ یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ تھے۔ عاجزی، انکسار، بے نفسی، حلم و مروت اور صبر و رضا میں چشتی بزرگوں کی یادگار تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت شہر جونپور میں ۸۸۹ھ میں ہوئی اور بعضوں کا خیال ہے کہ آپ ۸۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔

جب آپ کے والد ترک وطن کر کے دہلی آئے تو آپ کی عمر دو سال یا کچھ کم تھی۔ شہر میں قیام پذیر ہونے کے بعد آپ کو اپنے سامنے طلب کیا اور فرمایا "ان کا حصہ میاں قاضی خاں کے پاس ہے" چنانچہ آپ اپنے والد کی وفات کے بعد، ان کی وصیت کے مطابق میاں قاضی خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی مبارک تربیت کی بدولت خود مرتبہ ارشاد پر فائز ہوئے۔ خلافت ملنے کے بعد دہلی واپس ہوئے اور ارادت و بیعت کا سلسلہ جاری کیا اور دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ بہت سے لوگ جو ذوق و شوق رکھتے تھے اور اہل وجد و سماع تھے، آپ کے سلسلہ بیعت میں شامل ہوئے۔ تقریباً ستر سال تک طالبوں کی رہنمائی کی۔ فصوص الحکم اور دیگر تصانیف کا درس دیتے تھے۔ ان تصانیف پر آپ کو کامل عبور تھا۔ آپ کا انتقال ذوق و حال کی حالت میں ہوا۔ یہ واقعہ ۹۰۵ھ جمادی الثانی اور جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد صومت کا ہے۔ آپ کی قبر آپ کی خانقاہ کے نغمن میں ہے۔ منقول ہے کہ آپ کا خاتمہ اس آیت پاک پر ہوا۔ "فسمن الذی بیدہ ملکوت کل شیء و الیہ ترجعون"۔ سو اس کی پاک ذات ہے جس لے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ چونکہ آپ ہمیشہ خود کو ذرہ ناچیز سے تعبیر کرتے تھے، ایک فضل نے آپ کی تاریخ وفات بھی "ذرة ناچیز" سے نکالی۔

میرے مخدوم مولانا حسن (اللہ تعالیٰ ان لے احوال و نوب بہتر کرے) شہر دہلی کے فضل حضرات میں شامل تھے۔ بہت ہی صاحب فضل، لطیف طبع، خوش سمیت، بے تکلف، یگانہ روزگار بزرگ اور کاتب حروف کے ماموں تھے۔ شیخ چائیں لدھا کے مرید تھے۔ شیخ لدھا کا لقب خیر الموق تھا اور وہ شیخ عبدالعزیز کے خلیفہ اور ظاہری اور باطنی علم میں بے نظیر تھے۔ میرے مخدوم مولانا حسن نے شیخ لدھا کی وفات لے بعد ہمدردی سے آقا خواجہ محمد باقی قدس سرہ سے فیض باطنی حاصل کیا۔ انھوں نے اپنے مرشد کی تاریخ وفات لے قطعے میں "ذرة ناچیز" والی تاریخ بطور اقتباس شامل کی ہے۔ چند اشعار یہ ہیں:

شبہ بی ماومن عبدالعزیز آن
اہل معرفت را بود برہان

ہمدردی منکسر مزاج شاہ جن کا نام عبدالعزیز تھا، بے شک وہ اہل معرفت لے لے دلیل تھے

بیان عشق را شبلی زباں بود
ہمدرد حق ہمیشہش عیان بود

عشق الہی کی کیفیت شبلی لے مانند بیان کرتے تھے، ان پر حقیقت لے سب راز آشکار تھے

زبانس بود همچوں با یزیدی بہر دم قابل هل من مزیدی

وہ بہت عالی ہمت تھے۔ با یزید بسطامی کے مانند ہر دم اور بھی کچھ ہے کا تقاضا کرتے تھے۔

دلش بود از عنایاتِ الہی شناسا گشتہ اشیا کمہای

عنایت الہی سے ان کا دل اشیا کی حقیقت سے جیسی فی الحقیقت وہ ہیں آگاہ تھا۔

سخن کوتہ کہ آن حق بین در اشیا ز لطفِ ایزدِ حی و توان

مختصر یہ کہ خدائے حی و قیوم کے کرم سے وہ اشیا میں حق ہی کو جلوہ فرما دیکھتے تھے۔

بچشمِ پاک بین در خشکِ خاری ہمیں دیدی نہ اندر گلِ غداری

وہ اپنی پاک بین نگاہوں سے سوکھے کانٹے میں پھول جیسے حسین رخسار کا مشاہدہ کرتے تھے۔

باین حال و باین حالت کہ گفتہ گرچہ آلمہ جو ششِ نغفتر

میں نے ان کے حال اور حالت کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے، بہت کم ہے۔ ان کے اکثر احوال تو میں نے بیان ہی نہیں کیے۔

ز خود ہر گہ در تعبیرِ سفیدی نغسین ذرہ ناچیزِ نفی

وہ جب کبھی اپنے متعلق کوئی بات کہتے تو خود کو ذرہ ناچیز سے تعبیر فرماتے۔

ہذا صفحہ ۱۵۹ (حصہ انگریزی) پر ڈاکٹر محمد سلیم خیر صاحب نے جو تفسیر دی ہے، اس میں اس آیت کے سطور ۱۵۹ و ۱۶۰ درست ہے لیکن سطر ۱۲ کا حوالہ صحیح نہیں ہے۔ اس حوالے کی سطر ۱۱ ہے۔ غائبانہ غلطی نہیں ہوں گے۔ اس آیت سے متعلق عرض کرنی ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے سورۃ قیامت ۱۱ کا نوہ دیا ہے جو آیت ۲۰ ہے۔ آیت ۲۰ کا یہ ہے:

یوم نقول لکم من هل استلوات و تقول هل من مرید

جس دن کہ ہم دونوں سے کہیں گے کہ تو بھ بھی گئی اور وہ کہے گی کہ پچھ در بھی ہے

آیت کی مد تک تو حوالہ یقیناً صحیح ہے، لیکن چونکہ شعر میں با یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں بہر دم قابل هل من مزیدی کہا گیا ہے لہذا یہاں آیت پاک کا حوالہ غیر متعلق ہے دراصل یہ مصرعہ خود با یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے مقدم سے متعلق ہے جسے شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے تذکرۃ لادین میں نقل کیا ہے:

یعنی معاذ رازی نامہ نوشت بہ با یزید کہ چلوئی در حق کسی کہ
 ہرے میں کیا کہ ہے جس نے ایک جوہر ہے در ہر تک
 سر شاہ ہو گیا۔ با یزید نے جواب میں کہا کہ یہاں ایک شخص
 یہ بھی ہے جو تر و بد کے جوہر ہے کہس آپنی کو در پچھ ہے
 بل من مزید زند۔

کا ترجمہ لگاتا ہے۔

چو عزم سیر کرد از دارِ فانی بسوی منزلی کا نرا تو دانی
جب انھوں نے اس دارِ فانی سے اس مقام کی طرف جسے تم بھی جانتے ہو سفر کیا۔

بتاریغش یکی از اہل تمیز رقم زد ذرہ بالفیض ناچیز
تو ایک دانش مند نے ان کی تاریخ وفات کے لیے ذرہ کو ناچیز کے ساتھ تحریر کیا۔

جسبی داشت سرتاپا عقیدہ ز ذاتش غیر حق چیزیں ندیدہ
ان کے ایک جیب تھے جو سرتاپا عقیدہ تھے۔ وہ مرشد کی ذات میں حق کا مشاہدہ کرتے تھے۔

سخن کوتاہ کہ این ہم مثل آن بود غلط کرد مہمن بود و بہمن بود
مختصر یہ کہ یہ بھی ان ہی کی مثل تھے، میں نے غلطی کی، یہ بھی وہی تھے جو وہ تھے لونی فرق ہی نہ تھے۔

تعالیٰ زہی پسر و مریدی نہ باشد ہرہی چوں بیازی
سبحان اللہ! ایسے عظیم پیر اور ایسا عظیم مرید۔ دونوں ہی بے شک و شبہ باریزہ ثابت تھے۔

ز بس تبعیت آن شاہ یگانہ شد آخر چو پسر خود رود
یہ مرید اپنے مرشد کی پیروی میں یلتا تھے۔ چنانچہ جس جانب شاہ رخا رود تھے، یہ بھی اسی طرف چل گیا۔

ازین دنیای فانی عزم رہ برد نہ روز، سب ہر ان سب برد
اس دنیا سے فانی سے وہ بھی رخصت ہو گئے اور ہر سب ہر ان کے نسبت زیادہ زیادہ ہوئے۔

چو در دریای فطرت غوطہ خوردہ میں نے فطر کے سمندر میں غوطہ اگیا تو۔ اس میں بہتے موتی ہیں، انھیں چنوں۔
ذرہ وہر شش یب شش

پس از فطرت ذرہ ترین سفر
دریے فطر میں غوطہ اگانے اور موتی چننے کے بعد میں نے تاریخ بھی تو سب ذرہ لپٹا، تاریخ دونوں

نہد انداز حق این " " یہ
یہ دونوں حق میں کے تفصیل ہم لوہوئی سے ممکن ہوئی اور تو حیدری میں حق فطر

نہد انداز حق این " " یہ
یہ دونوں یلتا بزرگوں کے تفصیل ہم یہ بھی اپنی معارف کا وہ خاص ہے

چنانچہ محو کن در ہستی خویش کہ نام فرق کرد از نوش تانیش
مجب کو اپنی ہستی میں اتنا محو کر دے کہ نوش اور نیش کا فرق باقی نہ رہے۔

ز چشم دور کن زان گونہ تمیز کہ در چشم نیاید غیر یک چیز
میری دنگاہوں سے ہر طرح کا فرق اس طرح مٹا دے کہ سوائے تیرے تیرا غیر مجھے نظر نہ آئے۔
اگر بی خود حدیث از خود برانم بغیر از لفظ حق گفتن ندانم
اگر بے خودی میں کوئی بات کہوں تو حق حق کہنے کے مواسب کچھ بھول جاؤں۔

آپ کے (شیخ عبدالعزیز کے) فرزند بھی تھے، جن میں میاں قطب عالم، علم و فضل، دانش، فیاضی اور سخاوت میں امتیازی حیثیت کے حامل تھے بلکہ ایسے بزرگ شاذ و نادر پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات بھی ہیں جن میں عینیہ اور عزیز مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے دس کلمات منتخب کر کے تحریر کیے جاتے ہیں۔

کلمہ ۱ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں مبتلا ہونے سے بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور کثرت گناہ سے کفر پیدا ہوتا ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی محبت کفر ہے۔ اب اس کے برعکس ترک دنیا تمام عبادات کی بنیاد ہے کیونکہ جب ہم دنیا کی طرف راغب نہیں ہوتے تو عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور ذوق عبادت سے ایمان قوی ہوتا ہے۔ پس ترک دنیا اصل ایمان ہے۔

کلمہ ۲ نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا ادب کیا جائے یعنی ان کی تعمیل کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر شفقت کی جائے۔ اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگوں کے نفع و نقصان سے اتنا ہی خوش اور رنجیدہ ہو جتنا اپنے ذاتی فائدے اور نقصان سے خوش و ناخوش ہوتا ہے۔ اگر نصیحت کرنے والے کے قلب کی یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ کذاب ہے۔ تعین جانو کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور سچ درویشی کا سرمایہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "الصدق بنی والکذب یسلک یعنی سچ باعث نجات اور جھوٹ ہلاک کرنے والا ہے۔"

کاذبان رایج منزل بار نیست راستبازی می رود در کوی دوست

جھوٹوں کا دنیا میں کہیں ٹھکانہ نہیں جب کہ راستبازی محبوب کے کوچے میں لے جاتی ہے۔

کلمہ ۳ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کسی کے عیب ظاہر نہیں کرتا، بلکہ اس کا خیال بھی دل میں نہیں لاتا۔ وہ تو عیب پوشی کرتا رہتا ہے تاکہ خود برائی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ عیبوں سے بچنے کا یہ آزمودہ طریقہ

ہے۔ نیز زبان کو کسی مسلمان کی غیبت کرنے سے اور دل کو غیبت کے خیال سے بچانا چاہیے ورنہ اس کا بہت بڑا نقصان ہے۔

کلمہ ۳ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی چار نوعیتیں ہیں۔ اول یہ کہ زبان ذکر کرے اور دل اس سے غافل ہو۔ دوسرے یہ کہ زبان ذکر کرے اور دل بھی اسی میں لگا رہے۔ تیسرے یہ کہ زبان اور دل سے ذکر جاری ہو جائے اور چوتھے یہ کہ دل ذکر میں مشغول ہو خواہ خاموش رہے یا ذکر کے وقت زبان کسی چیز میں مصروف ہو تو دل ذکر کرتا رہے۔

کلمہ ۴ ذکر کا ثمرہ حق تعالیٰ سے انس و محبت ہوتا ہے۔ بغیر ذکر کے حق تعالیٰ کے دربار تک رسائی ناممکن ہے۔ پھر چونکہ بندے کو خدا سے ملانے کا واسطہ عشق ہی ہے، لہذا واسطہ عشق کے لیے ذکر ناگزیر ہے۔

عشق را با کفر و با ایمان چه کار عشق را لفظ با جان چه کار

عشق کو کفر و ایمان سے کیا کام، عشقوں کو ایک لفظ کے لیے بھی زندگی سے کیا مطلب۔

عشق مغز کائنات آمد نام لیک نبود عشق بی درد تمام

عشق تو دائمی طور پر خلاصہ کائنات ہے لیکن کامل درد کے بغیر عشق حاصل نہیں ہوتا۔

قدسیاں را عشق بہت و درد نیست درد را جز آدمی در خورد نیست

عشق تو فرشتوں کو بھی ہوتا ہے لیکن انھیں کیفیت درد حاصل نہیں ہے۔ نعمت درد کے لائق آدمی ہے تو انسان ہے۔

ہر را در عشق محکوم قدم در زشت زلف و ز سہم ہر

جس سہمی نے راہ عشق میں مضبوطی کے ساتھ قدم رکھے، وہ لفر و اسامہ، لوہوں سے در ہر را

ذره درد خدا در دل ترا بہتہ از پہ در جان حاصل ترا

اگر ذرہ برابر اللہ تعالیٰ کی محبت تیرے دل میں ہے تو وہ لوہوں، جان حاصل ہو جانے سے بھی بہتر ہے

لخر کافر را و دین دیند در را ذرہ در دست دل عطش ترا

کافر کو لفر اور دیندار کو دین مبارک، عطش کے دل لوتیرے درد کا الیک ذرہ کافی ہے

کلمہ ۵ تو حیدری ایسا ملک رسائی اپنے آپ سے آزا ہونے پر موقوف ہے جب سالک اپنی

ذات کے نوال سے شگفتا ہے تو اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے، اس وقت اسے تو حیدری ایسا ملک رسائی حاصل

ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اہل توحید خودی کو بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں۔

سعد یا چوں بست شکستی خود مباش خود پرستیدن کم از اسنام نیست

(ترجمہ) اے سعدی! جب تو نے تمام بت توڑ دیے ہیں تو خودی کے بت کو بھی توڑ دے، کیونکہ خود پرستی، بت پرستی سے کم نہیں ہے۔

کلمہ ۷ ہستی کی حقیقت یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ابتدا بھی ہیں اور انتہا بھی۔ ہر کسی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس کے بارے میں کہا ہے لیکن وہ حقیقت جسے ہر شخص سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے (وہ اپنے ہونے میں کسی غیر کا محتاج نہیں) اس کے سوا جو شے ہے ممکن الوجود ہے (وہ اپنے ہونے میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے) چونکہ ہر ممکن کو واجب الوجود نے ہستی عطا کی اس معنی میں حق تعالیٰ کو ہر شے کی ابتدا اور انتہا کہہ سکتے ہیں۔

کلمہ ۸ راہ صدق کی ابتدا شوق سے ہوتی ہے کیونکہ شوق عشق کی حالتوں میں سے ایک حالت ہے اور شوق محبوب سے ملنے اور اسے دیکھنے کی شدید خواہش کو کہتے ہیں۔

جہل در نظر و شوق ہمچنان باقی گدا اگر ہر عالم بدو دہند گداست

(ترجمہ) محبوب کا جہل نظر کے سامنے ہے لیکن شوق کی تشنگی باقی ہے۔ فقیر کو اگر دونوں جہان دے دیں تب بھی فقیر ہی رہتا ہے۔

گر در نفسی ہزار بارت بینم در آرزوی بار در خواہم بود

(ترجمہ) اے محبوب اگر ایک سانس میں تجھے ہزار بار دیکھوں پھر بھی دوسری بار دیکھنے کی آرزو رہے گی۔

کلمہ ۹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ فصوفس کے مصنف (ابن عربی) نے کہا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو اس طور سے پہچان لیا کہ حق کی حقیقت جو اس کی اپنی صورت میں ظاہر ہوئی ہے، وہی حقیقت تمام لامتناہی چیزوں کی صورتوں میں جو وہ فرما ہے تو یقیناً اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

کلمہ ۱۰ یہ راہ جانباڑوں کی راہ ہے۔ جب تک دل میں مرنے کی آرزو پیدا نہ ہو، کام نہیں بتا۔

بمیر از خویش تایابی ربانی کہ پیوند تو آمد این جدانی

(ترجمہ) اپنی ہستی کو فنا کر دے تاکہ خودی کی قید سے رہا ہو جائے یہ جدانی تو اسی وجہ سے ہے کہ تو ابھی تک اپنی خودی سے وابستہ ہے۔

ز تو اس شکل و شیوہ کی پذیرند چو پا بر خود نہی دست تو گیرند

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تیرے ان طور طریقوں کو کبھی پسند نہیں فرمائیں گے ، ہاں جب تو اپنی خودی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جائے گا تو وہ تیرا ہاتھ پکڑ لیں گے ۔

جان لیں کہ جلال الد محمد اکبر بادشاہ ، نصیر الدین محمد ہمایوں کا خوش نصیب فرزند تھا ۔ جنت آشیانی کی وفات کے بعد ، پودہ سال کی عمر میں ، تمام سرداروں کی متفقہ رائے سے ، جمعہ کے دن ۲ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو خطبہ اس کے مبارک القاب سے مزین ہوا اور اس کی تخت نشینی سے سلطنت کو استحکام حاصل ہوا ۔ مسند شاہی نے نئی رونق پائی اور اس کی بادشاہت کی برکت سے سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہوئیں ۔

اس جوان بخت بادشاہ کی ذات میں حسن سیرت اور حسن صورت کے اوصاف جمع تھے ۔ اس نے اپنے فطری کمالات کو اپنے بہترین اخلاق سے اجاگر کیا ۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس کے عہد حکومت میں روز بروز نئی ترقی اور بے اندازہ شان و شوکت کا ظہور ہوا ۔ بڑے بڑے مغرور حکم اس کے دربار میں حاضر ہونے اور اس کے سامنے نیازمندی کے ساتھ اپنے سر خم کیے ۔ جس نے اس کی اطاعت سے سرتابی کی اس کی گوشمالی کی گئی ۔ اس کی تخت نشینی کے پہلے سال بیسوں ملعون نے بست سا لشکر جمع کر کے دہلی پر قبضہ کر لیا ۔ مسلحانوں پر سخت مظالم اور انھیں بے دریغ قتل کیا اور غازی کا لقب اختیار کیا ۔

تخت نشینی کی ابتدا سے آخر تک اکبر نے جس طرف رخ کیا ۔ دولت و اقبال کی فوج نے اس کے فتح مند لشکر کا استقبال کیا ۔ اس کے علاوہ بادشاہوں کو جس انصاف ، مروت ، بخشش ، بندہ نوازی ، برتری ، فتح مندی اور تدریجی ضرورت ہوتی ہے ، سب اس سلیمان شوہ بادشاہ کی ذات میں موجود تھیں ۔ ہندوستان کے تمام اطراف نیز مشرقی ، مغربی ، شمالی اور جنوبی ملکوں کی سرحدیں اس کے زیر تصرف تھیں ۔ لیتے ہی بادشاہوں ، راہوں ، مہراجوں اور افغانوں نے جو خود مختاری کا دعویٰ کرتے تھے ، اس کی فرمانبرداری اور غلامی کو قبول کیا ۔ اس فتح مند اور دشمن کو زیر کرنے والے بادشاہ کے حالات کی تفصیل منظر برنے کا موصد اس رسالہ میں نہیں ہے ۔ اس مقصد کے لیے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے ۔ اس خاتمانہ عمل کی بادشاہی کی مدت بہان سال تھی ۱۰۱۳ھ میں اس کی وفات ہوئی ۔

شیخ اسحاق ملتانی قدس سرہ

آپ ملتان میں پیدا ہوئے ۔ بہت سیر و سیاحت کی اور بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی آپ نے سخت ریاضتیں کی تھیں ۔ زیادہ تر خاموش رہتے اور بہت کم گفتگو فرماتے ۔ طویل عمر پائی ، آخر میں بہت

ناتواں ہو گئے تھے۔ اس بڑھاپے کے باوجود فرماتے کہ میں بیٹے کے پیدا ہونے کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ پیدا ہو گا تو میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ حق تعالیٰ نے اس بڑھاپے میں آپ کو فرزند عطا کیا اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔

میرے مخدوم عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپ کی وفات کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن آپ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ گھر میں جو کچھ ہے فقیروں کو دے دو۔ خادمہ نے کہا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے جسے تقسیم کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہے اور جتنا بھی ہے تقسیم کر دو۔ تقریباً دو سیر غلہ اور دو پرانے کپڑے مہیا ہوئے۔ چنانچہ محتاجوں کو دے دیے۔ گھر خالی کرنے کے بعد آپ کو سماع سننے کی خواہش ہوئی۔ لوگوں نے کہا آپ کے پاس قوال کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے تو فرمایا کہ قوال کو اپنی دستار دے دوں گا۔ اسی اثنا میں ہمسائے کے ہاں سماع ہونے لگا اور آپ وہاں چلے گئے۔ دوران سماع حال طاری ہوا اور بہت روئے۔ جب سماع کا بہت غلبہ ہوا تو لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ اٹھے، جمعہ کا دن تھا۔ غسل کیا اور دوستوں کو رخصت کر کے حسب معمول قرآن پاک کی تلاوت کی اور سو گئے۔ اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ یہ واقعہ جلال الدین اکبر کے عہد حکومت میں ۹۹۸ھ کا ہے۔ آپ کی قبر دہلی میں ہے۔

شیخ حسن بودلہ قدس سرہ

دہلی کے ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے مجذوب تھے۔ دنیا کے طور طریقوں سے بے نیاز عجیب حالت میں رہتے تھے۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ اکثر برہنہ حالت میں رہتے تھے اور عضو مخصوص میں انتشار نہ ہوتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ مٹی کا ڈھیلا دیوار پر مارا گیا ہے۔ جو کچھ آپ کو نذر کیا جاتا، آپ قوالوں کو دے دیتے۔ اس دیوانہ حالت لے باوجود خوبصورتوں کے دلدادہ تھے۔ جب کسی معصوم چہرہ شخص کو دیکھتے تو خوش ہوتے۔ بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ سرور کائنات علیہ افضل الصوات کو وضو کر رہے ہیں اور بعض خاصان خدا نے کہا ہے کہ ہم نے آپ کو حرم شریف میں دلیہا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیر خاں سوری کے بیٹے سلیم خاں کی بے حد تمن تھی کہ آپ اس کے ہاں قدم رنجہ فرمائیں۔ جب اس کا اصرار بڑھا تو آپ کی مجذوبانہ کیفیت میں جوش آ گیا اور حالت جذب میں کہا جلد ہی تمہاری برط عیش الٹ جائے گی۔ چنانچہ چند دنوں بعد ایسا ہی ہوا۔ منقول ہے کہ آپ جدھر سے گزرتے، لوگوں

کے دماغ خوشبو سے مہک جاتے۔ لوگ خوشبو سے آپ کے آنے کا اندازہ لگا لیتے، اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ کے بول و براز میں بدبو نہ ہوتی۔

آپ کی وفات ۲۵ ربیع الاول ۹۶۷ھ میں ہوئی۔ مزار لشکر گاہ میں خواص خاں کے مقبرے کے قریب ہے۔ یہ خواص خاں شیر خاں سوری کا خادم تھا اور اپنی سخاوت و فیاضی کی وجہ سے مشہور ہے۔ اسے ۹۶۰ھ میں سلیم خاں کے حکم سے شہید کر دیا گیا۔

مولانا محمد مجد قدس سرہ

آپ مغرب کے ایک معروف سلسلہ تصوف "احمدیہ" سے تعلق رکھتے تھے اور اس سلسلے کے بزرگوں کی روش کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ اکثر علوم متداولہ سے بہرور تھے۔ سلطان مظفر والی گجرات کے عہد میں حجاز سے گجرات تشریف لائے۔ سلطان آپ کے شاگردوں میں شامل ہو گیا اور آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ سلطان مظفر کی وفات کی بعد اس کے بیٹے سلطان بہادر نے باپ کی رسم کو زندہ رکھ کر بعد از وفات ہی آپ کی توقیر کی۔ جب جنت آستانی (بادشاہ ہمایوں) نے صوبہ گجرات فتح کیا تو توار روئے قدر شناسی آپ کا ادب کیا اور فتح مند لشکر کے ساتھ آپ کو دہلی لے آیا۔ یہ دلکش مقام آپ کو پسند آیا اور یہیں سونت اختیار کر لی۔ شیر خاں سوری کے عہد حکومت میں آپ کی وفات ہوئی۔

شیخ زکریا دہلوی قدس سرہ

آپ کا لقب بہاء الدین ہے۔ آپ شیخ بزرگ شیخ شہرلی، والد اور سلسلہ شطاریہ کے نامور مشائخ میں سے تھے۔ شیخ علی شطاری کے مرید تھے۔ بہت زیادہ ریاضتیں اور مجاہدے سے اور سوانح میں تقویٰ کا رنگ لے لیا۔ شیخ عبدالقدوس حنفی چشتی اور دوسرے مشائخ سے بھی پورا پورا استفادہ کیا۔ تصوف کی کتابیں آپ نے

۵۷ اس سلسلے کے بانی سیدی احمد البدوی متوفی ۷۰۵ھ تھے آپ نے سلسلے کا نام بدویہ ہے لیکن نمونہ بھی کہتے ہیں۔ بعد میں اس کی اشاعت ہوئی۔ (ملاحظہ فرمائیں ارزش میراث صوفیہ معنیذات اللہ عبدالمسین زریں ہے۔ تہران۔ ۱۳۴۳ھ ص ۹۹) ۵۸

شیخ محمود لاری کے شاگردوں سے پڑھیں۔ شیخ امان پانی پتی آپ کے شریک سبق تھے۔ آپ کے چہرے پر عجیب اثر تھا۔ بہت سے لوگ جو طریقہ صوفیہ کے منکر تھے، آپ کو دیکھ کر اس جماعت کے معتقد ہو گئے اور اس راستے پر چلنے والوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ آپ نے اکبر بادشاہ کے عہد حکومت کی ابتدا میں ۹۰۰ھ میں وفات پائی۔

آپ کے والد کا نام عیسیٰ اور لقب علاء الدین تھا۔ راج علوم میں ان کو کامل مہارت حاصل تھی۔ وہ شیخ سماء الدین کنبوہ کے شاگرد تھے۔ علوم باطنی کی تحصیل اور تکمیل شیخ ابوالفتح ہانسوی سے کی جو شیخ جمال الدین ہانسوی کے خاندان سے تھے۔ وہ وعظ کہتے تھے اور اپنے وعظ کے دوران آیات کی تشریح مختلف انداز سے کرتے تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک یہی شیخ زکریا اور دوسرے شیخ کمال الدین تھے جو ظاہری علوم میں کامل تھے اور جنہوں نے کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ علم باطن سے بھی آشنا تھے۔ شیخ کمال الدین کے دو بیٹے تھے، شیخ رکن الدین اور شیخ حاجی شطاری۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور علم باطن کی تحصیل کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔

شیخ تاج الدین دہلوی قدس سرہ

آپ شیخ بہاء الدین زکریا بن شیخ عیسیٰ دہوی کے فرزند تھے۔ ظاہری اور باطنی کمالات سے بہرہ ور اور علم تصوف سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اپنے والد بزرگوار اور شیخ امان پانی پتی کی خدمت میں حاضر رہے تھے۔ اپنے آباء و اجداد کی راہ و روش اختیار کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ آخر میں کافروں سے جنگ کرنے کیلئے اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ عبا تار کر قبا پہن لی اور سپہیانہ زندگی بسر کی۔ آپ نے کتابیں بھی تحریر کی ہیں۔ ان ہی میں نزہت الارواح کی شرح بھی ہے جو بہت خوب ہے۔ آپ کی ابدی خواب گاہ دہلی میں ہے۔ اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں آسودۂ خواب ہیں۔

شیخ یوسف دہلوی قدس سرہ

آپ شاہ عبدالرزاق جہنمناوی کے، جو سلسلہ قادریہ کے نامور مشایخ میں تھے، مرید تھے۔ شاہ عبدالرزاق بلند مقامات و کرامات کے حامل بزرگ تھے۔ ان کے خلیفہ بھی بہت تھے۔ شہر دہلی کے اکبر بزرگ

جن کا تعلق آخری دور سے ہے ان کے ارادت مند تھے، ان ہی میں آپ بھی شامل ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ کے ملفوظات جمع کر کے ایک مفید کتاب تحریر کی۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔ وفات بحر و بر کے فرماں روا جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد حکومت میں ہوئی۔

شیخ حاجی دہلوی قدس سرہ

آپ شاہ عبدالرزاق کے مرید اور خلیفہ تھے۔ خود بھی شیخ زادے تھے۔ شاہ محمد خیالی کے فرزند ہیں۔ حضرت شاہ عبدالرزاق کی توجہ کی برکت سے ولایت کی منزلوں اور طریقت کی مشکلات سے آگاہ ہوئے۔ پریشان خیال لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے اور اپنے آباء و اجداد کے طور طریقوں پر سختی سے کاربند تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند شیخ کمال آپ کے جانشین ہوئے۔ برس برس گوشہ نشینی اور توکل اختیار کر کے فقر و فاقہ میں زندگی گزاری۔ آخر عمر کے کچھ برسوں میں ان کو آسودگی حاصل رہی اور عزت و آبرو نصیب ہوئی۔ ۱۰۲۳ھ کے اواخر میں انھوں نے وفات پائی۔ اسی سال یکتائے زمانہ شیخ قلب عالم نے ہونٹاہری علوم میں بے مثل اور باطنی علوم میں کامل تھے اور عزیز الحق شیخ عبدالعزیز کے عالی مرتبہ صاحب شرف فرزندوں میں تھے انتقال فرمایا۔ فقیر راقم نے ان دونوں بزرگوں کی تاریخ وفات "آہ شیخین دہلی" سے نکالی۔ اس کے علاوہ ان دونوں بزرگوں کی تاریخ نکالنے کے لیے علاحدہ علاحدہ قلمے بھی تحریر کیے۔ شیخ کمال کی تاریخ وفات کا قلمیہ یہ ہے چنانچہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

شیخ زمانہ شیخ کمال آل فرید دہر	سدرہ شہادت فریاد دہر
آل یادگار سلسلہ قادریہ رفت	آل رفعتش، جانب حق عاشقانہ دہر
تاریخ فوت او چو طلب بردم از فرد	منہی عقل الفت۔ شیخ زمانہ دہر

(ترجمہ) شیخ کمال جو زمانے کے شیخ اور یکتائے روزگار بزرگ تھے، سب سے بہتر شہادتوں پر وہی میں مثل تھے۔ وہ سلسلہ قادریہ کی یادگار تھے۔ ان کا اپنے حق کی طرف جاننا عشقوں کی طرف تھا۔ ان کے عقل کی تاریخ وفات طلب کی تو عقل نے کہا، وہ "شیخ زمانہ" تھے۔

شیخ حسین نقشی قدس سرہ

آپ ظاہری اوصاف اور باطنی کمالات سے پوری طرح بہرور تھے۔ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ پتھر یا دھات پر الفاظ کی کھدائی کے فن میں بے مثل تھے۔ جس طالب علم نے آپ سے درس لیا، اسے ظاہری اور باطنی نعمت حاصل ہوئی۔ آپ نے چودہ جمادی الثانی ۹۸۸ھ میں وفات پائی۔ اس دور کے فاضلوں میں سے ایک فاضل نے تاریخ وفات کہی۔

قطبِ عالم شیخ دین پرور حسین	آں کہ بود از فضل مخدوم دیار
اصفیاء را از جمالش آبروی	اولیاء را از وجودش افتخار
علم او ہمدوش تشریفِ عمل	فصل او ہمدست حکمِ کردگار
چوں برفت آں عنصرِ قدسی صفات	سوی جنت زین جانِ بی مدار
شدیکی تاریخ شیخ الاولیاء	گشت دیگر مقتدای روزگار

(ترجمہ) قطب عالم شیخ حسین دین پرور اور اپنی فضیلت کے باعث زمانے کے مخدوم تھے۔

آپ کے جمال سے نیکیوں کی آبرو بڑھی۔ تمام اولیاء کو آپ کی ذات پر فخر ہے۔

آپ عالم باعمل تھے۔ آپ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہوتا تھا۔

جب آپ کا فرشتہ صفت جسم اس بے اعتبار دنیا سے جنت میں چلا گیا۔

ایک تاریخ "شیخ الاولیاء" اور دوسری "مقتدائے روزگار" ہوئی۔

آپ کے بیٹے بھی تھے۔ ان ہی میں شیخ علی احمد تھے جو پسندیدہ اوصاف اور ظاہری خوبیوں کے مالک تھے۔ ان پر محبت کی شدت اور عشق کی مستی طاری رہتی تھی۔ اس دنیائے ناپائیدار سے مردانہ وار رخصت ہوئے۔ منقول ہے کہ ابوالمنظر نور الدین جہانگیر بادشاہ غازی کے حضور قوالوں نے خواجہ حسن دہلوی کا یہ شعر پڑھا:

ہر قوم راست راہی دینی و قبلہ گاہی من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہی

ہر قوم کا ایک خاص مسلک، دین اور قبلہ ہوتا ہے۔ میں نے اپنا قبلہ کج کلاہ کی طرف راست کر لیا ہے۔

شیخ علی احمد بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ یہ شعر سنتے ہی آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور

اسی وقت آپ کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ اٹھارہ محرم الحرام سن ایک ہزار اٹھارہ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ مخدومی مولانا حسن نے اللہ تعالیٰ انھیں سلامت رکھے تاریخ وفات کہی:

اے حسن یاد کن زہنجہ مرگ	زانکہ پنجہ شمرده ام سالت
فکر رفتن بکن کہ زود ازود	ایں سع میرسد ز دنبالت
ہیں بہ ہیں ہیں بہ ہیں کجا رفتند	پدر و مادر و عم و خالت
بہ یقین دان کہ دشمنان تواند	زن و فرزند و خانہ و مالت
نادر عصبر خود، علی احمد	کہ نظیری نہ داشت در حالت
رفت در حالت سماع و ازاں	بیچ دیگر نہ گشت احوالت
سال تاریخش از عرب جستم	قل لی مات و هو فی الحالت

(ترجمہ) اے حسن موت کے پنجے کو یاد کر، چونکہ میں تیری عمر پچاس سال شمار کر چکا ہوں۔ اس فانی دنیا سے اپنے چلنے کی فکر کر، یہاں موت کا درندہ تیرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ خبردار آگاہ ہو جا کہ تیرے باپ، ماں، چچا اور ماموں کہاں چلے گئے ہیں۔

پس یقین کر لے کہ تیرے بیوی بچے، تیرا مکان اور تیرا مال و منال تیرے دوست نہیں ہیں۔ دیکھ علی احمد جو اپنے زہنے کے نادر لوگوں میں سے تھے اور جن کا باطن بھی بے مثل تھا۔

ان کا انتقال حالت سماع میں ہوا۔ حیف یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود تیرے شب و روز پہلے ہی لی طن گزر رہے ہیں۔ میں نے عرب سے ان کے سال وفات کی تاریخ معلوم کی۔ اس نے کہا: "مات و هو فی الحالت" (ان کا انتقال حال میں ہوا)۔

شیخ سیف الدین دہلوی قدس سرہ

آپ میرے ^{۵۰۹}مخدوم شیخ عبدالمق (محدث دہلوی) کے والد تھے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ میں بیت لی اور دوسرے سلسلوں سے بھی کامل فیض حاصل کیا۔ شیخ امان پانی پتی کی صحبت سے جو اپنے زمانے کے مہتمم و عارف تھے، بہت زیادہ فیض حاصل کیا۔ آپ ظاہری اوصاف اور باطنی کمالات سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔

بذلہ سخی اور پاکیزگی کا مرقع تھے۔ عشق و محبت اور سوز و گداز میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ دنیا سے بے تعلق اور عشق الہی میں والہانہ کیفیت کے حامل تھے۔ آپ پر مشرب توحید (وحدت الوجود کا نظریہ) غالب تھا۔

آپ ۹۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جب آٹھ سال کے تھے تو آپ کے والد شیخ سعد اللہ کا جو طریقت و حقیقت میں کامل تھے انتقال ہو گیا۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے، تہجد میں آپ کے لیے دعائیں کیں اور اپنی امانت (یعنی آپ کو) کارساز حقیقی کے سپرد کیا۔ ان دعاؤں کا اثر ان کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔ چنانچہ آپ بہت کم مدت میں اپنی بلند فطرت اور بابرکت استعداد کے باعث مراتب عالیہ تک پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے درجات کے فرق سے آگاہ ہونے کے بعد آپ کی یہ کیفیت ہو گئی کہ سوائے درویشوں سے محبت کرنے اور ان کی خدمت بجالانے کے کسی چیز سے سروکار نہ رکھا۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ اہل و عیال کی کفالت کی خاطر بعض منصب داروں کے ہاں آتے جاتے تھے لیکن اس تعلق کو اپنے دل میں کبھی جگہ نہ دی۔ لوگوں سے اپنے باطنی احوال کو اس قدر چھپاتے تھے کہ کسی کو آپ کے فقر و فنا اور قلبی کیفیت کا علم نہ تھا۔ درویشی اور خداپرستی کے مراتب کو ظاہری اوصاف کے پردے میں چھپا لیا تھا۔ ۹۹۰ھ میں بمرستہ سال وفات پائی۔ تاریخ وفات " ولی تحت القباب " یعنی ولی قبے کے نیچے ہے، سے منکلتی ہے۔ ستائیس شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ جب آپ کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے فارسی و عربی میں چند کلمات اور اشعار جن میں عفو و مغفرت کا مضمون تھا، پڑھے اور وصیت فرمائی کہ ان کو لکھ کر کفن میں رکھ دیں۔ ان میں یہ فارسی رباعی بھی تھی۔^{۵۱}

دارم دلی غمین، بیامرز و مپرس صد واقعہ در کمین بیامرز و مپرس

شرمندہ شوم اگر بپرسی مسلم ای اکرم اکرمین بیامرز و مپرس

(ترجمہ) میں غمگین دل کے ساتھ حاضر ہوں میری مغفرت فرما اور باز پرس نہ کر، سینکڑوں واقعات گھات لگائے ہوئے ہیں۔ مجھے بخش دے اور حساب نہ کر

اے خدا اگر تو میرے عمل کے بارے میں سوال کرتا ہے تو میں شرمسار ہوں، بس میری خطائیں معاف کر دے اور باز پرس نہ کر۔

اور عربی کے دو شعر یہ ہیں۔

من الحسنات والقلب السليم

اذ اکان القدوم علی الکریم

قدمت علی الکریم بغیر زاد

فحمل الزاد اقم کل شیئ

(ترجمہ) میں نیکیوں اور قلب سلیم کے توشے کے بغیر سخی کے دربار میں جا رہا ہوں۔

سخی کے دربار میں توشہ لے کر جانا تو تمام باتوں میں سب سے گھٹیا بات ہے۔

آپ جوانی میں شعر بھی کہتے تھے۔ غزل، قصیدہ اور رباعی میں طبع آزمائی کی۔ یہ غزل آپ کے بلخ کلام کا نمونہ ہے، جس میں تصوف و توحید کے مضامین بیان کیے گئے ہیں^{۵۱}۔

ساری نمودہ در بہر اعیان، چنان اعیان کز غایت ظہور، نہانست در نہان^{۵۲}

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو جلد اعیان میں اس طرح عیاں کیا ہے کہ اس کے کمال ظہور کے باعث اسے دیکھا نہیں جا سکتا۔

از نام و از نشان کہ تواند، نشان دہد کو باہزار نام و نشانست بی نشان

کون ہے جو اس کا نام و نشان بتا سکے، اس کے ہزار نام و نشان ہیں پھر بھی وہ بے نشان ہے۔

پیش از ظہور بودہ و ما کان شی مع بعد از ظہور ہست علی ما علیہ کان

اپنے ظہور سے پہلے وہ تھا اور کوئی شے اس کے ساتھ نہ تھی۔ اب اپنے ظہور کے بعد جیسا تھا ویسا ہی ہے اس کی ذات کو تغیر نہیں!

کون و مکان ز پر تو حسن جمال اوست وین حرفہ ترنگر کہ نہ کون است و نہ مکان

کون و مکان اس کے جمال کے حسن کا عکس ہے پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ نہ کون ہے نہ مکان ہے۔

سیفی بخویش نسبت ہستی گمان تست ای دای برسی کہ برآمد درین لمان

اے سیفی اپنے ہونے کا احساس صرف تیرا گمان ہے، اس شخص پر افسوس ہے جو اس وہم و خیال میں رہتا ہے کہ وہ ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

حضرت مخدوم نے وہ حقائق و معارف جو آپ پر منشف ہوئے اور آپ نے بیان فرمائے، انہی الاخیار میں تحریر کیے ہیں۔ اس کے علاوہ "مکاشفات" اور "سلسلۃ الوصال" کے عنوان سے دو رسالے بھی آپ نے تصنیف کیے۔ یہاں حقائق سے لبریز چھ کلمات، بطور تبرک اور احسان مندی درج سے جاتے ہیں۔

کلمہ ۱: ذلیلیا کی لذت بالکل احلام کی لذت کی طرح ہے، جو الیٰ لمو میں نزر جاتی آتی ہے اور اور کدورت چھوڑ جاتی ہے۔

کلمہ ۲: اس راہ کے طالب پر لازم ہے کہ مشایخ نے جو باتیں کہی ہیں ان پر اعتقاد رکھے بلکہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے ان پر عمل کرے۔ اگر بعض مسائل میں شک و شبہ پریشان کرے تو اسے دل سے دھلے دے۔

اس راہ کا پہلا اصول یہ ہے کہ چوں و چرا نہ کرے اور شیخ کے حکم پر آئنا و صدقنا کے در نہ تمام زندگی خلجان اور پریشانی میں رہے گا۔

کلمہ ۳ ذکر^{۵۱۵} توجہ اور اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کے احساس سے جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ غافل نہیں ہونے دیتی۔ اس نسبت کی صحت اور اثر کی ایک علامت یہ ہے کہ اپنے دیگر احوال مثلاً خورد و نوش غصہ اور نزاع سے بھی آگاہ رہے اور ان سے بے خبر نہ ہونے پائے۔

کلمہ ۴ مشایخ نے کہا ہے کہ عالم اس سے ہے اس پر ہے بلکہ سب وہی ہے۔ ان تینوں اقوال میں جو بات کہنے کے لائق ہے وہ پہلا قول ہے ویسے یہ معاملہ دل کا ہے۔ زبان سے اس کا تعلق نہیں ہے ہاں زبان کے لائق یہ بات ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ مطابق شریعت ہو۔

کلمہ ۵ ”سب اس سے ہے“ اور ”سب وہی ہے“ اگر ان اقوال پر زیادہ غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ دونوں کی حقیقت ایک ہے۔

کلمہ ۶ آپ^{۵۱۸} یہ بھی فرماتے، جوانی میں جب وجد و حال کی کیفیت میں جوش پیدا ہوتا، تو اس قسم کی باتیں بے اختیار زبان سے نکل جاتی تھیں۔ اب اس کیفیت کو ظاہر کرنے سے زیادہ پوشیدہ رکھنے میں لذت و راحت حاصل ہوتی ہے۔ جس قدر اس کیفیت کو مخفی رکھتے ہیں، اسی قدر اس کی برکت اور حلاوت بڑھتی جاتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کی عظمت و بزرگی کا اندازہ اس ایک حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ قادر و توانا خدا نے آپ کو حضرت مخدوم جیسا فرزند عطا فرمایا:

چنان بود پدري کش چنين بود فرزند چنين شود پسري کش چنان پدر باشد

(ترجمہ) کس قدر اچھا باپ ہو گا جس کا اتنا اچھا بیٹا ہے۔ وہ بیٹا کس قدر اچھا بنے گا جس کا باپ اتنا اچھا ہے۔

بہر حال جب بات یہاں تک پہنچی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کے اللہ تعالیٰ انھیں سلامتی دے، کچھ حالات بیان کیے جائیں، حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ

ہمچو اوئی سزد معرفت او ہمچو او اندرین جہان خود کو

(ترجمہ) جیسے وہ ہیں، ایسا ہی ان کی تعریف کرنے والا چاہیے لیکن خود دنیا میں ان جیسا کہاں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

چونکہ حضرت مخدوم کے بارے میں کچھ عرض کرنے اور بیان کرنے کی استطاعت نہ تھی۔ اس لیے خاموشی اختیار کر لی اور اپنے آپ سے کہتا تھا۔

چہ فروشی باد متاع سخن کہ مریج نواز خزینہ اوست۔

آنچہ تو بردگان لب داری ایرا ہر از دعای سید اوست۔

(ترجمہ) جس کے خزانے سے متاع سخن حاصل کی ہے، اسی کے ہاتھ اسے بیچنا کس قدر نامناسب بات ہے؟ تیرے ہونٹوں کی دکان میں جو مال و متاع ہے، یہ سب اس کی دعاؤں کا اثر ہے۔

لیکن اس قول کے بموجب کہ اگر کسی کو کل حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا تو جز کا ادراک تو ہو ہی جاتا ہے۔ مخدوم آپ کے احوال جو تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں، اشارات میں تحریر کیے جاتے ہیں کیونکہ یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ تصنیف جو دہلی کے بزرگوں کے حالات اور مناقب کے بارے میں ہے، حضرت مخدوم کے ذکر سے خالی ہو۔ آج دہلی ہی نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں جو برکت، رونق اور خوبی نظر آتی ہے، آپ ہی کی ذات والا صفاست۔ کی بدولت ہے، جو اس عمر میں اپنی معرفت اور اہل حقیقت کی سردار و پیشوا ہے اور جو مختلف علوم و فنون پر کامل عبور رکھتی ہے بلکہ سچی بات دیتی ہے جو اس عمر کے اہل فضل نے آپ کے بارے میں کہی:

ایں مثل در عمد او نوشد کہ شہری نگلی

آپ کی پیشانی سے علم و شعور کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے۔ چونکہ بند فطرت اور علی صلاحیت کے حامل تھے اس لیے استاد سے سبق لینے کے دوران مفید نکتے اٹھاتے اور مشورہ دہیوں کے ساتھ

ہذا اس مصرعے کے ترجمے کے سلسلے میں عرض ہے کہ یہ مصرع وضع نہیں ہے، بلکہ شہری دہلی میں ہے۔ اس کے شاعر نے زیر تصور کیا جانے تو اس کا ترجمہ شہت ہوگا (عیث) جو پورے مصرعے کے ترجمے میں درست نہیں لڑھا۔ اس کے ترجمے میں جانے تو یہ ایک ایرانی راگ کا نام ہے (عیث) اس طرح بھی ترجمے میں محدود ہوتا ہے۔ اس کے مترادف دہلی کے محلات کے مخطوطے کے مطابق اگر شہری کے بجائے شہدی پڑھا جائے تو ایک درجہ میں مصرع کا ترجمہ قابل فہم ہوتا ہے اور یہ بھی باقی نہیں رہتا۔ ترجمہ یوں ہوگا

اس کے عمد میں یہ کلمات تازہ ہوتی۔ تو عبادت ہے اور نوشہو ہے

اپنی کجی کے مطابق و مناحت پیش خدمت ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بحث کرتے۔ چنانچہ بعض انصاف پسند استادوں نے آپ کی ذہانت کی تعریف کی اور یہ بھی کہا "ہم ہی نے ان سے کچھ نہ کچھ سیکھا ہے، ہمارا بحیثیت استاد ان پر کوئی احسان نہیں ہے۔"

ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ ۱۹۹۶ء میں آپ پر کچھ ایسا ذوق شوق طاری ہوا کہ آپ سفر حجاز کے لیے روانہ ہوئے۔ اس محترم مقام سے فیض حاصل کرنے اور طواف ادا کرنے کے بعد، حرمین شریفین کے عالی مرتبہ محدثین سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کئی بار خواب میں حدیثیں سنیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دینی علوم کے نشر و اشاعت کی بشارت دی۔

قطب الاقطاب شیخ عبدالوہاب قدس سرہ سے، جو شیخ علی متقی قدس سرہ کے حقیقی جانشین اور مطلق خلیفہ تھے اور مکہ معظمہ میں ارشاد و ہدایت میں مصروف تھے، آپ کی بہت اچھی صحبتیں رہیں۔ آپ نے ان سے خلافت بھی پائی۔ اس کے علاوہ دیارِ پاک کے دوسرے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ پھر وطن واپس لوٹے اور شہرِ دہلی کو اپنے قدموں سے رونق بخشی۔

جب ہمارے خواجہ (حضرت باقی باللہ) قدس سرہ، دہلی تشریف لائے تو آپ کو حضرت خواجہ سے بے حد محبت اور اخلاص پیدا ہو گیا، پھر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی مقدس روح کے حکم سے آپ نے ہمارے خواجہ قدس سرہ سے طریق نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اس طریق میں ارشاد و ہدایت کی اجازت بھی آپ کو مل گئی۔ لوگوں نے بارہا آپ سے یہ بات سنی اور آپ نے تمثیلاً بیان فرمائی کہ وہ نسبت جو مجھے حضرت خواجہ سے حاصل ہوئی، اس میں اور دوسری نسبتوں میں جو اکابر سے مجھے حاصل ہوئیں وہی فرق ہے جو روح اور جسم میں ہوتا ہے۔ آپ نے میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور، غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے براہ راست بیعت کی اور درجات عالیہ کی بشارت سے سرفراز ہوئے۔

اس راہ میں آپ کی طلب اور تشنگی کا یہ حال تھا کہ جہاں کسی درویش خدا پرست کے بارے میں سنتے اس سے ملاقات کے لیے جاتے۔ ان دنوں بزرگوں کے روحانی اشارات کے باعث خلوت میں رہتے ہیں۔ توحید و ذوق آپ کی طبیعت میں رچ بس گیا ہے۔ آمد و رفت ترک کر کے حدیث کے درس میں مشغول ہیں۔ نیاز مندوں اور طالبوں کی اصلاح پر توجہ فرماتے اور خاص و عام کو اپنی ہدایت بخش باتوں سے مسرور و شاداں کرتے ہیں۔ رسکوں کے لیے نفع بخش کتابیں تصنیف کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کا دائرہ ہر طرح کے عوم تک، خواہ عقلی و نقلی ہوں یا کسبی و وہبی ہوں، پھیلا ہوا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی تمام تصنیفات کی تعداد ایک سو ہے۔ ان ہی میں "سفر السعادة" اور "مشکوٰۃ" کی شرح بھی ہیں جو ان دنوں آپ نے بہت تفصیل کے ساتھ عربی اور فارسی زبان میں تحریر کی ہیں۔ آپ کی باتیں جو حقیقت کی نشان دہی کرتی ہیں، برکت اور احسان مندی کے خیال سے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

کلمہ ۱ رسالہ "الدين النصيحة" میں تحریر فرمایا ہے کہ ظاہری اور باطنی کمالات کے جس قدر درجات ہو سکتے ہیں وہ سب "عبدہ و رسولہ" میں مضمر ہیں۔ عبودیت خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ کے سوا کسی کو حقیقی بندہ نہیں کہا جا سکتا۔ خدا، خدا ہے اور آپ بندے ہیں۔ دوسرے سب آپ کی ذات پاک کے طفیل بندے ہیں۔

کلمہ ۲ رسالہ "ایصال المرید الی المراد"^{۵۲۱} میں تحریر کیا ہے کہ عمل کی روح نیت ہے۔ بے وقت عمل کا اظہار ایسا ہی ہے جیسے ایک جسم میں جس میں جان نہ ہو۔ عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ حکم مانا جائے اور سنت کی موافقت کی جائے۔ سنت کی موافقت میں وقت پر قبیلہ کرنا، ذکر و نماز سے افضل ہے، قبیلے کے وقت ذکر و نماز میں مشغول ہونا، ایک طرح کی للچ اور حرص ہے۔

کلمہ ۳ اسی رسالے میں ہے کہ زیادہ مشقت زیادہ اجر کی ضامن نہیں، بلکہ جس قدر سنت میں پیروی زیادہ کی جائے گی، اسی قدر زیادہ ثواب حاصل ہو گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ قلبی اعمال، ایمان و معرفت پر کتنی فضیلت رکھتے ہیں؟ اور ذکر و تلاوت کا ثواب بدنی اعمال سے کتنا زیادہ ہے؟ حالانکہ قلبی اعمال اور ذکر و تلاوت سے زیادہ مشقت تو دوسرے جسمانی اعمال میں اٹھانی پڑتی ہے۔ (لیکن ان کا اجر زیادہ نہیں)

کلمہ ۴ جس طرح انسانی عمر دن بدن بڑھتی ہے، اسی طرح اگر کوئی عمل مسلسل کیا جائے تو اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، خواہ آج کا عمل زیادہ نہ ہو۔ چنانچہ استقامت کے ساتھ صرف ایک عمل کرنے والے کو عروج اور ترقی حاصل ہوتی رہتی ہے اور اس کے عمل میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ اس "استوا" کے دائرے سے، جس کی نشان دہی اس حدیث میں کی گئی ہے، نکل جاتا ہے:

من استوی یوما فھو مغبون^{۵۲۲}

(ترجمہ) جس شخص کے دو دن ایک جیسے گزرے وہ ٹھٹھے میں ہے۔

مغبون کے معنی ہیں وہ شخص جو دونوں دن کوئی عمل نہ کرے اور آج کے عمل کو لاشعہ دن کا عمل نہ بنائے اسے محروم کہا جاتا ہے۔

کلمہ ۵ اسی رسالے میں تحریر فرمایا ہے کہ مخلوق کی بخشش صورتاً تو بخشش ہے لیکن انکا حقیقت سے دیکھا جائے تو بہت سی حقیقی نعمتوں سے محروم ہونا ہے۔ حق تعالیٰ کے غیر لی طرف متوجہ ہونا، حق تعالیٰ کے کرم پر نظر نہ رکھنا، نفسانی لذتوں میں لگن رہنا، مخلوق کی محبت میں ہمیشہ گرفتار رہنا، اور ان کی غامی کا طوق لگے میں ڈالے رکھنا، لوگوں کے احسانات کے بوجھ تلے دبے رہنا، اللہ کی ذات سے دوچار ہونا اور مجبور بن کے رہنا فی الواقع بہت بڑا نقصان اور بہت سی نعمتوں سے محرومی ہے۔

کلمہ ۶ رسالہ "تسلية الصواب"^{۵۲۳} میں لکھا ہے، بندے پر لازم ہے کہ پروردگار سے اپنی مرضی

اور پسند پر اصرار نہ کرے، اسی طرح درویشوں کے احوال میں سے جو حال اسے عطا کیا جائے اس سے انکار نہ کرے، کیونکہ وہ مطلق جاہل ہے۔ کبھی خیر کو مکروہ خیال کرتا ہے اور کبھی شر کو محبوب گمان کرتا ہے۔ سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اگر تجھے اپنی پسند کا حق دیا جائے تو یہی بہتر ہے کہ اختیار سے ہاتھ اٹھا لے۔ صاحب اختیار ہونے سے بھاگ اور اپنے اختیار سے خدا کی طرف بھاگنے سے بھی بھاگ کہ ربک بخلق ما بشاء و يختار^{۵۲۳}۔ اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جس حکم کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔

کلمہ، انبیا صلوات اللہ و سلامہ علیہم نے دو باتوں کی دعوت دی ہے۔ ایک یہ کہ بلند اور بڑی شان والے صانع پر، ان تمام صفات کے ساتھ، جن سے اس نے اپنے آپ کو متصف فرمایا اور جن کو اس نے بیان کیا ہے، ایمان لانا اور اس کی یاد کو، اس درجہ دل میں بٹھا لینا کہ غیر کا خیال اس کی یاد کو بھلا نہ سکے۔ دوسری یہ کہ طاعت و عبادت کے وہ کام جن کا اس نے حکم دیا ہے، ان کو بجا لانا، نہ کہ اس کی ذات و صفات کی حقیقت، اس کے وجود و ظہور کی کیفیت اور وحدت وجود کے طریق پر عالم سے اس کے تعلق اور اس تعلق کی نسبت پر بحث کرنا، جس کا حاصل حیرانی اور سرگردانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں شریعت عطا کرنے والے نے ہمیں اس کی تکلیف بھی نہیں دی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ حق سبحانہ قیامت کے دن بندوں سے ان باتوں کے بارے میں سوال کرے گا، جن کا اس نے حکم دیا ہے اور جن سے اس نے منع فرمایا ہے، اپنی ذات و صفات کے بارے میں سوال نہ کرے گا۔ اس لحاظ سے اصل کام حق تعالیٰ کا ذکر ہے، جس سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اور اس کی محبت بڑھتی ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ بحث و مباحثے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی وقت ضائع کرنے کا یہ دھنگ فلسفیوں کے اطوار سے زیادہ قریب ہے جنہوں نے اشیاء کی حقیقت معلوم کرنے کے سلسلے میں بحثیں کی ہیں۔

کلمہ ۸ شروع میں اسی اجمالی ایمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے حسن عمل کی توفیق چاہے، یہاں تک کہ سالک کا تمام وجود نورانی ہو جائے اور تقلید کا اندھیرا تحقیق کی روشنی سے بدل جائے اور اسمائے الہی کی تفصیلی صورتیں اجمال کے پردے پر نمایاں ہو جائیں۔ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے مجذوب اور محبوب ہوتے ہیں جو پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ کے جلووں کے نور سے منور اور اس کے قرب و حضور کی نعمت سے مخصوص ہوتے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نور وحدانی کا سرسبیض ہوتا ہے اور اس کا جذبہ مہم اجمالی ہوتا ہے، چنانچہ سلوک کے مقامات طے کرنے کے بعد احوال کی تفصیل اور کمال کے مقامات کا علم ہوتا ہے، جس کے بعد سالک اللہ تعالیٰ کے قرب و وصول کے درجے پر فایز ہوتا ہے اور اسے استقرار حاصل ہو

۵۲۳ کلمہ ۹ کے فارسی متن میں یہ آیت اس طرح دی گئی ہے "ربک بخلق ما بشاء و يختار" جو ظاہر ہے صحیح نہیں ہے۔ احقر مترجم نے اس سو کو ترجمے میں درست کر دیا ہے (سورۃ قصص آیت ۶۸)

مترجم

جاتا ہے۔

کلمہ ۹ ایمان کی نورانیت عمل سے قوت پکڑتی ہے، اسی طرح ایمان سے عمل کی توفیق بڑھتی ہے۔ ایمان کا نور اور عمل کا نور ایک دوسرے پر عکس ریز ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہے۔ حقیقت میں ایک ہی نور ہے، جب دل میں ہوتا ہے تو تصدیق، اور جب زبان پر آتا ہے تو اقرار ہوتا ہے۔ یہی نور جب اعضا اور جوارح میں سرایت کرتا ہے تو اعمال ظاہر ہوتے ہیں۔ نور علی نور بھدی اللہ لنورہ من یشاء۔ یعنی نور علی نور ہے (اور) اللہ تعالیٰ اپنے (اس) نور (ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔ (سورہ نور آیت ۳۵)

کلمہ ۱۰ عقاید کی رو سے یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی ولی نبی کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔^{۵۲۵} تعرف میں کہا گیا ہے کہ اولیا کے حال کی نسبت اور انبیا کے مقام کی نسبت کو اس مثل سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک مشک پانی سے بھری ہوئی ہے اور اس کی تری باہر آ جاتی ہے۔ پہلی مثل انبیا کا مقام ہے اور دوسری مثل اولیا کا حال ہے اور حضرت سردار رسل صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اعتقاد کا خلاصہ یہ ہے کہ صفات الوہیت کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب آپ کو حاصل ہے۔

فصل

حضرت مخدومی اس دانش و فضل اور ظاہری باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ جوانی کے زمانے میں شعر گوئی کا کامل ذوق رکھتے تھے۔ مختلف اصناف شاعری مثلاً غزل، قصیدہ، قطعہ اور رباعی میں آپ کے بلاغت سے لبریز اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے ایک قطعہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

زین بوستان کہ ہر دو جہاں مست بوی اوست افتدہ مرغ و ہم، ہم از نیم رہ فرو

اس باغ کی خوشبو سے دونوں جہاں مست ہیں اس تک کسی کی رسانی نہیں، ہم لے پندے لے بہت پرواز کی لیکن آدھے راستے میں نڈھال ہو کر گر پڑا۔

شاشی ہزار گل، بگلی صد ہزار برگ برکی ہزار رنگ، پریمی ہزار چہرہ

ایک شاخ میں ہزار پھول اور ہر پھول میں صد ہزار پتیاں ہیں، ہر پتی میں ہزار رنگ اور ہر رنگ میں ہزار چہرے خوشبو ہے۔

نتوان حساب یافت ز گلہای این جہن در صد ہزار مسد ابد رو بہ ہیں نلو

کوئی اس باغ کے پھولوں کو اگر اسے صد ہزار ابدی عمر حاصل ہو جائے، شمار نہیں کر سکتا۔

ہر تازہ رس گلی کہ بدست افتد از آن ہم مست بوی وی شو و کام دگر مجو
اگر ایک تازہ پھول تجھے میسر ہو جائے تو اس کی خوشبو سے مست ہو جا۔ دوسرے کی تمنا نہ کر۔

بر یاد دوست ذوق و طرب مدعاست و بس ایں چند بود و چند شد ازینسا سخن گو
دوست کی یاد سے مدعا ذوق و طرب ہے اور بس یہ کتھی تھی، کتھی ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں خاموشی اختیار
کر۔

مختصر یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو تمام اوصاف کمال سے آراستہ فرمایا ہے اور تمام اقسام کی نعمتوں
سے سرفراز اور ممتاز کیا ہے۔ علم و دانش کے اعتبار سے آپ منفرد اور سیرت و صورت کے اعتبار سے بے
مثل ہیں۔ معرفت اور خدا شناسی میں کوئی آپ کا ثانی نہیں ہے۔ آپ کے عالی مرتبہ فرزند آپ کی تربیت کی
برکت اور حسن پرورش کے سبب دینی علوم اور بحث کے فن پر کامل عبور رکھتے ہیں نیز راہ طریقت و حقیقت
کے رہرو ہیں۔

شیخ رزق اللہ دہلوی قدس سرہ

آپ شیخ سیف الدین کے بھائی اور حضرت مخدوم کے چچا تھے۔ اپنے اور پہلے زمانے کے بزرگوں کی
یادگار تھے۔ اپنے عالی نسب والد کے حکم سے مصباح العاشقین شیخ منگن کے جو اپنے زمانے کے کاموں میں شمار
ہوتے تھے، مرید ہوئے۔ آپ عشق و محبت اور صبر و استقامت کی خوبیوں سے آراستہ اور احوال کی مضبوطی
باطن کی قوت اور ظاہر کی نرمی کا مجسم نمونہ تھے۔ فن شعر میں فضیلت کے حامل تھے اور مقبول عام ہونے میں
آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ فارسی اور ہندی میں شعر کہتے تھے۔ آپ کی شگفتہ بیانی اور لطافت کلام کی شہرت
تھی۔ حقایق و معارف کے مضامین میں ایک مثنوی بھی آپ نے لکھی ہے جس کے دو شعر یہاں نقل کیے جاتے
ہیں۔

فتح قفل از کلید است ای عزیز جنبش از دست تو می خواہند نیز

اے عزیز! تالا تو کنخی سے ہی کھلتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو خود بھی اپنے ہاتھوں کو حرکت دے۔

قدر خود را می ندانی اے دغل تشنہ می میری و دریا در بغل

اے بہانہ بنانے والے! تو خود ہی اپنی قدر سے ناواقف ہے۔ دریا تیرے پہلو میں ہے اور تو پیاسا مر رہا ہے۔

دہلی کے لوگ کہتے تھے کہ دہلی ان دو بھائیوں کی وجہ سے دہلی ہے اور دہلویت کے معنی ان کی ذات میں مضمحل ہیں۔ حضرت مخدوم نے اخبار الاخبار میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کی ذات میں عشق کے سوز و حرارت کا یہ حال تھا جیسے راکھ کے نیچے آگ دہی ہوتی ہے۔ اگر ذرا سا کریدیں تو آگ نکل آتی ہے۔ اس کے برعکس والد صاحب کے احوال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی چیز سے پانی ٹپک رہا ہو، اگر ہاتھ اس تک بڑھائیں تو تر ہو جائے۔

آپ کی رحلت کے وقت، جب زبان اینٹھ چکی تھی، ایک بزرگ نے نصیحت کی اور کہا، میاں جیو یہ حضور و شہود کا وقت ہے۔ آپ نے اس حالت میں، ان بزرگ کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کے اشارے سے لکھا، "انی قریب"۔ یعنی میں قریب ہی ہوں۔ آپ کی وفات ۹۸۹ھ میں بھرنور سے سال ہوئی۔ آپ کی تصنیفات میں "واقعات مشتاقی" بھی ہے جس میں سلطان سکندر لودھی اور اس کے عہد سے اپنے زمانے تک لوگوں کے حالات قلمبند کیے ہیں اور عجیب و غریب قصے بیان کیے ہیں۔ عشق کے بندے سے متعلق یہ قصہ بھی اس میں درج ہے۔

سلطان سکندر لودھی کے عہد حکومت میں ایک لشکری اودے پور کے بت خانے میں سی۔ وہاں ایک ستون پر پتھر کی ایک مورت دیکھی وہ اس پر عشق ہو گیا۔ چار دن تک شب و روز اس ستون کے برابر کھڑا رہا۔ پانچویں دن وہ لشکری وہاں سے رخصت ہوا۔ اس کے چلے جانے کے بعد پتھروں نے دیکھا۔ مورتی غیب سے۔ انھیں گمان ہوا کہ شاید وہی شخص لے گیا ہے۔ اس کے پیچھے دوڑے اور اسے پکڑا۔ مورت اس کے بغل میں تھی۔ اسی حالت میں اسے اودے پور کے راجہ کے سامنے لے گئے اور اس پر مورت چرانے کا الزام لگایا۔ لشکری نے حقیقت حال کو ظاہر کر دیا اور کہا، میں نے مورتی کو اس لی جگہ سے نہیں اٹھایا ہے بلکہ یہ خود وہاں سے ہٹ کر میرے پاس آئی ہے۔ راجہ نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا اور اسے قید خانے میں ڈال دیا اور مورتی پتھروں کے سپرد کر کے علم دیا کہ اسے اس کے مقام پر نصب کر دیا جائے۔ جب سچ ہوئی تو مورت کو اپنی جگہ سے غائب پایا۔ پھر اس لشکری کے پاس آئے تو دیکھا۔ مورت اس لی بغل میں ہے۔ راجہ کو اطلاع دی کہ ہم نے تو مورت کو منبوطی لے ساتھ نصب کر دیا تھا، بس نے وہیں اسی شخص لودھے دی۔ جب لشکری سے پوچھ کچھ کی تو اس نے وہی جواب دیا۔ مورتی خود چل کر میرے پاس آئی ہے۔ راجہ کو جب یہ جواب دیا گیا تو وہ سخت حیران ہوا۔ اب کی بار مورت لودھو کے بندوں کے اپنے پیش نظر رہا۔ مورت اس کے پاس آئی اور وہ مورت جی ہی ہو گئی۔ مورت اپنے اسی مشتاق دیدار کے پاس پہنچ گئی۔ راجہ نے اسے قید سے آزاد کر دیا اور وہ مورت جی ہی ہو گئی۔ مورت جی نے جہاں چاہے لے جائے۔ آج تک وہ ستون اس بت خانے میں موجود ہے اور یہ قصہ وہاں لی آبادیوں میں مشہور ہے۔

آہنی می شود ربودہ ز سنگ نہ کم است از جہاد جانوری

(ترجمہ) مقناطیس کا پتھر لوہے کو کھینچ لیتا ہے، جب بے جان چیزوں میں یہ استعداد ہے تو جاندار میں یہ صلاحیت زیادہ ہونی چاہیے کیونکہ وہ جہاد سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

غرض اس قسم کے قصے کہانیاں اس کتاب میں بہت ہیں۔ حضرت مخدوم کے ایک چچا اور بھی تھے جن کا اسم گرامی شیخ فضل اللہ تھا لیکن منجھلے بھائی ہونے کی نسبت سے وہ لوگوں میں میاں منجھو کے نام سے مشہور تھے۔ میاں منجھو شیخ محمد خیالی کے مرید تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ کے مریدوں کی ان پر نظر تھی۔ وہ اوراد و اعمال میں مشغول رہتے تھے اور صاحب وقت و حال تھے۔ وجد و سماع کا ذوق تھا اور اس عہد کے بزرگوں اور مجذوبوں میں مقبول تھے۔ اپنی وضع و طرز میں منفرد اور یکتا تھے۔ رحلت کے وقت آپ پر خاص کیفیت تھی اور مردانہ وار اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی وفات ۹۶۹ھ میں ہوئی۔

مولانا اسمعیل عرب قدس سرہ

آپ خواجہ عبدالشہید کے معتقدوں میں شامل تھے اور ان ہی سے آپ نے بیعت کی تھی۔ ظاہری اور باطنی علم میں بے نظیر اور زہد و تقویٰ میں یکتائے زمانہ تھے۔ شہر کے اکبر دولت مند حضرات اور مدرسہ کے استاد آپ کے شاگرد اور آپ کے باغ علم کے خوشہ چین تھے۔ آپ کی سخاوت اور بلند ہمتی کا یہ حال تھا کہ ہر فصل پر پچاس ہزار تکے آپ کی آمدنی تھی لیکن وفات کے وقت ایک پیسہ آپ کے پاس نہ تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے گھر سے جو فیروز آباد دہلی کے قریب تھا، مقبرہ ہمایوں میں درس دینے آتے تو تمام راستے، جس کا فاصلہ تقریباً ایک میل تھا، دائیں بائیں نظر نہ اٹھاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ کے اصولوں میں سے "نظر بر قدم و ہوش در دم" کے اصول آپ کی فطرت اور مزاج میں راسخ ہو چکے تھے جو شخص آپ کا نورانی چہرہ دیکھ لیتا وہ آپ کی بزرگی، نیکی اور آپ کے ظاہری و باطنی کمالات کا قایل ہو جاتا۔ آپ کا مزار شریف بخاریوں کے قبرستان میں، شاہ عبداللہ اور شیخ عبدالوہاب کے روضہ متبرک کے قریب ہے۔

ہوش در دم: چلتے پھرتے وقت دگاہ کو اپنی پشت پار کھنا تاکہ نظر پر آگندہ نہ ہو اور جمعیت خاطر رہے (سر دلبراں ص ۲۰۲)

ہوش در دم: جو سانس نکلے یا دالسی میں نکلے (سر دلبراں ص ۲۰۱)

شیخ بہلول دہلوی قدس سرہ

آپ بہت عبادت و ریاضت کرتے تھے۔ بیشتر اوقات قرآن کی تلاوت کرتے اور تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس میں مشغول رہتے۔ آپ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے سلسلہ شریف میں بیعت تھے۔ طالب علموں، درویشوں اور مسافروں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ چودہ رجب ۱۰۰۰ھ میں نمرز عشا کے بعد آپ نے رحلت فرمائی اور جمعرات کو دن کے وقت سید عالم پناہ صلوات اللہ علیہ کی قدم گاہ کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے بعض مکتوبات میں سے دو اقتباس یہاں دیے جاتے ہیں۔

کلمہ ۱ قرآن حکیم کے معنی پر گہری نظر ڈالنے کے بعد اگر اس آیت کریمہ **و لا رطب و لا یابس الا فی کتب مبینہ** اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں اور پر غور کیا جائے، تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حقائق و معارف سے متعلق وہ باتیں جو انبیاء اور اولیاء نے بیان فرمائی ہیں وہ درحقیقت حق تعالیٰ کے کلام کے بے پایاں سمندر کا محض ایک قطرہ ہے **و ہم یقولون ماتوا و قلوبہم جملہ** یعنی وہ سب وہی کہتے ہیں جو وہ لے کر آئے اور ان کے دل خوف زدہ ہیں۔

کلمہ ۲ تمام سعادتوں کی اصل اور بنیاد خلوص ایمان ہے۔ ہر عرفانی اور وجدانی کمال جو اس راہ کے سالکوں کو حاصل ہوتا ہے، اسی سعادت کا نتیجہ ہے۔ خلوص ایمان کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کے بعد جو آپ پر نازل ہوا ہے اور جو آپ نے فرمایا ہے اس پر بے چون و چرا عمل کیا جائے اور عقل کو دلیل طلب کرنے سے معزول کر دیا جائے جیسے ظاہری دنیا میں بادشاہوں کے حکم کو بے چون و چرا قبول کرتے ہیں اور اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

شیخ حاجی محمد قدس سرہ

آپ سلسلہ قادریہ میں داخل تھے۔ حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے بے پناہ محبت تھی۔ صوفیوں اور درویشوں سے بہت زیادہ اخلاص اور محبت سے پیش آتے تھے۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں سورہ ہود کی آیت **یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وعلوہم واولئک ان الذین** میں آیتیں ہیں جو چودہ دیتے ہیں اور (۱۰۰ دیتے لے) ان لے کر ان سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔

محی الدین کا عرس کرتے تو اپنے عزیزوں کے گھر، نیاز کا کھانا، اپنے سر پر رکھ کر لے جاتے اور اس میں کسی قسم کا عار اور شرم محسوس نہ کرتے۔

ابتدائی زندگی میں آپ خاصے دولت مند تھے لیکن بعد میں توفیق الہی سے دنیا کو ترک کر دیا اور دنیا والوں سے بے تعلق ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اس تمام اضطراب اور ذوق کے ساتھ جو طالبوں کو ہوتا ہے آپ احکام شریعت کی تبلیغ میں لگے رہتے اور جیسا اس کام کا حق ہے ادا فرماتے۔ اگر کوئی شخص شریعت یا طہیقت کے خلاف کام کرتا اور آپ کو اس کی اطلاع ہو جاتی تو بغیر کسی لحاظ اور منصہت اندیشی کے اس کو سخت دست بائیں سناتے اور تہیہ کرتے اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے۔

آپ کی ذات میں بے شمار خوبیاں تھیں اور آپ پاکیزہ اخلاق کے بزرگ تھے۔ آپ کی قبر قدم گاہ کے قلعے کے قریب شیخ بہلول کے پہلو میں ہے۔ زندگی میں بھی ان دونوں بزرگوں کے درمیان بے حد خاص اور محبت تھی۔ آپ کی وفات ابتدائے رمضان ۱۰۰۰ھ میں شیخ بہلول کے انتقال کے ڈیڑھ ماہ بعد ہوئی۔

شیخ عبدالغنی بیابانی قدس سرہ

آپ ایک فانی بزرگ تھے اور شیخ عبدالعزیز کے خلف میں شامل تھے۔ ابتدا میں شہی لشکر میں ملازم تھے اور یہی ملازمت آپ کی گزر بسر کا ذریعہ تھی۔ جب آپ کی شیخ سے ملاقات ہوئی تو حق تعالیٰ نے آپ کے دل کو دنیا سے اچاٹ کر دیا اور آپ نے خلوت اختیار کر لی۔ کامل توکل و قناعت اور فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی گزارنے لگے۔ شہر چھوڑ کر مسجد فیروزہ میں جو فیروز شاہ کی عید گاہ کے قریب ہے، مع اہل و عیال رہنے لگے۔ جب ۱۰۱۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا تو اسی مسجد کے صحن میں، جہاں قیام پذیر تھے مدفون ہوئے۔ آپ کی وفات فرمان دہ، خلیفہ زماں، سلطان وقت، شاہ دوران، ابو المظفر نور الدین جہانگیر بادشاہ غازی کے عہد حکومت میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اہل عالم پر اس کی نیکی اور احسان کو عام کرے۔

وہ ایسا بادشاہ ہے جو دنیا کا محافظ ہے اور عادل و دین پرور ہے۔ انصاف، بہادری، سخاوت، حکمت شناسی، عدل فرمائی، کشور کشائی، مبارک صورت، مبارک نیت، بلند رائے، صحیح فکر اور وہ تمام خوبیاں جو بادشاہت کرنے اور حکومت چلانے کے لیے ضروری ہیں وہ سب اس عالی شان بادشاہ کی ذات میں بدرجہ کمال موجود ہیں۔ یہ اس کے انصاف کی خوبی، اس کے تدبر اور اس کی فطری پاکیزگی کا اثر تھا کہ رذیوں اور شریفوں کے طبقے سے تمام ناپسندیدہ باتیں، ناشائستہ کام، بے ہودہ طریقے اور بدکرداریاں رخصت ہو گئیں۔

سہ کشوں اور لئیروں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ دنیا کو ایک نئی رونق اور زیبائش ملی۔ اماموں، بزرگوں، عالموں اور فاضلوں پر اس کی بخششیں اور مہربانیاں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس رحمت کے مظہر اور سلطنت کے مالک کو ہمیشہ ملکی فتوحات عطا فرمائے اور اس کی سلطنت کو وسعت حاصل ہو۔ رعایا کو اس کے عدل اور مہربانی کے سایے میں راحت و آسائش سے رکھے اور اس کی ذات سے دین مبین کو تائید و نصرت حاصل ہو اور شریعت حقہ کو قوت و وسعت ملے۔

اس خود مختار حاکم اور عہد کے خلیفہ کی بابرکت پیدائش سترہ ربیع الاول، بروز بدھ ۹۷۷ھ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے اس بادشاہ جہاں کے مبارک چہرے پر شرافت کے آثار اور خلافت کی نشانیاں نمایاں تھیں اور خاص و عام میں اس کی بے حد مقبولیت تھی۔ ۱۰۱۲ھ میں جب ابوالفتح جلال الدین البر بادشاہ کا انتقال ہوا تو خاندانی روایات اور وراثت کے تقاضوں کے مطابق وہ بادشاہ وقت تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اس کی تفت نشینی پر، دربار کے امیر اور سردار، اہل علم، سید زادے اور رعایا کے تمام طبقے بے حد خوش ہوئے۔

تقدیر کے زور، بخت کی قوت، صحیح تدبیر، درست عقل، نو شیردانی انصاف، تہمتی فیاضی، سکندری فتوحات، رستی شجاعت، افلاطونی فکر کے باعث، قندھار اور سندھ کے اطراف سے، جرائع علم و کمال سے، بنگال، بھارت اور دکن تک، غرض تمام ہندوستان بیک وقت اس کی بارگاہ عالی کے تصرف میں ہے اور ان علاقوں کے فرماں روا اس کے مطیع و فرماں بردار ہیں۔ روز بروز اس کی مملکت کی حدیں پھیلتی جاتی ہیں اور نئے نئے علاقے اور ملک فتح ہو رہے ہیں۔ کسی کا شعر ہے۔

باوجود طول عمر از خسرو ان نس رائے شد
آنچه اور اشد میسر از اول عہد شباب

(ترجمہ) اپنی لمبی لمبی عمروں کے باوجود بادشاہوں کو وہ حاصل نہ ہو سکا جو اس بادشاہ کو ابتداء سے ہوئی میں یہ ہے بہ حال عنایت و شوق، سلطنت و بادشاہت کے وہ اسباب جو اس بادشاہ کے تصرف میں ہیں ان کا شمار حد و بین سے باہر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو اس بادشاہ کے حالات و تفصیل، اس رسالہ کو پورا کرنے کے بعد، تاثر جانلیری میں تحریر کروں گا۔ ان کو بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔

شیخ عبدالواحد اجودھنی قدس سرہ

آپ صاحب ہمت اور بابرکت بزرگ تھے۔ بہت سے بزرگوں کی صحبت میں رہے۔ ہمدردی سے نوازا۔ (محمد باقی) قدس سرہ الاقدس سے بے حد اخلاص اور محبت کرتے تھے اور حضرت بھی آپ کی دل بونی کرتے

اور نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتے۔ آپ کی وفات ۱۰۱۹ھ میں ہوئی۔

خود آپ کا اپنا بیان ہے کہ ”ہر ماہ نیا چاند دیکھنے سے متعلق مجھے یہ وسوسہ تھا کہ چاند دیکھنے کے بعد کسی نیک آدمی کا چہرہ دیکھوں۔ اس کے لیے مجھے ہر ماہ کسی نیک شخص کو تلاش کرنا پڑتا۔ پھر چاند دیکھتا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ لاشعوری طور پر میری نظر چاند پر پڑ گئی۔ میں نے سوچا کہ اپنی آنکھیں بند کر لوں اور جب تک حسب معمول اور اپنی طبیعت کے موافق کوئی نیک بندہ نہ ملے آنکھیں نہ کھولوں۔ اپنا نیک نیا دیکھتا ہوں کہ چاند کے عین برابر حضرت خواجہ کا نورانی چہرہ نمایاں ہوا۔ مجھے اس وقت بے حد خوشی ہوئی اور اپنے وسوسے سے نجات ملی۔“

اسی قسم کی، حضرت خواجہ کی بہت سی کرامات، جن کا آپ کو تجربہ ہوا، سننے میں آتی ہیں لیکن ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

شیخ ولی محمد دہلوی قدس سرہ

آپ بھی شیخ عبدالعزیز کے کامل مریدوں میں سے تھے۔ اچھے اخلاق اور پسندیدہ خوبیوں کے مالک تھے۔ مجھے آپ کی صحبت بابرکت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے اور میں نے آپ کے چہرے پر بزرگی کے آثار کا مشاہدہ کیا ہے۔ آپ کے اکثر اوقات تلاوت کلام پاک میں صرف ہوتے اور آپ قرآن مجید بڑی خوش الحانی سے پڑھتے۔ ایک بزرگ کے بقول جو ظاہری علوم میں کامل، باطنی علوم سے پوری طرح بہرہ ور اور ہمارے خواجہ محمد باقی بلند کے سلسلہ مریدین میں شامل تھے، شیخ ولی محمد بزرگ شخص تھے، ان کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر ہوتا اور میں نے خود یہ اثر محسوس کیا۔ ایک دفعہ میں ایک مشکل میں گرفتار تھا۔ میں ان کی صحبت میں جا کر بیٹھا۔ میری وہ مشکل آسان ہو گئی۔

آپ کی وفات اسی سال ہوئی جس سال شیخ عبدالغنی نے وفات پائی۔ یہ ٹھہرہ جمادی ثانی ۱۰۱۶ھ کا واقعہ ہے جب کہ شیخ عبدالغنی کو وفات پانے ہوئے صرف نو دن ہوئے تھے۔ اپنے مکان کے نزدیک جو شیخ عبدالکریم کے عقب میں اور سید عالم پناہ کی قدم گاہ کے راستے میں واقع تھا، مدفون ہوئے۔

سید محمد محاسب قدس سرہ

آپ عشق الہی میں فنا ہو چکے تھے۔ طویل عمر میں انتقال ہوا۔ فقیر کو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ علم ظاہر اور علم باطن سے بہرہ ور تھے۔ محکمہ احتساب میں ملازم تھے اور لوگوں کو مرید بھی کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۱۱۷ھ میں ہوئی۔

مولانا حاجی محمد کشمیری ہمدانی قدس سرہ

آپ ہجرت کے بعد آپ کا اصل وطن ہمدان ہے۔ آپ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ میر سید علی ہمدانی سے ساتھ کشمیر آئے اور پیش سہولت اختیار کرنے پر ہمدان سے آراستہ تھے۔ اس سے حضرت میر علی ہمدانی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ تینتیس سالوں میں تفصیلی علم لیا۔ آپ نے تجارت کو جو آپ کے بزرگوں کا پیشہ تھا اور بعد معاش بن کر لیا۔

حضرت مغفرت پناہ افضل اور سکاہ جمع الکلمات مولانا محمد کشمیری نے ہمدانی سے سیکھا ہے۔ مولانا سے جامع تھے، منقول ہے کہ میں اور مولانا حاجی محمد اور ایک اور صاحب علم ایک ایک سے پانچ سو سال زمانے میں کشمیر کے شہر فیض میں ممتاز اور شہرے افضل ترین لوگوں میں سے تھے اور عقل عوام میں نہ ہوتی ہمسرہ نہ تھی، عقلی علوم کی تکمیل کے لیے جاتے تھے۔ جب ان بزرگ ہاتھ ہوئے تو ان صاحب علموں سے ایسا شخص نہ تھا جس سے ہم استفادہ کر سکتے۔ ہم علم کے حریص تھے اور ذوق بھی رکھتے تھے۔ اس لیے ہمارے ساتھ ساتھ آئیہ ہم سے ہر ایک کتاب کا مطالعہ کر کے آئے گا، جس کے بعد ہم لوگ ان سے اور ان کے شاگردوں سے دوسرے کے علم سے استفادہ کریں گے۔ لہذا وہی ہوتا رہا، آخر مجبور ہو کر ان کے شاگردوں سے تفصیلی علوم اور تفصیلی معنویت کے لیے ہندوستان جانے کا ارادہ کیا۔ میں تو سیاحت ہی میں رہا۔ دوسرے اور وہاں علم کی تکمیل کی اور دوسرے فضائل و کمالات بھی حاصل کیے۔ ان کے شاگردوں سے دوسرے ساتھیوں اور ہم سبقوں پر بہت لے کر۔

یہ خلاف شرع کاموں مانع ہوا

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ معقول اور منقول کے جامع تھے اور تمام علوم سے اچھی طرح واقف تھے۔ صرف و نحو، منطق و معانی، بیان و بدیع، عروض و قافیہ، فقہ و حدیث، تفسیر و ریاضی، فلسفہ و طب میں اپنے زمانے کے اہل علم میں ممتاز تھے۔ آپ طالب علموں میں بے حد مقبول تھے۔ کافی عرصے تک مدرسہ دہلی میں درس دینے اور طلبہ کو فیض پہنچانے میں مشغول رہے۔ کبھی کبھی آپ کی طبیعت شعر کہنے کی طرف بھی مایل ہوتی تھی۔ دو شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

سیارہ فشانہ بھر نیست فلک را از تاب رخت اشک روانست ملک را

(ترجمہ) آسمان سے یہ ستارے صبح ہونے کے سبب نہیں گر رہے بلکہ اس کے چہرے کی چمک سے فرشتے کی آنکھ سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔

خواہم از ہر دو لب خویش زہ پیر بنش تا بہر شام و سحر بوسہ ز نم بردنش

(ترجمہ) میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میرے دونوں ہونٹ اس کے پیراہن کے گھیرا بن جائیں تاکہ میں ہر شام اور صبح اس کے منہ کا بوسہ لے سکوں۔

باوجود اس علم و دانائی کے جو حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے، آپ کا یہ حال تھا کہ اپنے ہونے کا احساس قطعی طور پر مٹ چکا تھا۔ خود کو مٹی کی مانند سمجھتے تھے، کسی کا دل نہ دکھاتے تھے۔ عاجزی، انسار اور بے چارگی کا احساس ہمیشہ طاری رہتا تھا۔ ادب، نیاز مندی، خوف الہی، نفس کشی، پرہیزگاری، صبر، توکل و قناعت اور تسلیم و رضا، یہ سب احوال و مقامات جو حضرات صوفیہ کو سخت ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد حاصل ہوتے ہیں، آپ کی فطرت اور طبیعت کا حصہ بن چکے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اس کی رحمت کے منظروں میں سے ایک منظر تھے۔

بادشاہ وقت کے مقربوں نے بہت چاہا کہ اس یگانہ روزگار ہستی کو کسی طرح دنیا کی متاع قلیل پر فریفتہ کر کے اپنے حلقے میں شامل کر لیں اور اس بہانے ان سے استفادہ کریں۔ دہلی کے بعض حاکموں نے ارادہ ظاہر کیا کہ دہلی کی شرعی عدالت کے قاضی کے طور پر آپ کی تقرری کا پروانہ حاصل کیا جائے لیکن آپ نے ان کی اس پیش کش کو قبول نہیں کیا اور اپنے فقر و فنا اور شکستہ حالی کے گوشے سے باہر قدم رکھنے پر راضی نہ ہوئے۔ سبھی دولت و اقتدار کی خواہش کا، جو انسانی فطرت کا خاصہ ہے، اظہار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات اور صفات کی عظمتیں اس قدر ہیں کہ ان اوراق میں ان سب کا بیان ناممکن ہے۔ ان کے تفصیلی ذکر کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔

آپ کی عمر شریف ساٹھ سال سے زیادہ ہو گئی۔ ایک دفعہ آپ کو بخار کا مرض لاحق ہو گیا۔ آپ نے تجویز و تکلفین کے بارے میں تاکید سے وصیت کی اور فرمایا: ہمارے خاندان کے اکثر افراد کی عمر ساٹھ سال

سے زیادہ نہیں ہوئی ہے اس لیے غالب گمان یہی ہے کہ میری عمر کا آخر آ پہنچا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میری عمر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف سے زیادہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی پسند تھا کہ طلب مزید چند سال آپ کے فیض و کمال سے مستفید ہوں، آپ صحت یاب ہو گئے۔ آخر چھتر سال کی عمر میں بعد جلال الدین اکبر بادشاہ، بروز جمعرات، ۱۰ انیس صفر ۱۰۰۶ھ میں اس جہان تاریک سے عالم جاودانی کو روانہ ہو گئے۔ میرے مخدوم اور مربی مولانا حسن سے جو آپ کے فرزند رشید تھے اور جن کی لطافت طبع کا ذکر اس سے پیشتر مذکور ہو چکا ہے، آپ کی تاریخ وفات سے متعلق یہ قطعہ تحریر کیا۔

نوزدہ از ماہ سفر رفتہ بود کین فلک گشتہ بزیر و زبر

زیر و زبر کرد حیات مرا ہم چو حیات سمک اندر بحر

وز سر من برد دل نعمتی کز غم او مشتعلم گشت سر

پیر خرد دل و جان زین خبر خون شد و بنوشت بخون جگر

سال و مر و روز ازین واقعه نوز دہم بود ز شہر سفر

۱۔ ماہ سفر کی انیس تاریخ تھی کہ آسمان زیر و زبر ہو گیا۔

۲۔ اس حادثے نے میری زندگی کو ایسے زیر و زبر کر دیا جیسے خشکی پر کھجلی کا حال ہوتا ہے۔

۳۔ تقدیر نے میرے مربی کا سایہ میرے سر سے اٹھا لیا، جس کے ثمر سے میرا سر شعلہ زن ہے۔

۴۔ اس خبر سے پیر خرد کے دل و جان خون ہوئے، اس نے اپنے خون جگر سے ملی۔

۵۔ اس واقعے کا سال، مہینہ اور دن - نوز دہم بود ز شہر سفر - سے برآمد ہوتے ہیں۔

خواجہ محمد الباقی التفتشبندی الاولیٰ قدس سرہ

آپ کا مسلک اہل سنت، الجماعت کی روش پر امتداد، شایستگی پابندی، نوادش انیس اور بدعتوں سے اجتناب تھا۔ آپ نے حضرت مولانا خواجہ انیس سے طریق نقشبندیہ میں بیعت لی اور ان ہی سے

اس سلسلے کے ذکر و مراقبے کی تعلیم حاصل کی۔ اگر از روئے حقیقت دیکھا جائے تو آپ اویسی ہیں، کیونکہ آپ کی تربیت غوث وقت خواجہ احرار قدس سرہ کی روحانیت نے فرمائی ہے۔ ظاہری طور پر بھی آپ تین واسطوں سے حضرت خواجہ سے منسلک ہیں۔ ہم نے اس کی تفصیل "سلسلۃ الصادقین" میں درج کی ہے۔

ہمارے خواجہ خواہ خلوت میں ہوں یا لوگوں کے درمیان ہوں، دونوں صورتوں میں آپ کا طرز زندگی یکساں تھا۔ آپ ظاہر و باطن کے تمام معاملات میں سنت کی پیروی کرتے تھے۔ آپ کی ذات سے کبھی کوئی ایسا فعل دیکھنے میں نہیں آیا جس سے طبیعت میں کراہیت پیدا ہوئی ہو۔ لوگوں سے اپنے باطنی احوال و مقدمات پوشیدہ رکھنے کا بے حد اہتمام فرماتے تھے۔

بچپن ہی سے آپ کی پیشانی سے ولایت کے آثار اور ہدایت کے انوار ظاہر ہوتے تھے۔ بموجب اس حکم کے اللہ کی مخلوق پر شفقت کرو، آپ ہمیشہ لوگوں کے دلوں کو راحت پہنچانے کی کوشش فرماتے رہتے۔ دوسروں کے اطمینان اور راحت کی خاطر ہر طرح کی تکلیف اور مشقت گوارا کر لیتے تھے اور اس حکم کی بجوری میں کہ اللہ کا حکم پورا کرو، شریعت کے ایک ایک جز کی پاسداری اور پابجائی میں کوئی دقیقہ فرو نہ کرتے بلکہ آپ کو تو یہ بات بھی پسند نہ تھی کہ آپ کے مریدوں اور خدموں میں سے کوئی شخص خلاف شریعت کام کرے۔ بس یوں سمجھئے کہ اس دائرہ وجود کے قطب کے تمام عمل خوش آئند اور پسندیدہ تھے۔

آپ کی لفتگو میں تمکینی اور لطافت تھی جسے مزاج اور خوش طبعی سے اور زیادہ خوش گوار بنا دیتے۔ تمام جسمانی اور روحانی ذرائع، اعضا اور صلاحیتوں کو، ان کاموں میں جن کے لیے انھیں پیدا کیا گیا ہے،

بہتر و بیسی نسبت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو کسی بزرگ کی روحانیت سے، جن سے ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو باطنی فیض حاصل ہو۔ جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، جنھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرجہ زیارت نہیں کی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کے وسیلے سے، آپ کے فیض عالی سے مستفیض ہوئے۔ اسی سے مل حقیقت اس نسبت اور تعلق کو اویسی کہتے ہیں بالمشافہ ملاقات کے بغیر فیض روحانی سے مستفیض ہونے۔ (ارزش میراث صوفیہ ص ۱۹۰)

بہتر و بیسی نسبت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو کسی بزرگ کی روحانیت سے، جن سے ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو باطنی فیض حاصل ہو۔ جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، جنھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرجہ زیارت نہیں کی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کے وسیلے سے، آپ کے فیض عالی سے مستفیض ہوئے۔ اسی سے مل حقیقت اس نسبت اور تعلق کو اویسی کہتے ہیں بالمشافہ ملاقات کے بغیر فیض روحانی سے مستفیض ہونے۔ (ارزش میراث صوفیہ ص ۱۹۰)

بہتر و بیسی نسبت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو کسی بزرگ کی روحانیت سے، جن سے ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو باطنی فیض حاصل ہو۔ جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، جنھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرجہ زیارت نہیں کی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کے وسیلے سے، آپ کے فیض عالی سے مستفیض ہوئے۔ اسی سے مل حقیقت اس نسبت اور تعلق کو اویسی کہتے ہیں بالمشافہ ملاقات کے بغیر فیض روحانی سے مستفیض ہونے۔ (ارزش میراث صوفیہ ص ۱۹۰)

مصرف رکھتے تھے۔ آپ کے انفسی اور آفاقی تصرفات اس نوعیت کے ہیں کہ کسی اہل عقل و بصیرت اور صاحب شعور و ادراک کو ان کے بارے میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس کے کہ آپ لوگوں سے اپنے احوال بہت زیادہ چھپاتے تھے۔ پھر بھی آپ کا نام اور آپ کی عظمت کی شہرت ہندوستان کے بیشتر مقامات تک پہنچ گئی اور وہاں کے لوگوں میں جو بھی صاحب استعداد اور جوہر قابل شخص تھا، وہ آپ سے فیض حاصل کرنے کے لیے آپ کے آستانے تک کھنچا چلا آیا اور آپ کی درگاہ کے جروب کشوں میں شامل ہو گیا۔ جس کسی نے آپ کی پابوسی کا شرف پایا وہ اپنے ہوش میں نہ رہا اور مقدم شعور سے بے نودی کے عالم میں پہنچ گیا۔ اسے اپنے نفس سے غایب ہونے، اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہنے، اپنے فنا ہونے اور اپنے نہ ہونے کا یقین جو طالبوں کو بہت زیادہ مجاہدے کے بعد میسر ہوتا ہے، آپ کی کیمیاء نظرلی برست سے تھوڑے عرصے میں حاصل ہو گیا۔

آپ کی وفات ۱۰۱۲ھ میں بروز ہفتہ، نماز مغرب سے پہلے، پچیس جرمی، ثانی لوہری، پندرہ شام ہو چکی تھی اس لیے اس دن تجمیز و تکفین نہ ہو سکی۔ کچھ دن تواریک کو حضرت رسالت پناہ نصوت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دفن کیا گیا۔ اکثر فضیل حضرات نے تاریخ درمیشی کے ان مہینوں اور تاریخوں کو ایک عزیز نے لکھا ہے کہ یہاں ان سب کا تحریر کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ البتہ قاعدہ ہونا سطوروں کے لکھنے والے نے کہا ہے، یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۰ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوب ۲۲، دفتر دوم میں فرماتے ہیں: (ترجمہ پیش خدمت ہے)

• جب سالک نیت کو درست اور خاص کر کے اللہ تعالیٰ کے ذمے میں مشغول ہوتا ہے اور نیت پرستی اور نوبت اختیار کرتا ہے اور تکیہ پا کر اس کے وصفِ رفیعہ خلاق حسنہ سے ہر جہت میں درتوبہ و تامل و ہیرہ ہوتی ہے اور یہاں محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے اور صبر و توکل و رضا حاصل ہو جاتے ہیں اور اپنے ناصح شاد معانی و درجہ بارہ نیت اور عالم مثال میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو بشریت کی کدورتوں اور کمینہ صفتوں سے پاک و صاف سمجھتا ہے تو اس کا سیر آفاقی تمام ہو جاتا ہے۔

• اس کے بعد جو سیر حاصل ہوتا ہے اس کو سیر انفسی کہتے ہیں اور سیرانی کہہ بھی سکتے ہیں اور حقا کہ اس مقام میں ثبات برتتے ہیں اور اس مقام میں سلوک کے بعد جذبہ کا حاصل ہونا جانتے ہیں۔ چونکہ سالک کے لطیف سیر میں توجہ پاپتے ہیں اور مشاہدات کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے ہیں اس لیے یہ قابلیت پیدا کر لیتے ہیں کہ اسم جامع (جو اس کا رب ہے اسے علم و ظاہر و لطیف کے آئینوں میں ظاہر ہوں اور یہ لطیف اسم جامع کی جو سیات کے تعلیمات و ظہورات کے علم و نور ہوں)۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، مترجم قاضی عالم الدین، طبع چہارم، لاہور، ۱۹۵۷ء، صفحہ ۱۱۰)

مزید تفصیل کے لیے حضرت شاہ محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف - سر دلہاں - ملاحظہ فرمائیں۔ مطبوعہ مجلس ۱۹۰۰ء، طبع ثانی ۱۹۰۰ء، صفحہ ۶۵-۶۶

رفت ہادی شریعت مرشد اہل زمان
 کی توانم نطق زد اندر صفات و ذات او
 آن کہ بودہ قبضہ ارباب معنی صورتش
 ہست سر تا سر ہم عالم گواہ عنصمتش
 سر گروہ نقشبندیہ حساب رحلتش
 پادشاہ نقشبندان بود آمد زین سبب

۱۔ شریعت کے ہادی اور اہل زمان کے مرشد رخصت ہو گئے۔ ان کی صورت اہل معنی کے لیے قبلہ تھی۔
 ۲۔ مجھے وہ قوت گویائی میسر نہیں ہے جو ان کی صفات اور ذات کے بارے میں کچھ لہ سکوں۔ سارا عالم سر
 تا سر ان کی عنصمت کا گواہ ہے۔

۳۔ چونکہ وہ نقشبندیوں کے سلطان تھے اس لیے ان کی تاریخ وفات "سر گروہ نقشبندیہ" ہوئی۔
 آپ کے انفس شریفہ کے فوائد میں سے پہچن کلمت یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔
 کلمہ ۱۔ آپ نے اس تفسیر^{۵۳۲} میں جس میں بعض قرآنی سورتوں کی تفسیر لکھی ہے، آعوذ
 باللہ من الشیطان الرجیم کے معنی بیان کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ قرآن کی قرات سے قبل اس کا
 پڑھنا خواہ نماز میں یا اس کے علاوہ کسی وقت، حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض کیا گیا تھا اور
 امت پر آپ کی اتباع میں سنت قرار پایا۔ بلاشبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آعوذ باللہ من
 الشیطان الرجیم پڑھتے تھے تو آپ کے قلب مبارک پر اس کے اعلیٰ ترین معنی منکشف ہوتے تھے۔
 ہمارے لیے اس کی پیروی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ محض زبان سے آعوذ باللہ کہنے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اپنے
 دل میں خیال جنائیں کہ ہم عاجز بندے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے التجا کریں کہ وہ شیطانی وسوسوں کو
 ہمارے دل سے نکال دے تاکہ قرآن کی تلاوت تمام شیطانی پرائسندہ خیالات کی کدورت سے پاک رہے۔
 اس قسم کا آعوذ، توکل میں شمار ہوتا ہے۔

کلمہ ۲۔ اسی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ مراقبہ کی حقیقت انتظار ہے اور انتظار کی پاکیزگی
 مقصود کی طلب میں ہے۔ اس حالت میں کہ طالب قوت و توانائی سے باہر نکل آئے اور حق جل ذکرہ کی تھا
 کا مشتاق رہے اور اس کی محبت میں غرق ہو جائے۔ قوت و توانائی کوشش کا غبار ہے اور انتظار حق
 تعالیٰ کے آستانے کی کشش ہے۔ اس قسم کا مراقبہ وہی کر سکتا ہے جو سوک کی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ یہ
 انتہا کے قریب ہے۔

کلمہ ۳۔ اسی تفسیر میں ہے کہ حضرت حق سبحانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا۔
 فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ یعنی جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود
 (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس حکم میں جو تعلیم دی گئی ہے اس کی

حکمت یہ ہے **فردو الی اللہ** ^{۵۲۷} پس اللہ کی طرف دوڑو اس کے تقرب کے لیے۔ کیونکہ کسی سے پناہ کی التجا کرنا درحقیقت اس کے قریب ہو جانا ہے۔

کلمہ ۳ اسی تفسیر میں **بسم اللہ** کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صوفیہ کے نزدیک اسم مبارک "اللہ" کے تین مرتبے ہیں۔ ایک ذات احدیت، دوسرا الوہیت کے مرتبہ کے ساتھ ذات مقید، تیسرا احدیت جمع مطلق۔ میرے اور ساح کے مناسب حال مرتبہ دوم ہی ہے کہ وہ سالکوں کی توجہ کا قہر، مشتاقوں کے دل کا چین اور مالک یوم الدین وہی ہے۔ مرتبہ اول ہر طرح کی عبارات اور اشارات سے منزہ ہے (اس کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی وہ تمام تعریفوں سے پاک ہے) اور مرتبہ سوم بہت سوں کی گمراہی کا سبب ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد ہم مرتبہ دوم کی تشریح کرتے ہیں، جو پاک نظر عالی بہت لوگوں کا محبوب و مطلوب ہے۔ جان لیں کہ اللہ اسم ذات ہے اور اس میں تمام صفات کمال جمع ہیں۔ اپنی تمام کمال صفات کے ساتھ جیسی وہ ذات پاک ہے، عالم نہیں ہے۔ اب جب کہ عالم عدم کے میدان سے تنگ نئے خیال میں آئے ہیں، ذات اسی طرح اپنے وجود سے قیہ ہے۔ بقا و ثبات صرف اسی کے لیے ہے۔ دوسرے تو فنا اور موت کے مقام میں ہیں۔

جل من لا الہ الا ہو لا تقل نیف ہو ولا ہو

ترجمہ وہ بڑی شان والا ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ یہ نہ کہو وہ کیسا ہے اور کیا ہے۔

اگر اس کی ذات کے بارے میں پوچھو تو لا تفکروا فی ذاتہ ^{۵۲۸} یعنی اس کی ذات عن غور نہ کرو اور اس کی صفات کے بارے میں پوچھو تو قرآن مجید سے، جیسا اہل زبان کے اہل سنت علمائے کبار نے سمجھا ہے، قائلی واضح ہے۔ **لیس کثلہ شیء و هو السميع البصیر**۔ کوئی شے اس کی مثل نہیں اور وہی سنے اور دیکھنے والا ہے۔ اگر ظاہر ہے تو وہ ہے، اس لیے کہ ظہور کا مدار فعل و اثر کے ساتھ ہے اور فعل و اثر حق تعالیٰ ہی سے ثابت ہے۔ اگر کوئی باطن ہے تو حق تعالیٰ ہی باطن ہے۔ سہلی آئینہ جو اس کے حریر شہوں کی عکاس ہے، اس کے کمال کو دیکھنے سے عاجز ہے اور سہلی آئینہ جو اس کا رخ نہ نمود لی سہ دار ہے اس کے جمال کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ **قرب من جبل الوریث** ^{۵۲۹} ہے اور وہی فعال **لا یرید** ہے۔

کلمہ ۵ رحمن اسم ذات ہے، اس اعتبار سے کہ حقیقی معانات لانا ہو، کا ایسا رساں ہے یہ

ہذا سورہ ق آیت ۱۰ ہے قرب الی من جبل الوریث یعنی کلمت صدقین کے قریب میں یہ صوفیوں کے قرب من میں صوفیوں کی ہے۔ غائبانہاں صرف مفہوم مراد ہے اس لیے ترجمہ ۲۰۰۲ میں اس سے زیادہ قریب ہے۔ (سورہ بروج آیت ۱۶)

اسم خاص واجب ہے۔ دوسرے اسماء افاضہ وجود نہیں کر سکتے، حالانکہ اس کی رحمت تو عام ہے۔

کلمہ ۶ رحیم اسم ذات ہے۔ اس اعتبار سے کہ یہ اسم وجود کے تمام انعامات تابع کا فیض رسال ہے۔ یہ اسم عام ہے اس لیے کہ دوسرے اسماء بھی حق تعالیٰ کی توفیق سے بعض انعامات دے سکتے ہیں لیکن وہ عام نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام موجودات کو ہر وقت تو انعام نہیں بخشے جاتے۔

کلمہ ۷ اہل سنت و الجماعت کے علمہ کہتے ہیں کہ عرصہ وجود میں عالم اپنی تمام ذوات، صفات اور افعال کے ساتھ، خلاق عالم سے وہی نسبت رکھتا ہے، جو کاغذ پر بنے ہوئے نقوش اپنے بنانے والے سے رکھتے ہیں۔ اگر نقش کا کوئی جز اچھا لگتا ہے اور ناظر اس کی تعریف کرتا ہے تو بلا مبالغہ یہ تعریف نقش ہی کی ہے اور صاحب کشف اولیا میں سے جو اہل تحقیق ہیں وہ اس حقیقت کی صحت پر متفق ہیں۔ اللهم ثبتنا علی القول الثابت اے ہمارے رب ہمیں قول ثابت پر ثابت قدم رکھ۔

کلمہ ۸ صوفیہ موصدہ جو اہل سنت و جماعت کے خواص میں سے ہیں، بر بنائے علم و تحقیق کہتے ہیں کہ صور کونیہ جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے عرصہ نمود میں آئے ہیں، یہ سب اسم الظاہر کی تجلیات ہیں اور حق سبحانہ بہ اعتبار اپنی صفات اور شئون کے ان تجلیات کے پردے میں جلوہ گر ہے بلکہ دونوں ا حق اور تجلیات حق ایک ظہور کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ فتوحات مکیہ کے منصف فرماتے ہیں۔ سبحان من اظہر الاشیاء وهو عینہا فی الظہور پاک ہے وہ جس نے اشیا کو ظاہر فرمایا اور وہ ان کا عین ہے یعنی ظہور میں کیونکہ حقائق عالم صفات و شئون کے مظاہر ہیں، مرتبہ علم میں۔

کلمہ ۹ اہل تحقیق کے اکابر نے مظاہر اور مخلوق کی تعظیم کو مقدم معرفت کے آداب میں شمار کیا ہے کیونکہ یہ جہاں مطلق کی جلوہ گری کی جولان گاہ ہیں۔ ان کی مظہریت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ عین مطلق ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ بلند ہے بلکہ اس معنی میں کہ ذات مطلق کی صفات اور افعال نے ان کے پردے سے لون الماء لون انانہ کے مطابق، ان ہی کے رنگ میں ظہور کیا۔

کلمہ ۱۰ مودب عارف صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں کہ ایام بیض کی راتیں مخلوق میں ظہور حق کی مثال ہیں کیونکہ ان راتوں میں آفتاب چاند میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح چاند، جو اسم نوریت میں حق سبحانہ کے ساتھ شریک ہے، مخلوق میں ظاہر ہوتا ہے۔ حق سبحانہ نے "نور" کو اپنے اسما میں شامل کیا ہے۔ اللہ

۱۔ صور کونیہ، موجودات خارجیہ جو کہ عالم واقع میں موجود ہیں (سر دلبراں ص ۲۳۱)

۲۔ لون الماء، لون انانہ پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہوتا ہے۔

۳۔ ایام بیض، ہر مہینے کے چاند کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں ہر بیضی۔

۴۔ ہم چس قرق در اسم نوریت با حق سبحانہ شریکست در خلق ظاہر است۔

نور السموات والارض^{۵۳۱} (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) اور چاند کو بھی - نور - فرمایا . و جعل القمر فیہن نوراً^{۵۳۲} اور ان میں چاند کو نور بنایا) اس کا مطلب یہی ہے کہ حق بہ اعتبار اسم نور ظہور قمر کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے ، اسی لیے روزے کو جو مخلوق میں حق کا ظہور ہے ایام بیض میں معتبر ٹھہرایا گیا . حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دیتے ہوئے فرمایا - ان صیام ایام البیض صیام الہر^{۵۳۳} - ایام بیض کے روزے ایسے ہیں جیسے کسی نے ہمیشہ روزے رکھے .

کلمہ ۱۱ بعض اکابر اولیا کا قول ہے کہ جو شخص بغیر شرک و ریا کے ایک لمحہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا ، وہی لمحہ آخری وقت میں اس کا مددگار بن جائے گا .

کلمہ ۱۲ اہل تحقیق میں سے بہت سے مشایخ اس امر میں متفق ہیں کہ جو شخص اللہ اور رسول پر تحقیقی ایمان لایا اور ہمیشہ اپنے ایمان پر قائم رہے گا اور مرتد نہ ہو گا . اگر کوئی ایمان سے پھر جائے تو سمجھ لو کہ اس کا ایمان تقلیدی تھا ، تحقیقی نہ تھا . اور شافعیہ جو یہ کہتے ہیں انا مومن ان شاء اللہ یعنی میں انشاء اللہ مومن ہوں تو بعض حضرات نے اس قول کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ میں انشاء اللہ تحقیقی طور پر مومن ہوں .

کلمہ ۱۳ آیہ کریمہ قد خاب من دشھا^{۵۳۴} نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا . لی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ نفس کو فراموش کرنا گویا روح کو فراموش کرنا ہے . یونہی نفس کے ارہان کو درست کرنے اور انھیں ان کے صحیح مقام پر رکھنے کے بعد نفس میں روح پھونپی سی . نفس میں روح پھونکنے کے اثر سے موجودہ ہیئت وجود میں آتی . اسی سبب سے اکثر اہل علم نفس اور صورت محسوس کے عبادہ کسی مرد کا اثبات نہیں کرتے . اس زمانے میں بھی عام لوگ اسی بات کو تسلیم کرتے ہیں . روح کو فراموش کرنا گویا روح نیت کی خاصیت سے محروم ہونا اور جانوروں کی سطح پر زندگی بسر کرنا ہے . اولئک کالا انعام بل ہم اضل یعنی یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں . نہیں مایوسی اور ناامیدی ہانپوں سے محسوس ہوتی ہے . لا یانیس من روح اللہ الا القوم الکافرون^{۵۳۵} بے شک اللہ کی نعمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں . یونہی جو شخص خدا اور رسول پر ایمان لایا وہ اسی وقت قیادت میں سے آزاد ہو کر رحمت خاصہ کی صفت سے مشرف ہو گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے انخلاق میں سے سب مخلوق سے سرفراز ہو گیا . اسی بنا پر حنفیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایمان غیر مخلوق ہے .

ای کر وہ مومنان شدی لنید ہر چو نہ و و سن آزادی لنید

(ترجمہ) اسے مسلمانوں کی اس نعمت پر خوشیاں مندا اور نہ و و سن کی طرح آزاد ہو جاو

کلمہ ۱۴ شک و خفی سے اعتقاد کا اخلاص یہ ہے . الوہیت کے باب میں اپنا اعتقاد اپنی ذات

سے رکھے جس کی مثل، کسی بھی طرح عالم امکان میں نہ ہو، ورنہ وہ ممکن کا معتقد تصور کیا جائے گا۔ اسی بنا پر اکابر نے فرمایا ہے، التوہید افراد القدم عن حادث^{۵۳۹} (توحید یہ ہے کہ ذات قدیم کو حادث سے پاک کیا جائے۔) ابو دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، التوہید عزیزم لا یقضی دینہ (توحید ایسا قرض دار ہے جس کا قرض ادا نہیں کیا جا سکتا) کیونکہ کلی طور پر بشریت کے آثار کبھی کبھی فنا ہوتے ہیں اور یہ حالت بھی برق خالف کی طرح آن واحد میں نثر جاتی ہے۔

کلمہ ۱۵ دوسرے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ یہ ممکن خطرات و خیالات ہوتے ہیں۔ یہ خطرات و خیالات اس شخص کے دل میں پیدا ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ بندوں کے تمام افعال کا خالق حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ اگرچہ ظاہری عقل و حواس کا مشاہدہ یہی ہے کہ بندوں کے افعال کا تعلق ان کے اپنے اختیار سے ہے۔ دوسرے کی دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ بندوں کے افعال کا خالق بندوں ہی کو تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ معتزلہ کا نقطہ نظر یہی ہے کہ وہ افعال کی نسبت انسانوں ہی سے کرتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کا بدترین پسو یہ ہے کہ عام لوگوں کا یہی عقیدہ ہے کہ بندہ خالق فعل ہے۔ عوام الناس کے اس عقیدے اور معتزلہ کے نقطہ نظر میں یہ فرق ہے کہ معتزلہ اگرچہ خالق فعل بندے ہی کو قرار دیتے ہیں لیکن الیک درجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا قایل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اسی طرح پیدا کیا ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے، کرتا ہے۔ دوسرے کی تیسری قسم یہ ہے کہ بندے کو الوہیت کی صفات میں شریک سمجھتے ہیں جیسا کہ فرعون اور شداد کا معدہ تھا۔ پہلے دوسرے کو دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ حق سبحانہ کو خلق سے جدا نہ جانے اور خلق کے فعل اور اس کی صفت کو، حق سبحانہ کے فعل اور صفت کا پرتو خیال کرے اور ساتھ ہی یہ اعتقاد رکھے کہ ربوبیت یہ ہے کہ رب کا ظہور ربوب کی صورت میں ہے۔ شیخ اوصدی نے اس شعر میں یہی بات کہی ہے۔

جنشش دست بستہ دام
سایہ متحرک است ناکام

ترجمہ: جب تک ہاتھ کی جنشش جاری ہے اس کا متحرک سایہ بے حقیقت ہے۔

اسی طرح دوسرا دوسرے بھی دور کیا جا سکتا ہے۔

کلمہ ۱۶ عالم ہر آن معدوم ہوتا رہتا ہے اور اس کا مثل ظہور میں آتا رہتا ہے۔ خلق اور تاثیر

تمام تر مرتبہ الوہیت سے ہے۔ اس اعتقاد سے تیسرا دوسرے بھی دور ہو جاتا ہے۔

کلمہ ۱۷ خناس کا دوسرے نین طرح کا ہوتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ معصیت میں مبتلا کر

دیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ بندے کے دل پر اپنا تصرف برکے بے ہودہ خیالات اور خطرات پیدا کرتا ہے۔

بغیر اس کے کہ اس سے کوئی گناہ سرزد ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ بندے کو کفر میں ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ اس

گئی تو تم پر لازم ہے کہ حق تعالیٰ کا مراقبہ اس تصور کے ساتھ کرو کہ وہی حاضر و ناظر ہے بلکہ تیرے دل میں یہ یقین ہو کہ علم اور قدرت وغیرہ میں سے اگر کچھ تم میں ہے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور تم فی نفسہ ان صفات سے خالی اور بے بہرہ ہو بلکہ تم کچھ بھی نہیں ہو۔ ہو تو نمود بے بود ہو۔ خارج میں جو لچھ ہے حق تعالیٰ ہے۔ لیس فی الدار غیرہ دیار (گھر میں سوائے گھر والے کے کوئی نہیں) اور وہ اپنی یتانی اور خاصیت میں اسی طرح جسم و جسمانیات اور جوہر و عرض سے منزہ ہے

کلمہ ۲۲ آپ کے ملفوظات میں جو بعض اہل فضل نے جمع کیے ہیں، لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا، جب تک حضور ذاتی جسے حضور صاف بھی کہتے ہیں، سالک کو حاصل نہیں ہوتا، اسے جسمانی تہذیب سے چھڑکارا نہیں ملتا کیونکہ توحید صوری مراتب اجسام میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اس درجے میں لوگ اپنے جسمانی وجود اور غیر کے جسمانی وجود کو وجود حق خیال کرتے ہیں۔ اس صورت میں امتیاز اور فرق بہ طور باقی رہتا ہے اور روح کو مقام فنا حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ہر چیز کی تمیز روح کے ذریعے ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ موجد اس توحید کے درجے میں نہیں پہنچا ہے جو علمائے دین اور صوفیہ محققین کی توحید ہے۔

کلمہ ۲۳ ان ہی ملفوظات میں مرقوم ہے کہ آپ نے محبت ذات اور محبت صفات کے باب میں فرمایا، محبت صفات یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے شخص سے محبت کرتا ہے جو عالم ہے یہ شجاع ہے تو اس صورت میں اس کی محبت علم یا بہادری سے وابستہ ہوگی اور اگر محبوب سے یہ صفت زایل ہو جائے تو محبت بھی ختم ہو جائے گی اور محبت ذات یہ ہے کہ وہ اس شخص سے کسی صفت کو مد نظر رکھے بغیر محبت کرے۔ اس صورت میں کسی صفت کی بنا پر نہ محبت میں اضافہ ہو گا اور کسی صفت کے معدوم ہونے سے محبت میں کمی ہوگی۔

کلمہ ۲۴ ان ہی ملفوظات میں ہے، آپ نے فرمایا، ہو سکتا ہے کہ ایک شخص حق سبحانہ تعالیٰ کی پارگاہ میں اقرب ہو یعنی اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو لیکن آرام نہ ہو۔ اسی طرح ایک ایسے شخص جس نے مقدمات کی تحصیل کر لی ہے لیکن تحصیل مقامات کا ثمر کہ فنا ہے اور اضمحلال ہے اسے حاصل نہ ہوا ہو، حق تعالیٰ کے نزدیک آرام ہو سکتا ہے۔ آیہ کریمہ ان اکر ملک عند اللہ اتقاکم، اللہ کے نزدیک زیادہ درجے والوں میں وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے، اس پر ناطق ہے۔

کلمہ ۲۵ آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! انسان کو اخلاص و محبت کی نعمتیں عطا ہوئیں اور محبت کی خاصیت یہ ہے کہ اپنے غیر کو جلا ڈالتی ہے۔ اس کے باوجود انسان کو چند شرعی امور کی ادائیگی کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے۔

کلمہ ۲۶ ان ہی ملفوظات میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی کے وجود میں روح، قلب اور سہ

دو غیرہ کے سات طبقے ہیں۔ طبقہ اول کو جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ دوسرے، تیسرے طبقے سے ساتویں طبقے تک پہنچتا ہے۔ چونکہ عام لوگوں کو ان مراتب کی تعداد معلوم نہیں ہے اس لیے وہ ہر طبقے کی یافت کو جدا جدا نہیں کر پاتے لیکن اہل کمال پر یہ مراتب قطعی واضح ہیں اور وہ ہر طبقے میں جو فرق ہے اسے تمیز کر سکتے ہیں اسی طرح ہر مرتبہ کی یافت کو علاحدہ علاحدہ طور پر جانتے ہیں۔

کلمہ ۲۸ اہل اللہ کے تین گروہ ہیں۔ عباد، صوفیہ اور ملائیت۔ عباد وہ گروہ ہے جو ظاہری عبادات پر اکتفا کرتے ہیں۔ فرائض و سنن کی ادائیگی کے بعد نفل عبادات میں مشغول رہتے ہیں اور بھلائی کے کام کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ معمولی سائیک عمل بھی فرو گزاشت نہیں کرتے۔ یہ حضرات صوفیہ کی وجدانی کیفیات اور ذوق سے بہرہ مند نہیں ہوتے۔ پھر صوفیہ ہیں جو صاحب وجد و حال ہوتے ہیں۔ اپنے خوارق اور کرامات کو مخلوق سے نہیں چھپاتے اور تمام امور میں ان کی نظر حق سبحانہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ حق نے مخلوق کے پردے میں ظہور کیا ہے۔ اس گروہ میں کسی نہ کسی درجے میں نمائش اور رسوم باقی رہتی ہیں۔ تیسرا گروہ ملائیت کا ہے ان کی کوئی خاص علامت نہیں ہوتی۔ یہ عوام الناس میں شامل ہوتے ہیں۔ دین کے ظاہری اعمال خواہ فرائض ہوں یا سنت موکدہ ہوں، پورے اخلاص سے ادا کرتے ہیں۔ اپنی کسی کرامت یا خارق عادت بات کو لوگوں میں ظاہر نہیں کرتے اور ہر حال میں حق سبحانہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرتے ہیں۔

کلمہ ۲۹ صحابہ کرام کے زمانے میں خوارق و کرامات کا اس ظہور نہ تھا، بسن بعد اے زمانے میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ انتہائی کمال کی شرط یہ ہے کہ سوے حکم الہی کے منتہی اپنے تصرفات ظاہر نہ کرے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبروں سے بغیر ان کی خواہش کے خوارق ظہور میں آتے اور ابھی ابھی وقت اور حالات کے تحت جب انہوں نے پیغمبروں کا انکار کیا تو ان کی خواہش اور تصرف کے بغیر معجزات ظہور میں آئے۔

کلمہ ۳۰ ملفوظات^{۵۶۱} میں ہے۔ لوک اللہ مشین لوان لی زمدل میں زندقہ کہتے تھے جیسے ذوالنون^{۵۶۲} مصری۔ لوک انھیں زندقہ کہتے تھے لیکن مرنے کے بعد انھیں قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ ہذا^{۵۶۳} دنیا سے بے تعلق تھے۔ اور وہ دنیا سے متعلق ہوتے تو موت کے بعد بھی لوگوں کے ظہور و عبادت کے بیٹے۔ اسی طرح صحابہ کے باب میں اختلاف ہے تو اس کا سبب بھی یہی ہے۔ مناسب حالات میں سے متعلق بہ دنیا ہوئے اور نہ وہ دنیا سے قطعی طور پر بے تعلق تھے

کلمہ ۳۱ شرح رباعیات میں کلمہ حقایق رقم سے تحریر فرمایا ہے۔ مشین کا اقرب و اعلیٰ سول حضرت خواجہ احرار نقشبند کا طریقہ علیہ ہے۔ اس طریقے کے سبب پہلے ادرال بسید میں آتے ہیں جو خلقت

پر جت حقیقت کا غلبہ ہے۔ نیز ذات کے انوار کی تجلی کا مقام ہے اور خاص جت کا ظہور ہے۔ اس حقیقت کی ابتدا کو جس میں ادراکات مرکب مغلوب ہو جاتے ہیں اور وصول کی صبح سعادت کے اجالے کا ظہور ہوتا ہے، حضور و آگاہی کہتے ہیں۔ جب کشش اور انجذاب کے غلبے میں تمام ادراکات مرکب درمیان سے اٹھ جاتے ہیں، بلکہ آگاہی کا شعور تک باقی نہیں رہتا تو اسے فنا یا فنا الفنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس نسبت کو وجود عدم بھی کہتے ہیں اور اس دوامی نسبت کے ظہور کی استعداد کو عظیم خیال کرتے ہیں۔

کلمہ ۲۲ جب محب صادق کو ذات حق کا قرب حاصل ہوتا ہے اور محبوبان مجازی کا پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے تو اس حال میں صرف محبت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اس مقام سے نزول کے بعد بھی ذوق محبت کا غلبہ مجازی حسن کو نگاہوں سے دور کر دیتا ہے اور اس قول کے مصداق کہ "محبت غیب کو شاہد بنا دیتی ہے" مرتبہ وحدت کا غیب اپنے مرتبے سے نزول کر کے بیرنگ نور کے پردے میں تجلی کرتا ہے۔

کلمہ ۲۳ شرح رباعیت میں فرمایا ہے، سیر نزول کے منتہی کہتے ہیں کہ تعدی کے کمال سے مقصود یہ ہے کہ محسوسات مثالی اور شہودی صورتیں کمال طور پر حقیقت کی ترجمان ہو جائیں اور نور بے رنگ ہا فیض پہنچیں۔ ہر ایک نظر کی کچی کی دوا بن جائے اور ہر ایک یہ نغمہ گانے لگے۔ سبحان الذی لم یبصر فمنا من صھل و قال العجز عن درک الا دراک و منا من علم فلم یقل بمثل هذا القول ین اعلم بانہ است۔ پاک ہے وہ ذات جو دیکھی نہیں کسی۔ چنانچہ ہم میں سے جو ناواقف ہے، وہ کہتا ہے کہ ادراک کے حصول سے عاجزی ہی ادراک ہے اور ہم میں سے کچھ ایسے ہیں جو جان سے ہیں تو انہوں نے اس قول جیسی لونی بات نہیں کہی کہ یہ طبقہ (جو اظہار عجز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا بست زیادہ جاننے والا ہے) سین اس کمال کا حصول چند دوسرے مقدمات پر ہے۔ اول یہ کہ صورتوں کا بطن البطن کی جت میں نیچے آئے، دوسرے اس و شون کے مظاہر کی صورتوں کا موجود ہو جان اور تیسرے ظاہر کا طرح طرح کے رنگ میں رنگ جان۔

واجب بچوہ گاہ عیال نانسہ دہ گام

مملکن ز تملکنی عدم ناکشیدہ رخت

۵۶۶ بر لوح صورت آمدہ مشہود خاص و عام

در حیرتہ کہ ایں ہم نقش عجیب چسیت

ترجمہ: مملکن نے عدم کے تنگ میدان سے سفر نہیں کیا، واجب نے ظاہر کی جہود گاہ میں قدم نہیں رکھی۔

میں حیرت میں ہوں کہ پھر یہ تمام عجیب نقش کیا میں جو خاص و عام کے سامنے لوح صورت پر نمایاں ہوئے

۱۱۰: تداوی و تداوی، تداوی معراج مقربین کو کہتے ہیں اور تعدی نزول مقربین کو (سر دلبروں ص ۱۱۰)

ہیں۔

کلمہ ۳۳ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی صفات ذاتیہ کے ساتھ تمام مراتب اجسام میں ساری ہیں۔ اجسام کی صفات وہیہ کو قائم رکھنے والی سوائے واجب تعالیٰ کی صفات حقیقی کے کوئی نہیں۔

بان تانہ کنی غلط کہ از کم دانی

ایں باطن را بروں ز ظہر دانی

ظہر بدنی کہ بی خیالِ روحش

ہر چند کنی تخلیش نتوانی

ترجمہ: اے مخاطب اپنی کم علمی کے سبب یہ غلطی نہ کرنا کہ ظاہر کو باطن سے علاحدہ سمجھ بیٹھو۔ ظاہر جس کو اس کی روح کے خیال کے بغیر ہر چند تم اس کا تخیل کرو لیکن کامیاب نہیں ہو سکتے۔

کلمہ ۳۵ شرح رباعیات میں یہ بھی ہے کہ ممکنات کا وجود ممکنات پر زاید ہے لیکن جس طرح متکلمین کہتے ہیں اس طرح نہیں۔ اس کے برخلاف وجود معروض ہے اور ماہیات عرض ہیں۔

کلمہ ۳۶ اسی کتاب قدسی القاب میں ہے کہ علم کے عروج کی انتہا مرتبہ وحدت تک ہے اس سے آگے حیرت و نادانی ہے۔ پس "اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور مت کرو" کے معنی اس طرح سمجھ میں نہیں آتے۔ حاصل یہ ہے کہ ذات جیسی کہ وہ ہے اسی نوع کے ادراک میں آتی، سواد اضمیف الی الحق او الی الخلق، خواہ اس کی انصاف حق طرف ہو یا خلق کی طرف ہو۔

کلمہ ۳۷ آپ کے تحریر کردہ بعض مسودات میں ہے کہ اس سعادت و عبادت پر توجہ سے کہ توجہ و نیوی اور اخروی نعمتوں سے دل سرد ہو جائے اور بارگاہ احدیت میں توجہ انوار، مشاہدات، انجذاب و ارتقاء سے بے نیاز ہو جائے۔

کلمہ ۳۸ اس مقام کا حاصل سوال اور جذبہ ہے۔ جذبہ ہر ذات سے ساتھ رہتا ہے، محبت ہے طالب تعلق خاص لی برست سے حاصل کرتا ہے اور قوت پاتا ہے۔ سوال سعادت بشری و نفی ہے۔ اس قوت کے مطابق جذبہ من جذبات الرحمن جذبہ الرحمن کے جذبات میں سے ہے۔ جذبہ سے وہ قوت ہونے سے مسوی مثل میسر ہوتے ہیں۔ یہ روش سوال لی روش سے جس میں لوڑم بشریہ لی نفی و باقی ہے زیادہ نہیں ہے۔ صفات میں حد اعتدال لی احتیاط کرنا واقعی بڑا کام ہے۔ محض سہل لی قوت بازو سے کام نہیں لیتا۔

کلمہ ۳۹ اللہ تعالیٰ کے برزخیہ بندوں لی عنایت اور ان کے دل کا تعلق توجہ و تعلق ہے۔ برزخیہ بندوں لی عنایت و التفات سے لہذا لو راہ سوال میں رہنمائی ہوتی ہیں اور مستعد ہوں و ہوشیار ہوتی ہیں۔ خاص طور پر جب یہ توجہ ان لی صحبت میں حاضر رہنے سے حاصل ہوتی ہے تو رفتہ رفتہ ہر وہ محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ الطوار و اسرار لی مقناطیس ہے۔

نار خندان باغ را خندان کند صحبت مردانت از مرداں کند

(ترجمہ) جس طرح پھولوں کی شکفتگی باغ کو شکفتہ کرتی ہے اسی طرح اہل ہمت کی صحبت تجھے صاحب ہمت بنا دیتی ہے۔

کلمہ ۳۰ بعض مکتوبات میں بھی تحریر فرمایا ہے کہ سنت اللہ واسطہ کے اعتبار اور اس کی برزخیت پر جاری ہے۔ واسطے سے چشم پوشی کرنے اور اس کو درمیان نہ دیکھنے سے راہ سلوک میں ترقی رک جاتی ہے۔ اگر اچانک واسطے کی حقیقت سے انحراف پیدا ہو جائے تو درمیان سے برکت بھی اٹھ جاتی ہے۔ ہر چند کہ الفانی لا یرد الیٰ اوصافہ (فانی اپنے اوصاف کی طرف نہیں لوٹایا جاتا) بے شبہ یہ طریق خدا اور رسول کی بارگاہ میں ناپسندیدہ اور نامقبول ہے۔ بچوں کے معلم کا ادب جب تک وہ سامنے ہے واجب ہے۔ (اس کی بہ نسبت) طریقت کا استاد جو چشمہ فیض اور کشف و شہود کا دبستان ہے۔ بہر صورت الوہیت کا برزخ رہے گا۔

پیر من و خدای من، از تو بحق رسیدہ ام

میرا پیر اور میرا خدا، تیری بدولت میں حق تک پہنچا ہوں۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا)

کلمہ ۳۱ بعض مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ شاید دل کے بہت سے رخ ہیں۔ ہر رخ دیکھنے والے کو اپنی جانب مایل کرتا ہے۔ لطیفہ روحی وہ ہے جس کی خاص راہ سوائے احدیت صرف کے اور کچھ نہیں ہے۔ انسانوں کی زندگی اور موت اسی رفتار کے ساتھ وابستہ اور مربوط ہے۔

کلمہ ۳۲ یہ بھی مکتوبات میں ہے کہ پراگندہ لقمے میں احتیاط اور نفس کی برائیوں سے پرہیز اس نسبت کو قوی کرتے ہیں، اس لیے اس امر کی سعی و کوشش کرنی چاہیے کہ حرام اور مشتبہات سے پیٹ میں نہ جائے اور نفس کے رذائل مثلاً غیظ و غضب، بد خلقی اور نامناسب خواہشیں سر نہ اٹھائیں۔ ان بلائوں میں ڈالنے والے رذائل سے چھٹکارا پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حسن نیت کے ساتھ عاجزی اور التجا کی جائے۔ ہمیشہ خاکسار اور نیازمند بن رہے اور اپنے آپ کو ایک ذرہ سے بھی کمتر خیال کرے۔

کلمہ ۳۳ اسی کتاب حقایق اسلوب میں ہے۔ جب قلبی حرکت، وردی حرکت سے ہم آہنگ

ہو، برزخ۔ وہ چیز جو دو مختلف چیزوں کے درمیان حائل ہو اس طور پر کہ دونوں میں وصل و فاصل ہو۔ ایک جہت سے ایک چیز اور دوسری جہت سے دوسری چیز سے متصل ہو۔ عالم مثال کو برزخ کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم کثیف اور روح مجردہ کے درمیان ایک عالم وسطیٰ ہے۔

شیخ کی صورت محسوسہ کو بھی برزخ کہتے ہیں کیونکہ وہ فیضان قدس اور طالب کے درمیان واسطہ ہے۔

(سہ دلبریں صفحہ ۸۹-۹۰)

ہوتی ہے یا سماعت خیال میں کلمہ " اللہ " سنائی دیتا ہے تو اس ذکر سے صنوری پارہ گوشت کا ذکر مراد لیتے ہیں۔ اسے ذکر قلبی بھی کہتے ہیں۔ یہ صورت حال زیادہ معتبر نہیں ہے۔ حقیقی ذکر قلبی حق سبحانہ کی جناب میں حضور و شہود ہے۔ جس وقت یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے تو (سالک کو) خیال غیر سے ربانی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں ذکر کو چھوڑ کر اس کیفیت کی حفاظت کرنی چاہیے اور جب اس کیفیت میں کمی ہونے لگے تو پھر سے ذکر شروع کر دینا چاہیے اور اس وقت تک اسے جاری رکھے جب تک اس دولت کو ثبات حاصل نہ ہو جائے۔ اس مدت میں اس کیفیت کو ذکر کے ساتھ شامل کر کے حق تعالیٰ کے بے انتہا الطاف کا منتظر رہے۔ اس کے بعد اسے جو کچھ ملے گا، نہ تصور میں آسکتا ہے اور نہ بیان کیا جاسکتا ہے۔

کلمہ ۳۳ مسلمانوں کے احکام الہی کے سامنے سر جھکانا ہے۔

خواہی کہ بصوفی گری از خود برہی باید کہ ہوا و ہوس از سر بنہی

آں چیز کہ داری بکف از کف بدہی ہر سئلہ بلا کہ بر تو آید نجہی

اگر تو صوفی گری کے ساتھ اپنے آپ سے آزاد ہونا چاہتا ہے تو تجھے چاہیے کہ ہوا و ہوس کو اپنے سر سے نکال دے۔

جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے، اسے خیرات کر دے اور اگر تجھ پر سنگ بلا آئے تو اس سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔

کلمہ ۳۵ حضور ذاتی اور وحدت سرف میں استغراق و استتمال ظہور میں نہیں آتا، اس سلسلہ کے حضرات اسے فنا کہتے ہیں۔

کلمہ ۳۶ اہل حقوق خصوصاً والدین کی خاطر داری سے متعلق مولانا زین الدین کمان گری باتیں مکتوبات میں نقل فرمائی ہیں کہ مولانا علاء الدین مکتب دار بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ فقیر نے والد کا دل فقیر سے کسی بات پر رنجیدہ تھا، باوجود اس کے کہ شریعت کے لحاظ سے حق میری جانب تھا، میں نے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے گردن میں پگڑی ڈال کر زمین پر سر رکھ دیا اور غدر خواہ ہوا، تمہیں برس ہو چلے ہیں لیکن اس ناراضی کا نقصان اب تک محسوس کرتا ہوں۔

کلمہ ۳۷ مکتوبات کے اسی باب میں آپ نے نعمت کے حوالے سے آویز فرمایا ہے۔ اس میں سے کسی بزرگ کے ذکر میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے بعض مریدین کو جن سے ان کی خدمت کرنے میں کوئی ہمت نہ تھی اور حج کر چکے تھے، نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے زاد سفر لے بغیر پاپیاد تمہیں حج دیے ہیں، ان کا ثواب میں تمہیں دیتا ہوں، تم اس کے بدلے میں ماں کی خوشنودی مجھے دے دو۔

کلمہ ۳۸ آپ کے معارف آیات تحریروں میں ہے۔ جان لیں کہ سالک طریق کا پہلا قدم یہی ہے۔

اور اہل سنت و الجماعت کے مذہب پر اپنے اعتقاد کو صحیح اور درست کرنا ہے۔ چونکہ ان امور کا تعلق علم سے ہے اس لیے تم پر لازم ہے کہ بقدر ضرورت باعمل اور پاکیزہ اعتقاد علما کی خدمت میں حاضری کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دو اور جتنا ہو سکے دین و ملت کی تحقیق میں لگے رہو۔ حقیقت کے ظہور کا دار و مدار حق تعالیٰ کے جذب و کشش پر ہے اور جذب و کشش اس پر موقوف ہے کہ حق تعالیٰ تم کو وصف محبوبی کے ساتھ قبول فرمائیں اور یہ عنایت سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہراً اور باطناً اتباع سے مشروط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی بحسبکم اللہ** (آپ فرمادیں گے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے)

کلمہ ۳۹ مکتوبات^{۵۷۸} ہی میں ہے کہ ہمیشہ با وضو رہنا اور با وضو ہونے کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (حرام) لقمہ سے احتیاط اور گناہوں سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے۔ غیبت، عمیب، جوئی، بندہ مومن کی خواہ آزاد ہو یا غلام تحقیر کرنے، مسلمان سے بغض و کینہ رکھنے اور کمزور لوگوں پر سختی کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔ جن سے محفوظ ہونے بغیر بنیاد عمل مضبوط نہیں ہوتی اور اگر اتفاقاً ان امور میں خلل واقع ہو جائے تو اس عمل کو ترک نہ کیا جائے بلکہ توبہ و استغفار کر کے زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے تاکہ ان الحسنات بذہن السیئات کا نور کامل ظاہر ہو جائے۔

کلمہ ۵۰ یہ بھی مکتوبات^{۵۸۰} میں ہے کہ آپ نے ایک عالم کو تحریر فرمایا: **نعوذ باللہ من علم لا ینفع** (اللہ ایسے علم سے جس کا کوئی نفع نہ ہو پناہ میں رکھے۔ آخرت شناس عالم پر لازم ہے کہ ان علوم کی تحصیل کے بعد، جو عمل کے لیے ضروری ہیں، تمام عمر دل کی صفائی اور نفس کے تزکیہ میں بسر کرے۔ کیونکہ بندے اور خالق عز شانہ کے درمیان کوئی پردہ سوائے وسوسوں و خطرات، مخلوق پر توجہ، خواہش نفس اور بے فائدہ آرزو کے نہیں ہے، جب کہ حق تعالیٰ تمام چیزوں سے زیادہ بندے کے قریب ہیں:

اوہما ازما بسی نزدیک تر داند آن کس کو ز خود وارد خبر

(ترجمہ) حق تعالیٰ ہمارے وجود سے ہم سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن یہ حقیقت اسی کو معلوم ہے جو اپنے آپ سے باخبر ہے۔

مخروی اور دوری طرح طرح کے اندیشوں کے باعث ہے اور اندیشوں کا پیدا ہونا بشری صفات میں سے ہے۔

کلمہ ۵۱ ان ہی مکتوبات میں ہے کہ باطن کو مملکت سے چھٹکارا دلانے اور فارغ کرنے کا سب

بے شک نیک کام (ناہ اعمال سے) مٹادیتے ہیں برے کاموں کو۔

سے قوی ذریعہ یہ ہے کہ اپنے آپ سے آزاد ہو کر رد و قبول کا مظہر بن کر دل کی توجہ پسندیدہ امور کی طرف رکھے۔ اس کی قبولیت باطن میں قبولیت پیدا کر دے گی۔

کلمہ ۵۲ اس مکتوب^{۵۸۲} کے آخر میں تحریر کیا ہے کہ ہر اس شخص کے ساتھ جس کے باطن میں معرفت الہی کی طلب نہیں ہے، صحبت نہ رکھو اور دنیا دار عالموں سے جو علم کو فخر کرنے اور زبان کی تیزی دکھانے کا وسیلہ بنائے ہوئے ہیں، اس طرح بھاگو جیسے آدمی شیر سے بھاگتا ہے۔ ہمیشہ اور مسلسل قرب الہی کا وسیلہ تلاش کرو، عبادات میں مشغول رہو اور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہو اور بارگاہ الہی میں التجا کرو کہ بارالہا! میرے دل سے اپنے غیر کی آرزو نکال کر لمن الملک الیوم ^{۵۸۳} اللہ الواحد القہار کا جلوہ دکھا دے!

کاری کہ درد منفعتی نیست مکن یاری کہ درد معرفتی نیست کبیر

(ترجمہ) وہ کام جس میں نفع نہیں ہے اسے نہ کرو۔ ایسے شخص سے دوستی نہ کر جسے معرفت حاصل نہیں ہے۔

کلمہ ۵۳ اگر اچھی طرح غور کرو تو معصوم ہو گا کہ تم سے یہی طلب، نیز مندی اور بیتابی مطلوب ہے۔ محبت کی انتہا یہ ہے کہ سوائے محبت کے کوئی مقصود نہ رہے:

عشق عاشق چو سر کشد بکمال باشد از غیر عشق فارغ ببال

عشق راقبہ گاہ خود سازد دل ز معشوق ہم پر دازد

(ترجمہ) عاشق کا عشق جب حد کمال کو پہنچتا ہے تو وہ عشق کے غیر سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔

وہ عشق ہی کو اپنا قبضہ گاہ بنا لیتا ہے حتیٰ کہ اپنے دل کو بھی محبوب سے فارغ کر لیتا ہے۔

اسی کو عین مراد میں مراد سے مراد ہو جانا کہتے ہیں۔

کلمہ ۵۴ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر کا ارشاد ہے کہ ہمارے طریقے کی خصوصیت مذہبیت و پراگندگی اور خلل انداز فتور کے بغیر دوامی حضور اور آگاہی ہے، خواہ ذہنی مشغولیت ہو یا توجہ اور رابطے کی حالت ہو۔ ہر حال کا مقصود اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضوری ہے۔ جب حضور کی یہ کیفیت جس میں غیرت کا اثر نہ مزاحم نہ ہو تو اس حضور کو وجود عدم کہتے ہیں اور جب یہ جان سبکی استعداد بن جائے تو اسے حضور کہتے ہیں۔ جب باطن میں صفت حضور کا شعور باقی نہ رہے اور حقیقی فنا سے مشرف ہو جائے تو اس کو فنا کہتے ہیں۔ ^{۵۸۵} یعرف اللہ الا اللہ ^{۵۸۶} اللہ کو سوائے اللہ کے کسی نے نہ جانا، یعنی حقیقی ہوتی ہے اس مقام پر نہ

نہ آج کے روز کسی کی علمت ہوگی، بس اللہ ہی کی ہوں، ہو گیا اور اللہ ہے

ارواح ہیں نہ اجسام، دیکھنے والا حق ہی کو دیکھتا ہے اس کے غیر کو نہیں دیکھتا۔

کلمہ ۵۵ آپ کی بعض تحریروں میں درج ہے کہ بعضوں نے تجلیات الہی کو تین انواع میں تقسیم کیا ہے۔ اول تجلی صوری ہے، اس کا تعلق مبتدیوں سے ہے۔ دوم تجلی معنوی ہے، اس کو متوسطین سے منسوب کرتے ہیں۔ سوم تجلی ذاتی ہے یہ منتہی حضرات کا مقام ہے۔ اسی طرح بعضوں نے اسے چار انواع میں تقسیم کیا ہے، وہ اس طرح کہ پہلی قسم کی دو قسمیں کر دی ہیں اور ان کا نام تجلی صوری اور تجلی نوری رکھا ہے۔ بہر حال تجلی الہی کے یہ انواع اور تقسیم ہمارے اکابر کے طریقے میں قطعاً نہیں ہیں۔ ہمارے حضرات اتحاد و حلول اور تشبیہ کی بلائیت خیزیوں سے محفوظ ہیں۔

فصل

ہمارے خواجہ قدس سرہ تمام تر عظمت، بزرگی اور کمال کے بدوصف جو خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو عطا فرمائے تھے، کبھی کبھی بمقتضائے کلمبفی یا عمیرا جب چاہتے کہ نسبت حضوری میں کچھ سستی واقع ہو اور غفلت پیدا ہو، اور وہ بھی اس لیے کہ بشری خصوصیت برقرار رکھنے کے لیے غفلت بھی ضروری ہے تو شعر کہنے کی جانب میل ہوتے۔ چونکہ ان اشعار میں بعض حقایق و معارف بیان ہوئے ہیں، اس لیے حضرت کی مثنوی سے چند اشعار بطور تبرک نقل کیے جاتے ہیں تاکہ ان اشعار کی برکت سے یہ کتاب عام لوگوں میں رواج پا جائے، نیز برگزیدہ حضرات کے قبول خاطر ہو:

چنین گویند دایانانِ اسرار	ز اصل و فرع ہر معنی خبردار
کہ معشوق ازل در ہر شمعوری	ز غمازان نسان دارد ظہوری
سر ہر ذرہ بنی جلال است	دل ہر قطرہ دریای کمال است
شہود دوست پیمان ہر دلی راست	ہوای وصل بہرہی حاصلی راست
مدار بودش از نور شہود است	شہودش مایہ چندین نمود است

۱۰۰ اے عائشہ! مجھ سے باتیں کرو۔

دل افگندہ بر جانس حجابی
 گزفتاری بسر خاکی و آبی
 شدہ بنیاد این دیوانہ گشتن
 پی ہر رنگ و بو لفظانہ گشتن
 نسادہ اصل این بازار و تزویر
 نقوش علمی از ہر سو نظر سیر
 سر اسر رنگ این مرآت علم است
 سر پاشور آفت علم است
 ز آسیب خیال و فکر و وسواس
 رود بر باد حسرت سنج انداس^{۵۸۸}

اسرار سمیہ کے جاننے والے کہتے ہیں کہ اصل و فرح کے ہر معنی سے واقف ہونا چاہیے۔

محبوب از شعور کے ہر درجے میں غمروں سے نشور و پوشیدہ رہتا ہے۔

ہر ذرے کی آنکھ جمال حقیقی کو دیکھتی ہے اور ہر قطرے کا دل کمال کا سمندر ہے۔

دوست کا شہود ہر دل سے پوشیدہ ہے، ہر جی نسل کو و نسل کی ہوس ہے۔

نہ لیلی ہستی کا انحصار نور شہود پر ہے، جو لچک نظر آتا ہے اس کی نسل شہود ہے۔

بات یہ ہے کہ انسان کی جان پر پردہ ڈال دیا گیا ہے اور اس کی نسل میں ہر قدر ہے۔

اس کے دیوانے ہونے کی نسل حقیقت میں ہے، ہر رنگ و بو کے نیچے اپنی ہی روح ڈالتا ہے۔

نمود ہے بودلی بنید ہنگامے در فریب پر ہے، علم میں آئے دن معر تیں لٹے، و رفتار حقیقی میں

علم کا آئینہ رنگ ہی رنگ ہے، علم تمام آفتوں کا ملک ہے۔

خیال، فکر اور وسوسوں کے آسیب سے انفس کا خزانہ برہنہ ہوتا ہے۔

یہ بھی حضرت قدس سرہ کا کلام ہے

بیا نم راجو توفیقی رفیق است
 بیرون آفہ بہ طریق است

گدشتن اول از نمود شرط کار است
 فواع نہیشین بی اعتبار است

بہر لذات روحانی حرام است
 نکلہ نفس نظارانی لہام است

حسب تست در راہ خراب است
 چہ ذوق علم و چہ ذوق مقام است

بران سولہ ہوس آراہہ باشی
 مرد دوست آراہہ باشی^{۵۸۹}

جب توفیق الہی میرے بیان کے شامل حال ہے تو میں وہ باتیں بیان کرتا ہوں جو سوسائٹیز پر مبنی ہیں۔

سولہ کی پہلی شرط اپنے آپ سے گزر جانا ہے۔ یہاں اپنی ذات کا فرغ معتبر نہیں ہے۔

جہاں تمام روحانی لذتیں حرام ہوں وہاں نفس ظلمانی کی مسرتوں کی کیا حیثیت ہے۔

میخانہ (عشق) کی راہ میں ذوق علم ہو یا لذت مقامات، یہ سب پردے ہیں۔

اس جانب جانے کے لیے ہوا و ہوس سے رہائی حاصل کر، تب دوست کی عنایت تجھے قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوگی۔

یہ بھی حضرت قدس سرہ کا کلام ہے۔

حضور ذات اگر در خلوت جان	بود بی پردہ کشف ذاتی است آن
وگر علمی بود علم حضوری است	ولی در پردہ کان امر ضروری است
وگر علم حصولی شد مقامش	تجلی معنوی دانند نامش
وگر در صورت مرئی کند روی	تجلی صورتی خوانند سخن گوئی
دو جا لیکن ظہور این جہل است	مکی در حسن و دیر در مثل است

اگر خلوت جان میں جنود ذات، بغیر جوابات کے ہو تو وہ "کشف ذاتی" ہے۔

اور اگر ذات و صفات کی معرفت علمی ہے تو یہ "علم حضوری" ہے لیکن اس کا پس حجب ہونا ضروری ہے۔

جب یہ علم حصول کے درجہ میں ہو تو اسے "تجلی معنوی" کے نام سے جانتے ہیں۔

اگر یہ محسوس صورتوں میں نمایاں ہو تو اہل معرفت اسے "تجلی صورتی" کہتے ہیں۔

لیکن تجلی صورتی کا ظہور دو جہتوں سے ہوتا ہے۔ ایک حسن میں اور دوسرے مثل میں۔

اگرچہ ہمارے خواجہ کا مرتبہ آپ کے ان کشف و کرامات سے، جن کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے، بہت بلند ہے اور جس شخص نے آپ کی زیارت کی ہے یا آپ کی خدمت میں حاضر رہا ہے، اسے آپ کی ولایت میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔ اس لیے وہ کرامات اور خارق عادات کا محتاج نہیں ہے۔ درحقیقت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ العالی کا قول جو انھوں نے اپنے زمانے کے اکابر اولیاء میں سے ایک بزرگ لے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، ہمارے حضرت خواجہ پر صادق آتا ہے:

"جو لوگ ان کی کرامات کا ذکر نہیں کرتے، وہ خود احوال و مقامات کی عظمت سے ناواقف ہیں۔

ان کا مرتبہ تو یہ تھا کہ حال و مقام ان کی منہجی میں تھے۔"

ہذا ان اشعار میں احوال و مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ ترجمہ نگار ایک بے حل بلکہ بدحال شخص ہے۔ جیسا کہ بن سکا غلطی ترجمہ کر دیا ہے۔ اس لیے ترجمے کے نقص و ابہام کے سلسلے میں معذرت خواہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے خواجہ کا وجود تمام تر کرامت تھا۔ اپنی کرامات اور خوارق کو پوشیدہ رکھنے کے جو طریقہ نقشبندیہ میں امر لازمی ہے، آپ کی ذات سے اس قدر کرامات، خوارق عادات اور نفسی آفاقی تصرفات ظہور میں آتے تھے کہ ان کی تفصیل حد تحریر سے باہر ہے۔

علاوہ ازیں وہ حضرات جو آپ کی صحبت میں رہتے تھے اور جن پر آپ کی دنیا و مافیہا سے بے انتہائی کا پرتو پڑ چکا تھا، ان امور میں جن کی عوام میں بہت زیادہ قدر و قیمت ہوتی ہے۔ کبھی گرفتار نہیں ہوئے اور نہ وہ باتیں ان کے نزدیک کسی درجے میں قابل اعتبار تھیں، اس لیے انھوں نے یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ وہ آپ کی کرامات اور خوارق عادات کے واقعات معلوم کرتے۔

آپ کی ان کرامات میں سے جو خاص و عام میں مشہور ہیں۔ ایک یہ ہے کہ :

ایک عزیز جو شہر کے صاحب اختیار لوگوں میں سے تھے، ان کی عمر پچاس سال کے قریب ہو گئی تھی۔ لیکن شادی نہیں کی تھی۔ انھوں نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں ایک دوشیزہ سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد بہت کچھ جتن کیے، دوائیں استعمال کیں، علاج معالجے کیے لیکن مقصد براری کی صورت پیدا نہ ہوئی، اس قسم کا فائدہ حاصل ہوا۔ تقریباً ایک سال اسی خلجان میں گزر گیا۔ آخر کار غیرت و حیا کے باعث ارادہ کیا کہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں اور مسافرت اختیار کر لیں۔ آپ کو بھی ان کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو ان کی بے چارگی پر رحم آیا اور ان کے حال پر افسوس کیا۔ ایک دن آپ اسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے کہ اپنا ایک وہ عزیز سامنے آگئے۔ چونکہ وہ عالم بھی تھے اس لیے آپ ان کی تعظیم کے لیے سواری سے اترے۔ وہ بھی نہایت نیاز مندی سے پیش آئے اور آپ کے قدموں میں گر پڑے۔ آپ نے انھیں اٹھایا اور بغل لیر ہوئے۔ دو تین مرتبہ ان کو اپنے سینے سے لگایا اور اچھی طرح جھڑ لیا، پھر آہستہ سے ان کے کان میں فرمایا کہ آج شب اپنی اہلیہ کے ساتھ رہنا۔ ان عزیز کا بیان ہے کہ جب میں حضرت خواجہ سے جدا ہوا، اسی لمحے میں نے اپنے اندر قوت کا حسوس کیا۔ گھر آکر اہلیہ کو بتایا کہ ایک بزرگ نے ایسا فرمایا ہے۔ اس نے میرا خوب مذاق اڑایا اور آہستہ آہستہ میرا بہر حال آپ کے حکم کی تعمیل میں، میں نے خضوت کی اور کامیاب رہا۔

آپ کی کرامات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ ایک بچہ فیروز آباد کے قلعہ کی دیوار سے جس کی اونچائی نو قدم آدم سے زیادہ ہے، دریا کی طرف گر پڑا۔ اس کے کان اور ناک سے خون بہنے لگا۔ سانس رک گیا اور وہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہوئے۔ اس بچے کو اس بچے کو آپ کی خدمت میں لے آئی اور رونا دھونا شروع کر دیا۔ اپنی بے بسی کا واسطہ دیا۔ آپ نے اس کے حال پر شفقت فرمائی۔ کچھ دیر اپنے باطن کی جانب جو حق کی جگہ ہے، متوجہ رہے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی، اسے کھول کر فرمایا، اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ زندہ رہے گا۔ آپ نے نفس کی برسات سے بچنے نے صحت پائی۔

آپ کا دستور تھا کہ جب آپ چاہتے کہ کوئی تصرف یا فرق عادت ظاہر ہو تو کبھی اپنی ذات سے نسبت نہیں دیتے تھے بلکہ کسی کتاب یا قصے کے حوالے سے کرامات ظاہر فرماتے تھے۔ مثلاً کسی مریض میں تصرف کرنا چاہتے تو فن طب سے متعلق کتاب طلب فرماتے اور دوا تجویز فرماتے۔ اس دوران "ہمت" مریض کی جانب مرکوز رکھتے۔ چنانچہ کبھی دوا کے استعمال کرتے ہی اور کبھی استعمال سے پہلے مریض صحت یاب ہو جاتا۔

خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ آپ کے چھوٹے فرزند ہیں۔ کلام ربانی کے حافظ ہیں۔ حق تعالیٰ کے کرم اور فیض کے باعث ایام طفولیت ہی سے ہدایت کے آثار ان کی پیشانی سے عیاں ہیں۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ فرمایا اور اب جب کہ ان کی عمر شریف چودہ سال ہے، کامل استعداد کے ساتھ "تلوچ" پڑھ رہے ہیں۔ امید ہے کہ بہت کم عرصے میں ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد، علوم باطنی سے آراستہ ہو جائیں گے۔ آمین ان چھوٹے فرزند کی والدہ سے آپ کی فرق عادت کا ایک واقعہ سننے میں آیا ہے، آپ نے فرمایا کہ

جب میں نکاح کے بعد آپ کے گھر آئی تو ابتدائی دنوں میں، آپ مختلف صورتوں میں مجھے نکلتے آتے۔ میں سخت حیران اور سہمی ہوئی رہتی تھی۔ ایک دن آپ کے ہاتھ میں آئینہ تھا۔ مجھ سے فرمایا کہ اس میں اپنا چہرہ دیکھو۔ میں اپنا چہرہ آئینے کے سامنے لائی تو آپ بھی اپنا چہرہ میرے چہرے کے برابر لے آئے۔ میں نے آئینے میں ایک سفید ریش شخص کو دیکھا، پھر میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ اپنی صورت میں موجود تھے۔ میں نے دوبارہ آئینہ دیکھا تو آپ سفید ریش تھے۔ اسی گھبراہٹ میں، میں نے کئی مرتبہ آپ کو اور آئینے کو دیکھا تو اسی طرح آپ کو دو مختلف صورتوں میں دیکھا۔ میں سخت پریشان اور خوف زدہ ہوئی۔ (میری یہ حالت دیکھ کر) آپ نے دریافت فرمایا، تم کیوں ڈرتی ہو، میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کے ان کاموں سے خوف آنے لگا ہے۔ آپ مجھے نہ دکھائیں۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اس کے بعد پھر کبھی ایسا واقعہ پیش نہ آیا۔

آپ کی کرامت کا ایک واقعہ ایک مخلص نے بیان کیا کہ جن دنوں آپ طالبوں کے احوال پر توجہ فرما رہے تھے، ایک مخلص کو، جس کے اسلاف چشتیہ سلسلے کے بزرگ تھے، ایسی بیماری لاحق ہو گئی کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ اس میں اتنی بھی جان نہ رہی کہ بات کر سکے یا بول سکے۔ سب اس کی زندگی سے ناامید ہو گئے۔ میں نے آپ کی خدمت میں اس کا حال عرض کیا۔ فرمایا، اس سے کھو کہ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا تھا کہ اپنے بزرگوں کے سلسلے سے نسبت قائم کی جائے۔ اس کے اس خیال سے ہمارے دل میں پڑ گئی اور غیرت اپنا کام کر گئی۔ اسے اپنے خیال سے توبہ کرنی چاہیے، تاکہ اس بلاکت سے گلو خلاصی ہو۔

ہمت : اپنے لیے یا کسی اور کے لیے حصول کمالات کی غرض سے اپنی پوری قوتوں اور جمیع قوائے روحانیہ کے ساتھ حق تعالیٰ

طرف متوجہ ہونا (سر دلبراں ص ۲۲۷)

مترجم

ہمت : اصول فقہ کے موضوع پر ایک کتاب (غیاث اللغات)

اس کے پاس گیا اور ساری حقیقت اس پر ظاہر کر دی۔ اس نے اسی وقت توبہ کی، بہت شرمسار ہوا اور اپنے اندر خفت محسوس کی۔ کچھ دنوں بعد بالکل صحت مند ہو گیا۔

ہمارے حضرت خواجہ کے تصرفات میں سے ایک یہ ہے۔ ایک عزیز نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میری اہلیہ بیمار ہو گئی۔ چونکہ مرض بہت سخت تھا مجھے اس کی صحت یابی کی امید کم تھی۔ میں نے آپ کی خدمت میں اس کی بیماری کا حال عرض کیا۔ فرمایا، جاؤ اس کو چادر اڑھا دو۔ میں گھر آیا اور اہلیہ پر چادر ڈال دی۔ وہ اسی طرح بیہوش پڑی تھی۔ اچانک آپ اس کمرے میں، جس میں وہ پڑی تھی، داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر کھڑے رہے، اس پر نظر ڈالی اور باہر تشریف لے آئے۔ میں بھی باہر آ گیا اور آپ کو رخصت کرنے کے لیے تھوڑی دور تک ساتھ گیا۔ جب گھر واپس پہنچا تو بیوی کو تندرست پایا۔ اس کی طبیعت میں کسی طرح کی گھبراہٹ یا گرانی نہ تھی۔

آپ کے تصرفات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ حاکم شہر کے نائب نے آپ کے پڑوسی پر ظلم کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اس کو گھر سے نکال باہر کرے۔ جب آپ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ بے حد برا فروختہ ہوئے اور بے تاب ہو کر نائب حاکم کے پاس گئے اور اس ظالم سے فرمایا کہ اس محلے میں فقرا آباد ہیں، جہاں تک ہو سکے درگزر سے کام لو۔ اس نے آپ کے فرمانے کا کوئی اثر نہ لیا اور شدت ظلم میں کوئی کمی نہ کی۔ آپ کو اس کی اس حرکت پر سخت غصہ آیا اور باوجود اس کے کہ آپ آزار خلق پر تحمل فرماتے تھے، اس ہمسایے کا ستایا جانا برداشت نہ کر سکے اور اس شخص سے جو آپ کے ہمراہ آیا تھا، مخاطب ہو کر فرمایا، ہمدردی خواجگان بہت غیور ہیں اور کمال غیرت رکھتے ہیں۔ اس مخلص کا بیان ہے کہ مجھے انتظار رہا کہ وہ ظالم کس مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ کچھ عرصے بعد وہ چور کی رازداری کے جرم میں گرفتار ہو گیا اور اہم ذلت و رسوائی قتل کر دیا گیا۔ اس واقعے سے مولوی روم قدس سرہ کے بیان کردہ مضمون کی حقیقت ثابت ہوئی ہے۔

بی ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہم آفاق زد

اگرچہ بے ادب شخص تنہا اپنی بدی میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ سارے عالم کو بے چین کر دیتا ہے۔

ایک مخلص بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ نے مجھے طریقہ رابطہ بتایا، میرے دل میں خیال آ رہا کہ میں آپ کو کس جگہ دیکھوں؟ معاً آپ نے مجھ پر نگاہ ڈالی اور مستراتے ہوئے فرمایا، ایلین نو بیہوش قدس سرہ تشریف فرماتے تھے اور اپنے چھوٹے فرزند خواجہ شیخی کو، جو ان کے منظور نظر تھے، طریقہ رابطہ بتا رہے تھے۔ خواجہ شیخی کے دل میں خیال آیا کہ میں ان کے روئے مبارک پر توجہ رکھوں یا نہ رکھوں؟ نو بیہوش تشریف ہو گیا۔ انہوں نے اپنی شہادت کی افکلی دونوں ابروؤں پر، کئی خواجہ شیخی کج سے۔ ان کا اشارہ دونوں ابروؤں کے درمیان توجہ رکھنے کا ہے۔

اس مخلص کا بیان ہے کہ جب آپ نے بہ طریق قصہ میری مشکل حل فرمادی اور میرے خیال پر مطلع ہو گئے تو میں سخت حیران اور ششدر ہوا۔ اس کے بعد میں نے طے کر لیا کہ آئندہ آپ کی مجلس عالی میں پراگندہ خیالات اور پریشان کن خطرات کی نگاہ داشت کروں گا۔

ایک مخلص نے آپ کے تصرف کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ میں متعدد اور مختلف قسم کے امراض میں مبتلا ہو گیا۔ مجھے اس صورت حال سے خوف آنے لگا۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ بمشکل تمام خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ مجھے بھی کھانے میں شریک ہونے کے لیے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا یہ حال ہے۔ مجھے قریب بلایا اور بائیں ہاتھ سے میری نبض دیکھی اور فرمایا، کوئی بات نہیں تم کھانا کھاؤ۔ میں حکم تعمیل میں شریک طعم ہو گیا۔ اس دوران خود کو دم بدم بہتر محسوس کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے اٹھ کر باہر آیا تو بیماری کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔

آپ کے ایک اور مخلص نے جن کے قول پر پورا یقین ہے۔ بیان کیا کہ رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا اور آپ پر جسمانی ضعف اور بیماری کا اثر غالب تھا۔ ایک عزیز نے جن کا نام حافظ جلال الدین تھا اور جو حد درجے خوش الحان تھے، خواہش ظاہر کی کہ انھیں ختم قرآن کی اجازت عطا ہو۔ انھوں نے پہلی شب چند سپرے پڑھے۔ آپ کا ضعف اور بڑھ گیا۔ لیکن آپ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ جماعت ترک ہو، چنانچہ سنے فرمایا کہ جب تک صحت و قوت بحال ہونی الجمل تراویح میں الم ترکیف پڑھا جائے، بعد میں پورا قرآن سنا جائے۔ حافظ صاحب چاہتے تھے کہ تراویح میں قرآن جاری رہے تاکہ وہ جلد از جلد ختم سے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ اسی بنا پر انھوں نے پہلی شب خاصے حصے کی تلاوت کی۔ دوسرے دن آپ نے حافظ سے مزاج فرمایا، تم نے ہمیں بیمار کر دیا۔ پھر بھی وہ متنبہ نہ ہوئے اور تاخیر سے ختم قرآن پر راضی نہ ہوئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے تو مسکراتے ہوئے اس مخلص سے جو اس واقعے کے راوی ہیں، فرمایا۔ اگر حافظ آج کی شب تلاوت کرے تو مرد ہے۔ اسی وقت جب حافظ صاحب اپنے گھر پہنچے تو بیمار پڑ گئے اور رمضان کا پورا مہینہ بیماری میں گزر گیا۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہوا تو انھیں صحت ہوئی۔ یہ واقعہ جہاں تک حافظ تم نے ہمیں بیمار کر دیا۔ ضبط تحریر میں آیا ہے، خود حافظ صاحب نے سنیا اور اپنی بیماری کا ذکر بھی کیا۔ بعض دوسرے عزیزوں نے بیان کیا کہ جب حافظ جلال بیمار پڑ گئے تو ایک اور حافظ کو بھی یہی ہوس پیدا ہوئی، وہ بھی بیمار ہو گیا۔

ان ہی مخلص عزیز نے بیان کیا کہ آپ کی وفات سے سات آٹھ ماہ پیشتر، جناب میں شیخ احمد سرہندی جو آپ کے خلفا میں سے ہیں، وہ اور بعض دوسرے عزیز آپ کی خدمت شریف میں حاضر تھے۔ محل کی خادمانیں خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبداللہ کو جو آپ کے فرزند تھے اور جن کی عمریں اس وقت دو سال اور ڈیڑھ سال تھیں، اب چودہ سال کے ہیں، آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں۔ خواجہ کلاں، خواجہ خورد سے

چہرہ بڑے ہیں۔ چنانچہ نوح آپ نے اس شعر میں دونوں کی تاریخ ولادت کا اشارہ لیا ہے۔

ابن النہر ابن دو کوہر

بگزشت چہرہ ماہ والہ

ان دونوں کوہروں کی پیدائش کے درمیان چہرہ مبینے یا زیادہ بزرے

جب خدا میں نہ جزا دوں کو لے آئیں تو حضرت نوح نے باوجود اس کامل بے تعلق کے جو حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، دونوں نہ جزا دوں سے الفتات فرمایا اور آخر میں حدیث میں منجس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔
یہ قییم ہیں اس کے بعد بھی آپ نے اپنی زبان عام بیان سے بعض موقعوں پر ہی حلوں کی بات کہی

آپ کی برکت اور آپ کے انفس اور فوقی کمالات، جو یہاں توحید ہونے کی نیت سے بہت زیادہ
ہیں۔ فی وقت ہو باتیں یہ ہیں اور ثقہ کلمات سے سنی تمیں، انفس کے حلوں کی بات ہے کہ یہ بھی حسن
تعلق ہے و لقصہ آنیسا موسیٰ تسع آیات بینات اور آگے منوں و لکے ہونے کی نیت سے آپ کی
برکت کی نیت سے ہیں اور فوقی سے جو زیادہ ہیں وہ کمالات انفس کی قسم سے ہیں اور فوقی سے نہیں

آپ کے بعض اصحاب کا ذکر جو آپ کی حیات میں مسند

ارشاد تک پہنچے اور جنہوں نے اجازت کامل حاصل کی

چہرہ بڑے ہونے کی قدرت سے اس کے اصحاب میں سے بعض نے حضرت صاحب برکت سے کہا کہ آپ کی حیات میں
میرے وہ ہوتے ہتھ کی طرح چلے گئے ہیں۔ پتے کس کس نے آپ کے رشتہ و ہریت کی بات
برکت فرمائی اور ان کی توجہ کے میزین میں کھڑا ہو گیا۔ وہ اصحاب میں سے تھے جو آپ کے حلوں
ہوئے انفس تک رسید بھی کتب میں ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کی حیات میں ہر وقت
اور سعادت سے پرور ہوتے۔ جس وقت آپ کے شیخ تین و چاروں اور اہل بیت کی خدمت میں ہوتے
وقت میں ان میں سے ہر بے شکر عزیز ہو چکا تھا۔ جب یہاں سے بھی انفس کے حلوں میں سے ہوتے
تہذیب و ہریت میں سے ہوتے اور ہریت و ہریت سے ہوتے تھے۔ یہ وہی تھے جو
قدس نے ان حیات میں شیخ تین ہوا۔ ستور ہوا۔ چہرہ میں انفس میں سے ہوتے تھے اور
سے مستغنی ہوتے۔ شیخ سے انفس سے ہوتے۔ انفس سے آپ کی خدمت میں ہوتے تھے۔
شہرہ بڑے ہونے کی نیت سے ہوتے تھے اور ہریت سے ہوتے تھے۔ انفس سے ہوتے تھے۔
آپ ہر سال ہوا چھ تھے

مختصر یہ کہ شیخ تاج اکابر میں سے ہیں۔ حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ ہمارے حضرت خواجہ بھی شیخ سے غایت درجے کا التفات فرماتے تھے، جیسا کہ ان مکتوبات سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً شیخ کو تحریر فرمائے، ان ہی سے یہ مکتوب بطور شہادت یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

۵۹۳ برادر ارشد شیخ تاج الدین! دعائے مخلصانہ اور سلام مشتاقانہ قبول کریں۔

اور صحرائے تعلق و گرفتاری کے عاجزوں کی جانب متوجہ ہوں۔

۵۹۵ صد ملک دل بہ نیم نگہ می توان خرید خوبان دریں معاملہ تقصیر می کنند

(ترجمہ) ایک نیم نگاہ کے بدلے سو ملک دل خریدے جاسکتے ہیں، محبوب اس معاملہ میں ہمیشہ غلطی کرتے ہیں۔

عزیز من! مطلق ہدایت مازاغ البصر و ماظنی کے سایے میں ہے کہ سالک کا باطن ذات بحت کا گرفتار رہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ باوجود حسرت دوری کے، تمام مقامات، مشاہدات اور درجات سالک کی ہمت کے سامنے حقیر نظر آئیں۔

رندی چندند کس نداند چندند بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

(ترجمہ) رند کہتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہتے ہیں۔ ان کی شان تو یہ ہے کہ دونوں

جہان ادھار یا نقد خریدنے پر راضی نہیں ہوتے بلکہ اس بات پر ہنستے ہیں۔

اس حالت کا حامل، جذبے کی توفیق سے، اس حالت سے شکل کر مقام

بندگی میں آتا ہے اور اسم "الغنی" کا منظر ہو جاتا ہے۔ اس کا فقر انتہا تک پہنچ

جاتا ہے۔ الفقر اذا تم هو الله کا یہی مفہوم ہے۔ یہ حقیقت بغیر استغراق و

جذب الہی کے، بغیر اس معرفت کے کہ یہ کشش اسی سے ہے اور بغیر اس

یقین کے کہ صورت کائنات اور اجسام عالم محض سراب ہے، منشف نہیں ہوتی۔

آپ کے نہایت عظیم اور کامل احباب میں سے ایک خواجہ حسام الدین احمد بھی ہیں۔ اس زمانے

میں ان کا وجود شریف، سلسلہ شریف نقشبندیہ احرار یہ باقیہ کی تنظیم کے حق میں رحمت الہی کا منظر اور اس کے

استحکام کا باعث ہے۔ ان کی ذات سے اس سلسلے کو قبول عام حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد آپ

کے فرزند ان صوری و معنوی کی خیر خواہی اور آپ کے آستانے سے نسبت رکھنے والوں کی ظاہری اور باطنی

تربیت جس قدر انہوں نے فرمائی، اس قدر خیر طلبی اور کوشش حضرت خواجہ کے خلفا میں سے کسی سے ظاہر

نہ ہوتی نہ شاید ہوگی۔ ان کی تربیت کی برکت سے مخدوم زادے مقام ہدایت پر فایز ہوئے اور امید ہے کہ آئندہ

ہندہ نگاہ نہ تو جہی اور نہ بڑھی۔

ہندہ جب فقر تمام ہوا تو اللہ رہ جاتا ہے۔

مزید ترقی کریں گے۔ اس خانوادے کی برکت اور جمعیت ان کی توجہ سے وابستہ ہے۔ میں ان کے مراتب عالیہ کیا بیان کر سکتا ہوں۔ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے پسندیدہ اوصاف و اخلاق، ان کی ذات و صفات کی خوبیاں، دنیا سے ان کی بے تعلقی، فنا و نیستی، صبر و توکل، رضا و تسلیم اور وہ تمام خوبیاں جو اہل طریقت کے ہاں اعتبار رکھتی ہیں، ان کی ذات و صورت میں اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ انھیں زمین و آسمان کے صفحات میں تحریر کیا جاسکے۔ وہ محاسن و محامد کا مجموعہ ہیں۔

اپنی رحلت کے قریب ایام میں حضرت خواجہ نے چاہا کہ ان کو اپنا نائب مناسب مقرر فرمائیں لیکن اپنی بلندی ہمت کے باعث انھوں نے انتہائی عجز و نیاز اور خاکساری کے ساتھ عذر کر کے معاملے کو رفع کر دیا۔ حضرت نے ان کے اس رویے کو پسند کیا اور فرمایا، تم نے اچھا کیا کہ اس دوکان داری سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔

ایک صاحب سے جن کے قول پر مجھے اعتماد کلی ہے، سننے میں آیا کہ ایک دن میں نے حضرت خواجہ سے آپ کے اصحاب کے احوال کے بارے میں فردا فردا دریافت کیا۔ آپ نے اپنی زبان مبارک سے ہر ایک کی تعریف کی۔ جب میں نے جناب خواجہ حسام الدین سے متعلق سوال کیا تو آپ نے بڑے ذوق سے فرمایا کہ وہ ان تمام اوصاف کا جن کو ہم نے بیان کیا، مجموعہ ہیں۔ ہمارے خواجہ نے بار بار فرمایا کہ ہم نے محض ان کی خاطر تلسین و ہدایت کا کام اختیار کیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جیسی کچھ تربیت آپ نے خواجہ حسام الدین کی فرمائی، اس کے عشر عشر مریدوں اور مخلصوں میں سے کسی ایک کی بھی جلالاً یا جمالاً نہیں فرمائی۔ اسی باعث خواجہ حسام الدین کو آپ کی ذات سے جو اخلاص ہے، اس پایے کا اخلاص شدید ہی سی مخلص لو ہو گا۔ اسی ایک بات سے ان کی عظمت و بزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مرید کے مرتبہ ہدایت کو پرکھنے کے لیے اخلاص سے بہتر کوئی کسوٹی نہیں ہے۔

ابتدا میں خواجہ حسام الدین امرائے سلطنت میں منسلک تھے۔ ان کے والد بھی بڑے امیروں میں شمار ہوتے تھے۔ چونکہ ان کی ذات میں ہدایت کا نور موجود تھا اور فطرت پالیزہ تھی اس لیے انھیں امیر نہ مہتمم کے ساتھ زندگی بسر کرنا بار محسوس ہوتا تھا، جسے وہ طوعاً و رہاً برداشت کر رہے تھے، لیکن جب حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنے اختیار سے سب باتوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ دنیا سے بے تعلق ہوئے اور فوق اختیار بر لے فقر الی طرح زندگی بسر کرنے لگے۔ چنانچہ اس روش کو اختیار کرنے والوں کو امیر نہیں اور بادشاہ وقت لے باتوں، جو یہ چاہتے تھے کہ وہ پھر سے پانی دہر پر آجائیں، انھیں تھیلیں بھی توڑیں۔ بالآخر حضرت خواجہ کی توجہ سے تمام آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہے۔

ایک مخلص سے منقول ہے کہ بادشاہ لے مقربوں سے ایک شخص وابت آپ سے قرابت بھی تھی یہ بات پسند نہ تھی۔ وہ قائم شدہ روش کو ترک کریں اور میں امر الی لوشش لی۔ وہ پھر سے اپنے منصب

پر آجائیں اور اسی ضد میں انھیں تکلیفیں بھی پہنچائیں۔ ایک دن خواجہ حسام الدین نے اپنے حالات حضرت خواجہ کی بارگاہ مقدس میں عرض کیے۔ حضرت خواجہ نے خواجہ احرار کا وہ قول جو انھوں نے ایک بے ادب کے بارے میں فرمایا تھا کہ "اس مردود کا کام چند روز میں درہم برہم ہو جائے گا" نقل فرمایا۔ اس مخلص کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر مجھے پورا یقین ہو گیا کہ بادشاہ کے مقرب کے شامت آنے والی ہے، چنانچہ یہی ہوا کہ چند روز نہ گزرے تھے کہ سلطان کسی سبب سے اپنے مقرب سے اس حد تک خفا ہو گیا کہ اس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ بالاخر ہلاکت سے تونچ گیا لیکن بادشاہ کے حضور جو اعتبار اسے حاصل تھا وہ ختم ہو گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جناب خواجہ حسام الدین، حضرت خواجہ محمد الباقی کی درگاہ ولایت منقبت کے محبوبوں اور مقبولوں میں سے تھے اور آپ کے تمام اصحاب سے محبت و اخلاص کے ضمن میں انھیں امتیاز حاصل تھا۔ ان کی عظمت و بزرگی کی تفصیل بیان کرنا کاتبِ حروف کے حوصلے سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ اس شکستہ پر عاجز کے حال پر بے حد عنایت فرماتے ہیں۔ یہ عاجز اس بات سے ڈرتا ہے کہ لوگ جن کی عقل لباسِ ادراک سے عاری ہے، اس بات کو اغراض پر محمول کر کے خودستائی خیال کریں۔ اس گرفتار پر ان کی جو دلی عنایت اور ظاہری و باطنی توجہ ہے اس کا اندازہ ان چند خطبات سے ہو انھوں نے مختلف اوقات میں اس مسئلے دنیا کو ارسال کیے، لگایا جاسکتا ہے۔ یہاں دو مکتوب بطور تبرک درج کیے جاتے ہیں جو انھوں نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے۔

برادر عزیز اور فرزند خوش نصیب میاں محمد صادق، بے ریا دوستوں کی مراد کے ساتھ اپنی آفرینش سے بہرہ ور ہو کر زمانے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ حضرت پیر دستگیر قدس سرہ سے عصری اور معنوی نسبت رکھنے والوں کی نیازمندی میں حد درجے کوشش کرتے رہیں اور اس باب میں ہرگز تساہل نہ کریں۔

یہ خط اور دوسرا خط جو آگے درج کیا جا رہا ہے، ان دنوں موصول ہوئے جب یہ عاجز دنیاوی معاملات کی کشاکش میں گرفتار تھا اور اس کی تمنا تھی کہ ایسی معاش حاصل ہو جس کے باعث ظاہری اسباب میسر ہو جائیں۔ یہ صورت حال ان کے فیض اثر دل پر منکشف ہو گئی اور انھوں نے اس عاجز کو اشارۃً اس داعی سے منع فرمایا۔ ان کی توجہ اور التفات کی برکت سے معاشی پریشانی دور ہو گئی اور دل کو اطمینان میسر ہو گیا۔ اسی کیفیت میں یہ قصیدہ اپنے حسب حال نظم کیا اور ایک عریضے کے ساتھ ان کی خدمت میں ارسال کیا۔

من مست دلابالی ورنہ و قلندرم
یعنی اسیر جام و صراحی و ساغرم
از فکر بای بسودہ آسودہ گشتہ ام
پیوستہ در غم دگر و فکر دیگرم

قطع امید کردہ ام از مفرش حریر
دیروز اگرچہ بود ہزار آرزو بدل
از جان ہوا کی مسند کینسروی گزشت
آن دلق حرص و آرزو کردم از بدن
دیں را بہ بیچ کس پی دنیا نمی دہم
شکر خدا کہ چشم طمع دو ختم ز خلق
در ملک فقر سکہ بنام درست شد
از گردش زمانہ تھی کیسہ نیستم
منت خدای را کہ غلام محمد
آں خواجہ کہ ہر دو جہان شد تلفیل
نہواں نگاشت حرفی از اوصاف حضرتش
آں بہ کہ بعد ازین بہ ہزاراں امید عفو
بر رغمِ رافضی کہ زبانش بریدہ باد
بر رغمِ خارجی کہ نصیبش جنم است

نشت است بالش و خاک است بسترم^{۲۲}
امروز از ہزار یکی نیست در سرم
درد دل نمائند آرزوی ملک سخرم
این کسوت قناعت و فکر است در برم
آں رانی فروشم و این رانی خرم
فارغ زشت فلک و پرخ چنبرم
یعنی کہ ملک فقر بہ از ہفت کشورم
از دوستی آل محمد توانم خرم
شکر خدا کہ بندہ آل پیبرم
در مسع او چونہ رسد فقر قسرم
کاغذ اگر بود بمشکل پرخ اخنبرم
روی نیز بر در یران او برم
از جان و دل محب ابوہر و مردم
از بندگان در کہ عثمان و حمیرم

(ترجمہ) میں مست ہوں، پروردگار اور قلندر ہوں یعنی اے حب الہی لے جاؤ، صراحتی اور سادہ سادہ ہوں
مجھے بے ہودہ فکروں سے چھٹکارہ مل گیا ہے، اب میں کسی اور غم سہی اور فقر میں ہوں
اب مجھے حریر کے بستر کے خواہش نہیں رہی۔ اینٹ مرا تکیہ اور خاک مرا بستر ہے
کل تک ہزاروں آرزوئیں دل میں تھیں۔ آج ہزار میں ایک میرے خیال میں نہیں ہے
کینسروی کے تخت کی ہوس جان سے جاتی رہی، دل میں شاہ سخر کے ملک کی آرزو نہیں ہے
میں نے حرص کی گدڑی بدن سے اتار دی ہے اور فقر و قناعت کی پوشاک پہن لی ہے
دین کو دنیا حاصل کرنے کے لیے کسی لونہ دوں گا۔ اُسے نہیں بیچوں گا اسے نہیں خریدوں گا
۲۲ مصرع وزن سے گرا ہوا ہے، بہر حال تم میں اسی طرح درج ہے۔ شاید یہ مصرع یوں ہو :
نشت است بالش و خاک است بسترم
(۲۲)

خدا کا شکر ہے کہ میں نے مخلوق سے امید قطع کر لی ہے۔ اب آسمان اور اس کے محیط کی منت سے فارغ ہو چکا ہوں۔

زمانے کی گردش سے میں مفلس نہیں ہوا بلکہ آل محمد کی محبت سے مالا مال ہوں۔

خدا کا احسان ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور آل نبی کا بندہ ہوں۔

وہ آقا جن کے طفیل مجھے دونوں جہان ملے، میری ناقص فکر آپ کی مدح کا حق کیونکر ادا کر سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے ایک حرف بھی تحریر نہیں ہو سکتا خواہ آسمان کی مثل ہی کاغذ حاصل ہو جائے۔

اس کے بعد یہی بہتر ہے کہ بخشش کی ہزاروں امید کے ساتھ اپنا روئے نیاز آپ کے اصحاب کے آستانے پر رکھ دوں۔

رافضی کے برخلاف خدا اس کی زبان کاٹے میں ابو بکر و عمر سے جان و دل سے محبت کرتا ہوں۔

خارجی کے برخلاف جس کا نصیب ہی دوخ ہے میں عثمان و علی کی بارگاہ کا غلام ہوں۔

جب یہ عریضہ ان کے ملاحظے سے گزرا تو اس کے جواب میں یہ رقعہ عنایت فرمایا۔

اس برادر و فرزند خوش نصیب کا قصیدہ اور مکتوب ملا۔ بے حد مسرت

ہوئی۔ استقامت مبارک ہو۔ ہمیشہ ان نعموں سے خیر خواہوں کو خوش حال کرتے رہو۔ اسی کے ساتھ یہ خبر بھی ملنی چاہیے کہ ہمارے پیر دستگیر کے اصحاب میں سے کسی سے (تمہارے) میل جمل اور ہم نشینی سے تمام مریدین خوش ہوئے ہیں اور اس صورت حال میں نفس و طبیعت سے کوئی مانع خلل انداز نہیں ہے۔ اس عزیمت کا استحکام اور اس مہم کا انجام عظیم بشارت ہوگی۔

شکر تنہا محذور با گل در آمیز
در ترکیب باشد نفع بسیار

(ترجمہ) خالی شکر نہ کھاؤ، اسے گلاب کے ساتھ ملا لو کیونکہ مرکب شے میں زیادہ

نفع ہوتا ہے۔

مگر اسباب دل رنجد و شہر عشق خالی جہاں پر شمس تبریز است کو مردی چو مولانا

(ترجمہ) ایمان نہ کہو کہ اہل دل رخصت ہو گئے اور شہر عشق سونا ہو گیا ہے۔ عالم

تو اب بھی شمس تبریز سے پر ہے لیکن مولانا جیسا مرد طلب گار کہاں ہے۔

خبردار اہل صدق کی اس بارگاہ کے خورد و بزرگ سے مدد طلب کرو اور

نفس کو اندیشوں سے محفوظ رکھو، کیونکہ ان فکروں کے خاتمے کے لیے بزرگوں کی
نگاہ توجہ سے تھوڑی مدد حاصل ہونا کافی ہے۔ اس ایک نظر سے تمام کائنات
مقصود تک راہنمائی کرتی ہے۔

گویند کہ چوں رسد تندی بکمال

گردد دو جہاں ز ترجمان مالا مال

چشم از ہم سو سرمہ مازاغ کشد

گواش از ہم جانب شنود بانگ تعال

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ جب قربت کمال کو پہنچتی ہے تو دونوں جہاں ترجمان سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

آنکھ تمام اطراف سے سرمہ مازاغ کھینچتی ہے اور کان ہر جہت سے " آؤ " کی صدا سنتے ہیں۔

آپ کے نہایت کامل اصحاب اور عظیم خلفا میں سے ایک میں شیخ احمد سرہندی فاروقی ہیں۔ ان
کی ظاہری و باطنی خوبیاں اور کمالات بے حد و حساب ہیں۔ بہت سے کامل اور فاضل حضرات ان کے رشتہ
ارادت میں منسلک ہیں۔ شیخ کی بابرکت صحبت کے باعث، ان حضرات کی پیشانی حال سے رشد و کمال کے
آثار نمایاں ہیں۔ بہت سے طالبین ان کی توجہ کی برکت سے، خودی، خود پرستی اور بشری صفات کی شکنے سے
نکل کر نیستی، نامرادی اور ولایت کے درجات تک پہنچ چکے ہیں۔ شیخ احمد کی عظمت و بزرگی کے عظیم شواہد وہ
مکتوبات ہیں جو حضرت خواجہ نے انھیں وقتاً فوقتاً تحریر کیے ہیں۔

اگرچہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے زمانہ رحلت کے قریب شیخ احمد کا مشرب شیخ علاء الدوہ
سمنانی کے مشرب سے موافقت پر مایل ہو گیا تھا، اور وہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے معارف
سے بری ہونے کا اظہار کر چکے تھے اور حضرت خواجہ کی وفات کے بعد ان پر اس مشرب کا علاء الدوہ سمنانی
کا بہت غلبہ رہا لیکن جیسا کہ حضرت خواجہ نے اپنی زبان الہام بیان سے ارشاد فرمایا تھا کہ بالآخر انھیں اس
مقام کا مرتبہ معلوم ہو جائے گا، اس پیش گوئی کے مطابق آج کل شیخ اس روش کی جانب کامل میلان رکھتے ہیں۔

☆ چوتھے معرے کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور کان ہر جہت سے اللہ اللہ کی صدا سنتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ مترجم۔

☆☆ اس پیرے کا فارسی متن یہ ہے :

اگرچہ قریب با پیام رحلت حضرت خواجہ قدس سرہ مشرب شیخ مایل بموافقت مشرب شیخ علاء لدوہ سمنانی شد و ز معارف شیخ
محی الدین ابن عربی قدس سرہ تبری می نمودند، اما بعضی آنکہ حضرت ایضاً بزبان الہام بیان گزارانہ کہ آخر ایضاً مرتبہ
معلوم خواہ شد، درین ایام خدمت شیخ میلانی تمام بایں روش دارند۔ (ص ۱۸۰)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے، جو یقیناً عصری شہادت ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک شیخ علاء لدوہ سمنانی
قدس سرہ ابن عربی قدس سرہ کے مشرب کی تائید میں تھے۔ بعد میں آپ ایسے مقام پر پہنچے کہ ابن عربی قدس سرہ سے بری
ہونے کا اظہار فرمایا اور ان کے معارف کو غلط قرار دیا۔ آخر میں آپ پھر ابن عربی سے جھنق ہوئے۔ واللہ اعلم بہ حال ہی علم کے
لیے محمد صادق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نئی اطلاع فراہم کی ہے۔ مترجم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ اس سلسلے کے برگزیدہ حضرات میں سے ہیں۔ انھوں نے طریقت کی استقامت، بدعت سے پرہیز اور شریعت کے التزام کو بہت اعلیٰ پایے تک پہنچایا۔ خود حضرت خواجہ نے بہت سے طالبوں کو ان کی صحبت عزیز کے سپرد فرمایا۔

اس نفسانی کشاکش کے ہاتھوں درمائدہ کو حضرت شیخ کی نسبت التفات حاصل ہے اور کبھی کبھی اپنے مکتوبات سے اس عاجز کو سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ مکتوب منجملہ ان مکتوبات کے ہیں جو انھوں نے اس مخلص کو اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر ارسال فرمایا۔

مکتوب

مکتوب مرغوب جو غلبہ محبت اور کمال الفت پر مبنی ہے موصول ہوا۔ اللہ سبحانہ، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔ اس جماعت کی محبت جو (شجر) معرفت کی شاخ ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعامات میں سے سب سے بڑا انعام ہے۔ کوئی شخص کس قدر خوش نصیب ہو گا جسے یہ نعمت میسر آتی ہوگی۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں: "الہی! آپ نے اپنے دوستوں کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا ہے کہ جو ان کو پہچان لیتا ہے، وہ آپ کو پالیتا ہے اور جب تک آپ کو نہیں پاتا ان کو نہیں پہچانتا" اس جماعت سے بغض رکھنا موجب ہلاکت ہے اور ان پر طعن و ملامت کرنا دائمی محرومی کا باعث ہے۔ اللہ سبحانہ نے ہمیں اور تمہیں اس ابتلا سے بچالیا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے: "الہی! جسے آپ تباہ کرنا چاہتے ہیں، اسے ہمارا مخالف بنا دیتے ہیں۔"

بی عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیا ہستش ورق^{۵۹۶}

(ترجمہ) حق اور خاصان حق کی عنایتوں کے بغیر اگر کوئی فرشتہ ہو تو بھی اس کا ورق سیاہ ہے۔

حضرت شیخ کے مکتوبات ان کی بارگاہ کے خادموں میں سے ایک صاحب نے جمع کیے ہیں، جن کی تعداد دو سو چالیس سے زیادہ ہے۔ ہر مکتوب طالبان ہدایت کے لیے گویا ایک کتاب ہے۔ ان مکتوبات میں جو حقایق و معارف بیان ہوئے ہیں شاید ہی فن کی معتبر کتابوں اور رسالوں میں تحریر ہوئے ہوں۔ مکتوبات کے علاوہ شیخ نے تصوف میں رسایل بھی تحریر فرمائے ہیں۔ یہ تمام رسایل رواج پا چکے ہیں۔ یہ گیارہ کلمات ان کے بعض رسالوں سے بطور تبرک نقل کیے جاتے ہیں، جن سے حضرت کے درجات کی بلندی، جس کے بیان کرنے کی استطاعت ہم عاجزوں میں نہیں ہے، مکشوف ہوتی ہے۔

کلمہ ۱ پہلا دروازہ جو حق تعالیٰ نے اس فقیر پر کھولا، وہ ذوق یافت کا تھا، یافت کا نہ تھا۔

دوسری بار یافت میسر ہوئی اور ذوقِ یافت ناپید ہو گیا۔ تیسری بار جس صورت میں ذوقِ یافت ناپید ہوا تھا، یافت بھی مفقود ہو گئی۔ تو دوسری حالت کمال اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچنے کی حالت ہے۔ تیسرا مقام تکمیل اور دعوت کے لیے خلق کی طرف رجوع کرنے کا مقام ہے۔ اور پہلی حالت صرف جذب کی جت میں کمال ہے۔ سو جب اس کے ساتھ سلوک بھی شامل ہو جائے تو حالت ثانیہ پھر حالت ثالثہ کا حصول مکمل ہوتا ہے۔ صرف مجذوب کے لیے جو سلوک سے مبرا ہے، دوسری اور تیسری حالت سے کوئی حصہ نہیں اور کامل و مکمل مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہے۔ ان دونوں کے سوا نہ کوئی کامل ہے نہ مکمل ہے۔ اسے مخاطب تم کو تاہی کرنے والے نہ ہو۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ الْبَشَرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْاَطْهَرِ

کلمہ ۲ و اما بنعمہ ربک فحدث (اور اپنے رب کے انعامات مذکورہ کا تذکرہ کرتے رہا کیجیے) یہ فقیر ایک دن اپنے اصحاب کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی خرابیوں پر نظر تھی۔ یہ نظر اس حد تک غالب ہوئی کہ میں نے اپنے آپ کو اس وضع کے نامناسب خیال کیا۔ اسی حالت میں بمصدق من تواضع لله رفعه الله اس عاجز کو خاک ندامت سے اور اس کے باطن میں یہ آواز القا ہوئی، غفرت لک و لمن تو سلک بک بواسطہ او بغیر واسطہ الی یوم القیامہ) میں نے تجھے بخش دیا اور اسے بھی قیامت تک بخش دیا جو واسطے یا بغیر واسطے کے تیرا وسیع اختیار کرے) اور بار بار اس معنی سے اس حد تک نواز کہ شک کی کوئی گنجائش نہ رہی۔

کلمہ ۳ سیر الی اللہ سے مراد اللہ جل شانہ کے اسماء میں سے اس اسم تک سیر ہے جو سالک کے تعین کا مبداء ہے اور سیر فی اللہ سے مراد اس اسم کے اندر سیر ہے، جس کی انتہا بارگاہِ ذاتِ احدیت ہے جو اسماء و صفات اور شئون و اعتبارات سے مبرا ہے۔ یہ تفسیر اس حیثیت سے درست ہوگی جب اسم مبارک اللہ سے مراد مرتبہ و وجوب ہو جس میں اسماء و صفات جمع ہیں، لیکن اگر اس سے اسم مبارک ذاتِ احدیت مراد لی جائے تو سیر فی اللہ مذکورہ معنوں میں سیر الی اللہ ہوگی۔ اس پر سیر فی اللہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ نامہ اللہ کی انتہا کے نقطے میں سیر محال ہے۔ اس نقطے پر پہنچنے کے بعد بغیر توقف کے پھر عالمی طرف واپس ہوتی ہے۔ اسے سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ایسی معرفت ہے جو نہایت انمایت لے واسطوں سے مخصوص ہے۔ اس فقیر کے علاوہ اولیا میں سے کسی نے بھی اس معرفت لے بارے میں کلام نہیں کیا ہے۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء اللہ اپنی طرف جس کو چاہے لکھنچ لیتا ہے۔

کلمہ ۴ کمالات ولایت کے مختلف درجے ہیں۔ لہذا لوگ ہیں جو ولایت لے دربات سے استعداد حصول کا ایک درجہ رکھتے ہیں۔ بعض دو درجے استعداد لے حامل ہیں۔ اسی جماعت کی تین درجے استعداد لے ہیں جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ اس کو بلند فرماتا ہے۔

نہ نہ سورہ قوری آیت ۱۳۔

ہے۔ کسی گروہ کی قابلیت چار درجے ہے اور کچھ لوگ ہیں جو پانچ درجے استعداد رکھتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ ان پانچ درجات میں سے پہلا درجہ تجلی افعال سے اور دوسرا درجہ تجلی صفات سے وابستہ ہے۔ باقی کے تین درجے علی الترتیب فرق کے ساتھ تجلیات ذاتیہ سے مربوط ہیں۔ اس فقیر کے بیشتر مریدین تیسرے درجے سے مناسبت رکھتے ہیں، ان سے کم چوتھے درجے سے اور محدودے چند پانچویں درجے سے مناسبت رکھتے ہیں جو درجات ولایت کا آخری درجہ ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک وہ کمال جو معتبر ہے وہ ان تمام درجات سے ماورا ہے۔ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں ہوا۔ فوق کمال جذبہ و سلوک ہے۔ انشاء اللہ آنے والے دور میں اس کمال کا ظہور حضرت مہدی کی ذات میں ہو گا۔

کلمہ ۵ حقیقت قرآن اور حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدیہ سے بالاتر ہیں (اس کے منظر پر صلوٰۃ و سلام ہو) لہذا حقیقت قرآن، حقیقت محمدیہ کی امام ہوتی اور حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدیہ کی مسجود ہوتی۔ اسی طرح حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت قرآن سے برتر ہے۔ اس مقام پر تمام تر بے صفتی اور بے رنگی ہے۔ شتون اور اعتبارات کی اس مقام میں گنجائش نہیں ہے۔ اس بارگاہ میں تزیین و تہذیب کی مجال نہیں ہے۔

آنجاہر آنست کہ برتر ز بیان ست
اس مقام پر جو کچھ ہے اس کا بیان کرنا محال ہے۔

یہ ایسی معرفت ہے کہ اہل اللہ میں سے کسی نے اس کے بارے میں لب کشائی نہیں کی اور اس معرفت کے حوالے سے انہوں نے رمز و اشارے کے پیرایے میں بھی کوئی گفتگو نہیں کی۔ اس فقیر کو اس معرفت عنظلی سے مشرف فرمایا گیا اور ہم جنسوں میں ممتاز کیا گیا ہے۔

کلمہ ۶ آدمی جب تک علم و دانش میں گرفتار اور ماسویٰ کے نقوش سے منتش ہے، خوار و بے اعتبار ہے۔ ماسویٰ کو فراموش کر دینا طریق کی شرط ہے اور فنائے کلی اگلا قدم ہے۔ جب تک باطن کے آئینے سے ممکن کا رنگار دور نہیں ہوتا، واجب کا ظہور محال ہے کیونکہ تمام ممکنات کے علوم و جوبی معارف کے سامنے ایسے ہیں جیسے اضداد کا مجموعہ ہوتا ہے۔

کلمہ ۷ اولیا اللہ کے قبے ان کی بشری صفات ہیں۔ سارے انسان جن جن چیزوں کے محتاج ہیں، یہ حضرات بھی ان کے محتاج ہیں۔ ان کی ولایت کو احتیاج سے چھٹکارا نہیں اور ان کا غصہ بھی تمام دگوں کی طرح کا غصہ ہوتا ہے۔ جب کہ سید الانبیا علیہ و علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات فرماتے ہیں، اغضب گی بغضب البشر^{۵۹۸} تو اولیا کی کیا حیثیت ہے۔ اسی طرح یہ حضرات کھانے پینے میں، اہل و عیال کے ساتھ زندگی میں اسی طرح غصہ کرتا ہوں جس طرح انسان غصہ کرتا ہے۔

گزارنے اور ان کے ساتھ انس و محبت میں دوسرے تمام انسانوں کے ساتھ شریک ہیں۔ جسمانی ضروریات جو لازم بشریت ہیں، عوام اور خواص سے زایل نہیں ہوتی ہیں۔ حق تعالیٰ انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شان میں فرماتا ہے، و ما جعلنا ہم جسداً یا کلون الطعام^{۵۹۹} اور ہم نے ان رسولوں کو ایسے جسے نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں) اور ظاہر ہیں کفار کا اعتراض تھا، مال هذا الرسول یا کل الطعام و بمستی فی الاسواق یعنی اور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہی کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ پس جس کسی نے اہل اللہ کے ظاہر پر ہی نظر رکھی وہ محروم رہا اور دنیا و آخرت کا نقصان اس کا مقدر بن گیا۔ اسی ظاہر بینی کے باعث ابو جہل اور ابولسب دولت اسلام سے محروم کر دیے گئے اور ابدی خسران میں ڈال دیے گئے۔ اس اعتبار سے سعادت مند وہ ہے، جس کی نظر اہل اللہ کے ظاہر تک محدود نہ رہی۔ اس کی وحدت نظر ان بزرگوں کی صفات باطن میں نفوذ کر گئی اور ان کے باطن پر مرکوز رہی۔ فہم کنیل مصر بلاء للمحبوبین و ما للمحبوبین پس وہ مصر کے دریائے نیل کی طرح ہیں جو محبوبوں کے لیے آرائش ہے اور محبوبوں کے لیے آب حیات ہے۔

کلمہ ۸ جو کچھ عقل و مشاہدے میں آتا ہے وہ مقید ہے اور اطلاق کی خاصیت سے نکلے درجے میں ہے اور مطلوب وہ ہے جو تمام قیود سے منزہ اور مبرا ہو۔ پس اس حقیقت کی جو دید و دانش سے ماورا ہے جستجو کرنی چاہیے اور یہ معاملہ عقل کے طور نظر سے باہر ہے کیونکہ عقل ہر اس حقیقت کو جو علم و مشاہدے سے ماورا ہو، محال تصور کرتی ہے۔

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس کس حال نیست صوفی عالی مقام را

(ترجمہ) درونِ پردہ راز معلوم کرنا ہے تو مست رندوں سے پوچھو، صوفی یہ بتا سکتے گا اگر کا یہ حال ہی نہیں ہے۔

کلمہ ۹ بعض مشیخ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے، جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ گناہ بھی جو معرفت سے پہلے اس سے سرزد ہوا کیونکہ اسلام لان جو پچھلے اسلام سے پہلے تھا اسے ختم کر دیتا ہے اور اسلام کی حقیقت صوفیہ کے طریقہ پر فنا اور بقا کے بعد حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے۔ پس اس معرفت کا حصول ان تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے تھے۔

کلمہ ۱۰ یادداشت سے مراد ذات تعالیٰ و تقدس کا دوامی حضور ہے۔ یہ حقیقت قلب کی باطنیت کے واسطے سے کبھی کبھی اہل دل کے تخیل میں آتی ہے کیونکہ جو کچھ کلیت انسان میں ہے وہی پچھلے قلب میں ثابت ہے، فرق صرف اجمال و تفصیل کا ہے، چنانچہ مرتبہ قلب میں بھی ذات تعالیٰ و تقدس کا دوامی حضور میسر ہے لیکن یہ خوبی یادداشت کی صورت ہے۔ یادداشت ل حقیقت نہیں ہے۔

کلمہ ۱۱ شیخ کی نظر میں قبول ہونا سعادت اور رد ہونا بد بختی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ حق سبحانہ کی رضا شیخ کی رضا میں پوشیدہ ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو مرضیات شیخ میں گم نہ کر دے، اسے حق سبحانہ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ شیخ کو تکلیف پہنچانے سے مرید آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی ذلت کا تدارک ممکن ہے لیکن شیخ کے آزار کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔ مرید کے لیے آزار پر شقاوت کی اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ عقاید میں خلل اور احکام شرعیہ میں فتور اس کے نتائج و ثمرات ہیں۔ شیخ کو آزار پہنچانے کے باوصف کسی شخص میں احوال و مواجید کا اثر، جو ایک باطنی معاملہ ہے، اگر باقی رہتا ہے تو اسے استدراج خیال کرنا چاہیے جو بالآخر اسے تباہی کی طرف لیجائے گا اور سوائے نقصان کے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو گا۔ والسلام علی من اتبع الهدی (اور ایسے شخص کے لیے سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے)۔

آپ کے عظیم خلفا میں سے ایک جناب میاں شیخ الہ داد ہیں جو فنا و نیستی کی سفت سے موصوف اور بے خودی اور استغراق کی کیفیت سے معروف ہیں۔ یہ حضرت خواجہ کے بہت ہی سابق اور قدیم مریدین میں سے تھے۔ اہل خانقاہ اور مسافروں کی خدمت ان سے متعلق تھی۔ یہی نہیں بلکہ حضرت خواجہ کے دنیوی امور کے وکیل مطلق بھی تھے۔ ان ہی کی نگ و دو سے دنیوی معاملات کی تکمیل ہوتی تھی۔ ان تمام کاموں میں مصروفیت کے باوجود شیخ الہ داد باطنی نسبت اور معنوی شغل سے غافل نہ ہوتے۔ شیخ کے پسندیدہ اوصاف و اخلاق ظاہر و باہر ہیں اور کسی منصف مزاج سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کی زبان سے کسی شخص کی غیبت یا لایعنی بات کبھی نہ سنی گئی۔ وہ اس قسم کی تمام مذموم باتوں سے پاک اور اچھے اخلاق سے آراستہ تھے۔

حضرت خواجہ کو بھی ان سے بہت زیادہ التفات تھا جیسا کہ ان خطوط سے جو آپ نے وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے معلوم ہوتا ہے۔ ان ہی میں سے یہ مکتوب ہے جو حضرت خواجہ نے ان دنوں تحریر فرمایا تھا جب آپ سیر و ایت کی جانب متوجہ تھے۔

برادر ارشد میاں شیخ الہ داد اپنے معتقد اور دعاگو کی توجہ اور فاتحہ سے امداد فرماتے رہیں۔ طور طریق کی اس پراگندگی اور بے استقامتی کے ہوتے ہوئے یہ بات ہم کو زیب نہیں دیتی کہ ہم مسائل تصوف پر گفتگو کریں اور طریق انجذاب کے دقیق اور منتہائے کشف کے حقائق تحریر کریں۔

ہند کشف کوئی یعنی کشف صوری کی وہ انواع جن سے مغیبات دنیوی پر اطلاق یابی ہوتی ہے۔ خداف شرع و گوں کے لیے استدراج بن جاتی ہے۔ مجاہدات و ریاضات کے سبب سے جو گوں اور راہوں وغیرہ کو اس نوع کا کشف ہونے لگتا ہے۔ ہن سلوک ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے۔ (سر دلبراں ص ۲۸۷) استدراج کے بارے میں مذکورہ تشریح ضروری تھی ورنہ سیدھے سادے لفظوں میں استدراج کا مطلب ہے، خرق عادت جو فاسق یا کافر سے ظاہر ہو۔

از خود بطلب ہر آنچہ خواہی ہستی

البتہ ایک وصیت تم کو کرتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ اس سے کبھی غفلت نہ کرو اور وہ یہ ہے کہ ہماری طرح دشت پیمائی اور ہرزہ گردی نہ کرو۔ خود کو اپنی نسبت سے پیوستہ کر لو اور اس تعلق کو عزیز رکھو کہ یہ کبریت الاحمر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں بہت سے عالم، فاضل اور صالح حضرات رہتے تھے۔ آپ کے طریقہ خاص کو علما، فضلا اور مشایخ نے اختیار کیا اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آثار برکات کا مشاہدہ کیا۔ اگر میں ہر بزرگ کا حال علاحدہ علاحدہ تحریر کروں تو اس رسالے میں اس کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔ اس رسالے کے اتمام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ والہ الصلوٰۃ علی خیر الانام و علی آہ و اصحابہ العظام۔

بندہ زندہ گار شرمسار محمد صادق عفی اللہ سبحانہ عنہ، عرض کرتا ہے کہ جمعہ ۲۲ رجب المرجب ۱۰۴۳ھ کو اس رسالے کی تحریر سے، جس میں دہلی کے بعض مشایخ اور سلاطین کا ذکر ہے، فرغ ہوا۔ چونکہ اس سلسلے کی تحریر کا اصل مقصد خواجہ کے مجمل حالات بیان کرنا تھا، اس رسالے کے آخر میں ایک مربع جو اس انفسی و تذوقی تصرف کی حامل ذات بابرکات کی رحلت کے قریب ایام میں، کہ طبیعت پر سوز و گداز کا اثر تھا، کا تب حروف نے آپ کی منقبت میں لکھا، یہاں اس کا درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نوبت زندہ دلان خواجہ محمد باقی واقف سہر نمان خواجہ محمد باقی
پادشہ دو جہان خواجہ محمد باقی سبب امن و امان خواجہ محمد باقی
مہرور مقتبس از پرتو انوار ویت

نہ فلک دایرہ نقطہ پر کار ویت
از فلک می گزرد کوکبہ شہابی او رفتہ جانی نہ ملک ماندہ ز ہمراہی او
جای آنست کہ از مرتبہ جاہی او شیر کردوں کند قرار بروہابی او

از جمال رخ او شد ہر دلی پر نور
شعلہ ز آتش وی بود آبل بر فلور
دای آن دل کہ درد فکر و خیالش نبود آرزو مند و گرفتار جہالش نبود
روز و شب در غم و اندوہ و ملامت نبود دمہم طالب و نوابان و ممالش نبود

خستہ بادا جگری کان بدف تیرش نیست
بتہ سلسلہ حلقہ زنجیرش نیست

جو چاہتا ہے اپنے آپ سے طلب کر، تو ایسا ہی ہے۔

من کہ بی حاصلم و رندم و رسوا و دغل نیست نقدی بکف دست من از علم و عمل
 بندہ حلقہ بگوش ویم از روز ازل غیر او ہر کہ بود کردم از و قطع اہل
 یا رب از بادۂ مستانہ وی مستم کن
 در بغل جام و صراحی بکف دستم کن
 بکن از جرعہ نمخانہ وی مست مرا عقل و ہوش و خردمن ہراز دست مرا
 ساز در حلقہ آن سلسلہ پابست مرا بر سر راہ خرابات بکن پست مرا
 ای خوش آن کس کہ پی تربیتش روح توشد
 مرہم آلودہ بہ آن دل کو نہ مجروح توشد
 چشم لطفی ز تودارم طمع ای مایہ ناز سوی من بنگر و یک لحظہ بحالم پرداز
 میتوانی کہ نجاتم دہی از سوز و گداز رحم کن رحم خلاصم دہ و آزادم ساز
 یک نگاہی دگر امروز بکارم فرمای
 بادۂ لطف خودم بخش و خوارم برہای
 ای شہنشاہ جہان از تو مدد می خواہم راہ بنمای کہ آوارہ ام و گمراہم
 باکہ گویم غم خود بندہ این درگاہم از کہ جویم مددی چاکر شاہشاہم
 نیست غیر از تو مرا ہیج کسی پشت و پناہ
 دست من گیر و بردن آرزین ظلمت چاہ
 ای چمن برگ گلستان جہالت خورشید مطرب بزم گہ عیش وصال ناہید
 زایر کعبہ درگاہ جہالت امید صد چومن حلقہ بگوشان کمال جاوید
 تابکی در بدر و مایل ہر سو باشم
 چند آوارہ و سرگشتہ ہر کو باشم
 وقت آنست کہ آشفتم و دیوانہ شوم لای می در کشم و ساکن میخانہ شوم
 کج بگزینم و چون جغد بویرانہ شوم رو بصحرا کنم و از ہمہ بیگانہ شوم
 وہ کہ از دست من خستہ نمی آید ہیج
 از عدم نامدی ای کاش درین پہچا ہیج

خواجہ محمد باقی زندہ دلوں کے سردار ہیں۔ وہ راز حقیقت سے آشنا ہیں، دونوں
 جہان کے بادشاہ اور امن و راحت کا منبع ہیں۔ چاند اور سورج نے ان کے انوار
 کے پرتو سے روشنی حاصل کی ہے۔ نو آسمان ان کے نقطہ پرکار کا دائرہ ہیں۔

ان کا شاہانہ جلوس آسمان سے گزرتا ہے۔ وہ اس مقام تک پہنچے ہیں کہ فرشتے ان کی ہمراہی سے عاجز ہے۔ وہ ایسا مقام ہے کہ ان کے مرتبہ شان کے آگے شیر گردوں اپنی روہاہی کا اقرار کرتا ہے۔ ان کے چہرے کے جمال سے دہلی پر نور ہو گئی۔ طور کی تہلی ان کی آتش کا ایک شعلہ تھی۔

اس دل پر افسوس ہے جس میں ان کی یاد نہ ہو۔ جو ان کے جمال کی آرزو میں گرفتار نہ ہو۔ رات دن ان کے عشق کے غم میں تڑپتا نہ ہو اور دمہدم ان کے وصال کا خواہشمند نہ ہو۔ وہ جگر جو ان کے تیر کا بدف نہ ہو اور ان کے حلقہ زنجیر میں جکڑا نہ ہو خستہ ہو جائے۔

میں جو کہ ایک فضول قسم کا رند اور تباہ حال و رسوا شخص ہوں، میری گرہ میں علم و عمل کی کوئی پونجی نہیں ہے۔ انزل سے ان کا حلقہ بگوش غلام ہوں اور ان کے غیر سے امید قطع کر لی ہے۔ الہی! ان کی شراب مستانہ سے مجھے مست کر دے۔ میرے دل میں ان کے عشق کا جام انڈیل دے اور میرے ہاتھ میں ان کی محبت کی صراحی دے دے۔

ان کے شراب خانے کی گھونٹ سے مجھے مست کر دے۔ مجھ سے عقل و خرد و ہوش چھین لے۔ میرے پاؤں ان کے سلسلے کے حلقہ میں جھکڑ دے۔ سینانے کے راستے میں مجھے ذلیل و رسوا کر دے۔ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جس کی تربیت آپ کی روح نے کی۔ وہ دل جو تیرا مجروح نہیں ہے، مرہم آلودہ رہنے کا سزاوار ہے۔

اے مایہ ناز میں تیری چشم لطف کی طمع رکھتا ہوں۔ ایک لحظ میری جانب نگاہ نہ اور میرا حال بہتر کر دے۔ تو مجھے سوز و گداز سے نجات دے سکتا ہے۔ مجھ پر رحم کر اور قید سے چھڑا کر آزاد کر دے۔ آج مجھے میرے مقصود تک پہنچا دے۔ اپنی شراب لطف مجھے عطا کر اور میرا خمار مٹا دے۔

اے شہنشاہ جہاں میں تجھ سے مدد کا طالب ہوں۔ میں آوارہ اور گمراہ ہوں۔ مجھے
راہ دکھا۔ میں اس درگاہ کا غلام ہوں کس سے اپنا غم بیان کروں۔ میں شہنشاہ کا
غلام ہوں کس سے مدد مانگوں۔ تیرے سوا کوئی اور میرا سہارا نہیں ہے۔ میرا ہاتھ
پکڑ کر ظلمت کے کنویں سے نکال لے۔

اے جہن! خورشید تیرے گلستان جمال کا ایک پتہ ہے۔ ناہید تیرے عیش
وصال کی بزم کی مطرب ہے۔ امید تیرے جلال کے کعبہ درگاہ کی زائر ہے۔ مجھ
جیسے ہزاروں تیرے لازوال کمال کے حلقہ بگوش ہیں۔ میں کب تک در بدر پھرتا
رہوں۔ کب تک ہر کوچے میں آوارہ اور سرگشتہ رہوں۔

یہ وقت ہے کہ میں تیرا آشفٹ اور دیوانہ ہو جاؤں۔ تلچھٹ پی کر میخانے میں ڈیرہ
ڈال دوں۔ چغد کی مانند ویرانے کے گوشے میں رہنے لگوں۔ سحر کی جانب نکل
جاؤں اور ہر ایک سے بیگانہ ہو جاؤں۔ ہائے افسوس میرے زخمی ہاتھوں سے کچھ
بن نہیں پاتا۔ اے کاش اس حقیر حالت میں، میں عدم سے وجود میں نہ آتا۔

۷

مخط فقیہ عبدالقد کا تب، تاریخ ۱۹ رمضان المبارک ۱۱۲۳ھ

خطیبی

•

میر نظام الدین احمد المشتر بہ غازی خاں بد خشی قدس سرہ

آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالموں اور دانشمندیوں میں تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم کے حامل تھے۔ سیر و سیاحت کے دوران آپ مختلف ملکوں اور شہروں میں بہت سے اللہ والوں عالموں اور زاہدوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نقشبندی اکابر میں سے، حضرت خواجہ خوند محمود، خواجہ عبدالحق، خواجہ عبدالشہید، خواجہ کاشفی قدس اللہ اسرارہم اور ان کے اکابر خلفا سے آپ نے ملاقات کی۔ سلسلہ کبرویہ کے مشائخ میں سے آپ شیخ حسن خوارزمی، مخدومی جامی، شیخ عبداللطیف جامی اور شیخ خلیل اللہ عظیمی ارحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلسلہ جہریہ کے حضرت مولانا ولی کوہ زرین سے ملاقات کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی۔ سلسلہ چشتیہ کے شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ نظام نرنولی اور شیخ الہدیہ خیر آبادی وغیرہ قدس اللہ اسرارہم حضرات کے ہاں بھی آپ نے حاضری دی۔

وہ علم جو ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے اور جن سے آپ نے استفادہ کیا، ان میں میر خلیل میدانی، مولانا محمد امین زاہد اور مولانا محمد صلح قابل ذکر ہیں۔ مولانا احمد ہندی، مولانا سعید ترستانی اور مولانا منصفی جیسے جمید علم سے آپ کو نسبت شگرتی حاصل ہوئی۔ اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ مولانا حسین ترستانی، حافظ ہاشمی اور مولانا کیلک سے اگرچہ آپ نے استفادہ نہیں کیا، تاہم آپ نے ان سے ملاقات کا شرف ضرور حاصل کیا۔ بہر حال جس زمانے میں آپ تفصیل علم اور اہل اللہ کی طلب کے سلسلے میں سفر پر رہتے تھے، دور اللہ میں بہت سے مشائخ اور علم موجود تھے جن سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس کی تفصیل بہت طوالت ہوگی۔

آپ کو اپنے استاذ اور مشائخ سے اس قدر اخلاص و اعتقاد تھا کہ ان کی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی آواز میں آتا ہے۔ آپ کے دائرہ ارشاد کے مراد اور رباب صدق و صدا کے قیام حضرت شیخ حسین خوارزمی المعروف بہ شیخ محمد زاہد قدس سرہ سے ہیوت لی۔ ان کی وقت کے بعد فلک ہدایت کے قیام اور ان کی ہدایت کے آفتاب حاصل عرفان حضرت شیخ خلیل اللہ سے آپ کو اخلاص پیدا ہوا۔ پھر ان سے شروع ہوا اور انی اعتقاد و اخلاص کے ساتھ زندگی بسر کی۔

آپ کا جمال ذات جس طرح دینی بزرگی اور تقویٰ کمال کے زور سے آراستہ تھا اسی طرح علمی نہیں اور آبا و اجداد کی عظمت کے شرف سے پرستہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب خیر بن علی بن محمد بن خواجہ حسن

بصری رضی اللہ عنہ تک جو سلاسل طریقت کے مرجع ہیں پہنچتا ہے اور حضرت امام زاہد رحمۃ اللہ جو علمائے دین میں اپنی علمی شان اور رتبے کی بنا پر مشہور ہیں آپ کی والدہ کے اجداد میں سے تھے۔ آپ کے جدی بزرگوں میں بعض حضرات سلاطین تیموریہ کے مصاحب اور ہم نشین تھے، ان میں سے بعض امرائے سلطنت کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔

آپ کی ولادت باسعادت علاقہ جرم میں، جو بدخشاں کے منڈاقت میں ہے، ہوئی۔ یہ علاقہ اپنے قدرتی حسن، پاکیزگی، خوش گوار آب و ہوا اور باغات کی پاکیزگی کے سبب مشہور ہے۔ آپ نے تعلیم کی ابتدا اپنے وطن ہی میں کی۔ یہیں ابتدائی سرف و نحو اور منطق کے اسباق مکمل کیے۔ جب رشد و تمیز کی عمر کو پہنچے تو طالقان میں جو صوبہ بدخشاں کا سب سے بڑا شہر ہے منتقل ہو گئے۔ وہاں کے علم مثل مولانا مرند درہمی جو مولانا محمود سرخ کے شاگرد ارشد تھے اور جناب سید جمیل بلخی سے بعض علوم کا اقتساب کیا۔ اس کے بعد سمرقند چلے آئے جہاں آپ نے مولانا وحید الدین احمد جندی، مولانا فرید الدین سعید ترستانی اور مولانا مستطیعی رومی رحمۃ اللہ علیہم سے مروجہ معتولات و منقولات کی تکمیل کی اور اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو کر علاقے کے سرآمد لوگوں میں شمار ہونے لگے اور اطراف و جوانب میں آپ کی شہرت پھیل گئی۔ تکمیل علوم میں آپ نے زیادہ تر استفادہ مولانا سعید ترستانی قدس سرہ سے کیا تھا۔

اسی اثنا میں وطن سے کچھ ایسی خبریں آئیں کہ آپ کو وطن واپس آن پڑا۔ اس شہر کے چھوٹے بڑوں نے آپ کی تشریف آوری کو اپنی خوش بختی خیال کیا اور نہایت ادب اور تواضع سے پیش آئے۔ مملکت کے سلاطین اور نامور امیروں نے آپ کی تعظیم کی لیکن آپ کی ماں ہمتی اور کمال استعداد نے ان امور کو التفات کے قابل نہ سمجھا اور علم و آگہی کی طلب مزید نے پھر دوران النہر جانے کا شوق پیدا کیا۔ چونکہ ان دنوں بدخشاں اور دوران النہر کے درمیان آمد و رفت کے راستے بند ہوئے تھے، مجبوراً آپ نے کاشغر کے راستے وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ کاشغر کے پایہ تخت میں وہاں کے علموں اور معزز لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بعض مسائل پر مباحثے ہوئے جن میں اکثر آپ ہی غالب رہے۔ وہاں کے علم اور معززین نے آپ سے وہیں رہنے کے لیے اسرار کیا لیکن طلب علم کی شدید تشنگی کی وجہ سے آپ وہاں قیام کرنے پر راضی نہ ہوئے اور ان لوگوں سے رخصت ہو کر دوران النہر روانہ ہو گئے جس روز آپ سمرقند پہنچے اسی دن سے آپ کے درس کی مجلسوں کا انعقاد ہوا۔ سمرقند میں آپ کمال استفادہ کے ساتھ رہے، باوجود اس کے کہ سلاطین و امرا آپ کی صحبت کے طالب تھے لیکن آپ نے قطعی طور پر ارباب دولت سے میل جول پیدا نہ کیا۔ چنانچہ بعض موقعوں پر یہ بھی ہوا کہ آپ کے پاس یومیہ گزارے کے لیے پیسے نہ ہوتے لیکن آپ نے فقر و فاقے پر صبر کیا۔

حاجی غیاث الدین محمد، جو اپنے زمانے کے ممتاز صاحب علم و دانش تھے، آپ کے شاگردوں میں تھے۔ انہوں نے آپ کے حالات و مناقب میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔ اس رسالے میں ہے کہ آپ نے

فرمایا کہ ایک رمضان ہم نے یہ طے کیا کہ کسی کے ہاں نہیں جائیں گے۔ چنانچہ نیک رمضان کو روزہ ختم ہونے پر ہم نے افطار کیا، اس کے بعد حجرے میں چراغ جلا کر دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ اس دوران میرے ایک دوست کے حجرے سے جو میرے حجرے سے ملحق تھا کسی چیز کی آواز میرے کان میں آئی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ چراغ روشن کرنے کے بہانے سے میں اس کے حجرے میں جاؤں اور اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے اپنا چراغ لگی کر دیا اور دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ تو نے تو طے کیا تھا کہ بغیر بلائے کسی کے ہاں نہیں جائے گا۔ میں دروازے سے واپس لوٹ آیا اور چترق سے اپنے چراغ کو جلا دیا۔ پھر دوسری جانب سے وہی آواز آئی، مجھے بھوک کی شدت کے احساس نے بے تاب کر دیا۔ میں نے اپنے جی کو سمجھایا کہ یہ سب نفس کے دوسوں میں اور صبر کا دامن پڑ کر اپنے حجرے میں جم کر بیٹھ گیا، ابھی ایک کھڑی بھی نہ گزری تھی کہ سہی آدمی نے ندا دی، جو شخص مجھ پر یہ دروازہ کھولے گا، اللہ تعالیٰ اس پر بہت سے دروازے کھولے گا۔ میں نے دروازہ کھول دیا تو دیکھا کہ قلب العارفین مولانا عبد الرحمن جانی قدس سرہ کے خدمتوں میں سے ایک عزیز جنھیں مولانا جانی نے اپنے فرزند خواجہ منیر الدین یوسف لی قرابت سپاہی تھی کھڑے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایک برتن جو آتش سے بھرا ہوا تھا، اندایت تلفت سے میرے آگے رکھا۔ میں نے بقدر ضرورت تناول کیا۔ اس کے بعد ان عزیز نے فرمایا، اگر تم نے اپنے لیے جو چھوٹے سیبے اس پر بے رہو گے تو ہر شب اسی طرح کھانا کھیں پھینچ رہے گا، اپنے کھنے کے مطابق روز بروز ہر شب ٹیڈے کھاتے رہتے اور سہی لو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔

اسی رسالے میں مذکور ہے کہ جب آپ بلغات سے تامل کمال مدین ہو خیرے درس میں آئے، اپنے عمدے نامور علموں میں سے تھے، تشریف لے گئے، حضرت مولانا آپ نے اسی درس میں متعدد دروسوں میں پائین کی سے واقف ہوئے اور انتہائی توجہ سے بلغات میں آپ کی عمدت کی تکمیل آپ نے اسی درس میں مجاہد منقاد میں۔ آپ نے حضرت مولانا کی خدمت میں فقہ کی کتاب ہدیہ اور حاشیہ متن شریعہ میں بلوغت کی ایک اچھی خاصی جہت درس میں حاضر رہتی تھی، جب آپ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا نے آپ پر پڑتی تو باوجود اس کے کہ مولانا کا ایک پاؤں بیمار ہو گیا تھا اور ٹھٹھے تو کثرت تکلیف کے ساتھ ایک پاؤں دراز کر کے بیٹھتے لیکن آپ کو دلجو برتھیں کھڑے ہو جاتے، اہل شہر اور شرفواروں میں بات کے کثرت حسد پیدا ہوا اور انھوں نے مولانا سے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ مخدوموں میں سے ہی میں نے آپ کو تالیف نہیں کرتے لیکن جب فلاں شخص اور سے نکلتا ہے تو آپ اس کی تالیف کرتے ہیں مولانا نے جواب دیا کہ میری نظر جب ان پر پڑتی ہے تو میں بے اختیار کھڑا ہوں، ہاں لیکن جب وہ سے نکلتے ہیں تو میری پیپتا ہے۔ دوسرا پاؤں بھی پھیلا دواں۔

اسی رسالے میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب بلغات سے تامل تشریف لے گئے تو لچھو موت درس و تدریس میں

مشغول رہے۔ اسی مصروفیت کے عین زمانہ عروج میں، اچانک آپ کے دل میں اہل حال حضرات کی صحبت اختیار کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ تدریس کو خیر باد کہہ کر آپ عارف حقیقت، صاحب ہدایت قبلہ اہل ارشاد حضرت مخدومی خوارزمی قدس سرہ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کر کے صوفیہ کے حلقے میں داخل ہو گئے اور سرگردہ جماعت ہوئے۔ ہر چند آپ کے ساتھیوں اور اساتذہ نے آپ سے سابقہ طریق اختیار کرنے کے لیے اصرار کیا، لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جب حضرت مخدومی بخارا تشریف لائے تو یہاں بعض عزیزوں کے ذریعے آپ کے حالات سے واقف ہوئے تو آپ دوبارہ درس و تدریس میں مصروف ہوئے۔ بخارا اور بلخ میں آپ کی بے حد شہرت ہوئی۔ عبدالعزیز خاں جو حاکم وقت تھا، آپ سے ملاقات کا طالب ہوا اور اشارۃً دربار کے علما پر اپنا عندیہ ظاہر کیا۔ چنانچہ تقریب ملاقات کی ایک صورت پیدا کی گئی۔ اس مجلس عالی میں آپ کی گرمی طبع، باریک بینی اور باطنی کیفیت و استحضار کی حقیقت اہل مجلس پر منکشف ہوئی اور سب آپ کے معتقد ہو گئے اور خان کو بھی حد درجہ اخلاص پیدا ہو گیا۔

کچھ عرصے بخارا میں مصروف افادہ رہے پھر سمرقند واپس آئے۔ وہاں مولانا علاء الدین لاری کی خدمت میں رہ کر، جو شیراز کے مشاہیر علما میں شمار ہوتے تھے، اپنے وطن بدخشاں تشریف لے آئے۔ اس وقت بدخشاں پر میرزا سلیمان شاہ اور اس کا فرزند ابراہیم شاہ حکومت کر رہے تھے۔ میرزا ابراہیم میں غایت درجے کی فہم تھی اور اس کے مزاج میں لطافت بھی تھی۔ اسے ارباب علم اور اہل فضل کی مجلسوں میں بیٹھنے کا شوق تھا۔ وہ آپ کی صلاحیتوں سے واقف ہوا تو اس نے خواہش کی کہ آپ اس کے پاس رہیں لیکن بعض مناسبتوں کے سبب آپ نے میرزا سلیمان سے تعلق رکھا۔ کچھ عرصے اس کے پاس رہ کر مولانا علاء الدین کی رفاقت میں، بلاد مغرب کے علما سے ملنے کے لیے نکلے۔ جب دونوں کابل پہنچے تو آپ کے کابل آنے کی خبر حضرت جنت آستانی (شہنشاہ نصیر الدین ہمایوں) کو ملی۔ اس نے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لیے، اپنے بعض معتقد سرداروں کو، آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جب آپ کی ملاقات جنت آستانی سے ہوئی تو اس نے ہر نوع کے سوال آپ سے کیے۔ آپ نے جو جواب دیے ان سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ اسی ملاقات میں اس نے ایک گھوڑا اور خلعت خاص مع ایک ہزار سکہ تیموری انعام دیے اور دن بدن اعزاز و اکرام میں اضافہ کرتا رہا۔ پھر حسب الحکم جنت آستانی آپ میرزا سلیمان شاہ کے پاس واپس آ گئے اور اعلم خان کے خطاب سے نوازے گئے۔ اس کے بعد بعض موقعوں پر میرزا سلیمان شاہ سے حرمین شریفین کی اجازت حاصل کر کے عازم ہند ہوئے۔ جب کابل پہنچے تو میرزا محمد حکیم آپ کی ہندوستان روانگی کے لیے راضی نہ ہوا۔ اس نے تین سال تک آپ بے حد عزت و اکرام کے ساتھ کابل میں رکھا اور آپ کے ادب و احترام میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ آپ سے شاگردوں کی، نند پیش آتا تھا۔ چونکہ والی ہندوستان، پادشاہ علی جاہ جلال الدین اکبر بادشاہ کے حکم احکامات ہندوستان آنے کے لیے مل چکے تھے اور حرمین شریفین کی زیارت کی تمنا بھی دل میں تھی، اس نے

بہت اصرار کے ساتھ میرزا محمد حکیم سے اجازت حاصل کر کے ۹۸۱ھ میں آپ وارد ہندوستان ہوئے۔ دربار شاہی میں باریابی ہوئی۔ بادشاہ نے بے حد الطاف و عنایات کا اظہار کیا اور خان کالقب عطا کیا۔ اس کے علاوہ "مہر پروانہ" جو سب سرداروں کی مہروں میں مخصوص ہوتی ہے، آپ کو بخش گئی۔

کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے آپ کو رانا پر، جس کا بڑا دبدبہ اور فوج تھی اور جس کے اسلاف نے کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کی تھی، حمد کرنے پر مامور کیا۔ عالی شان سرداروں کی ایک جماعت لشکر کے ساتھ بھیجی گئی۔ آپ کافرستان میں جہاد کی نیت سے نکلے اور بڑی بہداری سے لڑے یہاں تک کہ زخمی ہوئے۔ اس شاندار کارنامے پر آپ کو غازی خاں کا خطاب عطا ہوا۔ جب آپ جنگ سے فارغ ہوئے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کے مراتب میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ بادشاہ نے فرمان جاری کیا کہ مملکت کے تمام عالم، سید، قاضی اور وہ لوگ جو شرعی منصب پر فائز ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ ان کے معاملات و مسائل کی تحقیق کریں اور ان کی اہمیت کے مطابق احکامات جاری کریں جن پر عمل درآمد کیا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصے اس نئی ذمہ داری کی تکمیل میں مصروف رہے۔ اس زمانے میں بادشاہ کی طرف سے اجازت تھی کہ دربار میں جو طریقہ آپ کو پسند ہو اس پر عمل فرما سکتے ہیں۔ اگر دربار میں کھڑے ہونے سے تھک جائیں تو تشریف لے سکتے ہیں۔ چاہیں تو سہارے کے لیے تکیہ لگائیں نیز آپ کی مہر میں "غازی خاں میر فرغت" کے الفاظ مدون کرنے کا اختیار صادر ہوا۔ باوجود اس دولت و عظمت اور جاہ و شوکت کے آپ کو دنیا سے کوئی کچھ نہ تھا اور یہ حقیقت۔

مگر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی پاش

آپ پر صدق آتی تھی۔

آپ نے اپنے شب و روز کے اوقات تقسیم کر لیے تھے۔ ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر تھا۔ تہجد کے بعد رات کے پہلے حصے میں گریہ و زاری کرتے تھے۔ چنانچہ بعض عزیزوں سے سنتے تھے کہ آپ نے گریہ و زاری کا درد سہی لو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ صاحب فضل، حاجی اعین، حاجی فیاض مدین نے بیان کیا ہے کہ اودھ میں آپ مرض میں مبتلا ہوئے۔ میں اس مرض کے دوران رات دن آپ کی خدمت میں جاتا رہا۔ حالت مرض میں آپ نے قطعی طور پر دنیاوی معاملات پر کوئی توجہ نہ دی۔ مسلسل قرآن کی تلاوت و دعاؤں میں مشغول رہتے تھے اور عزیزوں سے جو آپ کے ساتھ تھے، لہو لہا تھا۔ اگر مجھے اس شغل سے نافلہ ملتا تو یہ دیکھ دیا کرو۔ شدت مرض میں یہ شعر درد زبان رہا:

ہر کہ در راہ محمد رو نیافست عاقبت بر دی از اس در را نیافست

(ترجمہ) جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر عمل نہیں کیا وہ انجام میں در راہ کی نالک سے بھی

نہا بادشاہ کے دربار میں کمر بستہ بھی رہا، در صوفی بھی رہا۔

محروم رہا۔

اس کیفیت میں کچھ عزیزوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کس چیز میں مشغول ہیں، فرمایا، "مقام اثبات میں ہوں۔ اس کے بعد اللہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے اور اسی کیفیت ذکر میں آپ کی روح پر فتوح قلب خاکی سے پرواز کر گئی۔ یہ ۱۹۹۲ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف تھی۔

آپ کی میت کو اس مقام پر جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں حضرت شیث اور حضرت صالح علیہما السلام مدفون ہیں، سپرد خاک کیا گیا۔ بعد ازیں آپ کے فرزند رشید خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ سبحانہ جن کے حالات مختصر طور پر بیان کیے جائیں گے، آپ کی میت کو وہاں سے دہلی لے آئے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بارگاہ کے نزدیک، ہمارے خواجہ قدس سرہ کے جوار میں دفن کیا اور مقبرہ تعمیر کرایا۔ اس عہد کے بعض فاضلوں نے "رفتہ رواج زمن" سے آپ کے سال وفات کی تاریخ کھی اور جب آپ کی نعش دہلی لائی گئی تو اس حقیر کاتب حروف نے بعض عزیزوں کی فرمائش پر اس تاریخ کو نظر کیا، جو آپ کے مقبرے کے دروازے پر تحریر ہے۔ وہ قطعہ یوں ہے۔

رفتہ بملک بقا غازی خاں بحر علم

قدوة ارباب فضل زبده اہل زمان

آل کہ بدانش دری بود فلاطون وقت

آل کہ ہنگام درس نور فشاندی چمہر

آل کہ بوقت سخا حاتم طائی دمعن

در صد دید او باصرہ کوتہ نظر

نیست بجز مدح او دلوزہ در ضمیر

در پی تاریخ او پیر خرد شد بقصر

"رفتہ رواج زمن" آئندہ تاریخ آن

غازی خاں جو علم کا سمندر تھے ملک بقا کو رخصت ہوئے، آپ ارباب فضل کے پیشوا اور اہل زمانہ میں برگزیدہ تھے۔

آپ دانشوری میں اپنے وقت کے فلاطون تھے۔ ارسطو جیسے سینکڑوں آپ کے گھوڑے کی زین اٹھانے والے تھے۔

آپ درس میں چاند کی طرح نور افشانی کرتے تھے۔ آپ کی رائے کی روشنی سینکڑوں قبیلوں پر بھاری تھی۔

آپ سخاوت میں حاتم طائی اور معن بن زائدہ تھے آپ کے بے شمار کرم رکاب اور بے شمار کرم عنان میں تھے۔

آپ کی دید کے لیے بینائی کمر نظر ہے آپ کی صفات بیان کرنے میں گویا قاصر ہے۔

باطن میں آپ کی مدح کے شوق کے سوا کچھ نہیں ہے۔ زبان پر آپ کی مدح کے سوا کوئی زمرہ نہیں ہے۔

آپ کی تاریخ کہنے کے لیے جب پیر خرد نے فکر کیا تو "رفتہ رواج زمن" تاریخ برآمد ہوئی

آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔

۱۔ تفسیر سورۃ الضحیٰ و الم نشرح

۲۔ حاشیہ شرح عقاید نسفی

۳۔ حاشیہ شرح مولانا جلال الدین دوانی

۴۔ مرآۃ العنایت ہمایونیہ (در مراتب عقول و نفوس و حواس)

۵۔ شرح رسالہ توحید مولانا جلال الدین

۶۔ رسالہ بحث ایمان

۷۔ رسالہ بحث کلام

۸۔ رسالہ عدم مطالعہ در تصورات

۹۔ شرح رسالہ احمد جندی (بر تمام مشترک)

۱۰۔ رسالہ بحث الفاظ

۱۱۔ رسالہ اجوبہ ابیٹ میر سید محمد امین کاشانی

ان کے علاوہ بھی بہت سے رسائل ہیں۔ وہ تمام خاص باتیں اور دقیق نکتے ہوں۔ رسالوں میں آپ کی قلم بروج سے تحریر ہوئے ہیں، متاخرین کی تصنیفات میں سے ایک کتاب میں بیان ہے کہ آپ کا ایک مکتوب بھی ہے جو آپ نے اپنے فرزند ارشد خواجہ حسام الدین احمد لودھی نے دعویٰ نخلیہ سہمت رکھے، تحریر کیا ہے۔ اس مکتوب میں آپ نے خوب خوب داد سختوری دی ہے۔ اس کا ایک ایک حرف ربیب فرما، فراست کے لیے توکل، قناعت اور اہل ولایت کے اوصاف پیدا کرنے کے لیے رہبر کامل ہے۔ وہ مکتوب یہیں بطور تبرک نقل کیا جاتا ہے۔

مکتوب

راحت دل فرزند فرزند خواجہ حسام الدین احمد لودھی کے قلم سے توفیق سے
ساتھ بہت زندگی نسیب ہو۔ اس کے بعد تمہیں معلوم ہو۔ یہ بہت نوازش ہے۔
ملوٹی لوطی لوطی تمہارے نشانہ اور ذوق افغانی کے لیے اور بہانہ پندیرہ نواں سے
حسول اور ان کی اصالت کے ثبوت سے بھیج جاتا ہے۔ میرے نور کا ہو تم سے توفیق

ہے کہ عوام کا لانا عام کی طرح محض ظاہری باتوں پر قناعت نہ کرو گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے عالم کو اپنی صفت خلاقیت سے علم کے لیے پیدا فرمایا، اسی بنا پر اس کا نام عالم رکھا، اس حقیقت کے پیش نظر، تم پر لازم ہے کہ اس طوطی کی حالت پر اچھی طرح غور و فکر کرو اور اسے اپنے لیے معنوی زبان میں تعلیم الہی پر مامور استاد جانو، نیز یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ یہ طوطی اپنے سے افضل کی بات کو سننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے باعث اتنی ترقی کر گیا ہے کہ اس میں قوت گویائی پیدا ہو گئی، جو انسان کی خاص فطری صفت ہے۔ اس خصوصیت کے ہاتھ آ جانے کے بعد اس طوطی میں یہ قابلیت پیدا ہو گئی اور اسے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ ملک علام کے نام سے پکارنے کے قابل ہو گئی اور یہ کلمات جو اپنی خلقت کے اعتبار سے اس کی طبیعت کا لازمہ نہیں تھے، فضا میں اپنی جبلت کے مطابق اپنی مرضی سے آزادانہ پرواز کی خواہش سے دست بردار ہونے کے بعد حاصل ہوئے۔

دست بردار ہونے کے باوجود جو اس کی جبلت کا تقاضا ہے، وہ پرواز ترک نہ کرتی، لیکن اس وجہ سے کہ انسان بہر صورت اس سے اشرف ہے وہ از خود اس کے آسرف اور ملکیت میں آگئی۔ پس اسے فرزند معوم ہوا کہ خواہش نفس اور طبیعت کے تقاضوں کو فنا کرنا طوطی کے معنوی کمالات کا موجب ہوا۔

ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ہوا میں پرواز نہ کرنے کی صورت میں بھی اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا کیونکہ اولاد آدم میں سے ایک شخص کے ذریعے، جو خلیفہ زادۃ عالم ہے، اس کو لطیف غذائیں بے زحمت فکر میسر آتی ہیں اور سردی گرمی کی تکلیف سے حفاظت بھی اسے حاصل ہے۔ (بعینہ تم بھی) اشرف کلام سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے اطاعت گزار بن کر رہو، انشاء اللہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی اور وہ چیز جو انسان کی خلقت کے مطابق اس کی طبیعت کا لازمہ نہیں ہے، وہ بھی حاصل ہوگی اور وہ حق تعالیٰ کی ہستی کا علم اور اس کی معرفت ہے۔ اس کے علاوہ اعمال کی قسم میں سے وہ عمل جو حق تعالیٰ کی رضا کا سبب ہو سکتے ہیں، ان کی توفیق بھی تمہیں حاصل ہوگی۔ جب تم اس مرتبے پر پہنچ جاؤ گے تو حق سبحانہ و تعالیٰ تمہاری سعی و کوشش کے بغیر تمہیں ظاہری اور باطنی رزق عطا فرمائیں گے اور تمام آفات سے تم کو محفوظ رکھیں گے۔

اسے فرزند تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگرچہ طوطی کی نوع میں فطری طور پر

بولنے کی صلاحیت نہیں ہے، اگر وہ کسی دوسری طوطی سے تھوڑا تھوڑا سیکھے تو کمال حاصل کر لے کیونکہ دوسری طوطی نے اپنے سے اشرف مخلوق انسان سے بولنا سیکھا ہے جس کی طبیعت میں گویائی کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے۔ اس مقام پر تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ تمہیں کیا معلوم ہوا۔ (تمہیں معلوم ہوا کہ) ایسے امور جو عالم بشریت میں وقوع پذیر نہیں ہوتے اور جنہیں تم نے لائق توجہ خیال نہیں کیا جیسے عالم آخرت کے احوال جو موت کے بعد پیش آئیں گے یا وہ باتیں جو اُس جہان میں کام آنے والی ہیں، انہیں اس دنیا میں سیکھنا اور حاصل کرنا چاہیے، خواہ استاد یا پیغمبر سے معلوم کی جائیں لیکن منتہی خالق کی تعلیم ہی سے ہوتا ہے، کیونکہ مخلوق بالطبع اُس عالم کے احوال اور ضروریات کو نہیں جانتی۔ پس دینی مسایل میں خدا ہی کو اپنا حقیقی معلم بناؤ اور ان مسایل پر غور و فکر کے وقت خدا سے تعالیٰ سے التجا کرو۔ حقیقت حال جو کچھ بھی ہے، وہ اپنے کرم سے تم پر منکشف کر دے۔

اسے فرزند دل پسند تمہیں معلوم ہو کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو پالنے والے سے اس تدریک عالم میں اس لیے بھیجا ہے کہ عالم عناصر کے شہستان میں، یہ عشق سے نفع کرے۔ یہ عارضی زندگی فانی ہے۔ اس لیے ابدی زندگی کے اسباب کی تحصیل اس پر موقوف ہے کہ انسان کمال تعلق اور عشق کے ساتھ محبوب حقیقی کو اپنی روح کا نذرانہ پیش کرے۔

ہرگز نمیرد آند دلش زندہ شد بعشق

ثبوت است بر جہریدۃ عالم دوام

جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ مرتا نہیں ہے، اسے مخالف صفو عالم پر ہمارے بقا کی مہر ثبت ہے۔

اسے فرزند، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ دنیا آخرت کی لھیتی ہے۔ روح کو دار دنیا میں آنے کی وجہ سے نفع حاصل ہوتا ہے، اس کی صورت یہ ہے۔ اس کے کمال اور جمال میں اضافہ ہوتا رہے۔ علاوہ ازیں چونکہ خال کو بے انتہا احتیاج ہے، اس لیے اس کی استعداد میں ہر روز بلند ہر ساعت ترقی تازیر ہے۔ اگر اسے مطلوب ترقی حاصل نہیں ہوتی تو اسے نقصان ہو گا جیسے۔ تخب صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من استوی یوماہ فھو مغبون یعنی جس شخص کے وہ دن یسار گزرے وہ لھٹے میں رہا۔ بنا بریں اللہ فمدہ درکار ہے جو دوسرے دن کے

فائدے سے زیادہ ہو، کیونکہ پہلے دن کا فائدہ پچھلے دن کے سرمایے میں شامل ہو جاتا ہے۔ پس اگر سرمایے کی نسبت سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور مقدار سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا تو ذاتی نقصان لازم آتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر پچھلے دن کا فائدہ پہلے دن کے فائدے سے زیادہ نہ ہو تو فائدے میں اضافے کی استعداد باقی نہیں رہی، چنانچہ ایسا شخص (جو مطلوبہ فائدے سے محروم رہے) نقصان زدہ کہلاتا ہے۔

اسے بیٹے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قوت اور استعداد کے زمانے میں ضعف اور مہرگی کے زمانے کا ذخیرہ جمع کر لیا جائے (جوانی میں عمل سے غفلت اختیار نہ کی جائے)۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، اسے مقررہ وقت ہی میں انجام دیا جائے۔ جب وقت گزر جاتا ہے تو اس کا حصول نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اس زمانے میں جب کہ رگیں اور پٹھے ابھی مضبوط نہیں ہوئے، خوش خطی میں کمال حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جب وقت گزر گیا تو خوش خطی کے فن میں کمال کی تحصیل ناممکن ہے۔ اسی طرح مجازی اشعار کے اسلوب میں ترقی ابتدائے جوانی کے سوا کسی اور زمانے میں نہیں ہو سکتی کیونکہ جوانی میں طبیعت میں حرارت اور نرمی ہوتی ہے۔ بعینہ ظاہر و باطن کے علم کی تحصیل حرارت غریزی میں ضعف واقع ہو جانے کے بعد فرسودہ ہو جاتی ہے اور خواہش کے مطابق مقصود حاصل نہیں ہوتا، چنانچہ ہر وقت جو کام اس کے مناسب ہے کیا جائے اور جوانی کے اوقات کو نعمت خیال کیا جائے، کیونکہ بڑھاپے کا زمانہ تو بے چہرگی کا زمانہ ہے جیسے کہ خود ہمرا اپنا حال ہے۔

پس جوانی میں دنیوی اور اخروی زندگی کے سبب کی فکر کرنی چاہیے کہ بڑھاپے میں عام لوگوں کا جسم اور جسمانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں (اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ) عمل کے بارے میں باتیں تو کر سکتے ہیں لیکن عملاً کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ جن کی روح نے جسم اور جسمانیات سے قوی تعلق قائم کیا ہو اور ریاضتوں وغیرہ کی وجہ سے یہ تعلق کمزور نہ ہوا ہو، ان کی عقل میں بھی بعض اوقات پورا پورا فتور اور خلل واقع ہو جاتا ہے، کیونکہ جوانی میں ان کی عقل شاید جسمانی قوتوں کے ذریعے اعلیٰ مراتب میں سے بعض تک پہنچ جاتی لیکن (جوانی میں بھی وہ خود کو کسی درجے میں اس حد تک نہ پہنچا سکی کہ جو اس اور جسمانی قوتوں کی مدد کے بغیر کلام کے بعض مراتب ہی اسے حاصل ہو جاتے۔ بڑھاپے میں جب کہ جسم اور جسمانی قوتیں کہ

مستوی روح ہیں ، کمزور ہو جاتی ہیں تو حسب خواہش مرتبہ کلام تک رسائی اور بھی مشکل ہو جاتی ہے ۔ (اس سے زیادہ ستر ظریفی یہ ہے کہ) قوت کے ذریعے اپنی استعداد بڑھانے کے لیے بعض عمر رسیدہ حضرات ، افراطی حد تک ، جسمانی اور مادی ذرائع کا سہارا لیتے ہیں ، نمودار بات ، زنگ خوردہ لوہے میں ہرگز یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ اس کا زنگ اس قدر صاف ہو جائے کہ اس میں عکس حقیقت نظر آجائے ۔ پس اسے بیٹے اچھی طرح سمجھ لو کہ اخروی مقصد کی تفصیل کا وقت آج کا دن ہے یونہی آنے والا دن روز جزا ہے نہ کہ روز عمل :

امروز کار سن ۔ نسق روزگار ہست

فردا ۔ روزگار درازست کار نیست

اسے مخاطب ا جو کچھ بڑا ہے آج بڑے کہ بھی بہت فرست ہے ۔ آنے والا روز اگرچہ طویل ہو گا لیکن اس میں عمل کی سنجاش نہ ہوں ۔

سے بیٹے پوند زمانہ آخرت کی لوانی نہ نہیں ہے ۔ اس سے سبب آخرت کی فکر بھی ہے نتیجہ برنی چاہیے ۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے ۔ عمل کی فکر دیوار کی بنیاد کے ، تند ہے ۔ اگر دیوار کی بنیاد پر منہ بانی کے ساتھ نہیں رکھی جائے گی تو اس دیوار کو ستھکام حاصل نہ ہو گا ۔ پس جوئی اور مائیت کے لئے اس کو دیا اور آخرت کے موعودت میں پوری پوری فکر نہ کی تو جو عمل بھی یہ جاے گا بے بنیاد ہو گا ، نتیجتاً اس صورت میں سوچ سمجھ کر مونی ہو رہی ہے کہ موعودت سے سہانے ۔ یہ حقیقت خود مجھ پر نظر نہیں ہے اس سے پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں ۔ ابتدا میں جب میں نے تفصیل معلوم کی ، وہی میں قدم رکھتا تھا تو میں نے فکر نہیں کیا ، دین اور دنیا کے شامل حال نہ کیا تھا ۔ طلب علمت میرے مقصد نہیں تھا حقیقت ، روحانی ذوق نہ تھا ، یونہی میں لذت حاصل نہ کیا تھا ۔ یہ آہواں تھی ۔ یہ کاپا علمی مباحث میں فریق مخالف پر غالب آنے کے لیے مجھ کو ایسے دماغ کی تیار تھی ، نظریاتی جو معلوم عقیداتی طلب میں اس درجہ ذوق تھی ۔ یہ معلوم کے لئے تھی ۔ مقصد ، نسلی نہیں آتے تھے ۔ یونہی عقلی معلوم میں یہ خدمت میں تھا ۔ یہ دماغی دھچکی جیتی تھی اور یہ وقت مہلت ، وہاں کے مسائل میں تھی ۔ اس لیے اسے علمائے شان رفتاری تھی ۔ یہ خدمت میرے لئے دنیاوی تھی ، یوں آتے تھے کہ انہی کے نفس و دماغ کے ساتھ شامل ہو ۔ علمی مباحث کی ناقص سے پوری مہلت مانتا یہاں تک

اور میں اس گروہ سے محبت کرنے، ان کے اطوار اختیار کرنے اور بحث و مباحثے میں دلچسپی لینے کے سبب، باوجود اولیا اور اصفیا کی خدمت میں حاضر ہونے کے، مقاصد علوم کی تحصیل کے باب میں افراط و تفریط کے گرداب سے نہ نکل سکا۔ انجام کار میری یہ حالت ہو گئی کہ میں اہل اللہ کے باطنی احوال سے نفع حاصل کرنے اور استقامت کے ساتھ ان کے اعمال صالحہ کی پیروی کرنے سے محروم ہو گیا بلکہ ہر روز منزل سے دور تر ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ اس مقام تک آ گیا جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ بیشتر اوقات امیری کے لوازمات میں صرف ہوتے ہیں اور پھر اس مصروفیت کا حاصل موجودہ حالت پر پشیمانی اور انجام کی حسرت کے سوا اور کچھ نہیں۔ احوال کی جہد خرابیوں میں سے، جس کے باعث نفس امارہ کی نحوست اور اس کے اعمال و افعال اس عذاب پر آمادہ ہوئے، ایک خرابی یہ ہے کہ گناہوں اور بری باتوں سے چھپکارا حاصل کرنے کے خیال سے، جس لذت کا احساس ہوتا ہے اس سے بھی محروم ہوں کیونکہ وہ اسباب جنہیں فراہم کر کے، اگر یہ چاہوں کہ ان مشغل کو ترک کر کے ایک گوشے میں بیٹھ جاؤں تاکہ مقصد دلی حاصل ہو تو وہ میسر نہیں ہوتے۔

ہم نے کہا تھا کہ فکر دیوار کی بنیاد کی طرح ہے۔ پس فکر کی وسعت کو پہلے ہر درجے میں اس درجے کے مناسب قوی نتیجہ حاصل ہونا چاہیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایسے کام کی جانب قدم نہ بڑھایا جائے جو خراب اور نقصان رساں اغراض سے آلودہ ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کا غضب تمہیں غیر کی غلامی کے زنداں میں مقید نہ کر لے۔ بہرحال ان تمام باتوں سے مقصود یہ ہے کہ علم وغیرہ کی طلب میں تمہاری نظر حق پر رہے اور تم ایسی بات نہ سوچو جو میں نے سوچی۔ نعوذ باللہ اس کنویں میں نہ گرد جس میں گرا اور وہ کنواں طلب جاہ ہے۔

اے بیٹے، وہ بات یاد کرو اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو کہ ابھی تمہاری عمر پانچ سال کی نہ تھی کہ حق تعالیٰ نے تمہاری زبان سے یہ وہ بات کھلوائی۔ میرے اس دریافت کرنے پر کہ دنیا کی چیزوں میں سے کون سی چیز تمہیں بہتر اور خوشتر معلوم ہوتی ہے۔ تم نے کہا تھا اللہ کا نام اور اس نام کا ذکر۔ چونکہ تم انشاء اللہ تعالیٰ، بھر استعداد معرفت الہی کی حقیقت سے بہرہ مند ہو چکے ہو گے، امید ہے آئیے کریم الیس اللہ بکاف عبده کا آفتاب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے تمہارے

۵۶ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔ سورۃ زمر آیت ۲۶۔

دل کو روشن کرے گا۔ پھر تفکر کے بعد تم جان لو گے کہ حق تعالیٰ کے غیر سے نہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ گو کہ زمانہ کم عمری کا ہے تاہم امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ فطری طور پر بہ نسبت اور لوگوں کے تمہیں اپنے باپ سے منفعت پہنچانے اور نقصان سے بچانے کی زیادہ توقع ہے لیکن جب خدا نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میرا اور تمہارا یہی حال ہے بلکہ تم نقصان میں ہو، کیونکہ اگر تم کسی فقیر کے بیٹے ہوتے تو تمہارا نفس زیادہ امور کی خواہش جو تم اس وقت کر رہے ہو اور حاصل بھی نہیں کر رہے، ہرگز نہ کرتا۔ نتیجتاً تم غم اور افسوس سے محفوظ ہوتے اور ظاہر بھی یہی ہو رہا ہے کہ باپ کی رفقت کی خواہش کے سبب اور اس رفقت کے ساتھ جو فائدے اور نقصان لازم ہیں میں مفلس ہوتا تو تمہیں زیادہ غم نہ ہوتا، حالانکہ کسی شخص سے اپنی ذات کے لیے فائدے کی امید رکھنا فی نفسہ خود کو پورا پورا نقصان پہنچانا ہے اس لیے خود کو نقصان پہنچانا معقول بات نہیں ہے۔ میں مدت دراز سے اسی بات کو بہت زیادہ مبالغے کے ساتھ سمجھا رہا ہوں، اس وقت اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اے بیٹے، حق تعالیٰ نے دو فرشتے بطور محافظ کے یوں مقرر کیے؟ اور شفقت پوری خدا کی عنایت اور رحمت کی منجلیوں سے؟ (ان سوالوں کو) ان دو پرندوں پر منطبق کرو، جو اپنے سے اشراف یعنی انسان کی تعلیم و تامل پر پروی و گرفتاری کے باعث، بولنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی بنا پر اپنے جیسے پرندوں سے ممتاز ہوئے۔ اس لیے تم پر لازم ہے کہ اپنے معنوی محافظوں کی بہت زیادہ محافظت کرو۔ اس طرح درحقیقت تم اپنی حفاظت کرنے کا فرض انجام دو گے۔ کیونکہ جس وقت یہ محافظ نہ ہوں گے تو وہ محافظت بھی باقی نہ رہے گی جو حفاظت کے نقصان سے تم کو بچا سکتی تھی۔ اسی نوح پر تمہیں سمجھنا چاہیے کہ شہادت و طہارت تمہارے باطنی اور ظاہری تدبیریں ہیں، اگر شہادت کی یہ ظاہر اتر ہی میں عام ظاہر میں اس کا مصدر ہو، حفاظت کرتے رہے تو شہادت و طہارت ہر طرح دن رات تمہارے ظاہر اور باطن کی محافظ ہوں گی اور تم لوگوں کو حق تعالیٰ کی حفاظت کے سپرد کریں اور ان کو نعوذ باللہ تم ان کی محافظت میں جنہوں نے درحقیقت تم لوگوں کو حق تعالیٰ کی حفاظت میں دیا ہے، لو تہی کرو گے تو سمجھ لو کہ شہادت و طہارت کی حفاظت نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

بہر حال چونکہ آپ کے مکتوبات بلاغت اسلوب کے حقائق واضح ہو گئے ہیں، چند باتیں جو آپ کی تصنیف مراصد العنايت ہمایونیہ سے اخذ کی گئی ہیں، گیارہ کلمات میں تحریر کی جاتی ہیں جو اہل دانش اور ارباب بینش کے لیے یادگار رہیں گی۔

کلمہ ۱۔ حکما کہتے ہیں کہ واجب تعالیٰ ایک اکیلا ہے۔ اس میں اصلاً تکلمہ نہیں ہے۔ نہ ذات کے اعتبار سے نہ صفت کے اعتبار سے لیکن بہ اعتبار ذات اس کا عدم تکلمہ اس بنا پر ہے کہ اس نے تکلمہ یعنی احتیاج کو اپنے اوپر لازم نہیں کیا اور جو اپنے اوپر کوئی چیز لازم کرے اس کی ذات میں احتیاج کا امکان ہے۔ بہ اعتبار صفت اس کا عدم تکلمہ اس طرح پر ہے کہ اگر اس کی کوئی صفت ہو تو لازم آتا ہے کہ وہ صفت یا فعل ہوگی یا منفعل ہوگی۔ کیونکہ واجب تعالیٰ تمام اشیا کا فاعل ہے پس فاعل ہونا اس کی صفت ہوگی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شے فاعل بھی ہو اور منفعل بھی اسیا ہونا محالات سے ہے۔

کلمہ ۲۔ حکم کے محققین اس پر متفق ہیں کہ موجودات ممکنہ کا اول عقل اول ہے اور حدیث اول ما خلق الله العقل اللہ نے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ اس جانب اشارہ کرتی ہے۔ بعض حضرات اس سے "نور محمدی" اور "قلم اعلیٰ" مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امور ثلاثہ عقل، نور اور علم کے درمیان جو فرق ہے وہ اعتباری ہے۔ لیکن صوفیہ کہتے ہیں چونکہ ذات باری تعالیٰ نے بمقتضائے کنت کنزاً مخفياً فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق اپنے عین کو خارج میں ظاہر کیا، پس اس کے سوا کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔ اس مرتبے میں وہ عین کے ساتھ ملحوظ ہوا۔ فلسفی اس کو عقل قرار دیتا ہے اور اول، خلق اللہ عقل اولیٰ جانب اشارہ ہے اور جو کچھ فہم میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے "حقیقت محمدی" اور "نور محمدی" مراد ہے۔

کلمہ ۳۔ واجب تعالیٰ تمام اشیا کے ذہان کی ابتدا سے انتہا تک بلا واسطہ فاعل ہیں۔ موجودات میں سے بعض کو عقل اول سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے موجودات میں سے بعضوں میں واسطہ اور ذریعہ ہونے کی صلاحیت ہے۔ اس بنا پر بعض کا بعض کے لیے واسطہ ہونا دلیل اس بات کی نہیں ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذعلیت میں کسی طرح کا نقص ہے۔ تعالیٰ عن ذلك علواً کبیراً بلکہ اس جہت سے ہے کہ بعض چیزوں کو بلا واسطہ فیض حاصل نہیں ہوتا اور بعض کو بلا واسطہ حاصل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر چمگادڑ کو نور آفتاب کے فیض کی احتیاج ہے۔ اس کی یہ احتیاج بواسطہ نور قمر پوری ہوتی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آفتاب افندہ نور میں ناقص ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ چمگادڑ میں براہ راست نور آفتاب کے زبردست فہم کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

۱۰۰ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، پس میں نے پایا کہ میں بچوں ہوں تو میں نے خلق کو پیدا کیا۔

۱۰۱ اللہ تعالیٰ اس سے برتر اور بڑا ہے۔

گرنہ بیند بروز شپہ چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اگر چمگاڈر کی آنکھ دن میں نہیں دیکھ سکتی تو اس میں آفتاب کی روشنی کا کیا گناہ ہے۔

کلمہ ۳ : حواس سے غایب بعض جوہروں میں سے، جنہیں فرشتے جن اور شیطان کہا جاتا ہے، بعض نخل کے نزدیک ارضی نفوس ہیں۔ ان ہی میں سے بعض کو ملائکہ ارضی کہتے ہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ اتانی ملک الجبال و ملک الامطار و ملک السحاب۔ بعض لوگ دوسروں کو جن اور شیطان کا نام دیتے ہیں۔ یہ سب ربانی لشکر ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ روحوں کو جسم سے جدا ہونے کے بعد جن کا نام دیا جاتا ہے، اگر اس جسم میں جن سے یہ متعلق تھے، انہوں نے نیکیوں حاصل کی ہیں اور ان کا تعلق نیک لوگوں سے ہو گیا ہے تو نیک کاموں میں ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور اگر جسم سے تعلق کی حالت میں انہوں نے نیکیوں حاصل نہیں کیں تو جسم سے جدا ہونے کے بعد یہ شیطان اور شرار سے متعلق ہو جاتے ہیں اور براہوں میں ان کے معدن بن جاتے ہیں۔

کلمہ ۴ : متکلمین کہتے ہیں جن اور شیطان لطیف جسم ہیں جو مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں، حیوانات کے بالین میں سرایت کر جاتے ہیں اور ایسی جہموں میں داخل ہو جاتے ہیں جن میں دماغ ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا، جیسے دماغ میں خوشبو کے نخل ہونے کی کیفیت ہوتی ہے۔ مرچہ مایید نورانی مخلوق ہیں اور جن و شیطان ناری ہیں لیکن متکلمین کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ جن و شیطان ایک نوع ہیں یا دو علامتہ علامتہ نوع ہیں۔ فہرست نے جن و شیطان کے وہ لوگوں میں قبول نہیں کیا ہے جن میں متکلمین ان کے قریب ہیں، ان کا تعلق ہے جن و شیطان لطیف جسم ہیں تو یہی ہے۔ وہ نعت اور شوار کا موجد دینے پر قادر نہ ہوں۔ بدی خدائی سبب سے ممکن ہوں۔ یہ وہی تعلق ان کے عقیدے کے مخالف ہیں۔ علامتہ بقول ان کے کہ جن و شیطان فیہ اللطیف ہیں تو علامتہ ان کے یہ سبب وہی ہیں۔ وقت نظر میں لیکن ایسی ہی توقع نہیں ہے۔ اس سے فہرست کا قول مایید شراف حیات کے ساتھ اللطیف ہیں اور یہ حقیقت نعت اور شوار کا ہوں پر ان کی قدرت اور شرف کے منافی نہیں ہے۔

کلمہ ۵ : انسانی نفوس دوسری زندگی میں اس روحانی سعادت یا شقاوت کے مطابق ہوں۔ درجات اور پست مقامات کے اعتبار سے مقدر ہوں لی لذت و نفرت کے احساس کے ساتھ ایک نوع ہیں۔ بہت مختلف ہوں کے یونہی لذت و نعمت مراد ہے اس ادراک سے جو مدارک کے عقیدے میں ان کے کو فہم ہو اور نفرت و نمر مراد ہے اس ادراک سے جو مخالف ہو۔ اس اعتبار سے مایید اور علامتہ وہی کی تعدد نہ شوار

یہ سب باتیں پہلوئوں کا رشتہ اور بارہوں کے رشتہ ہیں

سے باہر ہے۔ لازمی طور پر نیک بخت اور بد بخت بھی بے حد شمار ہونے چاہئیں لیکن اجلا چار قسمیں ہیں۔
 سعید، اسعد السعدا، شقی اور اشقی الاشقیاء (یعنی نیک بخت، نیک بختوں میں سے سب سے زیادہ نیک بخت،
 بد بخت اور سب سے زیادہ بد بخت)

کلمہ سعید مراد ہے اس سادہ روح کے حامل انسان سے جو دینی اور دنیوی کاموں کے اہتمام
 میں کمی کے ذریعے جاہلانہ رویوں اور غلط کیفیتوں سے علماً اور عملاً مبرا ہو۔ فطرت ذاتی کی تمام تر سلامتی کے ساتھ
 اور جسمانی قوتوں کے غلبے کے نہ ہونے یا مہلت و فرصت ہونے کے سبب اہل اسلام کے پاگلوں اور بچوں جیسا
 ہو۔ ارباب شرع اور حکما کے نزدیک اس طرح کے لوگوں کو بے عقل سمجھتے ہیں۔ لیکن لوگوں کی یہ قسم باطل
 اعتقادات اور غلط کیفیات سے مبرا ہوتی ہے اور ان لوگوں کو دوسری زندگی میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اس
 مضمون کی تائید سید امام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے حقیقت سے آگاہ کرنے والے کلام سے ہوتی ہے کہ اکثر
 اہل الجنۃ بد (یعنی اکثر اہل جنت بے عقل ہوں گے)

کلمہ ۸ اسعد السعدا نیک بختوں میں زیادہ نیک بخت سے مراد وہ روحیں ہیں جو علم و
 عمل میں درجہ کمال تک پہنچی ہوں اور ہر طرح کے نقصان اور حرمان سے محفوظ ہوں۔ یہ روحیں لازمی طور پر اپنی
 خواہش کے مطابق نعمت راحت سے فیض یاب ہوتی ہیں۔ اس گروہ کا ہر شخص جسمانی مشاغل اور مادی
 کمزوریاں سے جو جسم کی قربت اور مصاحبت سے حاصل ہوتے ہیں چھٹکارا پا کر اخلاق عالیہ کا حامل ہو جاتا ہے۔
 گویا اس کی جبلت میں چوپایوں اور درندوں کی کمزور صفات بلکہ وہ ملکات جو باعث نقصان ہو سکتے ہیں۔ باقی
 نہیں رہتے اور وہ اپنے اندر اخلاق الہی کو پیدا کر کے اپنے مبدی بلکہ مبدی مبدی سے جو اس کا اصل مقام اور
 مقصد ذاتی ہے واصل اور متصل ہو جاتا ہے۔ اس جماعت عالیہ کو اخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے قرب و عالم
 انوار میں استغراق اور اسرار کے عجائبات سے آگاہی کے واسطے سے مسرت و شادمانی کے اعلیٰ درجات حاصل
 ہوتے ہیں اور ابد الابد تک سرور مرفوعہ کے مراتب عالیہ اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر سے
 سرفراز ہو کر حضرت ذوالجلال کے مشاہدہ وصال کا آب شیرین جو حیات جاودانی کا موجب ہے ساقی باقی کے
 ہاتھ سے پی کر کبھی لمن الملک کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی ان کی زبان حال اس کلام سے مترنم ہوتی ہے:

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق شبت است بر جریدہ عالم دو

(ترجمہ) جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ مرتا نہیں ہے۔ اسے مخاطب صفحہ عالم پر ہمارے بتا کی مہر شبت

۱۔ اونچے اونچے تخت۔ سورۃ غاشیہ آیت ۱۳

۲۔ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ سورۃ قمر آیت ۵۵

۳۔ آج کے روز کس کی حکومت ہوگی۔ سورۃ مومن آیت ۱۶

ذکر فضل اللہ یوتیہ من بشاء واللہ ذو الفضل العظیم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے دے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے) ۔

کلمہ ۹ شقی سے مراد وہ شخص ہے جس کی روح کو علم واجب سے متعلق امور کے حقائق کا علم، جس حد تک ممکن ہے، حاصل ہو، لیکن وہ خود پاک اور آراستہ نہ ہو اور اس میں نفسانی خواہشوں اور فانی لذتوں کا میلان حد اعتدال سے زیادہ موجود ہو اور وہ نعوذ باللہ ان برائیوں کا تدارک کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائے۔ چنانچہ دوسری زندگی میں اس قسم کے لوگوں کو سزا ملے گی کیونکہ وہ نفس کو بھلی لگنے والی باتوں میں گم رہے اور انہوں نے ان خرابیوں سے بچنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ وہی بات ہے جو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی کہ کل قیامت کے دن صحرائے پشیمانی میں بے علم لوگوں کی بہ نسبت غیر متقی عالموں پر زیادہ قوی اور شدید عذاب ہو گا کیونکہ اخروی عذاب کی قسموں میں سب سے شدید قسم حسرت و ندامت کا احساس ہے۔ اس احساس کی شدت یا ضعف اس مقدار علم کی نسبت سے محسوس ہو گا جو لطائف کی پاکیزگی، معاصب کی برائی نیز ان امور کے حکم اور ان کی اہمیت کے بارے میں کسی نے حاصل کی ہوگی۔ بلاشبہ وہ لوگ جو علم میں درجہ کمال تک پہنچے ہیں، ان کے علوم ان عموم سے قوی تر ہوں گے جو ناروا ادراک سے اذنیے سے ہیں، اس لیے ان پر عذاب بھی زیادہ سخت ہو گا لیکن یہ لوگ بہ اتفاق عقل و نقل بالآخر ان آلام سے چھوٹ جائیں گے کیونکہ یہ لوگ افعال کے نتائج اور سزا پا چکے۔ یہ لوگ اسی قدر عذاب میں رہیں گے جس قدر متعلقہ امور میں ان کا حصہ تھا اس سے زیادہ عذاب ان پر نہ ہو گا۔

کلمہ ۱۰ شقی سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسرے عقیدوں کو ماننے اور لذب لی تصدیق کرنے میں راسخ اور پکے ہو جاتے ہیں، ان میں قبولیت حق کی صلاحیت باقی نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ ان سے پند میں رکھے، پھر اسی حالت (کفر) میں دار الآفرہ کو انتقال کر جاتے ہیں۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ مردہ حیرانی کے دریا میں ڈوبا ہوا اور حسرت کی آگ میں پڑا ہوا، ابد الابد تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔ یہ اس لیے ہے کہ جب تک دنیا میں رہا، ہمیشہ جہالت رہا، اس نے لذب لی تصدیق لی، فسد عقیدوں میں موافقت لی، فطری نیکیوں کی طرف راہیل نہ ہوا اور خود ساختہ الطوار اختیار کیے۔ چنانچہ عالم آخرت میں، فہیدہ اور پشیمانی ہوا، اس نے اللہ و پشیمانی میں اس پر یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ دنیا میں اتنے بہت سے کمالات حاصل ہو سکتے تھے، اس نے اس مہلت سے فہیدہ نہ اٹھایا بلکہ کمالات کے برعکس کاموں میں مشغول رہا اور اس مہلت سے فہیدہ نہ اٹھایا اور اب ان ہی بد اعمالیوں کے باعث عذاب میں گرفتار ہے۔

کلمہ ۱۱ نسبت عشقیہ میں جو تفاوت ہے وہ مظہری قوت اور ضعف کے اعتبار سے ہے، مثال کے طور پر بلبل کی استعداد اسی قدر ہے کہ پھول میں منظمیت کا اثر دیکھ کر اس سے محبت کرے اور انوار حقیقی

کے پرتو کا مشاہدہ صرف پھول کے آئینے میں کرے۔ پروانے کی استعداد منظر شمع میں مطلوب حقیقی کی محبوبیت کے ظہور کے بقدر ہوتی ہے اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح کاہر با کے جذب کی استعداد میں، مجذوبیت اور محبوبیت کے ظہور کے موافق گھاس کا پتہ ہی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محب اور محبوب کی استعداد کو ایک دوسرے سے کلی مناسبت اور موافقت درکار ہے۔ مثلاً عالم ملکوت کے فرشتوں کے محبوب اسماء و صفات کلیہ ہوتے ہیں اور ارضی فرشتوں کے محبوب اسمائے کونیہ ہی ہوتے ہیں۔ عالم محبت میں فرشتوں میں سے ہر ایک کو خاص مقام حاصل ہے۔ دوسرا اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا اور ملائکہ مطلق طور پر محبت ذات کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔ صرف انسان کو اس مرتبہ اعلیٰ تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اس نسبت میں بھی بہت سے تفاوت اور بے شمار امتیازات ہیں۔

۷

۱۔ اسمائے الٰہی کلی سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔

۲۔ اسمائے کونی سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جن کا قیام خلق کے ساتھ ہے۔

(سر دلبراں مصنفہ شاہ محمد ذوقی۔ کراچی ۱۳۷۱ء ص ۳۵۷)

۳۔ فارسی متن کی عبارت یہ ہے - "و ملائکہ مطلقاً رتبہ محبت ذاتی نتواند رسید وصول"۔ اس مرتبہ عالیہ جز ایشان را میر نہ گردد۔ ایشان

غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ یہاں - انسان - ہونا چاہیے۔ چنانچہ ترجمے میں - ایشان - کے بجائے - انسان - رکھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

محبت ذات کے رتبے تک فرشتے تو پہنچ نہیں سکتے، انسان البتہ پہنچ سکتا ہے، بلکہ پہنچا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مترجم)

حواشی و تعلیقات

(" کلمات الصادقین " کے فارسی متن سے متعلق یہ حواشی ڈاکٹر محمد سلیم اختر صاحب نے انگریزی میں تحریر فرمائے ہیں۔ یہاں ان کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

۱۔ احیاء العلوم، جلد چہارم ص ۲۵۶ نیز کشف المحجوب ص ۱۰۰

۲۔ سورہ یونس، آیت ۶۲

۳۔ تذکرہ الاولیاء عطار، فارسی ص ۹

۴۔ " کلمات الصادقین " کے دستیاب خطی نسخوں کے ناقص ہونے سے باعث تاریخ کا استخراج ممکن نہیں ہے۔

۵۔ مثنوی قران السعدین، مطبوعہ نول کشور، ۱۸۸۱ء، صص ۲۲ تا ۲۵

۶۔ سیر العارفین کے مطابق جب آپ کے والد کا انتقال ہوا تو آپ ڈیڑھ سال کے تھے۔

۷۔ شیخ جمال الدین تبریزی۔ آپ شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید تھے۔ شیخ ابو سعید اس درجے کے بزرگ الدین بزرگ تھے کہ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد شیخ جمال الدین نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے تعلق پیدا کر لیا اور بڑے ذوق و شوق سے ان کی خدمت کی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کے اخلاص و ایثار کے پیش نظر بڑی فراخ دلی سے آپ کو روحانی نعمتیں عطا کیں۔ شیخ سہروردی نے زمانہ ہیبت ہی میں آپ نیشاپور اور ملتان کی راہ سے ہندوستان چلے آئے۔ ملتان سے آپ دہلی آئے اور یہیں شیخ شہاب الدین بختیار کالی سے آپ کے گھر سے مراسم محبت قائم ہوئے۔ دہلی میں آپ کا مدرسہ قائم بہت ہی افسوسناک واقعے پر ختم ہوا۔ نجم الدین صغریٰ نے جو دہلی کے شیخ الاسلام تھے، آپ کو جنسی بے ایمانی کے ایک مجموعے واقعے میں موٹ کرنے کی کوشش کی لیکن شیخ الاسلام کی یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی اور آپ

۱۔ سیر العارفین، ص ۱۰۱

۲۔ نوائے غنوا، ص ۱۱۳، غیر الجاس، ص ۱۵۱

۳۔ نوائے غنوا، صص ۱۹۳، ۱۹۵، غیر الجاس، ص ۱۵۱

۴۔ نوائے غنوا، ص ۱۹۳

۵۔ ایضاً ص ۱۲۱

۶۔ نوائے غنوا، ص ۱۹۵

اس سمت بے جا سے محفوظ رہے۔ اس ناخوشگوار واقعے کے دوران آپ دہلی سے بدایوں آ گئے۔ یہاں قاضی کمال الدین جعفری سے آپ کے دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے۔^۸ بدایوں میں آپ نے علی مولا اور علاء الدین اصولی کو جو بعد میں شیخ نظام الدین اولیا کے استاد ہوئے، روحانی نعمتوں سے نوازا، ورنہ قاضی حمید الدین ناگوری کی طرح آپ بھی کسی کو مرید کرنا پسند نہ کرتے تھے۔^۹ اپنی عمر کے آخری دنوں میں آپ بنگال تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی۔^{۱۰}

۸۔ مطبوعہ فارسی متن ص ۶ سطر ۱۹۔ حضرت عثمان ہرونی کے اسم گرامی پر حاشیے کا نشان موجود ہے لیکن سہواً حاشیہ درج نہ ہو سکا، تاہم حاشیہ ۹ پر "دلیل العارفین" مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۹۰ء کا حوالہ درج کیا گیا ہے۔ (مترجم)

۹۔ دلیل العارفین ۱ مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۹۰ء صص ۶۷-۶۸

۱۰۔ سیر الاولیا ص ۳۸۔

۱۱۔ امام ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم بن الخطاب السمرقندی چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی عیسوی کے مشہور روایت پسند حنفی عالم اور مفتی تھے۔ آپ کی ولادت ۲۰۹ ہجری / ۹۰۲ء میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد گرامی اور دیگر مشایخ سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ آپ نے ان اساتذہ کے نام بھی "تہذیب الغافلین" میں بیان کیے ہیں جن سے آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور دوسرے بزرگوں کے اقوال کی سند حاصل کی۔ آپ ایک مصنف کی حیثیت سے بہت کامیاب شخص تھے جن کی تصانیف مراکش سے انڈونیشیا تک اہل علم کے زیر مطالعہ رہیں۔ آپ کا انتقال غالباً ۵۳۷ھ / ۸۳-۹۸۳ء اور ۵۳۹ھ / ۳-۱۰۰۲ء کے درمیان ہوا۔ تاہم آپ کی سب سے پہلی معروف سوانح عمری میں آپ کا سال وفات ۵۳۷ھ / ۸۳-۹۸۳ء درج کیا گیا ہے اور تذکرہ نگاروں نے عام طور سے بکثرت اسی سال کے حوالے دیے ہیں۔ آپ کی دو تصانیف جن کے نام "بتان العارفین" اور "تہذیب الغافلین" ہیں، خدا بخش پبلک لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہیں۔^{۱۱}

۱۲۔ شیخ ابو حامد اوحد الدین کرمانی شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید تھے۔ جن کا سلسلہ طریقت شیخ قطب الدین

۷۔ نواید النواد صص ۱۵۸-۱۵۹۔ اخبار الاخیار ص ۳۳۔ نواید النواد ص ۱۳۷

۸۔ نواید النواد ص ۲۳۹-۲۵۰۔ خیر المجالس صص ۲۱۱-۲۱۲

۹۔ نواید النواد ص ۱۳۷۔ اخبار الاخیار صص ۳۳-۳۴

۱۰۔ نواید النواد ص ۱۷۹

۱۱۔ ایضاً ص ۳۸

۱۲۔ اخبار الاخیار ص ۳۵

۱۳۔ فرست مخطوطات عربی و فارسی، اورینٹل پبلک لائبریری بانکمی پور، جلد سیزدہم صص ۲-۳۔ نیز دائرہ المعارف اسلامیہ، عنوان ابواللیث السمرقندی۔

ابہری کے واسطے سے شیخ ابوالنجیب سروردی تک پہنچتا تھا^{۱۳} شیخ اوحہ الدین کرمانی کے دوستانہ مراسم اپنے معاصرین میں شیخ شہاب الدین سروردی^{۱۵} اور شیخ محی الدین ابن عربی جیسے بزرگوں سے قائم رہے۔ موخر الذکر نے اپنی بعض تصانیف میں آپ کا ذکر بھی کیا ہے^{۱۶}۔ بعض مستند تذکرہ نگاروں نے مولانا جلال الدین رومی کے مشہور مرشد شمس تبریزی سے آپ کے مباحثے کی تفصیلات دی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ اوحہ الدین مظہر خارجی کے مشاہدے کے ذریعے حقیقت پر غور و فکر کے عادی تھے اور حسن مطلق کو مقید صورتوں میں دیکھتے تھے۔ شمس تبریزی نے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں پانی سے بریڑ پیالے میں چاند کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اس پر شمس تبریزی نے فرمایا کہ ایسا مشاہدہ تو اس صورت میں ہوتا ہے جب آپ گردن کے پیچھے پھوڑا نکل آنے کی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں۔ آپ اس میں چند روز مشاہدہ یہاں نہیں کرتے^{۱۷}۔ آپ شاعرانہ کیفیت کے لحاظ میں تصوف و سواک کے مضامین انکر کرتے تھے، ان کے القابات بہت ہی سوانحی تصانیف میں مرقوم ہیں^{۱۸}۔ صدیوں تک تمثیلی مثنوی - مسبح دروان - کا جو غیر معمولی حد تک دستوں طرہ یہ خدادادی سے مطابقت رکھتی ہے، مصنف ہونا آپ سے منسوب رہا ہے۔ بیان ہدیہ تحقیق کے فہمی سے شروع ہوا۔ یہ مثنوی آپ کی نہیں بلکہ شمس الدین محمد برہسیری نے لکھی ہے۔ شیخ نے اپنے شاگردوں میں سے حضرت محمد تقی نے اس تسلیم شدہ خیال کو سوزانی لکھا ہے۔ یہ مثنوی سوزانی آپ کے شاگردوں نے لکھی ہے۔ یہ دور سیا جاتا ہے کہ آپ کا انتقال ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۱۲۳۸ء میں ہوا^{۱۹}۔

۱۳۔ جس غیب یا غیر مانی لوگوں کے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ وہ پراسر و مخلوق ہیں، وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ ان سے بغیر نظر سے باتیں کرتے ہیں اور انہیں اپنی ہمت قیوم پر بھی اپنے ساتھ جاتے ہیں۔ ہر فرد کو یہ علم ہے کہ شیخ شہاب الدین سروردی سے ایک معاصر گویا ان کے ساتھ پڑھتے ہیں جس سے یہ ان کی مخلوق بلا تکلف آمد و رفت رکھتی تھی۔ جب فرض نماز یا وقت نماز تھا تو ان کے

۱۳۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۱۴۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۱۵۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۱۶۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۱۷۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۱۸۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۱۹۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۰۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۱۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۲۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۳۔ غوث اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس مثنوی کو پڑھے وہ اپنے چاندی میں سے باطن لوگوں کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

کے مکان میں موجود سب لوگ باقاعدہ صف قائم کر لیتے اور مردان غیب میں سے کوئی امامت کے فریض انجام دیتا۔ مقتدی حضرات اس مرد غیب کی قرآت اور تلبیرات سنتے اور اس کی اقتدا میں نماز ادا کرتے، لیکن وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اُن مردان غیب میں سے ایک نے اس نوجوان کے توسط سے شیخ شہاب الدین سروردی کی خدمت میں ایک تحفہ بھی پیش کیا تھا۔

اسی طرح ایک دوسری حکایت کے مطابق جو خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے بیان فرمائی^{۲۵}، ایک بزرگ جن کا نام خواجہ علی تھا۔ ان سے بھی یہ پاک روحیں ملاقات کے لیے آتی تھیں اور خواجہ علی اسلام طریقے کے مطابق ان کا استقبال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خاصی تعداد میں مردان غیب ان کے ہاں آئے اور اسلام علیکم کہہ کر انہیں مخاطب کیا۔ خواجہ علی اس دن طیش میں آگئے اور کہا کہ آپ لوگ اس طرح کب تک ملاقات کریں گے آخر میرے سامنے کیوں نہیں آتے۔ مردان غیب نے خواجہ علی کی اس بات کو پسند نہیں کیا اور واپس چلے گئے پھر ان سے ملاقات کرنے نہیں آئے۔

مغل شہنشاہ ہمایوں اور اکبر بھی اس مخلوق کے وجود کے قائل تھے۔ اکبر کے بارے میں تو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک جنگ میں مردان غیب نے دعا کر کے اس کی مدد کی تھی^{۲۶}۔ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۰ء میں ایک جنگ میں جو نواب سرہند خاں اور راجہ ابھے سنگھ رائٹھور کے درمیان ہوئی تھی، سادات بلگرام کے بست سے آدمی ہلاک ہوئے۔ سید محمد کا بیان ہے کہ سید غلام مصطفیٰ کی نعرش باوجود تلاش کے میدان جنگ میں نہ مل سکی۔ غالباً ان کی نعرش مردان غیب لے گئے تھے^{۲۷}۔

۱۳۔ اسلامی تصوف کے روحانی سلسلوں میں خواجہ حسن بصری کو حضرت علی تک کا ہم واسطہ ہونے کے باعث امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ آپ اسلامی تصوف کے سرخیل اور نسل بعد نسل اولیاء صوفیہ کے مقتدا ہیں۔ اگرچہ بعض مصنفین جنہوں نے صوفیہ کو ہدف ملامت بنایا ہے جیسے کہ ابن جوزی ہیں، حضرت علی سے آپ کی ملاقات کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے^{۲۸}، اس کے باوجود آپ کو متفقہ طور پر حضرت علی کے روحانی جمال، برکات اور ورثے کا جو بعد کے لوگوں تک پہنچا، واسطہ تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ

۲۵۔ خواجہ نظام الدین اولیا نواید الفوائد جمع کردہ امیر حسن بصری علا، مترجم محمد سرور لاہور، ۱۹۷۳ء، صص ۶۰-۶۱۔

۲۶۔ خواجہ نعمت اللہ، تاریخ خان جانی و مخزن افغانی مرتبہ سید محمد امام الدین، ڈھاکہ، ۱۹۶۰ء، جلد اول صص ۳۱-۳۲۔

۲۷۔ حاجی محمد عارف قدحاری، تاریخ اکبری، مرتبہ سید معین الدین ندوی و سید اظہر علی دہلوی، تقریباً امتیاز علی عرشی رامپور، ۱۹۶۲ء، ص ۱۷۹۔

۲۸۔ سید محمد بلگرامی، تبصیرات الناظرین، مخطوطہ مملوکہ پیر حسام الدین راشدی کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۱۷۹۔

۲۹۔ تلبیس ابلیس مطبوعہ قاہرہ ۱۹۲۸ء، ص ۱۹۱، بحوالہ مصنف جے، اسپنسر پبلسنگھم آسنورڈ، ۱۹۷۱ء۔

The Sufi Order in Islam

ص ۲۶۲ حاشیہ ۱

۳۰۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔ ابو طالب مکی کی تصنیف، قوت القلوب، قاہرہ ۱۳۱۰ھ، جلد اول ص ۱۳۹، بحوالہ دائرہ المعارف

اسلامیہ، حسن بصری

طیبہ میں ہوئی اور حضرت عمر کی ہدایت کے مطابق آپ کا نام حسن رکھا گیا۔ بچپن میں آپ کی تربیت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی جن کے مکان میں آپ کی والدہ خادمہ کی حیثیت سے رہتی تھیں۔^{۲۱} آپ نے بصرے میں تعلیم حاصل کی اور صف اول کے عالم دین، مختلف علوم کے ممتاز فاضل، مستند محدث اور اعلیٰ درجے کی فصیح البیان و اعظ کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔ آپ کے چہرے سے کرب و غم کے آثار اس درجہ نمایاں نظر آتے تھے کہ جو شخص آپ دیکھتا، وہ یہ گمان کرتا کہ کوئی ناقابل قیاس حجم کی منصبت آپ پر آن پڑی ہے۔ آپ کا اپنے نفس کو تنبیہ کرتے رہنا، تقویٰ پر ثابت قدم رہنا اور دنیا طلبی کی بے باک مذمت کرنا ایسے اوصاف تھے جو ضرب المثل بن گئے تھے اور جن کے سبب طبقہ امرا میں آپ کے خلاف غم و غصے کی لہر دوڑتی رہتی تھی۔ جب آپ وعظ بیان فرماتے خواہ رسوائے زمانہ ظالم حجاج بن یوسف اپنی محافظ فوج کے ساتھ جو جنگی زرہ بکتر سے لیس رہتی تھی موجود ہوتا، تب بھی آپ اس بات کے کہنے سے باز نہ رہتے جس کے درست، سنی برانصاف اور حق ہونے کا آپ کو یقین ہوتا۔ اسی طرح آپ یہ محسوس کرتے کہ فلاں شخص اپنی غلطی پر بند ہے اور اپنے عقیدے اور عمل کو درست کرنا نہیں چاہتا تو آپ اسے اپنی مجلس سے باہر نکال دیتے۔ چنانچہ رئیس معتزلہ واصل بن عطا الغزہ کے معاملے میں فی الواقع یہی ہوا۔ آپ کی وفات یکم رجب ۱۱۰ھ / ۱۰ ستمبر ۷۲۸ء کو بصرے میں ہوئی۔^{۲۸}

۱۵۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی تصریح کے مطابق صحیح لفظ "ہارونی" نہیں بلکہ بغیر الف کے "ہرونی" ہے۔ یہ تصریح حضرت خواجہ عثمان کے وطن مالوف کے سلسلے میں کی گئی تھی۔^{۲۹}

۱۶۔ جیسا کہ "شامی" کی نسبت سے ظاہر ہے خواجہ ابو اسحاق شامی ملک شام (سیریا) کے باشندے تھے۔ مولانا جامی کے بیان کے مطابق آپ شیخ ابو مشد غلوی دسنوری کے اصحاب میں سے تھے، جن کی نسبت روحانی شیخ

۲۱۔ تذکرہ الاولیاء عطار صص ۳۰-۳۱

۲۲۔ ایضاً نیز وفیات الاعیان جلد دوم ص ۹۹، بیوگرافی فیلڈ کٹزنی (ترجمہ وفیات الاعیان) جلد اول ص ۳۰

۲۳۔ ملاحظہ فرمائیں، ابونصر السراج کی تصنیف، کتاب اللحن فی التصوف "ترجمہ آرا" ص ۱۸۳، "تذکرہ شامی" ص ۱۸۰

۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۰۳، مترجمہ فکلسن ص ۸۰، تذکرہ اولیاء صص ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶

صص ۹۹-۱۰۰، بیوگرافی فیلڈ کٹزنی (ترجمہ وفیات الاعیان) جلد اول صص ۳۰-۳۱

۳۳۔ رسالہ تفسیریہ ص ۲۱

۳۵۔ ملاحظہ فرمائیں، دائرہ المعارف اسلامیہ، عنوان حسن بصری

۳۶۔ تذکرہ الاولیاء عطار ص ۳۳

۳۷۔ الفرق بین الفرق، مصنفہ ابو منصور عبدالغیر ابن طاہر البغدادی مترجمہ ایٹ یورپین سیل (دائرہ ۱۹۰۰) ص ۲

۳۸۔ وفیات الاعیان ص ۹۲، بیوگرافی فیلڈ کٹزنی (ترجمہ وفیات الاعیان) جلد اول ص ۳۰

۳۹۔ خیر المجاہد، اردو ترجمہ، کراچی مطبوعہ واحد بک، پہ سال اشاعت، اردو تاریخ سیستان، ترجمہ ملک اشرف، شمارہ ۱۳۱۷، ص ۳۶، یہاں

سیستان میں ہرون نامی ایک مقام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ شیخ عثمان اسی قبیلے سے تشریف لائے تھے

ہبیرہ بصری اور شیخ حذیفہ مرعشی کے واسطوں سے شیخ ابراہیم ادہم سے منسلک تھی^{۳۰}۔ آپ کا مقبرہ بھی شام میں عک کے مقام پر ہے^{۳۱} لیکن اس حقیقت کے پیش نظر کہ صوفیہ اپنی روایت کے مطابق دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیر و سفر کرتے رہے ہیں۔ قیاس ہے کہ آپ نے بھی دور و دراز مقامات کے سفر کیے ہوں گے۔ آپ اپنے مستقبل کے مرید اور جانشین خواجہ ابو احمد ابدال چشتی کی پیدائش سے پہلے ۵۲۶۰ / ۱۰۳۳ - ۱۰۸۴ء میں چشت میں قیام پذیر تھے جن کی ولادت اور ایک ولی کی حیثیت سے فضیلت اور صوفیہ کے ایک ممتاز سلسلے کے بانی ہونے سے متعلق پیش گوئی کی گئی تھی^{۳۲}۔ قیاس ہے کہ خواجہ ابو اسحاق شامی طویل عرصے تک چشت اور اس کے قرب و جوار میں قیام پذیر رہے کیونکہ جب خواجہ ابو احمد ابدال کی عمر بیس سال تھی اور وہ شکار کی مہم پر نکلے ہوئے تھے تو چالیس دوسرے اہل اللہ کی موجودگی میں ان کی آپ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے دنیا سے قطع تعلق کر کے آپ کی صحبت اختیار کی^{۳۳}۔ خواجہ ابو احمد ابدال کی سوانحی تفصیلات بھی کمیاب ہیں تاہم ان کے والد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے برسر اقدار گروہ کے ایک رکن تھے، جنہوں نے اس امر کی بے حد کوشش کی کہ ان کا فرزند صوفیہ کا طرز زندگی اختیار نہ کرے لیکن ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہوئی۔ خواجہ ابو احمد کا وصال ۵۳۵۵ / ۶۶ - ۹۶۵ء میں ہوا اور چشت میں مدفون ہوئے۔ ان کے چوبیس سالہ فرزند خواجہ ابو محمد جن کو انہوں نے خاص طور پر منصب رشد و ہدایت کی تربیت دی تھی ان کے جانشین ہوئے۔ خواجہ ابو محمد، محمود غزنوی ۳۸۸ تا ۴۲۱ ہجری / ۹۹۸ تا ۱۰۲۰ عیسوی کے ہمعصر تھے لیکن مولانا جامی کا بیان کہ وہ ستر سال کی عمر میں سوماتھ کی مہم میں شریک ہوئے۔ تاریخ حقایق کی روشنی میں تاریخی طور پر خلاف واقعہ اور غیر متعلق ہے کیونکہ اگر وہ اپنے والد کی وفات کے وقت یعنی ۵۳۵۵ / ۶۶ - ۳۶۵ء میں چوبیس سال کے تھے تو ان کی عمر ۵۳۰۱ / ۱۱ - ۱۰۱۰ء میں ستر سال ہونی چاہیے جب کہ البیرونی، گردیزی اور ابن اثیر کے بیانات کے مطابق سوماتھ کی مہم کا سال ۵۳۱۶ / ۱۰۲۵ء ہے، البتہ ۵۳۰۱ / ۱۰۱۰ء محمود کی حتمی فتح ملتان سے مطابقت رکھتا ہے^{۳۴}۔

خواجہ ابو محمد بن ابو احمد کے بعد ان کے بھانجے خواجہ یوسف صاحب سجادہ ہوئے جن کی خواجہ ابو محمد نے بڑی توجہ سے پرورش اور نگرانی کی تھی۔ خواجہ یوسف نے نسبتاً زیادہ تاخیر سے دنیا سے بے تعلقی اور سب

۳۰۔ نفحات الانس صص ۳۲۲ - ۳۲۳

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ایضاً ص ۳۲۳ نیز - مقصد الاقبال سلطانیہ - مصنف سید اصیل الدین عبداللہ واعظ - مرتبہ مایل ہروی (تہران ۱۳۵۱ ش) صص ۱۱۹ - ۱۲۰

۳۳۔ نفحات الانس ص ۳۲۳، مقصد الاقبال ص ۱۲۰

۳۴۔ نفحات الانس ص ۳۲۳ نیز مقصد الاقبال ص ۱۲۱

۳۵۔ محمد ناظم، THE LIFE AND TIMES OF SULTAN MAHMUD OF GHAZNA (کیمبرج ۱۹۳۱ء) ص ۲۱۳

۳۶۔ ایضاً ص ۹۹

سے کنارہ کش ہو کر سخت زاہدانہ سادگی کی زندگی اختیار کی۔ ان کی زندگی کا یہ دور بارہ سال تک جاری رہا۔ جب خواجہ عبداللہ انصاری چشت کے مزارات کی زیارت کے لیے آئے تو خواجہ یوسف سے بھی ان کی ملاقات ہوئی اور وہ خواجہ یوسف کی روحانیت اور ان کے زہد سے بے حد متاثر ہوئے اور بعد میں انھوں نے اپنی مجلس میں اس ملاقات کا ذکر کیا اور خواجہ یوسف کے تقدس کی بے حد تعریف کی۔ خواجہ یوسف کا چوراسی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ان کے فرزند خواجہ قطب الدین مودود ان کے جانشین ہوئے۔

اپنی جانشینی کے وقت خواجہ مودود کی عمر چھبیس سال کی تھی۔ انھوں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا اور جس وقت صاحب سجادہ بنائے گئے، اس وقت بھی حصول تعلیم میں مصروف تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ان کے ایک ہمعصر بزرگ شیخ احمد جام نے ان کے اندر کداری کیفیت اجاگر کی تھی وہ ایک حد تک مغرور اور احساس برتری میں مبتلا شخص تھے۔ ایک مرتبہ شیخ احمد جام بہرات تشریف لائے شہر کے تمام باشندوں نے جن میں خواجہ عبداللہ انصاری کے جانشین حضرات بھی شامل تھے، ان کا استقبال استقبال کیا۔ خواجہ مودود نے جو شیخ احمد جام سے آٹھ سال بڑے تھے، اس پذیرائی کو اپنی برتری سے نالاف حریفانہ اعلان اور اپنی روحانی مملکت میں مداخلت بے جا سے تعبیر کیا اور شیخ احمد جام کی مقبولیت کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ پہلے اپنے روحانی تصرف سے کام لیا۔ جب اس میں کامیاب نہ ہوئے تو جسمانی طاقت کو استعمال کرنے کا ارادہ کیا لیکن شیخ احمد کے غیر معمولی تحمل نے ان کے منصوبوں کو نہ کامیاب کر دیا اور انھیں شیخ کی روحانی برتری تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ خواجہ مودود تین روز تک شیخ احمد جام کی صحبت میں رہے اور ان سے روحانی فیوض حاصل کیے۔ رخصت ہونے سے قبل شیخ احمد جام نے ان کو مکمل تعلیم حاصل کرنے کی تاکید کی کیونکہ بغیر علم کے ایک مہوئی شیطان کے قبضے میں رہن کر دہشت کی مانند ہوتا ہے۔ ان سے بعد نصیحت کی۔ اپنے آبا و اجداد کے روحانی ورثے سے اپنے اندر ہی قوت پیدا کریں۔ چنانچہ ان نصیحت پر عمل کرتے ہوئے خواجہ مودود نے حصول علم کے لیے بیخ اور ذخرا کا سفر اختیار کیا اور وہاں چار سال مقیم رہے۔ بعد ازاں چشت واپس آئے اور سلسلہ چشتیہ کے احیاء اور اس کو مستحکم کرنے میں مسلسل مصروف رہے۔ ان کی وفات ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ خواجہ احمد مودود ان کے جانشین ہوئے۔

خواجہ مودود چشتی کے دو درمختار زید شاہ سخاں و ابن الدین محمد نقوی ۱۱۳۸ھ تا ۱۱۴۰ھ اور خواجہ شریف زندنی تھے۔ مولانا جانق نے اول الذکر کے حالات بہت انصاف سے بیان کیے ہیں اور مولانا کدراؤ صاحب صرف ہندوستانی تدوین کے ذریعے علم میں آئے ہیں۔ ان دونوں حضرات کے لیے بہت سی نکتہ چینی ضروری ہیں۔

۳۸۔ نغمات الہیہ صفحہ ۳۱۵ تا ۳۲۹، مقتصد الاقبیہ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳

۳۹۔ خواجہ سید الدین محمد نقوی کی مقامات شہداء قبل شہداء شہادت کے بعد ان کی تصانیف میں خواجہ مودود کی وفات الہیہ صفحہ ۳۲۹ تا ۳۲۸، مقتصد الاقبیہ صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۲، ذریعہ تحقیق بعد ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔

۴۰۔ نغمات الہیہ صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۶

۴۱۔ حاضی، قانون سلطین احمدیہ کے تحت، وزارت عدلیہ، لاہور، ۱۹۶۹ء، صفحہ ۱۰۱

نہیں کی ہیں۔ اسی طرح خواجہ حاجی شریف کے مرید خواجہ عثمان ہرونی سے متعلق بھی جو خواجہ معین الدین چشتی کے روحانی مرشد تھے، بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔

۱۷۔ حذیفہ بن قتادہ مرعشی ابراہیم بن ادہم کے مرید تھے۔ قیاس ہے کہ آپ اپنے مرشد کے بعض سفروں میں ان کے ساتھ رہے تھے^{۵۱}۔ آپ کے معاصرین آپ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ کو زہد و تقویٰ کا کامل نمونہ خیال کرتے تھے^{۵۲}۔ آپ کا وصال ۵۲۰ھ / ۲۲ - ۸۲۲ء میں ہوا^{۵۳}۔

۱۸۔ ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم بن منصور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ بلخ کے فرمانروا تھے لیکن آپ نے تاج و تخت چھوڑ کر زہد و خلوت کی زندگی اختیار کر لی^{۵۴}۔ آپ نے ابتدائی روحانی تعلیم خضر علیہ السلام سے اور دینی آگاہی امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے حاصل کی^{۵۵}۔ آپ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے بہت سے صوفیہ کے ساتھ جن میں فضیل بن عیاض، سفیان ثوری^{۵۶}، سہل بن ابراہیم^{۵۷}، محمد بن مبارک السوری^{۵۸} اور ابو ابراہیم یمنی شامل تھے، رہتے اور سفر کرتے تھے۔ آپ سادہ اور عیش سے خالی زندگی بسر کرتے اور اپنے ہاتھوں کی کمائی سے ضروریات زندگی مہیا کرتے تھے^{۵۹}۔ اپنی ذات سے اس قدر بے نیازی کے باوجود آپ کا دوسروں کی بھلائی اور راحت کا خیال رکھنا بہت ہی اعلیٰ درجے کا اخلاق تھا۔ آپ کے دوسروں کو راحت رسانی کے کردار کی اس خوبی نے لیٹھ ہنٹ (LIFTHUNT) کے تخیل کو اپنی گرفت میں لیا جس نے آپ کے بارے میں مندرجہ ذیل نظم تحریر کی^{۶۰}۔

About ben Adhem (may his tribe increase:)

Awoke one night from a deep dream of peace

And saw within the moonlight in his room,

۵۱۔ رسالہ قشیرہ صص ۲۵۹ - ۲۶۰

۵۲۔ ایضاً ص ۱۶۷

۵۳۔ طبقات الکبریٰ - حصہ اول - ص ۶۲

۵۴۔ طبقات الصوفیہ ص ۲۷، رسالہ قشیرہ ص ۲۵، کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۸ نیز انگریزی ترجمہ از فلکس ص ۱۰۳ تذکرہ الاولیاء

عطار ص ۱۰۲ دایرہ المعارف اسلامیہ، عنوان = ابراہیم ادہم -

۵۵۔ کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۸ نیز انگریزی ترجمہ از فلکس ص ۱۰۳

۵۶۔ طبقات الصوفیہ ص ۲۷

۵۷۔ رسالہ قشیرہ ص ۲۶

۵۸۔ ایضاً ص ۶۵۷

۵۹۔ ایضاً ص ۶۷۹

۶۰۔ ایضاً ص ۲۵

۶۱۔ MYSTICS AND SAINTS OF ISLAM, CLAUD FIELD (لندن ۱۹۱۰ء) صص ۳۳ - ۳۵

Making it rich and like a lily in bloom,
 An angel writing in a book of gold,
 Exceeding peace had made Ben Adhem bold,
 And to the presence in the room he said
 "What writest thou," The vision raised his head,
 And with a look made all of sweet accord,
 Answered "The name of those who love the Lord",
 "And is mine one?" said Abou "Nay not so"
 Replied the angel Abou spoke more low
 But cheerily still, and said "pray thee then
 Write me as one that loves his fellow men"
 The angel wrote and vanished. The next night
 He came again with a great wakening light,
 And showed the names whom love of God had blest,
 And lo! Ben Adhem's name led all the rest

ترجمہ

ابراہیم بن ادہم (ان کا قبیلہ بڑھتا رہے)
 ایک شب ایک کمرے خواب راحت سے بیدار ہوئے
 اور اپنے کمرے میں چاند کی روشنی میں
 جو اسے شاداب اور گل - دوسن کی مانند شگفتہ کر رہی تھی، دیکھا کہ
 ایک فرشتہ ایک زریں کتاب میں کچھ لکھ رہا ہے
 ابن ادہم کو بے انتہا قلبی اسکون نے باہمت کر دیا تھا
 اور کمرے میں فرشتے کی موجودگی پر انہوں نے فرمایا
 " تم کیا لکھ رہے ہو ؟ " اس تصویر اتنی ہستی نے اپنا سر اٹھایا
 اور ایک نظر سے تمام (ماحول) کو شیریں ہم آہنگی سے معمور کر دیا
 اور جواب دیا " ان لوگوں کے نام جو خدا سے محبت کرتے ہیں "

تذکرہ - خاکسار مترجم نے ABU BEN ADHEM اور BEN ADHEM کے جیسے ابراہیم بن ادہم اور ابن ادہم توہین کیا ہے جو
 آپ کا صحیح نام ہے۔

ابراہیم بن ادہم نے پوچھا "کیا ان لوگوں میں میرا نام ہے" "نہیں قطعی نہیں"

فرشتے نے جواب دیا، ابراہیم بن ادہم نے ذرا دھیمی لہجے میں

لیکن شادمانی سے کہا، "تب میں التجا کرتا ہوں

مجھے اس شخص کے زمرے میں لکھ دو جو خدا کے بندوں سے محبت کرتا ہے"

فرشتے نے یہ تحریر لیا اور نظر سے چنناں ہو گیا، دوسری شب

وہ فرشتہ بیدار کر دینے والی ایک عظیم روشنی کے ساتھ پھر ظاہر ہوا

اور ابراہیم بن ادہم کو ان لوگوں کے نام دلوہے انہیں خدا نے اپنی برکت سے نوازا تھا

اور حیرت کی بات ہے کہ ابن ادہم کا نام سب سے پہلا لکھا ہوا تھا

آپ کی وفات ۱۶۱ھ / ۷۷۷ء میں ہوئی۔

۱۹۔ فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر بن قاطع قبیلہ تمیم سے تھا، اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں رہنری کرتے تھے لیکن بعد میں اپنے ساتھیوں سے تائب ہو کر زہد و تقویٰ کے راستے پر گامزن ہوئے۔ آپ اپنے گزشتہ طور حیات پر اس قدر پشیمان تھے کہ توبہ کرنے بعد اہقریہ زندگی حق تعالیٰ کی معرفت اور صوفیانہ حقایق معلوم کرنے میں صرف رہی۔ آپ نے سبھی دل کھول کر سنے، سبھی آپ کے چہرے پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی، سوائے ایک مرتبہ کے جب آپ کے فرزند علی کا انتقال ہوا۔ جب آپ سے اس بظاہر نامناسب عمل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا، "حق تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ لڑکے کو موت آجائے چنانچہ میں اس کی رضا پر راضی ہو گیا"۔ آپ کا بارون ارشید کو اصرار کے ساتھ نصیحت اور فہمائش کرن اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کی نظر میں دنیا اور اسباب دنیا کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اس کے برعکس آپ کی زندگی پر روحانی اذیت و غم ۱۸۷ھ / ۸۰۳ء تک جب آپ کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا، چھائے رہے۔ آپ کے انتقال پر ایک مشہور بمعصر بزرگ ابن مبارک نے بے ساختہ فرمایا دنیا سے ادا سی رخصت ہو گئی۔

۲۰۔ اخبار الاخیار ص ۲۲

۹۲۔ رسالہ تفسیریہ ص ۲۸، کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۰، انگریزی ترجمہ زنگن ص ۹۰

۹۳۔ رسالہ تفسیریہ ص ۲۸

۹۴۔ کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۲ تا ۱۲۳، انگریزی ترجمہ زنگن ص ۹۸ تا ۱۰۰

۹۵۔ طبقات الصوفیہ ص ۸، رسالہ تفسیریہ ص ۲۰

۹۶۔ رسالہ تفسیریہ ص ۲۸

۹۷۔ ایضاً ص ۲۸

۲۱۔ ایضاً ص ۱۲۳

۲۲۔ سیر الاولیا ص ۳۹

۲۳۔ فواید الفواد ص ۶۲، سیر الاولیا ص ۳۹

۲۴۔ سیر الاولیا صص ۳۰ تا ۵۰

۲۵۔ فواید الفواد صص ۱۲۰ تا ۱۲۱، سیر الاولیا ص ۵۰

۲۶۔ سیر الاولیا ص ۱۵

۲۶ الف۔ اسلامی ادب میں بڑھ بڑھ کر اٹھارہ ہزار عالم کا تصور ان یہودیوں کے ذریعے متعارف ہوا جو شروع شروع میں داخل اسلام ہوئے۔ خاص طور پر ابو عبد اللہ وہاب بن منبہ نے اس تصور کو عام کرنے میں بڑا حصہ لیا۔^{۶۸}

۲۷۔ ملاحظہ فرمائیں تذکرہ الاولیا عطر ص ۸۶

۲۸۔ سیر الاولیا صص ۳۸ تا ۳۹

۲۹۔ کاک ایک قسم خاص قسم کی روٹی کو کہتے ہیں۔ کاک اور ٹیک علی الترتیب اس لفظ کو عربی اور انگریزی میں ڈھالنے کی شکلیں ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں زبانوں میں خاص طور پر انگریزی میں یہ لفظ قطعی طور مختلف مفہوم رکھتا ہے۔^{۶۹}

۳۰۔ سیر الاولیا ص ۵۰

۳۱۔ شیخ بہاء الدین زریا ملتانی کوٹ کرور میں جو ملتان کے نزدیک ہے، پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد کے زمانہ حیات ہی میں قرآن شریف حفظ کیا اور قرأت کے ساتوں معیاری اسباب قرأت سنی سے بھی آگاہی حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد جب آپ کی عمر بارہ سال تھی آپ نے اسی سال تک ۹۹ درجہ مقدمات کے سفر کیے جن میں مدینہ طیبہ، ماور النہر، خراسان، بیت المقدس اور بغداد شامل ہیں۔ اس تمام مدت سفر میں آپ ظاہری علوم اور روحانی مشاہدات کی تکمیل میں مصروف رہے۔ جب آپ بغداد میں شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ہر اعتبار سے رشد و ہدایت کی ذمہ داری پوری کرنے سے اہل ہوئے تھے۔ شیخ بزرگ نے آپ کو سترہ دن اپنے پاس رکھا اور آپ کو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا جس پر شیخ نے فرمایا:

۶۸۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ یاد نامہ علامہ مینی "میں" پشاور، ص ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱

کے بعض قدیم مرید سخت حیران ہوئے۔ شیخ شہاب الدین نے آپ کو ملتان واپس جانے اور اس علاقے میں سلسلہ سہروردیہ کو مقبول بنانے کی ہدایت فرمائی^۱۔ ملتان پہنچنے کے بعد حضرت بہاء الدین اپنی وفات ۱۰۶۱ھ تک سلسلے کی ترویج و اشاعت کا کام سرانجام دیتے رہے^۲۔ آپ کی حیات میں ملتان سلسلہ سہروردیہ کا مشہور و معروف مرکز بن گیا۔ اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ آپ کا کام اولین اور بنیادی نوعیت کا تھا نیز آپ نے اسے معاصر سلسلہ چشتیہ کے فروغ کے بعد شروع کیا۔ اس سلسلے میں جو حیرت انگیز محنت اس کی کامیابی کے لیے آپ نے کی ہوگی اس کا اندازہ کرنا زیادہ دشوار نہیں ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریا نے قرآنی احکامات کی تعمیل کرنے اور اسلام کے بنیادی عقاید کو لفظ و معنی دونوں اعتبار سے تسلیم کرنے پر بے حد اصرار کیا۔ اپنے معاصر چشتی بزرگوں کے برعکس آپ نے خاصی امیرانہ زندگی بسر کی اور آپ کی خانقاہ بھی اپنے خوش حال اور دولت مند ہونے کی شہرت رکھتی تھی^۳۔ موخر الذکر کو اپنے معاصرین اور بعد میں آنے والوں کی خاصی تنقید کا سامنا کرنا پڑا^۴۔

سلطان شمس الدین کے عہد حکومت میں آپ کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا گیا۔ یہ منصب منفعت بخش بھی تھا اور باوقار بھی تھا اور عرصہ دراز تک آپ کے مریدین کی تکالیف میں جو معمولی درجے کے سرکاری عہدے داروں کے ہاتھوں پہنچتی رہتی ہیں، کمی کا باعث رہا۔

اگرچہ عراقی آپ کے تمام خلفاء میں سب سے زیادہ نمایاں اور معروف شخص تھے لیکن آپ کی جانشینی کا شرف آپ کے فرزند شیخ صدر الدین عارف کو حاصل ہوا، جن کے مرید اور خلیفہ شیخ صلح الدین درویش تھے جو شیخ نصیر الدین محمود کے معاصر تھے۔ ان کے علاوہ شیخ جمال خنداں رو اوچی، درویش صدر الدین سیتانی، شیخ احمد بن شیخ محمد معشوق، مولانا علا الدین نجندی اور مولانا حسام الدین ملتانی بھی آپ کے مرید بیان کیے گئے ہیں۔ جنہوں نے آپ سے روحانی برکات حاصل کی تھیں۔ صدر الدین عارف کے بعد ان کے فرزند اور خلیفہ شیخ رکن الدین ابوالفتح جانشین ہوئے۔ شیخ رکن الدین نے علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں دو مرتبہ اور

۱۔ ایضاً ص ۱۰۹

۲۔ اخبار الاخیار ص ۲۷

۳۔ ملاحظہ فرمائیں نواید الفوائد صص ۳۶۶-۳۷۷

۴۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار صص ۲۹-۳۰

۵۔ ملاحظہ فرمائیں سکینت الودیعہ مصنفہ دار شکوہ مرحبہ ہرا چند و سید محمد رضا جلال نائینی (تہران سال اشاعت ندارد) ص ۹۱

۶۔ سیر اعمار فہمین صص ۱۰۸-۱۱۰

۷۔ ایضاً ص ۱۲۹

۸۔ ایضاً ص ۱۳۱

۹۔ ایضاً ص ۱۳۷

اس کے بیٹے قطب الدین کی حکومت کے زمانے میں تین مرتبہ دہلی کا سفر لیا۔^{۸۱} موخر الذکر کے تعلقات شیخ نظام الدین دہلوی سے گرم جوشی کے نہ تھے۔۔۔ اس نے شیخ رکن الدین کی دہلی تشریف آوری پر شیخ نظام الدین دہلوی کو دار الحکومت سے نکالنے کی کوشش کی لیکن اس قلبی ربط و تعلق نے جو ان دونوں بزرگوں کے، بہین تعلقات کی بنیاد تھی اس کی ترمیم کوششوں کو ناکام کر دیا۔ شیخ رکن الدین جب آخری بار قطب الدین کے عہد حکومت میں دہلی تشریف لائے تو تین سال سے زائد یہاں مقیم رہے۔ اسی قیام دہلی کے دوران شیخ نظام الدین کا وصال ہوا تو شیخ رکن الدین ہی نے حضرت کی نماز جنازہ پڑھائی۔^{۸۲} شیخ وجیہ الدین عثمانی سنی اور سید جلال مخدوم جمالیوں دونوں شیخ رکن الدین کے ممتاز مرید تھے۔ آپ نے ۱۳۵۵ء - ۱۳۶۶ء میں انتقال فرمایا اور ملتان میں مدفون ہوئے۔

۳۲۔ فتاویٰ لغویہ و لغویہ نعلیہ ۱۲۰ - ۱۲۱ نیز سیر الاولیاء ص ۵۰

۳۳۔ سیر الاولیاء ص ۵۰ نیز گلزار ابرار ص ۲۲

۳۴۔ سیر الاولیاء ص ۵۰

۳۵۔ سیر الاولیاء ص ۵۰

۳۶۔ سیر الاولیاء نعلیہ ۵۳ - ۵۴

۳۷۔ شیخ عبد الدین صغریٰ کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں (SI - MUSEUM AND HINDI

MONUMENTS - جلد سوم ص ۱۱۰ نمبر شمارہ ۶۰)

۳۸۔ سیر الاولیاء ص ۵۵

۳۹۔ فتاویٰ لغویہ و لغویہ نعلیہ ۲۰۰ - ۲۰۱ سیر الاولیاء ص ۵۵

۴۰۔ شیخ احمد جام المعروف بہ زکریا جیل مشہور صحافی بزرگ، تھے۔ آپ نے ریاست ہریانہ کی تعلیمی و ثقافتی

حکومت ہے۔ آپ نے سرائی میں بوقت تشریف آوری ۱۹۶۹ء میں ریاست ہریانہ کی تعلیمی و ثقافتی

سہولتیں بہتر بنائیں۔ حتیٰ کہ ۱۹۶۳ء میں آپ نے ہریانہ میں تعلیمی و ثقافتی سہولتوں کے لیے ایک

جانپ لٹریچر ایس وقت سے آپ کی زندگی میں ہریانہ کی زبان و ادب کی ترقی کے لیے ایک

باقاعدہ پالیسی ترقی و ترقی کے لیے ایک نئی تنظیم تشکیل دی۔ اس وقت سے ہریانہ کی

تعلیمی و ثقافتی سہولتوں میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ آپ نے ہریانہ کی تعلیمی و ثقافتی

۴۱۔ سیر الاولیاء ص ۵۰

۴۲۔ سیر الاولیاء ص ۵۰

۴۳۔ سیر الاولیاء ص ۵۰

وفات یعنی ۵۲۶ھ - ۱۱۳۱ - ۳۲ - تک جب کہ آپ کی عمر چھیانوے سال تھی جاری رہا۔ آپ کو معد آباد میں دفن کیا گیا جو آج کل " تربت شیخ جام " (ایران) کے نام سے مشہور ہے۔^{۸۳}

۳۰ الف - فواید الفواد ص ۱۵۹، سیر الاولیا ص ۵۵، گلزار ابرار ص ۲۲

۳۱ - آپ کے مزار کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۳۰ - نمبر ۵۹

۳۲ - فواید الفواد ص ۱۵۹، سیر الاولیا ص ۵۵

۳۳ - طبقات ناصری جلد اول صفحہ ۳۳۰ - ۳۳۲ نیز آپ کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۲۰ - نمبر شمار ۹

۳۴ - تذکرۃ الاولیا عطار ص ۲۱۳

۳۵ - سیر الاولیا صفحہ ۵۶ - ۵۷

۳۶ - آپ کے مزار کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۶۰ - نمبر شمار ۱۳۵

۴

۳۷ - اخبار الاخیار ص ۲۸

۳۸ - سیر العارفین ص ۱۲

۳۹ - شیخ محمد اجل شرزی - آپ کی زندگی سے متعلق مستند سوانحی تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔ آپ کے بارے میں ہماری معلومات کا واحد ذریعہ شیخ نظام الدین اولیا ہیں جنہوں نے اپنے ملفوظات میں آپ کے معجزانہ کارناموں کے منتشر ہونے دیے ہیں۔^{۸۴} بعد کے تذکرہ نگاروں نے ان ہی واقعات کو کسی نئے عنصر کا حقیقی اضافہ کیے بغیر بیان کر دیا ہے۔ بہر حال آپ کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ آپ غزنی کے رہنے والے تھے اور آپ کا زمانہ حیات تیسری صدی ہجری / بارہویں صدی عیسوی سے اور آپ نے کم از کم ایک مرتبہ تو یقیناً بلخ کا سفر کیا تھا جہاں مولانا برہان الدین محمود بن اسعد البہلخی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ کے بلند قد و قامت اور توانا ڈیل ڈول کے پیش نظر مولانا برہان الدین سخت حیران ہوئے کہ شاید یہ شخص رجال اللہ میں سے ہے لیکن آپ نے ان کے قریب جا کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کا ورثہ

۸۳ - آپ کی زندگی در تصانیف کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں - نجات الاس ص ۲۵۰ نیز مقامات ژرہ جیل، خیر الجاس ص ۱۰۰، دایرة المعارف اسلامیہ زیر عنوان - احمد جام

۸۴ - فواید الفواد صفحہ ۹ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵

۸۵ - خیر الجاس ص ۲۲۵ - ۲۲۶

ذکر فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے دے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے)۔

کلرہ شقی سے مراد وہ شخص ہے جس کی روح کو علم واجب سے متعلق امور کے حقائق کا علم، جس حد تک ممکن ہے، حاصل ہو، لیکن وہ خود پاک اور آراستہ نہ ہوا ہو اور اس میں نفسانی خواہشوں اور فانی لذتوں کا میلان حد اعتدال سے زیادہ موجود ہو اور وہ نعوذ باللہ ان برائیوں کا تدارک کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائے۔ چنانچہ دوسری زندگی میں اس قسم کے لوگوں کو سزا ملے گی کیونکہ وہ نفس کو بھی لٹنے والی باتوں میں گرفتار رہے اور انہوں نے ان خرابیوں سے بچنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ وہی بات ہے جو خیر البشر علی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی کہ کل قیمت کے دن صحرائے پشیمانی میں ہے علم لوگوں کی بہ نسبت غیر متقی عالموں پر زیادہ قوی اور شدید عذاب ہو گا کیونکہ اخروی عذاب کی قسموں میں سب سے شدید قسم حسرت و ندامت کا احساس ہے۔ اس احساس کی شدت یا ضعف اس مقدار علم کی نسبت سے محسوس ہو گا جو طائفہ کی پائیزوں، معاصیوں اور ان امور کے علم اور ان کی اہمیت کے بارے میں کسی نے حاصل کی ہوگی۔ بادشاہ و مالک و عورتیں درجہ کمال تک پہنچے ہیں، ان کے عہد ان عورتوں سے قوی تر ہوں گے ہو اور اس وقت تک کہ ان کے لیے ان پر عذاب بھی زیادہ سخت ہو گا لیکن یہ لوگ بہ اتفاق عقل و نقل باآئینہ آئینہ پھوٹ چکے ہیں کیونکہ یہ لوگ اعمال کے نتائج اور سزا پا چکے۔ یہ لوگ اس قدر مذہب میں رہیں کہ اس قدر سمجھتے ہو کہ ان کا حصہ تھا اس سے زیادہ مذہب ان پر نہ ہو گا۔

کلرہ شقی سے مراد وہ لوگ ہیں جو وسوسہ مقیروں و گنہگاروں اور مذہب کی تصدیق کرتے ہیں اور پلے ہو جاتے ہیں۔ ان میں قبولیت حق کی صداقت باقی نہیں رہتی۔ انہوں نے ان سے پہلے میں رہتے ہوئے اسی حالت میں دنیا میں رہے اور آخرت کا انتقال ہو جاتے ہیں۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ وہی ہے جو دنیا میں ڈوبا ہو اور حسرت کی آگ میں پڑا ہو۔ اور تاہم تک مذہب میں ہوتا رہے گا۔ یہ ان سے پہلے تک دنیا میں رہا۔ ہمیشہ ہنسا کے جرات رہا۔ اس نے مذہب کی تصدیق و وسوسہ مقیروں میں گرفتاریوں اور دنیا کی طرف راہیں نہ ہوا اور خود ساختہ الطوارفتا کیے۔ چنانچہ ماہ آفرات میں، کئی بار شیخوں کو حالت المرہ پشیمانی میں سمجھ یہ حقیقت میں ہوئی کہ دنیا میں اس وقت سے کہ انہوں نے اس وقت سے اس نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ بعد ازاں اس نے اس وقت سے کہ انہوں نے اس وقت سے کہ انہوں نے اور اب ان ہی بدامنیوں کے باعث مذہب میں گرفتار ہے۔

کلرہ شقی سے مراد وہ لوگ ہیں جو آفرات سے وسوسہ مقیروں کی قوت اور عذاب کے آثار سے بے خبری کے لیے دنیا میں رہے اور آخرت کی طرف راہیں نہ ہوا اور خود ساختہ الطوارفتا کیے۔ چنانچہ ماہ آفرات میں، کئی بار شیخوں کو حالت المرہ پشیمانی میں سمجھ یہ حقیقت میں ہوئی کہ دنیا میں اس وقت سے کہ انہوں نے اس وقت سے اس نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ بعد ازاں اس نے اس وقت سے کہ انہوں نے اس وقت سے کہ انہوں نے اور اب ان ہی بدامنیوں کے باعث مذہب میں گرفتار ہے۔

کے پر تو کا مشاہدہ صرف پھول کے آئینے میں کرے۔ پروانے کی استعداد منظر شمع میں مطلوب حقیقی کی محبوبیت کے ظہور کے بقدر ہوتی ہے اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح کاہر با کے جذب کی استعداد میں، مجذوبیت اور محبوبیت کے ظہور کے موافق گھاس کا پتہ ہی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محب اور محبوب کی استعداد کو ایک دوسرے سے کلی مناسبت اور موافقت درکار ہے۔ مثلاً عالم ملکوت کے فرشتوں کے محبوب اسماء و صفات کلیہ ہوتے ہیں اور ارضی فرشتوں کے محبوب اسمائے کونیہ ہی ہوتے ہیں۔ عالم محبت میں فرشتوں میں سے ہر ایک کو خاص مقام حاصل ہے۔ دوسرا اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا اور ملائکہ مطلق طور پر محبت ذات کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔ صرف انسان کو اس مرتبہ اعلیٰ تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اس نسبت میں بھی بہت سے تفاوت اور بے شمار امتیازات ہیں۔

۴

۱۔ اسمائے انہی کلی سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔

۲۔ اسمائے کونی سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جن کا قیام خلق کے ساتھ ہے۔

(سر دلبران مصنفہ شاہ محمد ذوقی۔ کراچی ۱۳۴۱ھ ص ۳۵۷)

۳۔ فارسی متن کی عبارت یہ ہے: "ولملائکہ مطلقاً برتبہ محبت ذاتی نتوانند رسید وصول باین مرتبہ عالیہ جز ایشان را یسر نہ گردد۔ یعنی"

غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ یہاں "انسان" ہونا چاہیے۔ چنانچہ ترجمے میں "ایشان" کے بجائے "انسان" رکھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے محبت ذات کے رتبے تک فرشتے تو پہنچ نہیں سکتے، انسان البتہ پہنچ سکتا ہے، بلکہ پہنچا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مترجم)

حواشی و تعلیقات

(" کلمات الصادقین " کے فارسی متن سے متعلق یہ حواشی ڈاکٹر محمد سلیم اختر صاحب نے انگریزی میں تحریر فرمائے ہیں۔ یہاں ان کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

۱۔ احیاء العلوم، جلد چہارم ص ۲۵۶ نیز کشف المحجوب ص ۷۰

۲۔ سورہ یونس، آیت ۶۲

۳۔ تذکرہ الاولیاء عطار، فارسی، ص ۹

۴۔ " کلمات الصادقین " کے دستیاب خطی نسخوں کے ناقص ہونے کے باعث تاریخ کا استخراج ممکن نہیں ہے۔

۵۔ فتویٰ قرآن السعدین، مطبوعہ نول کشور، ۱۸۷۱ء، حصص ۲۲ تا ۲۵

۶۔ سیر العارفین کے مطابق جب آپ کے والد کا انتقال ہوا تو آپ ڈیڑھ سال لے گئے۔

۷۔ شیخ جمال الدین تبریزی۔ آپ شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید تھے۔ شیخ ابو سعید اس درجے کے بزرگ مدنی بزرگ تھے کہ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد شیخ جمال الدین نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے تعلق پیدا کر لیا اور بڑے ذوق و شوق سے ان کی خدمت لی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کے اخلاص و ایثار کے پیش نظر بڑی فراخ دلی سے آپ کو روحانی نعمتیں عطا کیں۔ شیخ سہروردی نے زمانہ حیات ہی میں آپ نیشاپور اور ملتان کی راہ سے ہندوستان چلے آئے۔ ملتان سے آپ دہلی آئے اور یہاں شیخ قباب الدین بختیار کاکلی سے آپ کے گھر سے مراسم محبت قائم ہوئے۔ دہلی میں آپ کا عارضی قیام بہت ہی افسوسناک واقعے پر ختم ہوا۔ نجم الدین صغریٰ نے جو دہلی کے شیخ الاسلام تھے، آپ کو جنس بے اعتدالی سے ایک جھوٹے واقعے میں موٹ کرنے کی کوشش کی لیکن شیخ الاسلام نے یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی اور آپ

۱۔ سیر العارفین، فارسی، ص ۱۰

۲۔ فتویٰ انوار، ص ۱۱۳، نیز مجلس ص ۱۵۱

۳۔ فتویٰ انوار، حصص ۱۹۳، ۱۹۵، نیز مجلس ص ۱۵۱

۴۔ فتویٰ انوار، ص ۱۵۳

۵۔ ایضاً ص ۱۲۱

۶۔ فتویٰ انوار، ص ۱۹۵

اس سمت بے جا سے محفوظ رہے۔ اس ناخوشگوار واقعے کے دوران آپ دہلی سے بدایوں آ گئے۔ یہاں قاضی کمال الدین جعفری سے آپ کے دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے۔^۸ بدایوں میں آپ نے علی مولا اور علاء الدین اصولی کو جو بعد میں شیخ نظام الدین اولیا کے استاد ہوئے، روحانی نعمتوں سے نوازا، اور نہ قاضی حمید الدین ناگوری کی طرح آپ بھی کسی کو مرید کرنا پسند نہ کرتے تھے۔^۹ اپنی عمر کے آخری دنوں میں آپ بنگال تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی۔^{۱۰}

۸۔ مطبوعہ فارسی متن ص ۶ سطر ۱۹۔ حضرت عثمان ہرونی کے اسم گرامی پر حاشیے کا نشان موجود ہے لیکن سہواً حاشیہ درج نہ ہو سکا، تاہم حاشیہ ۹ پر "دلیل العارفین" مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۹۰ء کا حوالہ درج کیا گیا ہے۔ (مترجم)

۹۔ دلیل العارفین ۱ مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۹۰ء صص ۶۷ - ۶۸

۱۰۔ سیر الاولیا ص ۳۸۔

۱۱۔ امام ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم بن الخطاب السمرقندی چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی عیسوی کے مشہور روایت پسند حنفی عالم اور مفتی تھے۔ آپ کی ولادت ۲۰۹ ہجری / ۳ - ۹۰۲ء میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد گرامی اور دیگر مشیخ سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ آپ نے ان اساتذہ کے نام بھی "تنبیہ الغافلین" میں بیان کیے ہیں جن سے آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور دوسرے بزرگوں کے اقوال کی سند حاصل کی۔ آپ ایک مصنف کی حیثیت سے بہت کامیاب شخص تھے جن کی تصانیف مراکش سے انڈونیشیا تک اہل علم کے زیر مطالعہ رہیں۔ آپ کا انتقال غالباً ۳۷۳ ہ / ۸۳ - ۹۸۳ء اور ۳۹۳ ہ / ۳ - ۱۰۰۲ء کے درمیان ہوا۔ تاہم آپ کی سب سے پہلی معروف سوانح عمری میں آپ کا سال وفات ۳۷۳ ہ / ۸۳ - ۹۸۳ء درج کیا گیا ہے اور تذکرہ نگاروں نے عام طور سے بکثرت اسی سال کے حوالے دیے ہیں۔ آپ کی دو تصانیف جن کے نام "بستان العارفین" اور "تنبیہ الغافلین" ہیں، خدا بخش پبلک لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہیں۔^{۱۳}

۱۲۔ شیخ ابو حامد اوحید الدین کرمانی شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید تھے۔ جن کا سلسلہ طریقت شیخ قطب الدین

۷۔ نواید النواد صص ۱۵۹ - ۱۵۹۔ اخبار الاخیار ص ۳۳۔ نواید النواد ص ۱۳۷

۸۔ نواید النواد ص ۲۳۹ - ۲۵۰۔ خیر المجالس صص ۲۱۱ - ۲۱۲

۹۔ نواید النواد ص ۱۳۷۔ اخبار الاخیار صص ۳۳ - ۳۳

۱۰۔ نواید النواد ص ۱۷۹

۱۱۔ ایضاً ص ۳۸

۱۲۔ اخبار الاخیار ص ۳۵

۱۳۔ فہرست مخطوطات عربی و فارسی، اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور، جلد سیزدہم صص ۲ - ۳۔ نیز دیرہ العارف اسلامیہ، عنوان ابواللیث السمرقندی۔

ابہری کے واسطے سے شیخ ابوالنجیب سہروردی تک پہنچتا تھا^{۱۳}۔ شیخ اوصد الدین کرمانی کے دوستانہ مراسم اپنے معاصرین میں شیخ شہاب الدین سہروردی^{۱۵} اور شیخ محی الدین ابن عربی جیسے بزرگوں سے قائم رہے۔ موخر الذکر نے اپنی بعض تصانیف میں آپ کا ذکر بھی کیا ہے^{۱۶}۔ بعض مستند تذکرہ نگاروں نے مولانا جلال الدین رومی کے مشہور مرشد شمس تبریزی سے آپ کے مباحثے کی تفصیلات دی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ اوصد الدین مظاہر خارجی کے مشاہدے کے ذریعے حقیقت پر غور و فکر کے عادی تھے اور حسن مطلق کو مقید صورتوں میں دیکھتے تھے۔ شمس تبریزی نے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں پانی سے لبریز پیالے میں چاند کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اس پر شمس تبریزی نے فرمایا کہ ایسا مشاہدہ تو اس صورت میں ہونا ہے جب آپ گردن کے پیچھے پھوڑا نکل آنے کی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں۔ آپ آسمان میں چاند کا مشاہدہ کیوں نہیں کرتے^{۱۷}۔ آپ شاعرانہ کیفیت کے لمحات میں تصوف و سلوک کے مضامین لکھتے تھے جن کے اقتباسات بعد کی سوانحی تصانیف میں مرقوم ہیں۔ صدیوں تک تمثیلی مثنوی "مصبح الارواح" کا جو غیر معمولی حد تک دانستہ کی طرز پر خدادندی سے مطابقت رکھتی ہے، مصنف ہونا آپ سے منسوب رہا ہے^{۱۹} لیکن جدید تحقیق نے قطعی طور پر واضح کر دیا ہے کہ یہ مثنوی آپ کی نہیں بلکہ شمس الدین محمد بردسیری کرمانی کی تخلیق ہے^{۲۰}۔ اسی طرح مدد حاضر کے محققین نے اس تسلیم شدہ خیال کو سوزمانی کی بنا پر رد کر دیا ہے کہ اوصد الدین کرمانی آپ کے مرید تھے^{۲۱}۔ عام طور پر یہ باور سیاجاتا ہے کہ آپ کا انتقال ۶۳۵ - ۵۶۳۶ / ۱۲۳۸ - ۲۹ - میں ہوا^{۲۳}۔

۱۳۔ رجال الغیب یا غیر مرئی لوگوں کے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ وہ پر اسرار مخلوق ہیں جو اپنے پسندیدہ پال بالین لوگوں کی توجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ ان سے بغیر نظر آنے باتیں کرتے ہیں اور انہیں اپنی سب قیام پر بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ہر فواید الفوائد میں شیخ شہاب الدین سہروردی نے ایک موعظہ لکھی ہے جس کے تحت پڑھتے ہیں جس کے پاس یہ روحانی مخلوق بلا تکلف آمد و رفت رکھتی تھی۔ جب فرض نماز کا وقت ہوتا تو انہیں

۱۳۔ سخوت لیس من ۵۹۹، تذکرہ شمس اللہ علیہ السلام، ص ۲۲۲، الطبری ہسٹری آف پرتیا، ج ۱، ص ۱۰۹

۱۴۔ فواید الفوائد، ص ۹۸، تذکرہ لائبر، ص ۹۰

۱۵۔ سخوت لیس من ۵۹۹، ص ۵۹۹

۱۶۔ پینار، الطبری ہسٹری آف پرتیا، ج ۱، ص ۱۰۹

۱۷۔ فواید الفوائد، ص ۹۸، سخوت لیس من ۵۹۹، الطبری ہسٹری آف پرتیا، ج ۱، ص ۱۰۹

۱۸۔ سخوت لیس من ۵۹۹، الطبری ہسٹری آف پرتیا، ج ۱، ص ۱۰۹، ہسٹری آف پرتیا، ج ۱، ص ۱۰۹

۱۹۔ مصلحون الارواح، ص ۱۰۹، ج ۱، ص ۱۰۹، ج ۱، ص ۱۰۹

۲۰۔ تذکرہ شہاب الدین سہروردی، ص ۱۰۹، سخوت لیس من ۵۹۹، الطبری ہسٹری آف پرتیا، ج ۱، ص ۱۰۹

۲۱۔ تاریخ اہلبیت، ج ۱، ص ۱۰۹، ج ۱، ص ۱۰۹

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ فواید الفوائد، ص ۹۸، ج ۱، ص ۹۸، ج ۱، ص ۹۸

کے مکان میں موجود سب لوگ باقاعدہ صف قائم کر لیتے اور مردان غیب میں سے کوئی امامت کے فرایض انجام دیتا۔ مقتدی حضرات اس مرد غیب کی قرآت اور تلبیرات سنتے اور اس کی اقتدا میں نماز ادا کرتے، لیکن وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اُن مردان غیب میں سے ایک نے اس نوجوان کے توسط سے شیخ شہاب الدین سروردی کی خدمت میں ایک تحفہ بھی پیش کیا تھا۔

اسی طرح ایک دوسری حکایت کے مطابق جو خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے بیان فرمائی^{۲۵}، ایک بزرگ جن کا نام خواجہ علی تھا۔ ان سے بھی یہ پاک روصیں ملاقات کے لیے آتی تھیں اور خواجہ علی اسلامی طریقے کے مطابق ان کا استقبال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خاصی تعداد میں مردان غیب ان کے ہاں آئے اور اسلام علیکم کہہ کر انہیں مخاطب کیا۔ خواجہ علی اس دن طیش میں آگئے اور کہا کہ آپ لوگ اس طرح کب تک ملاقات کریں گے آخر میرے سامنے کیوں نہیں آتے۔ مردان غیب نے خواجہ علی کی اس بات کو پسند نہیں کیا اور واپس چلے گئے پھر ان سے ملاقات کرنے نہیں آئے۔

مغل شہنشاہ ہمایوں^{۲۶} اور اکبر بھی اس مخلوق کے وجود کے قائل تھے۔ اکبر کے بارے میں تو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک جنگ میں مردان غیب نے دعا کر کے اس کی مدد کی تھی^{۲۷}۔ ۱۱۳۳ھ / ۱۷۲۰ء میں ایک جنگ میں جو نواب سر بلند خان اور راجہ ابھے سنگھ رائنپور کے درمیان ہوئی تھی، سادات بلگرام کے بست سے آدمی بلاک ہوئے۔ سید محمد کا بیان ہے کہ سید غلام مصطفیٰ کی نعل باوجود تلاش کے میدان جنگ میں نہ مل سکی۔ غالباً ان کی نعلیں مردان غیب لے گئے تھے^{۲۸}۔

۱۳۔ اسلامی تصوف کے روحانی سلسلوں میں خواجہ حسن بصری کو حضرت علی تک کا اہم واسطہ ہونے کے باعث امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ آپ اسلامی تصوف کے سرخیل اور نسلان بعد نسل اولیہ صوفیہ کے مقتدا ہیں۔ اگرچہ بعض مصنفین جنہوں نے صوفیہ کو برف ملامت بنایا ہے جیسے کہ ابن جوزی ہیں، حضرت علی سے آپ کی ملاقات کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے^{۲۹}، اس کے باوجود آپ کو متفقہ طور پر حضرت علی کے روحانی جمال، برکات اور ورثے کا جو بعد کے لوگوں تک پہنچا، واسطہ تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ

۲۵۔ خواجہ نظام الدین اولیا نواید الفوائد جمع کردہ امیر حسن بصری علا، مترجم محمد سرور لاہور ۱۹۶۳ء، صفحہ ۹۰۔ ۹۱۔

۲۶۔ خواجہ نعمت اللہ، تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی مرتبہ سید محمد امام الدین، ڈھاکہ ۱۹۶۰ء، جلد اول صفحہ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔

۲۷۔ حاجی محمد عارف قندھاری، تاریخ اکبری، مرتبہ سید معین الدین ندوی و سید اظہر علی دہلوی، نظر ثانی امتیاز علی عرشی رامپور ۱۹۶۲ء،

صفحہ ۱۷۹۔

۲۸۔ سید محمد بلگرامی، تبصیرات الناظرین، مختصہ مملوکہ پیر حسام الدین راشدی کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۱۷۹۔

۲۹۔ تلمیسیں البلیس مطبوعہ قاہرہ ۱۹۲۸ء، ص ۱۸۱، حوالہ The Sufi Order in Islam مصنف جے۔ اسپنسر رینگلم، آکسفورڈ ۱۹۷۱ء،

صفحہ ۲۶۲ حاشیہ ۱۔

۳۰۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔ ابو طالب مکی کی تصنیف۔ قوت القلوب۔ قاہرہ ۱۳۱۰ھ جلد اول ص ۱۳۹، حوالہ دائرہ المعارف

اسلامیہ۔ حسن بصری۔

طیبہ میں ہوئی اور حضرت عمر کی ہدایت کے مطابق آپ کا نام حسن رکھا گیا^{۲۱}۔ بچپن میں آپ کی تربیت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی جن کے مکان میں آپ کی والدہ خادمہ کی حیثیت سے رہتی تھیں^{۲۲}۔ آپ نے بصرے میں تعلیم حاصل کی اور صف اول کے عالم دین، مختلف علوم کے ممتاز فاضل، مستند محدث اور اعلیٰ درجے کی فصیح البیان و اعظیٰ کی حیثیت سے نمودار ہوئے^{۲۳}۔ آپ کے چہرے سے کرب و غم کے آثار اس درجہ نمایاں نظر آتے تھے کہ جو شخص آپ دیکھتا، وہ یہ گمان کرتا کہ کوئی ناقابل قیاس حجم کی منسبت آپ پر آن پڑی ہے^{۲۴}۔ آپ کا اپنے نفس کو تنبیہ کرتے رہنا، تقویٰ پر ثابت قدم رہنا اور دنیا طلبی کی بے باک مذمت کرنا ایسے اوصاف تھے جو ضرب المثل بن گئے تھے اور جن کے سبب طبقہ امرا میں آپ کے خلاف غم و غصے کی لہر دوڑتی رہتی تھی^{۲۵}۔ جب آپ و عظمیٰ بیان فرماتے خواہ رسوائے زمانہ ظالم حجاج بن یوسف اپنی محافظ فوج کے ساتھ جو جنگی زرہ بکتر سے لیس رہتی تھی موجود ہوتا، تب بھی آپ اس بات کے کہنے سے باز نہ رہتے جس کے درست و سچی برانصاف اور حق ہونے کا آپ کو یقین ہوتا^{۲۶}۔ اسی طرح آپ یہ محسوس کرتے کہ ذراہاں شخص اپنی غلطی پر بند ہے اور اپنے عقیدے اور عمل کو درست کرنا نہیں چاہتا تو آپ اسے اپنی مجلس سے باہر نکال دیتے۔ پندرہ چوبیس معزز و اصل بن عطا الغزہ کے معاملے میں فی الواقع یہی ہوا^{۲۷}۔ آپ کی وفات یکم ربیع الثانی ۱۱۱ھ (۶۲۸ء) کو بصرے میں ہوئی^{۲۸}۔

۱۵۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی تصریح کے مطابق صحیح لفظ "بارونی" نہیں بلکہ "بغیر الف" کے "ہرونی" ہے۔ یہ تصریح حضرت خواجہ عثمان کے وطن مالوف کے سلسلے میں کی گئی تھی^{۲۹}۔

۱۶۔ جیسا کہ "شامی" کی نسبت سے ظاہر ہے خواجہ ابوالاسحاق شامی ملک شام (سیریا) کے باشندے تھے۔ مولانا جامی کے بیان کے مطابق آپ شیخ ابو مہشاد علوی دینوری کے اصحاب میں سے تھے، جن کی نسبت روایتی شیخ

۲۱۔ تذکرہ الاولیاء عطار صص ۳۰-۳۱

۲۲۔ ایضاً نیز وفیات الاحیاء جلد دوم ص ۱۰۹، بیوگرافی فیکل ڈاکٹری (ترجمہ وفیات الامین) جلد اول ص ۲۰

۲۳۔ ملاحظہ فرمائیں، ابوالفضل السراج کی تصنیف، کتاب اللغز فی التصوف، ص ۱۰۶ سے دیکھیں (سن ۱۹۷۳ء شامیت ثانی حصہ ص ۱۰)

۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۰۳، مترجم فیکل ڈاکٹری ص ۹۰، تذکرہ الاولیاء صص ۳۰-۳۱، وفیات الامین صص ۱۰۹، ۱۱۰، بیوگرافی فیکل ڈاکٹری (ترجمہ وفیات الاحیاء) جلد اول صص ۲۰، ۲۱

۳۰۔ رسالہ تغیر، ص ۲۱۰

۳۱۔ ملاحظہ فرمائیں، دائرہ المعارف اسلامیہ، عنوان حسن بصری

۳۲۔ تذکرہ الاولیاء عطار ص ۳۲

۳۳۔ الفرق بین الفرق، ص ۸، منصور عبدالحق بن طاہر البغدادی مترجم آئیٹ ٹیم بن سلی (۱۰ دیکری ۱۹۹۹ء) ص ۲۱

۳۴۔ وفیات الاحیاء ص ۱۰۲، بیوگرافی فیکل ڈاکٹری (ترجمہ وفیات الاحیاء) جلد اول ص ۳۰

۳۵۔ غیر المجالس، اردو ترجمہ، کراچی مطبوعہ واحد بک، پہلا سال اشاعت ۱۰۰۰، تاریخ سیستان، مرتبہ ملک شام، جلد اول ص ۳۲۰، سیستان میں ہرونی نامی ایک مقام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ شیخ عثمان اسی قبیلے سے تشریف لائے تھے

ہیرہ بصری اور شیخ حذیفہ مرعشی کے واسطوں سے شیخ ابراہیم ادہم سے منسلک تھی^{۳۰}۔ آپ کا مقبرہ بھی شام میں عک کے مقام پر ہے^{۳۱} لیکن اس حقیقت کے پیش نظر کہ صوفیہ اپنی روایت کے مطابق دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیر و سفر کرتے رہے ہیں۔ قیاس ہے کہ آپ نے بھی دور و دراز مقامات کے سفر کیے ہوں گے۔ آپ اپنے مستقبل کے مرید اور جانشین خواجہ ابو احمد ابدال چشتی کی پیدائش سے پہلے ۵۲۶۰ / ۱۱۳۳ - ۵۲۶۳ / ۱۱۳۳ میں چشت میں قیام پذیر تھے جن کی ولادت اور ایک دلی کی حیثیت سے فنسلیت اور صوفیہ کے ایک ممتاز سلسلے کے بانی ہونے سے متعلق پیش گوئی کی گئی تھی^{۳۲}۔ قیاس ہے کہ خواجہ ابو اسحاق شامی طویل عرصے تک چشت اور اس کے قرب و جوار میں قیام پذیر رہے کیونکہ جب خواجہ ابو احمد ابدال کی عمر بیس سال تھی اور وہ شکار کی مہم پر لکھے ہوئے تھے تو چالیس دوسرے اہل اللہ کی موجودگی میں ان کی آپ سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے دنیا سے قطع تعلق کر کے آپ کی صحبت اختیار کی^{۳۳}۔ خواجہ ابو احمد ابدال کی سوانحی تفصیلات بھی کمیاب ہیں تاہم ان کے والد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے برسر اقتدار گروہ کے ایک رکن تھے، جنھوں نے اس امر کی بے حد کوشش کی کہ ان کا فرزند صوفیہ کا طرز زندگی اختیار نہ کرے لیکن ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہوئی۔ خواجہ ابو احمد کا وصال ۵۳۵۵ / ۶۶ - ۹۶۵ء میں ہوا اور چشت میں مدفون ہوئے۔ ان کے چوبیس سالہ فرزند خواجہ ابو محمد جن کو انھوں نے خاص طور پر منصب رشد و ہدایت کی تربیت دی تھی ان کے جانشین ہوئے۔ خواجہ ابو محمد، محمود غزنوی ۳۸۸ تا ۴۲۱ ہجری / ۹۹۸ تا ۱۰۲۰ عیسوی کے معاصر تھے لیکن مولانا جامی کا بیان کہ وہ ستر سال کی عمر میں سومنا تھ کی مہم میں شریک ہوئے۔ تاریخ یعنی حقایق کی روشنی میں تاریخی طور پر خلاف واقعہ اور غیر متعلق ہے کیونکہ اگر وہ اپنے والد کی وفات کے وقت یعنی ۵۳۵۵ / ۶۶ - ۳۶۵ء میں چوبیس سال کے تھے تو ان کی عمر ۵۳۰۱ / ۱۱ - ۱۰۱۰ء میں ستر سال ہونی چاہیے جب کہ البیرونی، گردیزی اور ابن اثیر کے بیانات کے مطابق سومنا تھ کی مہم کا سال ۵۳۱۶ / ۱۰۲۵ء ہے، البتہ ۵۳۰۱ / ۱۰۱۰ء محمود کی حتمی فتح ملتان سے مطابقت رکھتا ہے^{۳۴}۔

خواجہ ابو محمد بن ابو احمد کے بعد ان کے بھانجے خواجہ یوسف صاحب مجدد ہوئے جن کی خواجہ ابو محمد نے بڑی توجہ سے پرورش اور نگرانی کی تھی۔ خواجہ یوسف نے نسبتاً زیادہ تاجیر سے دنیا سے بے تعلقی اور سب

۳۰۔ نفحات الانس صص ۳۲۲ - ۳۲۳

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ایضاً ص ۳۲۳ نیز - مقصد الاقبال سلطانیہ - مصنفہ سید اصیل الدین عبداللہ واعظ، مرتبہ مایل ہری (تہران ۱۳۵۱ ش) صص ۱۱۹ - ۱۲۰

۳۳۔ نفحات الانس ص ۳۲۳، مقصد الاقبال ص ۱۲۰

۳۴۔ نفحات الانس ص ۳۲۳، نیز مقصد الاقبال ص ۱۲۱

۳۵۔ محمد ناظم، THE LIFE AND TIMES OF SULTAN MAHMUD OF GHAZNA، کیمبرج ۱۰۱۹ء ص ۲۱۳

۳۶۔ ایضاً ص ۹۹

سے کنارہ کش ہو کر سخت زاہدانہ سادگی کی زندگی اختیار کی۔ ان کی زندگی کا یہ دور بارہ سال تک جاری رہا۔ جب خواجہ عبداللہ انصاری چشت کے مزارات کی زیارت کے لیے آئے تو خواجہ یوسف سے بھی ان کی ملاقات ہوئی اور وہ خواجہ یوسف کی روحانیت اور ان کے زہد سے بے حد متاثر ہوئے اور بعد میں انھوں نے اپنی مجلس میں اس ملاقات کا ذکر کیا اور خواجہ یوسف کے تقدس کی بے حد تعریف کی۔ خواجہ یوسف کا چوراسی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ان کے فرزند خواجہ قطب الدین مودود ان کے جانشین ہوئے۔

اپنی جانشینی کے وقت خواجہ مودود کی عمر چھبیس سال کی تھی۔ انھوں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا اور جس وقت صاحب سجادہ بنے گئے، اس وقت بھی حصولِ حلیم میں مصروف تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ان کے ایک ہمعصر بزرگ شیخ احمد جام نے ان کے اندر کداز کی کیفیت ابتر کی تھی وہ ایک حد تک مغرور اور احساس برتری میں مبتلا شخص تھے۔ ایک مرتبہ شیخ احمد جام بہرات تشریف الیہ شہ کے تمام باشندوں نے جن میں خواجہ عبداللہ انصاری کے جانشین حضرات بھی شامل تھے، ان کا واعدہ استقبال کیا۔ خواجہ مودود نے جو شیخ احمد جام سے آٹھ سال بڑے تھے، اس پذیرائی کو اپنی برتری کے خلاف حریفانہ اعلان اور اپنی روحانی مملکت میں مداخلت بے جا سے تعبیر کیا اور شیخ احمد جام کی مقبولیت کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ پہلے اپنے روحانی تصرف سے کام لیا۔ جب اس میں کامیاب ہوئے تو جسمانی طاقت کو استعمال کرنے کا ارادہ کیا لیکن شیخ احمد کے غیر معمولی تحمل نے ان کے منصوبوں کو بے کام کر دیا۔ انھیں شیخ کی روحانی برتری تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ خواجہ مودود تین روز تک شیخ احمد جام کی نعمت میں رہے اور ان سے روحانی فیوض حاصل کیے۔ رخصت ہونے سے قبل شیخ احمد جام نے ان کو کئی تعلیمات حاصل کرنے کی تاکید کی۔ کیونکہ بغیر علم کے ایک صوفی شیطان کے قبضے میں رہن کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی وقت ان کے پتے آبا و اجداد کے روحانی ورثے سے اپنے اندر ہی قوت پیدا کریں۔ چنانچہ اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے خواجہ مودود نے حصولِ علم کے لیے بلا اور خزا کا سفر اختیار کیا اور وہیں چار سال مقیم رہے۔ بعد از چشت واپس آئے اور سلسلہ چشتیہ کے احیاء اور اس کو مستحکم کرنے میں مسلسل مصروف رہے۔ ان کی وفات ۵۱۱ھ

۳۳۰ھ میں ہوئی۔ خواجہ احمد مودود ان کے جانشین ہوئے۔

خواجہ مودود چشتی کے دو اور ممتاز مرید شاہ سبجی رحمن الدین محمد منہاوی ۵۹۰ھ اور خواجہ شریف زامنی تھے۔ ۵۱۱ھ میں ان کے انتقال کے بعد انھوں نے چشتیہ کے مزارات کی زیارت کی اور ان کے مزارات کی طرف سے صرف ہندوستانی تاریخ کے ذریعے علم میں آئے ہیں۔ انہوں نے حضرات کے لیے بارہ میں تالیفات لکھی ہیں۔

۱۳۰۔ نجات الہیہ صفحہ ۳۲۰-۳۲۱، مقتصد الاقبیاء صفحہ ۱۳۳-۱۳۴

۱۳۱۔ خواجہ سعید الدین محمد منہاوی، مقامات اثنی عشریہ، ص ۱۳۳، شہادت الہیہ، ص ۱۳۳، مقتصد الاقبیاء صفحہ ۱۳۳-۱۳۴

۱۳۲۔ مقتصد الاقبیاء صفحہ ۱۳۳-۱۳۴، طریق التوحید صفحہ ۱۳۳-۱۳۴

۱۳۳۔ نجات الہیہ صفحہ ۳۲۰-۳۲۱

۱۳۴۔ عین السنی، ص ۱۳۳، مقتصد الاقبیاء صفحہ ۱۳۳-۱۳۴، طریق التوحید صفحہ ۱۳۳-۱۳۴

نہیں کی ہیں۔ اسی طرح خواجہ حاجی شریف کے مرید خواجہ عثمان ہرونی سے متعلق بھی جو خواجہ معین الدین چشتی کے روحانی مرشد تھے، بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔

۱۷۔ حذیفہ بن قبادہ مرعشی ابراہیم بن ادہم کے مرید تھے۔ قیاس ہے کہ آپ اپنے مرشد کے بعض سفروں میں ان کے ساتھ رہے تھے۔ آپ کے معاصرین آپ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ کو زہد و تقویٰ کا کامل نمونہ خیال کرتے تھے۔ آپ کا وصال ۵۲۰ھ / ۳۲-۳۲ھ میں ہوا۔^{۵۳}

۱۸۔ ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم بن منصور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ بلخ کے فرمانروا تھے لیکن آپ نے تاج و تخت چھوڑ کر زہد و خلوت کی زندگی اختیار کر لی۔^{۵۴} آپ نے ابتدائی روحانی تعلیم خضر علیہ السلام سے اور دینی آگاہی امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے حاصل کی۔ آپ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے بہت سے صوفیہ کے ساتھ جن میں فضیل بن عیاض، سفیان ثوری،^{۵۵} سہل بن ابراہیم،^{۵۶} محمد بن مبارک السوری^{۵۸} اور ابو ابراہیم یمنی^{۵۹} شامل تھے، رہتے اور سفر کرتے تھے۔ آپ سادہ اور عیش سے خالی زندگی بسر کرتے اور اپنے ہاتھوں کی کمائی سے ضروریات زندگی مہیا کرتے تھے۔ اپنی ذات سے اس قدر بے نیازی کے باوجود آپ کا دوسروں کی بھلائی اور راحت کا خیال رکھنا بہت ہی اعلیٰ درجے کا اخلاق تھا۔ آپ کے دوسروں کو راحت رسائی کے کردار کی اس خوبی نے لیہ ہنٹ (LEIGH HUNT) کے تخیل کو اپنی گرفت میں لیا جس نے آپ کے بارے میں مندرجہ ذیل نظم تحریر کی۔^{۶۰}

Abou ben Adhem (may his tribe increase!)

Awoke one night from a deep dream of peace

And saw within the moonlight in his room,

۱۔ رسالہ قشیریہ صص ۲۵۹-۲۶۰

۵۲۔ ایضاً ص ۱۶۷

۵۳۔ طبقات الکبریٰ - حصہ اول - ص ۶۲

۵۴۔ طبقات الصوفیہ ص ۲۴، رسالہ قشیریہ ص ۲۵، کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۸ نیز انگریزی ترجمہ از نکلسن ص ۱۰۳، تذکرہ الاولیاء

عطار ص ۱۰۲، دایرہ المعارف اسلامیہ، عنوان - ابراہیم ادہم -

۵۵۔ کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۸ نیز انگریزی ترجمہ از نکلسن ص ۱۰۳

۵۶۔ طبقات الصوفیہ ص ۲۴

۵۷۔ رسالہ قشیریہ ص ۲۶

۵۸۔ ایضاً ص ۱۶۷

۵۹۔ ایضاً ص ۱۶۹

۶۰۔ ایضاً ص ۲۵

۶۱۔ MYSTICS AND SAINTS OF ISLAM, CLAUD FIELD (لندن ۱۹۱۰ء) صص ۳۳-۳۵

Making it rich and like a lily in bloom,
 An angel writing in a book of gold,
 Exceeding peace had made Ben Adhem bold,
 And to the presence in the room he said,
 "What writest thou," The vision raised his head,
 And with a look made all of sweet accord,
 Answered "The name of those who love the Lord",
 "And is mine one?" said Abou "Nay not so",
 Replied the angel. Abou spoke more low
 But cheerily still, and said "pray thee then
 Write me as one that loves his fellow men"
 The angel wrote and vanished. The next night
 He came again with a great wakening light,
 And showed the names whom love of God had blest,
 And lo: Ben Adhem's name led all the rest

ترجمہ

ابراہیم بن ادہم (ان کا قبیلہ بڑھتا رہے)
 ایک شب ایک گھرے خواب راحت سے بیدار ہوئے
 اور اپنے گھرے میں چاند کی روشنی میں
 جو اسے شاداب اور گل سوسن کی مانند شکفتہ کر رہی تھی، دیکھا کہ
 ایک فرشتہ ایک زریں کتاب میں کچھ لکھ رہا ہے
 ابن ادہم کو بے انتہا قلبی سکون نے باہمت کر دیا تھا
 اور گھرے میں فرشتے کی موجودگی پر انہوں نے فرمایا
 "تم کیا لکھ رہے ہو؟" اس تصویر اتنی ہستی نے اپنا سر اٹھایا
 اور ایک نظر سے تمام اماجول اکو شیریں ہم آہنگی سے معمور کر دیا
 اور جواب دیا " ان لوگوں کے نام جو خدا سے محبت کرتے ہیں "

نٹا۔ خاکسار مترجم نے ABOU BEN ADHEM اور BEN ADHEM کے جگہ ابراہیم بن ادہم اور ابن ادہم کو لیا ہے جو
 آپ کا صحیح نام ہے۔

ابراہیم بن ادہم نے پوچھا "کیا ان لوگوں میں میرا نام ہے" "نہیں قطعی نہیں"

فرشتے نے جواب دیا "ابراہیم بن ادہم نے ذرا دھیے لہجے میں

لیکن شادمانی سے کہا "تب میں التجا کرتا ہوں

مجھے اس شخص کے زمرے میں لکھ دو جو خدا کے بندوں سے محبت کرتا ہے"

فرشتے نے یہ تحریر کیا اور نظر سے پنہاں ہو گیا دوسری شب

وہ فرشتہ بیدار کر دینے والی ایک عظیم روشنی کے ساتھ پھر ظاہر ہوا

اور ابراہیم بن ادہم کو ان لوگوں کے نام دھکے "تیس خدا نے اپنی برکت سے نوازا تھا

اور حیرت کی بات ہے کہ ابن ادہم کا نام سب سے پہلا لکھا ہوا تھا

آپ کی وفات ۱۶۱ھ / ۷۸۰ء میں ہوئی۔

۱۹۔ فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر بن ہاشم قبیلہ تمیم سے تھا، اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں رہنری کرتے تھے لیکن بعد میں اپنے ساتھیوں سے تائب ہو کر زہد و تقویٰ کے راستے پر گامزن ہوئے۔ آپ اپنے گزشتہ طور حیات پر اس قدر پشیمان تھے کہ توبہ کرنے بعد اہم زندگی حق تعالیٰ کی معرفت اور صوفیانہ حقایق معلوم کرنے میں صرف بردی آپ نے کبھی دل کھول کر نہیں سمجھی آپ کے چہرے پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی، سوائے ایک مرتبہ کے جب آپ کے فرزند علی کا انتقال ہوا۔ جب آپ سے اس بظاہر نامناسب عمل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا "حق تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ لڑکے کو موت آجائے چنانچہ میں اس کی رضا پر راضی ہو گیا"۔ آپ کا بارہن الرشید کو اسرار کے ساتھ نصیحت اور فہمائش کرن اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کی نظر میں دنیا اور اسباب دنیا کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اس کے برعکس آپ کی زندگی پر روحانی اذیت و غم ۱۸۸ھ / ۸۰۳ء تک جب آپ کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا، چھائے رہے۔ آپ کے انتقال پر ایک مشہور ہمعصر بزرگ ابن مبارک نے بے ساختہ فرمایا، دنیا سے ادا اسی رخصت ہو گئی۔

۲۰۔ اخبار الاخیار ص ۲۲

۶۲۔ رسالہ قشیریہ ص ۲۸، کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۰، انگریزی ترجمہ از مکمل ص ۹۰

۶۳۔ رسالہ قشیریہ ص ۲۸

۶۴۔ کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۲۰-۱۲۱، انگریزی ترجمہ از مکمل ص ۹۸-۱۰۰

۶۵۔ طبقات الصوفیہ ص ۸، رسالہ قشیریہ ص ۲۰

۶۶۔ رسالہ قشیریہ ص ۲۸

۶۷۔ ایضاً ص ۲۸

۲۱۔ ایضاً ص ۲۳

۲۲۔ سیر الاولیا ص ۳۹

۲۳۔ فواید الفواد ص ۴۲، سیر الاولیا ص ۳۹

۲۴۔ سیر الاولیا صص ۳۰ تا ۵۰

۲۵۔ فواید الفواد صص ۱۲۰ تا ۱۳۱، سیر الاولیا ص ۵۰

۲۶۔ سیر الاولیا ص ۱۵

۲۶ الف۔ اسلامی ادب میں بتردد ہزار (انٹھارہ ہزار) عالم کا تصور ان یہودیوں کے ذریعے متعارف ہوا جو شروع شروع میں داخل اسلام ہوئے۔ خاص طور پر ابو عبد اللہ ہاب بن منبہ نے اس تصور کو عام کرنے میں بڑا حصہ لیا۔^{۶۸}

۲۷۔ ملاحظہ فرمائیں تذکرہ الاولیا عطار ص ۸۶

۲۸۔ سیر الاولیا صص ۳۸، ۳۹

۲۹۔ کاک ایک قسم خاص قسم کی روٹی کو کہتے ہیں۔ کاک اور کیک علی الترتیب اس لفظ کو عربی اور انگریزی میں ڈھالنے کی شکلیں ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں زبانوں میں خاص طور پر انگریزی میں یہ لفظ قطعی طور مختلف مفہوم رکھتا ہے۔^{۶۹}

۳۰۔ سیر الاولیا ص ۵۰

۳۱۔ شیخ بہاء الدین زریہ ملتانی کوٹ کروڑ میں جو ملتان کے نزدیک ہے، پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد کے زمانہ حیات ہی میں قرآن شریف حفظ کیا اور قرأت کے ساتوں معیاری اسالیب قرأت سنی سے بھی آگاہی حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد جب آپ کی عمر بارہ سال تھی آپ نے سنی سال تک اور دراز مقامات کے سفر کیے جن میں مکہ طہرہ، مدینہ طہرہ، اور النہ، خراسان، بیت المقدس اور بغداد شامل ہیں۔ ان تمام مدت سفر میں آپ ظاہری عوم اور روحانی مشہدات کی تلمیذ میں مصروف رہے۔ جب آپ بغداد میں شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ہر اعتبار سے رشد و ہدایت ل ذمہ داری پوری کرنے کے اہل ہوئے تھے۔ شیخ بزرگ نے آپ کو ستر دن اپنے پاس رکھا اور آپ کو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا۔ جس پر شیخ فرماتے تھے:

۶۸۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ یاد نامہ علامہ امینیؒ میں۔ چودھویں باب۔ زعمہ پونہ، دارالحدیث، لاہور، پاکستان، ۱۳۳۶ھ۔
رضا عطیمی۔ تمہان ۱۳۶۱ھ صص ۲۱ تا ۳۲

۶۹۔ ملاحظہ فرمائیں۔ لغت نامہ دہندہ، زیر لفظ۔ کاک۔۔۔ فونک، صمیمیت، لندن، ۱۳۶۱ھ، ص ۱۰۰۔ سنہ ۱۳۳۶ھ۔ ص ۵۵۔
تمہان ۱۳۳۶ھ، زیر لفظ۔ کاک۔ ص ۵۵۔

۷۰۔ سیر العارفین صص ۱۰۳، ۱۰۴

کے بعض قدیم مرید سخت حیران ہوئے۔ شیخ شہاب الدین نے آپ کو ملتان واپس جانے اور اس علاقے میں سلسلہ سہروردیہ کو مقبول بنانے کی ہدایت فرمائی^{۱۰۱}۔ ملتان پہنچنے کے بعد حضرت بہاء الدین اپنی وفات ۱۷۶۱ء تک سلسلے کی ترویج و اشاعت کا کام سرانجام دیتے رہے^{۱۰۲}۔ آپ کی حیات میں ملتان سلسلہ سہروردیہ کا مشہور و معروف مرکز بن گیا۔ اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ آپ کا کام اولین اور بنیادی نوعیت کا تھا نیز آپ نے اسے معاصر سلسلہ چشتیہ کے فروغ کے بعد شروع کیا۔ اس سلسلے میں جو حیرت انگیز محنت اس کی کامیابی کے لیے آپ نے کی ہوگی اس کا اندازہ کرنا زیادہ دشوار نہیں ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریا نے قرآنی احکامات کی تعمیل کرنے اور اسلام کے بنیادی عقائد کو لفظ و معنی دونوں اعتبار سے تسلیم کرنے پر بے حد اصرار کیا۔ اپنے معاصر چشتی بزرگوں کے برعکس آپ نے خاصی امیرانہ زندگی بسر کی اور آپ کی خانقاہ بھی اپنے خوش حال اور دولت مند ہونے کی شہرت، گھنٹی تھمی^{۱۰۳} موخر الذکر کو اپنے معاصرین اور بعد میں آنے والوں کی خاصی تنقید کا سامنا کرنا پڑا^{۱۰۴}۔

سلطان شمس الدین کے عہد حکومت میں آپ کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا گیا۔ یہ منصب منفعت بخش بھی تھا اور باوقار بھی تھا اور عرصہ دراز تک آپ کے مریدین کی تکالیف میں جو معمولی درجے کے سرکاری عہدے داروں کے ہاتھوں پہنچتی رہتی ہیں، کمی کا باعث رہا۔

اگرچہ عراقی آپ کے تمام خلفاء میں سب سے زیادہ نمایاں اور معروف شخص تھے لیکن آپ کی جانشینی کا شرف آپ کے فرزند شیخ صدر الدین عارف کو حاصل ہوا، جن کے مرید اور خلیفہ شیخ صلح الدین درویش تھے جو شیخ نصیر الدین محمود کے معاصر تھے۔ ان کے علاوہ شیخ جمال خنداں رو اوچی، درویش صدر الدین سیتانی، شیخ احمد بن شیخ محمد معشوق، مولانا علا الدین نجندی اور مولانا حسام الدین ملتانی بھی آپ کے مرید بیان کیے گئے ہیں۔ جنہوں نے آپ سے روحانی برکات حاصل کی تھیں۔ صدر الدین عارف کے بعد ان کے فرزند اور خلیفہ شیخ رکن الدین ابوالفتح جانشین ہوئے۔ شیخ رکن الدین نے علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں دو مرتبہ اور

۱۰۱۔ ایضاً ص ۱۰۶

۱۰۲۔ اخبار الاخیار ص ۲۷

۱۰۳۔ ملاحظہ فرمائیں نوید الفواد صص ۳۶۶-۳۶۷

۱۰۴۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار صص ۲۹-۳۰

۱۰۵۔ ملاحظہ فرمائیں سکنیت الودیہ مصنفہ دار شکوہ مرتبہ تہرا چند و سید محمد رضا جلال نائینی (تہران سال شاعت ندارد) ص ۱۱

۱۰۶۔ سیر العارفین صص ۱۰۸-۱۱۰

۱۰۷۔ ایضاً ص ۱۲۹

۱۰۸۔ ایضاً ص ۱۳۱

۱۰۹۔ ایضاً ص ۱۳۷

اس کے بیٹے قطب الدین کی حکومت کے زمانے میں تین مرتبہ دہلی کا سفر کیا۔ موخر الذکر کے تعلقات شیخ نظام الدین دہوی سے گرم جوشی کے نہ تھے۔۔۔ اس نے شیخ رکن الدین کی دہلی تشریف آوری پر شیخ نظام الدین دہوی کو دار الحکومت سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس قلبی ربط و تعلق نے جو ان دونوں بزرگوں کے، مبین تعلقات کی بنیاد تھی اس کی تمام کوششوں کو ناکام کر دیا۔ شیخ رکن الدین جب آفری بار قطب الدین کے عہد حکومت میں دہلی تشریف لائے تو تین سال سے زائد یہاں مقیم رہے، اسی قیام دہلی کے دوران شیخ نظام الدین کا وصال ہوا تو شیخ رکن الدین ہی نے حضرت کی نماز جنازہ پڑھائی۔ شیخ وجیہ الدین عثمانی ستامی اور سید بلال مقدم جہانپوری دونوں شیخ رکن الدین کے ممتاز مرید تھے، آپ نے ۱۲۵۵ء تا ۱۲۶۲ء میں انتقال فرمایا اور ملتان میں مدفون ہوئے۔

۳۲۔ فوائد النوادر، نمبر ۱۲۰۔ ۱۲۱ نیز سیر الاولیاء ص ۵۰

۳۳۔ سیر الاولیاء ص ۵۰ نیز گلزار ابرار ص ۲۲

۳۴۔ سیر الاولیاء ص ۵۰

۳۵۔ سیر الاولیاء ص ۵۲

۳۶۔ سیر الاولیاء نمبر ۵۳۔ ۵۴

۳۷۔ شیخ نجم الدین صغریٰ کے مزاج کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔
 EAST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۱۱۰ نمبر شمارہ ۱۰

۳۸۔ سیر الاولیاء ص ۵۵

۳۹۔ فوائد النوادر ص ۲۰۲ سیر الاولیاء ص ۵۵

۴۰۔ شیخ محمد جواد المعروف بہ شہدہ پہل مشہور صحابی بزرگ تھے، آپ نے بیعت کائنات کو قبول کیا اور حکومت بنائی۔ آپ نے سان میں بمقام تشریف آوری ۱۱۵۹ھ اور شہید ہوئے اور ان کے وصال کا واقعہ یہ ہے کہ آپ نے حج تہمتاً کے لیے روانہ ہوئے، وہاں تک کہ وہاں پہنچے تو آپ کو نہ پہنچا گیا اور آپ کو تہمتاً کے لیے روانہ کیا گیا۔ جب شیخ کو اس وقت سے آپ کی زندگی کا رخ مسابین، مدین و یثرب اور یثرب کے لیے ہوا، یہاں تک کہ آپ نے ہجرت بائیں آہیت حاصل نہیں کی اور حکومت اپنی اختیار کی۔ وہاں تک کہ آپ نے ہجرت بائیں آہیت حاصل نہیں کی اور حکومت اپنی اختیار کی۔ وہاں تک کہ آپ نے ہجرت بائیں آہیت حاصل نہیں کی اور حکومت اپنی اختیار کی۔ وہاں تک کہ آپ نے ہجرت بائیں آہیت حاصل نہیں کی اور حکومت اپنی اختیار کی۔

۴۱۔ سیر الاولیاء ص ۵۵

۴۲۔ سیر الاولیاء ص ۵۵

۴۳۔ سیر الاولیاء ص ۵۵

وفات یعنی ۵۳۶ھ / ۱۱۴۱ - ۲۲۔ تک جب کہ آپ کی عمر چھپیانے سے سال تھی جاری رہا۔ آپ کو معد آباد میں دفن کیا گیا جو آج کل "تربت شیخ جام" (ایران) کے نام سے مشہور ہے۔^{۸۳}

۴۰ الف۔ فواید الفواد ص ۱۵۹، سیر الاولیا ص ۵۵، گلزار ابرار ص ۲۲

۴۱۔ آپ کے مزار کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۲۰۔ نمبر ۵۹

۴۲۔ فواید الفواد ص ۱۵۹، سیر الاولیا ص ۵۵

۴۳۔ طبقات ناصری جلد اول ص ۳۲۰ - ۳۲۲ نیز آپ کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۲۰۔ نمبر شمار ۹

۴۴۔ تذکرۃ الاولیاء عطار ص ۳۶۳

۴۵۔ سیر الاولیاء سلسلہ ۵۶ - ۵۷

۴۶۔ آپ کے مزار کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۶۰۔ نمبر شمار ۱۳۵

۴۷۔ اخبار الاخیر ص ۲۸

۴۸۔ سیر العارفین ص ۱۲

۴۹۔ شیخ محمد اجل شریزی۔ آپ کی زندگی سے متعلق مستند سوانحی تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔ آپ کے بارے میں ہماری معلومات کا واحد ذریعہ شیخ نظام الدین اولیا ہیں جنہوں نے اپنے ملفوظات میں آپ کے معجزانہ کارناموں کے منتشر ہوائے دیے ہیں۔ بعد کے تذکرہ نگاروں نے ان ہی واقعات کو کسی نئے عنصر کا حقیقی اضافہ کیے بغیر بیان کر دیا ہے۔ بہر حال آپ کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ آپ غزنی کے رہنے والے تھے اور آپ کا زمانہ حیات چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی عیسوی سے اور آپ نے کم از کم ایک مرتبہ تو یقیناً بلخ کا سفر کیا تھا جہاں مولانا برہان الدین محمود بن اسعد البلیخی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ کے بلند قد و قامت اور توانا ڈیل ڈول کے پیش نظر مولانا برہان الدین سخت حیران ہوئے کہ شاید یہ شخص رجال اللہ میں سے ہے لیکن آپ نے ان کے قریب جا کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کا ورثہ

۸۳۔ آپ کی زندگی اور تصانیف کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ نجات الاس ص ۳۵۰ نیز مقامات ڈنورہ میں، خیر الجاس ص ۱۰۰، دایرة المعارف اسلام، زیر عنوان - احمد جام ۶۰

۸۳۔ فواید الفواد ص ۹، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۱۰۹، ۱۱۰، سیر الاولیاء ص ۵۵۲، ۵۵۳

۸۵۔ خیر الجاس ص ۲۲۵، ۲۲۶

خرید لیا ہے اسی باعث میرا جسم اس قدر مقبوط و توانا ہے۔^{۸۶}

۵۰۔ خیر المجالس صص ۲۲۵-۲۲۶، اخبار الاخیار ص ۲۸

۵۱۔ آپ کی قبر کے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۵۶۔ نمبر شمار ۷۷

۵۲۔ گلزار ابرار، ورق ۱۹ ب۔ تمام بیان "گلزار ابرار" ورق ۱۹ ب سے ماخوذ ہے۔

۵۳۔ اخبار الاخیار ص ۳۶

۵۴۔ اخبار الاخیار کے مطبوعہ نسخے میں اس قسم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار صص ۳۶ تا ۳۷

۵۵۔ سیر العارفین ص ۲۱

۵۶۔ فواید الفواد ص ۸

۵۷۔ سیر الاولیا صص ۲۵۶ اور ۵۱۹

۵۸۔ فواید الفواد ص ۲۵۳ نیز سیر الاولیا ص ۵۲۶

۵۹۔ فواید الفواد ص ۲۵۲

۶۰۔ "طوال شمس" کا ایک قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذخیرہ حبیب گنج میں محفوظ ہے۔

۶۱۔ آپ کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۳۵۔ نمبر شمار ۵۶

۶۲۔ سیر الاولیا صص ۵۶-۵۷

۶۳۔ اخبار الاخیار ص ۳۶، فواید الفواد ص ۲۵۳، سیر الاولیا ص ۵۷۳

۶۴۔ اخبار الاخیار ص ۳۶

۶۵۔ فواید الفواد صص ۱۶۳ اور ۱۶۵، سیر الاولیا ص ۵۰۲

۶۶۔ شیخ بدرالدین بن علی اسحاق، شیخ فرید الدین گنج شکر کے مخلص مرید اور داماد تھے۔ آپ کا وطن کشمیر تھا۔ یہاں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے مزید فضل و کمال کے حصول کے لیے، خذراہاتے کا ارادہ کیا۔ اس دور کی اسلامی دنیا میں ایک عظیم علمی مرکزی حیثیت سے مشہور تھا۔ اس باعث ہر طالب علم اور شاعر

۸۶۔ سیر الاولیا ص ۵۷۳

دہاں تعلیم حاصل کرنے کا آرزو مند رہتا تھا۔ بخارا جاتے ہوئے آپ اجدھن سے گزرے اور ایک دوست کے اصرار پر آپ نے شیخ فرید الدین سے ملاقات کرنے اور ان چند سوالوں کے جواب حاصل کرنے کا فیصلہ کیا جو کچھ عرصے سے آپ کے ذہن کو پریشان کیے ہوئے تھے اور دہلی کے اہل دانش کی تصریحات کے باوصف حل طلب تھے۔ جب آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سوالوں کے جواب آپ کی توقع سے زیادہ واضح طور پر مل گئے۔ حضرت فرید الدین گنج شکر کے بے پناہ علم کے ساتھ ساتھ ان کی بے حد سادگی اور کامل زہد نے آپ کے دل پر اس قدر اثر کیا کہ آپ اسی ملاقات میں ان کے سلک ارادت میں منسلک ہو گئے۔ بالاخر آپ نے اپنے مرشد کی خدمت انجام دینے میں ایسا ممتاز مقام حاصل کر لیا کہ نہ صرف شیخ نے آپ کو خانقاہ کی نگرانی سپرد کی بلکہ اپنی ایک صاحبزادی سے آپ کا نکاح کر دیا۔ شیخ کے وفات کے بعد ان کے رشتے دار بشمول وارثوں کے آپ کے خلاف ہو گئے۔ آخر کار سید محمد کرمانی کی ایما پر جو شیخ فرید الدین کے دوسرے ممتاز خلیفہ تھے، آپ خانقاہ ان کے سپرد کر کے اجدھن کی جامع مسجد کے جوار میں منتقل ہو گئے۔

آپ نے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی تھی جس کا نام "تصریف البدری" تھا۔ شیخ نظام الدین اولیا نے یہ کتاب آپ سے پڑھی تھی اور دوسروں کو پڑھانے کی اجازت حاصل کی تھی۔

شیخ بدر الدین اسحاق نے اجدھن میں وفات پائی اور مذکورہ مسجد میں جہاں آپ (بچوں کو) قرآن پڑھاتے تھے، دفن کیے گئے۔^{۸۶}

۴

۶۷۔ نواید الفواد ص ۱۶۵

۶۸۔ اخبار الاخیار ص ۳۸

۶۹۔ اخبار الاخیار ص ۳۹

۷۰۔ ابو زکریا یحییٰ بن معاذ بن جعفر الواعظ الرازی اپنے عہد کے مشہور تارک الدنیا درویش اور ممتاز واعظ تھے۔ آپ جماعت صوفیہ میں پہلے شخص تھے جنہیں خلفائے راشدین^{۸۹} کے بعد منبر سے وعظ کھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے مواعظ ہمیشہ سامعین کے گرد امید اور زندگی کے روشن پہلو حلقہ کیے رہتے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف تھے اور آپ کے اقوال عمدگی اور تازگی کے احساس سے لبریز ہوتے تھے۔ حضرت علی جبوری آپ کے اقوال کے بے حد شائق تھے۔ جن کے بقول آپ کی باتیں لطافت میں ڈھلی ہوئی، کانوں کے لیے خوش گوار، اظہار حقیقت میں لطیف اور اخلاص میں اضافہ کرنے والی ہیں۔^{۹۰} آپ اپنے جائے پیدائش رے سے خراسان آئے

۸۷۔ سیر اللدلیا صص ۲۶۹ تا ۲۷۸ نیز ایضاً ص ۱۹۲

۸۸۔ طبقات الصوفیہ ۱۰۷۰ آپ کے بڑے بھائی اسماعیل اور چھوٹے بھائی ابراہیم بھی زاویہ نغین درویش تھے۔

۸۹۔ کشف المحجوب (فارسی) ص ۱۵۳، انگریزی ترجمہ از مکلس صص ۱۲۲-۱۲۳

۹۰۔ ایضاً

آپ کے بھائی ابراہیم جو اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے، ان کا نیشاپور اور بلخ کے راستے میں انتقال ہو گیا۔^{۹۱}
 بہر صورت آپ بلخ پہنچ گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد واپس نیشاپور آگئے جہاں ۲۵۸ / ۸۷۲ء میں
 آپ کا انتقال ہو گیا۔^{۹۲}

۱۔ ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب ص ۷۰، تذکرہ الاولیاء عطار ص ۱۱۹، احیاء العلوم جلد چہارم ص ۲۵۶، صوفی نامہ ص
 ۱۸۳، مصباح الہدایہ ص ۳۷۸

۲۔ ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب ص ۷۰،

۳۔ فواید الفوائد ص ۱۸۷ نیز سیر الاولیاء ص ۳۳۳

۴۔ گلزار ابرار ورق ۱۳

۵۔ گلزار ابرار ورق ۲۳

۶۔ گلزار ابرار ورق ۲۳

۷۔ فواید الفوائد صص ۲۰۵ - ۲۰۶

۸۔ فواید الفوائد صص ۲۰۶ اور ۲۰۷

۹۔ بی بی سارہ کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۲۰، نمبر - ۳۶

۱۰۔ آپ کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم
 ص ۲۰، نمبر - ۳۵

۱۱۔ اخبار الاخیار (ص ۱۳۰) پر یہ شعر اس طرح درج ہے۔

گر کرمت عام شد ز رفت زہرہاں عذاب
 در بعمل حکم شد وہ لہ چہا دیدنی است

۱۲۔ مشارق الانوار النبویہ فی صحاح الاخبار المسطفویہ^{۹۳} مصنف حسن بن محمد الصفحانی ۶۵۰ھ / ۱۲۵۲ء، ص ۱۰۶، بیت
 کا مجموعہ ہے جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دو تصانیف "مصباح الدینی" اور "شمس المؤمنین" میں درج ہے۔

۹۱۔ طبقات الصوفیہ ص ۱۰۷

۹۲۔ ایضاً نیز رسالہ قلیہ ص ۳۳، طبقات النبری جلد دوم ص ۸۱، نغمات الاس ص ۷۰

۹۳۔ یہ کتاب سنگی چھاپے میں مولوی غلام علی کے نسخے کے ساتھ لکھنؤ سے ۱۳۱۹ء میں شائع ہوئی

۹۴۔ "الشہاب" صدیوں سے اہل علم میں مقبول رہی ہے اور اس کی متعدد شاخیں، ترجمے اور تلامذہ
 (۱) کے نسخے ہیں۔

قضاعی (م ۵۲۵۳ / ۱۰۶۳) اور " النجم " مصنفہ اقلشی (م ۵۵۰ / ۱۱۵۵) سے ماخوذ ہے۔ تمام احادیث ایک سو نحوی عامل کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں اور ہر حدیث بخاری اور مسلم کی سند کے ساتھ درج کی گئی ہے۔ حاجی خلیفہ نے " مشارق الانوار " کی چند شرحیں دیکھی ہیں۔^{۹۱}

مشارق الانوار کے مصنف ابوالفضائل امام حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی العدوی الصغانی جو عام طور سے رضی الدین کے نام سے معروف ہیں ۵۵۴ / ۱۱۸۱ میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر میں آپ کو غزنہ لے جایا گیا جہاں آپ نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور بہت جلد حدیث اور لغت کے عالم کی حیثیت سے خود کو تسلیم کرا لیا۔ سلطان قطب الدین ایبک نے آپ کے تقدس کا شہرہ سنا تو آپ کو لاہور کے قاضی کے عہدہ پیش کیا لیکن آپ نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا۔ حج ادا کرنے اور بہت عرصہ مکہ مکرمہ اور عراق کے ارباب علم کی صحبت میں رہنے کے بعد جن میں نظام المرغینانی بھی شامل تھے آپ بغداد آگئے اور دربار خلافت سے تعلق رکھنے والوں میں اپنا ایک مقام پیدا کر لیا۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ (۵۴۵ - ۶۲۲ ہجری / ۱۲۲۵ - ۱۱۸۰ عیسوی) نے آپ کو شاہی اعزازات سے نوازا اور ۶۱۴ ہ ۲۱ - ۱۲۲۰ میں اپنے ذاتی سفارتی نمائندے کی حیثیت سے سلطان شمس الدین التتمش (۶۰۴ - ۵۲۵ / ۳۶ - ۱۲۱۱) کے دربار میں ہندوستان بھیجا جہاں آپ نے دو عشروں سے ذرا سا کم عرصے تک قیام کیا۔ ہندوستان سے رخصت ہونے کے بعد آپ نے دوسرا حج ادا کیا اور یمن کے راستے بغداد واپس آگئے۔ اس وقت زمام خلافت مستصر باللہ (۳۰ - ۶۲۵ ہ / ۳۲ - ۱۲۲۶) کے ہاتھوں میں تھی جس نے بڑے اعزاز سے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو دوسری مرتبہ سفارت پر ہندوستان بھیجا۔ امام صغانی ۶۳۴ ہ / ۲۰ - ۱۲۳۹ میں واپس بغداد آگئے اور اپنی وفات ۶۵۰ ہ / ۱۲۵۲

(گذشتہ سے پیوستہ)

تحریر کیے جا چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں شرح فارسی شہاب الاخبار مرتبہ محمد تقی دانش پڑوہ (تہران ۱۳۳۹ ش) مقدمہ صص II - IV۔ شہاب الاخبار کا شارح بھی وہی ہے جو مشارق الانوار کا شارح ہے۔ اس کا نام نمبر شمار ۱۳ اور ۱۸ پر درج ہے۔ (مقدمہ ص III) لیکن دانش پڑوہ نے غلطی سے دو مختلف شخص گمان کیے ہیں۔

۹۵۔ فرست کتب خانہ بانکی پور، جلد پنجم ص ۹۳، نیز مولانا عبدالحی کی تصنیف نزہۃ الخواطر بحیث النواظر حیدر آباد، بھارت جلد اول ۱۹۶۲۔

ص ۱۰۴

۹۶۔ نزہۃ الخواطر ص ۱۰۴

۹۷۔ صغانی یعنی صغانیان سے نسبت رکھنے والا جو چغتایان کا معرب ہے۔ یہ ماورالنہر کا ایک قصبہ ہے (صغانی درق ۲۵۲ ب) شیخ اکرم (آب کوثر صص ۶ اور ۸۱) اور دانش پڑوہ (شرح فارسی شہاب الاخبار مقدمہ ص III) دونوں حضرات حقیقت سے آگاہ ہونے میں ناکام رہے اور اس کا بالترتیب " صغانی " اور " صغانی " تلفظ کیا جو درست نہیں ہے۔

۹۸۔ نزہۃ الخواطر جلد اول ص ۱۰۵

۹۹۔ جلال الدین عبدالرحمان سیوطی، بغیۃ الوعاة فی طبقات اللغویین و النحاة مرتبہ محمد ابوالفضل ابراہیم قاہرہ (۱۹۶۳) ص ۱۰۱

۵۱۹ - ۵۲۰

تک یہیں رہے۔ بعد میں آپ کی نعش کو مکہ مکرمہ لے کر دفن کیا گیا۔ آپ بے ایک وقت ایک کامل ادیب اور مستعد استاد تھے۔ اپنی بہت سے تصانیف کے علاوہ آپ نے بے شمار شاگرد اپنی یادگار کے طور پر پھوڑے جن میں برہان الدین محمود بن ابی الخیر اسعد البلیخی، شرف الدین الدمیاطی، نظام الدین محمود بن عمر البہروی، محی الدین ابوالبقا صالح بن عبد اللہ بن جعفر بن علی بن صالح الاسدی الکوفی، ابان صبرغ کے نام سے مشہور ہیں، شامل تھے۔

۸۳۔ نواید القواد ص ۲۵۱ سیر الاولیا صص ۵۲۳ - ۵۲۴

۸۴۔ ایضاً

۸۵۔ سیر الاولیا صص ۵۲۳ - ۶۲۴

۸۶۔ آپ کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم ص ۱۱۰ نمبر ۱۸۳

۸۷۔ حضرت ترک بیبانی کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں "LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS" جلد اول ص ۵۶ نمبر ۱۰۲

۸۸۔ سلطان معز الدین بہرام شاہ کے مقبرے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد چہارم ص ۵۰ نمبر ۱۰۶

۸۹۔ گلزار ابرار ورق ۳۸ ب، آپ کا صحیح لقب "سید الدین" تھا۔ ملاحظہ فرمائیں محمد نظام الدین کی تصانیف "تعارف جوامع الحکایات و لوائح الروایات" لندن ۱۹۲۹ء، صص ۳ اور ۴

۹۰۔ اس کتب کا صحیح نام "جوامع الحکایات و لوائح الروایات" ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "جوامع الروایات و لوائح الروایات" مصنفہ محمد نظام الدین لندن ۱۹۲۹ء، صص ۳ و ۴

۹۱۔ امام ابوالحسن احمد بن محمد القدوری البغدادی "م ۳۲۸ھ = ۱۰۳۷ء" کی تصانیف "قدوری" کی شمارہ شرح علی بن ابی بلر بن عبد الجلیل الفرغانی المغنی فی م ۵۳۹ھ = ۱۱۹۷ء کے تحریر کی "قدوری" ہوا، جامع "تاریخ" سے

اور یہ ۱۲۳۳ھ میں تھلنے سے شایع ہوئی۔ نیز ملاحظہ فرمائیں اس کا ترجمہ "ہامی ٹینٹن" (HAMILTON) نے (ایک فرسی متن سے) سے کیا تھا اور ۱۸۹۱ء میں لندن سے شایع کیا۔ لندن ہی سے ۱۸۸۰ء میں

۱۰۰۔ زبیر القواد ص ۱۱۵

۱۰۱۔ نوادیر ادیب اسیر، جلد ۱ ص ۱۰۲ ص ۱۰۳

۱۰۲۔ ادیب اسیر صص ۱۰۹ تا ۱۰۹ نیز جلیت ۱۰۹ ص ۵۲۰

۱۰۳۔ زبیر القواد ص ۱۱۵ نیز ملاحظہ فرمائیں جلیت ۱۰۹ ص ۵۲۰ ص ۵۲۱

دوسری اشاعت سی گریڈی (CGRADY) کے ذریعے عمل میں آئی۔^{۱۰۳}

۹۲۔ کنز الدقائق جسے عام طور پر "کنز" کہا جاتا ہے، ابوالرکات عبداللہ بن احمد النسفی (م ۱۰۱۰ھ / ۱۰۱۳۱۰) کی تصنیف ہے۔ اس کی وجہ شہرت حنفی فروعی مسائل پر مباحث کی جامع تدوین ہے۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ قاہرہ سے ۱۳۰۹ھ، دہلی سے ۱۸۶۰ء، لکھنؤ سے ۱۸۶۲ء اور بمبئی سے ۱۸۶۶ء میں۔^{۱۰۵}

۹۳۔ مسباح علم نجوم پر نام ابوالفتح ناصر الدین مطرزی خوارزمی (م ۱۰۶۰ھ / ۱۲۱۳ - ۱۰۱۳) کی مشہور و معروف تصنیف ہے۔^{۱۰۶}

۹۴۔ المنتخب فی اصول المذہب جو عام طور پر "حسامی" کے نام سے مشہور ہے، حسام الدین حنفی انصیلی (م ۱۰۶۰ھ / ۱۲۱۳ - ۱۰۶۰) کی تصنیف ہے۔ یہ حنفی اصول فقہ پر ایک مختصر رسالہ ہے۔^{۱۰۷}

۹۵۔ قاضی مسند الدین عبدالرحمن یحییٰ (م ۱۰۵۶ھ / ۱۳۵۵ء) ایران کے مشہور ماہر زبان، منطق دان اور قانون کے ماہر تھے۔ علاوہ ان مشہور اور معتبر تلامذہ کے جو آپ کے حلقہ درس میں رہے، آپ کی تصنیفات کی شرحیں اور حاشیے تحریر کیے جانے کا سلسلہ طویل عرصے تک جاری رہا۔ آپ کے شاگردوں اور ان کے بعد آنے والی نسلیوں کے اہل علم نے یہ شروح اور حاشیے تحریر کیے۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کی اعلیٰ دانش اور بہترین علمی کاموں کا حال سن کر، جس کے متعلق یہ روایت بھی ہے کہ اس کی یہ خواہش تھی کہ آپ اپنی تصنیف "موقف" اس کے نام معنون کر دیں، آپ کو اپنے ذاتی سفیر مولانا معین الدین عمرانی کے توسط سے ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ جب دہلی شیراز شاہ شیخ ابوالسحاق کو اس دعوت کا علم ہوا تو اس نے آپ کو ذاتی طور پر اپنے ہاں بلایا اور ہندوستان جانے سے منع کیا بلکہ جس طرح یہ قصہ بیان کیا گیا ہے، شاہ نے علاوہ دوسری شہاہ پیش کرنے کے یہ پیش کش بھی کی کہ وہ آپ کے حق میں تخت شیراز سے دست بردار ہونے کو تیار ہے۔ شاہ کے بے پناہ خصوص نے آپ کو بے حد متاثر کیا اور آپ نے اپنا رادہ بدل دیا اور ہندوستان جانے کا فیصلہ منسوخ کر دیا۔ وہ اعلیٰ قدر و منزلت جو آپ کو شیراز میں حاصل تھی اس کی شدت مشہور فارسی شاعر حافظ شیرازی نے بھی دی ہے۔ انھوں نے اپنے ایک قطعے میں جہاں شاہ ابوالسحاق انجو (۱۰۵۲ - ۱۱۳۳ ہجری ۱۳۵۳ء)۔

۱۰۲۔ فرست مخطوطات عربی، انڈیا آفس لائبریری، جلد دوم ص ۲۲۵

۱۰۵۔ فرست مخطوطات عربی، انڈیا آفس لائبریری جلد دوم خطی نسخہ ۲۵۳

۱۰۶۔ تاریخ ادبیات در ایران، جلد سوم ص ۲۹۰

۱۰۷۔ فرست مخطوطات عربی، انڈیا آفس لائبریری جلد اول ص ۳

۱۰۸۔ مشاہیر مولانا معین الدین یزدی، شمس الدین کرمانی، سیف الدین امیری، سعد الدین تفتازانی، قطب الدین شیرازی، شاہ نعمت اللہ دہلی ناہانی اور شاہ شجاع بن امیر مبارز الدین محمد آپ کے شاگرد تھے۔ (ملاحظہ فرمائیں، تاریخ ادبیات در ایران، جلد سوم ص ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲)

(۱۲۹۸، ۱۰۸۹، ۲۹۶، ۲۹۵، ۲۳۶، ۲۳۳، ۲۲۹، ۲۲۳، ۹۶، ۳۶)

۱۰۹۔ اخبار الاخبار ص ۱۳۲، گلزار ابرار، ورق ۳۹، آثار الکرام ص ۱۶۷ - ۱۶۸

۱۳۳۲ عیسوی) کے عہد زریں میں شیراز کی خوشحالی کو یاد کیا ہے، آپ کو شہنشاہ دانش کا لقب دیا ہے اور آپ کو ان پانچ ہستیوں میں شامل کیا ہے جن کے وجود کے باعث اس عہد کے شیراز نے شان و شوکت حاصل کی وہ کہتے ہیں:

خانی کار موافق بنام شاہ نساہ
دگر شہنشاہ دانش عضد کرد تصنیفا

۹۰۔ اخبار الاخبار ص ۱۳۳، گلزار ابرار ورق ۳۶

۹۱۔ نواید الغواد ص ۲۶۳ سیر العارفین ص ۱۵۰ حصار حیدر ص ۶۹ میں آپ کا ذکر ہے۔ نوید محمد
مومینہ روز "بیان کیا گیا ہے۔

۹۲۔ نواید الغواد ص ۲۶۲ سیر العارفین ص ۱۵۰

۹۹۔ آپ کے مضامین سے متعلق ملاحظہ فرمائیں (THE JOURNAL OF THE INDIAN MUSLIM SOCIETY)
حیدر ص ۵۵ نمبر ۱۰۹

۱۰۰۔ گلزار ابرار ورق ۳۰۳

۱۰۱۔ اخبار الاخبار ص ۶۵

۱۰۲۔ شیخ شہاب الدین ابو الفتح عمر بن محمد بہاری (سمرقندی) سید اسلاف میں مسند احمدیہ میں ہے کہ
آپ حضرت ابوہریرہ صدیق رضی اللہ عنہ کی ۱۰۰۰ روایتیں جمع فرمائی ہیں۔ شیخ ابو نعیم
مردتھے "ابن خلکان کے بیان کے مطابق یہ آپ ۵۰۰۰ روایتیں جمع فرمائی ہیں۔ آپ نے
آپ ابراہیم عظیم صوفی، قہر عالم، شافعی مذہب کے حامل شہادت فقیر اور دیگر مشہور علماء کے
ہے کہ ہندوستان میں آپ کے متعدد خلفائے جن میں شیخ ابو نعیم، ابوہریرہ، ابو نعیم، ابو نعیم، ابو نعیم
شیخ ترک بیابانی، مولانا محمد الدین حاجی حاجی، اور شیخ نصیر الدین رامی شامل تھے۔ ان ہندوستان میں

۱۰۳۔ بیان قہر شمس الدین محمد نازک شیرازی ص ۳۰۰

۱۰۴۔ وفیات الاممین جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ابو نعیم اذہنی، تہذیب الوصیاء، جلد سوم صفحہ ۳۰۰

۱۰۵۔ وفیات الاممین جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ابو نعیم اذہنی، تہذیب الوصیاء، جلد سوم صفحہ ۳۰۰

۱۰۶۔ وفیات الاممین جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ابو نعیم اذہنی، تہذیب الوصیاء، جلد سوم صفحہ ۳۰۰

۱۰۷۔ اخبار الاخبار ص ۶۵

۱۰۸۔ ایضاً ص ۶۵

۱۰۹۔ ایضاً ص ۶۵

۱۱۰۔ ایضاً ص ۶۵، ۱۱۱۔ ایضاً ص ۶۵، ۱۱۲۔ ایضاً ص ۶۵

سلسلے کی تنظیم و اشاعت کا حقیقی کارنامہ شیخ بہاء الدین زکریا، ان کے اخلاف اور مریدین نے انجام دیا۔
شیخ شہاب الدین سروردی کی وفات ۶۳۲ھ / ۱۲۳۳ء میں بغداد میں ہوئی۔^{۱۲۰}

۱۰۳۔ آپ کی قبر سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم
ص ۱۹۹ نمبر - ۱۵۷

۱۰۳۔ سیر الاولیا ص ۱۶۳ اخبار الاخیار ص ۵۰

۱۰۵۔ سیر الاولیا ص ۶۳

۱۰۶۔ سیر الاولیا ص ۵۰۵

۱۰۷۔ نواید الفواد صص ۱۵۹ - ۱۶۰ نیز سیر الاولیا ص ۵۶

۱۰۸۔ اس کے مقبرے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS
جلد سوم ص ۱۲۱ نمبر - ۱۰

۱۰۹۔ اخبار الاخیار ص ۵۰

۱۱۰۔ آپ کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد
سوم ص ۱۸۰ نمبر - ۱۳۸

۱۱۱۔ گلزار ابرار کے مصنف کے بیان (ورق ۳۰ ب) کے مطابق آپ کی وفات ۷۸۰ھ / ۱۳۷۸ - ۷۸۹ء میں ہوئی

۱۱۲۔ گلزار ابرار، اوراق ۲۳ ب اور ۲۳ ب

۱۱۳۔ آپ کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد
دوم ص ۱۳۳ نمبر - ۱۳۳

۱۱۳۔ گلزار ابرار، ورق ۶۵

۱۱۵۔ آپ کی قبر سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم
ص ۱۸۳ نمبر - ۱۳۶

۱۱۶۔ گلزار ابرار ورق ۷۵

۱۲۰۔ وفيات الاعیان جلد سوم ص ۳۳۸ - بیوگرافیکل ڈکشنری (ترجمہ وفيات الاعیان) جلد سوم ص ۳۸۳ نیز نغمات الانس ص ۳۷۳

۱۱۸۔ مقامات حریری^{۱۲۱} مصنفہ ابی محمد القاسم بن علی بن محمد بن عثمان الحریری البصری (م ۵۱۶ھ / ۱۱۲۲ - ۱۰۲۳) اپنے مصنف کی صلاحیت اور وسعت علم پر واضح دلیل ہے۔ یہ عربی زبان میں صنف "مقامہ" کا اولین کامل نمونہ ہے۔ اس میں صحرائی بدوؤں میں بولی جانے والی عربی زبان سے متعلق وافر معلومات ہیں اور اس کے مطالعے سے اس زبان کے محاورات، ضرب الامثال اور دوسری لسانی باریکیوں کو بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔^{۱۲۳}

۱۱۹۔ نفحات الادب ص ۵۰۳

۱۲۰۔ سورہ حدید، آیت ۱۱۶ انگریزی متن میں آیت ۱۱ کا حوالہ دیا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔ مترجم

۱۲۱۔ اخبار الاخیار ص ۵۹

۱۲۲۔ سیر الاولیا ص ۱۰۰ نیز ملاحظہ فرمائیں فواید الفواد صص ۱۶۳ - ۱۶۴

۱۲۳۔ ذکر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ، حاشیہ ۳۱

۱۲۴۔ ملاحظہ فرمائیں، فواید الفواد ص ۱۶۹

۱۲۵۔ فواید الفواد، ص ۱۷۸

۱۲۶۔ "عوارف العارف" مصنفہ شہاب الدین ابو حفص عمر السہروردی (م ۶۳۲ھ / ۱۲۳۳) اسلامی تصوف کے موضوع پر یرقہ المعرف کی حیثیت رکھتی ہے اور کاشانی کی تصنیف "مصباح البدایہ" کے آخذ کا بنیادی آخذ ہے جو اپنے موضوع پر ایک ممتاز مقام کی حامل ہے۔ قاہرہ سے ۱۲۸۹ اور ۱۳۵۷ھ میں غزالی کی "احیاء العموم" کے حاشیے پر طبع ہو چکی ہے۔^{۱۲۳}

۱۲۷۔ فواید الفواد میں بجائے "شش باب" کے "سبب باب" تحریر کیا گیا ہے۔ ص ۹۷ ملاحظہ فرمائیں

۱۲۸۔ "التمہید فی بیان التوحید و ہدایت لکل مسترشد و رشید" جو "تمہید" کے نام سے معروف ہے۔ ابو بکر محمد

۱۲۱۔ ۱۳۲۹ھ میں قاہرہ میں طبع ہوئی۔ اس کی ایک مشہور شرح بھی قاہرہ سے شائع ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں بی بی عباس محمد بن عبد المؤمن القسی الشریفی کی "شرح مقامات الحریری" قاہرہ ۱۳۷۲ھ - ۱۹۵۲ - ۱۰۵۲

۱۲۲۔ عربی زبان میں اس خالص ادبی تحریر کے وجود میں آنے، ترقی کرنے اور فارسی ادب پر اس کے اثرات مثبت ہونے کے سلسلے میں ملاحظہ فرمائیں، محمد تقی بہار کی تصنیف "سبک شناسی" ۱۳۳۹ ش، جلد دوم صص ۳۲۲ تا ۳۵۹، ۱۳۳۹ ش، عربی تصنیف کی تصنیف "مقامہ نویسی در ادبیات فارسی" ۱۳۳۹ ش

۱۲۳۔ "یوگرافیکل ڈکشنری" ترجمہ و فیات الامیان، جلد دوم صص ۲۹۰ تا ۳۹۹ نیز ملاحظہ فرمائیں محمد بن عثمان علی الملکی مدون

۱۲۴۔ عبدالدین محمود بن علی کاشانی کی تصنیف "مصباح البدایہ و مفتاح الکلیات" مترجمہ علی ابن ہمامی، ۱۳۳۹ ش، صص ۱۷۰ تا ۱۷۱

بن عبدالسید بن شعیب حنفی سالمی کی تصنیف ہے جس کا موضوع سنی علم کلام ہے۔ اس میں معتزلہ اور دیگر فلاسفہ کے مخالفانہ دلائل کے منظرانہ جواب دیے گئے ہیں۔ اس تصنیف کی داخلی شہادت کے مطابق مصنف کا زمانہ حیات پانچویں صدی ہجری / گیارہویں صدی عیسوی متعین ہوتا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے ۱۵۱۳۴۸ء میں شایع ہوئی۔^{۱۳۵}

سیر الاولیا اور اخبار الاخیار کے بیانات کے مطابق حضرت سلطان الشیخ شیخ نظام الدین محبوب ہی قدس سرہ نے حضرت فرید الدین گنج شکر سے ابو شکور سالمی کی "تمسید المستدی" پڑھی تھی۔ اس کا ذکر اس حفاظت نامے میں بھی ہے جو شیخ شکر نے حضرت قدس سرہ کو عطا فرمایا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں سیر الاولیا فارسی، دہرہ ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۰۶، اخبار الاخیار: اردو ترجمہ از مولانا سبحان محمود، مولانا محمد ذوالنسل کراچی سنی شاعت ندرت ص ۱۳۶، مترجم

۱۲۹۔ فواید الفوائد ص ۱۳۲، سیر الاولیا ص ۱۰۶

۱۳۰۔ اخبار الاخیار صفحہ ۵۳ - ۵۹

۱۳۱۔ سیر الاولیا ص ۱۰۹، اخبار الاخیار ص ۵۸

۱۳۲۔ سیر الاولیا ص ۱۳۲، اخبار الاخیار ص ۵۸

۱۳۳۔ سیر الاولیا ص ۱۳۲، اخبار الاخیار ص ۵۹

۱۳۴۔ فواید الفوائد ص ۱۲۶، سیر الاولیا صفحہ ۳۱۲ - ۳۱۳، اخبار الاخیار ص ۵۹

۱۳۵۔ سیر الاولیا ص ۱۳۲، اخبار الاخیار ص ۵۹

۱۳۶۔ فواید الفوائد ص ۱۳۱، سیر الاولیا ص ۱۰۳، اخبار الاخیار ص ۵۹

۱۳۷۔ فواید الفوائد ص ۱۳۱ کے مطابق "بہشتا دوسرہ" تراسی، ہونا چاہیے

۱۳۸۔ سیر الاولیا ص ۳۲۱

۱۳۹۔ فواید الفوائد ص ۲۰۳، سیر الاولیا ص ۳۰۳

۱۴۰۔ سیر الاولیا ص ۳۰۳

۱۴۱۔ فواید الفوائد صفحہ ۳۱ - ۳۲، سیر الاولیا ص ۳۰۳

۱۲۵۔ فرست عربی مخطوطات انڈیا آفس لائبریری۔ جلد دوم ص ۲۳۹ - S. YAN RONKEL SUPPLEMENT TO THE CATALOGUE OF THE ARABIC MANUSCRIPT RESERVED IN THE BATAVIA SOCIETY OF ARTS AND SCIENCES بیگ۔ ۱۹۱۳۔ ص ۱۱۸ - ۱۱۹

۱۳۲۔ فواید الفواد ص ۲۱۳ سیر الاولیا ص ۲۰۳ نجات الرشید ص ۳۳۳

۱۳۳۔ ابو سعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد مہنی، ولادت ۵۳۵ھ / ۹۶۶ء وفات ۵۳۴ھ / ۱۰۳۹ء سر زمین
خراسان کے اکابر صوفیہ اور اعظم علما میں سے تھے۔ آپ پر سب سے پہلے بچپن میں روحانی سرخوشی کا انکشاف
سماع کی مجلسوں میں ہوا، جن میں آپ اپنے والد کے ہمراہ جاتے تھے۔ آپ نے ہالنی مشغولیت کی اولین
ہدایت شیخ ابوالقاسم بشر یاسین (م ۳۸۰ھ / ۹۹۰ء) سے حاصل کی جنہوں نے مملکت تصوف میں آپ کے باوجود
جلال اور عظمت کا قبل از وقت ادراک کر لیا تھا اور اس باب میں پیشین گوئی بھی کرتے تھے۔ آپ نے قرآن
شریف بو محمد عنازی سے پڑھا اور زبان کے استعمال میں مہارت بو سعید عنازی کے زیر تہدیت حاصل کی۔ اس
کے بعد امام ابو عبد اللہ الحسری سے شافعی فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مروطے گئے جہاں آپ پانچ برس تک
تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ امام ابو سعید نے وفات پائی۔ تاہم آپ نے فقہ کی تعلیم کو جاری رکھا اور ایک
دوسرے نامور عالم شیخ امام ابو بکر قفل سے مزید پانچ سال فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں آپ سرخس چلے گئے
اور ابو علی ظہر بن حمد سے تفسیر، علم عقیدہ اور حدیث پڑھنا شروع کیا۔ سرخس کے رہنے کی یہ ساری باتیں
ایک مجذوب درویش تھان سرخس سے آپ کی ملاقات ہوئی جو آپ کو اپنے ایک شاگرد شیخ ابوالفضل حسن بن
خانقہ میں لے گئے اور آپ کو ان کے سپرد کر دیں۔ اس اتفاق و نفع نے آپ کو زندگی بھر کی نسبت کی سر
ہمت سے آشنا کیا اور آپ نے تفسیر ہالنی مشغولیت کے وقت میں تہذیب و تہذیب کے علوم کو سیکھا
بادختر ظہر عوم سے کسب حاصل ہوئے۔ اس سے قبل آپ کو فرقہ خلافت سے جو تعلق تھا اسے
آپ نے سرخس میں اپنے مرشد کی نگرانی میں اور ان سے علاحدہ محاذ میں آپ نے نفس سے سب کویل نامی
ریاضات و مجاہدات سے۔ آپ نے وقت کا ایک ایک لمحہ اور آپ کی زندگی میں یہ سب سیکھا اور اس
مرقبہ نضوت اور دوسری زاہدہ ریاضتوں میں بسر ہونا تھا۔ آپ مسلسل ہی وہی تک ہر کام کیا کرتے
اور وہ ان مقامات میں کامل نضوت و حیرت میں گزارتے۔ جب ہر وہ چیز آتے تو آپ سے پہلے سے ہی ہوتے
اور ایک دیرین مہارت میں جسے سرباط کہتے تھے پتے آتے۔ ہر کام کو ہر کام سے پہلے ہی میں ہوتے
باندہ کر دوسرا سراسر شہتہ سے باندہ دیتے۔ پھر اس شہتہ کو مہارت کے نام سے کہتے تھے اور وہ
انہیں میں نکل جاتے اور قرآن کی تلاوت شروع کر دیتے اور تن ہونے سے پہلے ہی قرآن پڑھ لیتے
کے بعد آپ انہیں سے باہر نکلتے، تمام چیزوں کو ان کی بندہ رکھتے اور تہذیب و تہذیب کے علوم سیکھنے اور
جاتے۔ حتیٰ کہ آپ کے والد ظہر سحر کے وقت آ کر آپ کو تہذیب کے لیے لے گئے۔ آپ نے روحانی
فرقہ شیخ ابوالفضل حسن سے حاصل کیا۔ ایک دوسری روایت میں بیان کیا ہے کہ آپ نے تہذیب و تہذیب
سفرش پر جو شیخ ابو عبد الرحمن المسلمی نیشاپوری (م ۴۱۲ھ / ۱۰۲۱ء) کے مشہور مرید تھے شیخ ابوالفضل حسن نے
آپ کو فرقہ خلافت عطا کیا۔

دوسرا فرقہ خلافت جو آپ کو زیادہ تاخیر سے ملا، وہ ابوالعباس القصاب آملی نے عطا کیا تھا۔ اسی طرح جب دوران سفر آپ کی ملاقات شیخ ابوالحسن خرقانی سے ہوئی تو انھوں نے آپ کو روحانی فیوض و برکات سے نوازا۔ تمام مسلمان اولیا و صوفیہ سے بعض کرامات کا صادر ہونا لوازمات ولایت سے ہے لیکن دوسرے بزرگوں کی بہ نسبت آپ کی ذات سے زیادہ کرامات ظہور میں آتی ہیں۔ آپ کی سوانح عمریاں آپ کی کرامات کے واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ خاص طور پر آپ کو یہ کمال حاصل تھا کہ لوگ اپنے دل میں جو باتیں سوچتے تھے آپ پر ظاہر ہو جاتی تھیں۔ آپ کے اس کشف کے باعث بے شمار مواقع پر آپ نے لوگوں کو مصیبت سے بچایا۔ اس وجہ سے آپ کے اکثر بدخواہ آپ کے مخلص دوست بن گئے۔

آپ کے کلام کی فصاحت، بیان کی زیبائی اور لطیف پیرایہ اظہار آپ کی روحانی مجلسوں میں شریک ہونے والے بڑے مجمع کو اپنے اندر جذب کر لیتے تھے۔ آپ کا خدا کی راہ میں مال و دولت صرف کرنا اس قدر مشہور ہوا کہ لوگ اسے بے جا اسراف سے تعبیر کرتے تھے۔ آپ بڑی شاندار ضیافتوں کے میزبان بنتے اور اس بات کی پروا کیے بغیر بے دریغ روپیہ صرف کرتے کہ لوگ اس بات پر غصے سے بھڑک جاتے ہیں اور معصروں میں بہت سے حاسد پیدا ہو گئے ہیں۔^{۱۲۶}

۱۳۳۔ فوائد الفواد صص ۱۰۰۹، سیر الاولیا صص ۳۲۵

۱۳۵۔ ملاحظہ فرمائیں، متن ترجمہ ذکر نورالدین مبارک، غزنوی قدس سرہ، حاشیہ ۳۹

۱۳۶۔ سیر الاولیا صص ۳۲۷

۱۳۷۔ سیر الاولیا صص ۳۲۸

۱۳۸۔ سیر الاولیا صص ۳۲۹

۱۳۹۔ سیر الاولیا صص ۳۶۶

۱۵۰۔ سیر الاولیا صص ۳۶۸

۱۵۱۔ فوائد الفواد صص ۲۲۲، سیر الاولیا صص ۳۰۰

۱۲۶۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں، محمد بن منور بن ابوسعید بن ابی طاہر بن ابی سعید مسنی کی تصنیف - اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید - مرتبہ ذبیح اللہ صفا (تہران ۱۳۳۸ ش)۔ کتاب الانساب، ورق ۵۵۰، تذکرہ الاولیا عطار صص ۸۰۰ تا ۸۱۵، نخلات الانس صص ۳۰۰ تا ۳۰۷، آتش کدہ آذر مصنفہ لطف علی بیگ آذر مرتبہ حسن سدات ناصری (تہران ۱۳۳۶ - ۳۰ ش) جلد دوم صص ۶۶۳ تا ۶۶۷، سوانح عمری، آر۔ اے۔ مکلن، STUDIES IN ISLAMIC MYSTICISM (کیمبرج، ۱۹۹۷، اشاعت ثانی) صص ۲۱ تا ۲۶، دائرہ المعارف اسلامیہ زیر نام ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر۔

۱۵۲۔ عین القضاة ہمدانی - تمہیدات ص ۱۹، بحوالہ رحیم فرنش، احوال و آثار عین القضاہ ہمدانی (تہران ۱۳۳۸ ش) ص ۳۶۹

۱۵۳۔ سیر الاولیا ص ۳۰۰

۱۵۴۔ فواید الفوائد ص ۸۷، سیر الاولیا ص ۳۰۰

۱۵۵۔ امام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی (۳۵۰ھ / ۱۰۵۸ء تا ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء) کی تصنیف "احیاء علوم الدین" خصوصیت کے ساتھ زہد و تصوف اور عمومی اعتبار سے اسلامی عقاید کا لب لباب ہے۔ اپنی ضخامت اور مطالب کے اعتبار سے یہ تصنیف اس قدر جامع اور مشرح ہے کہ بعض مسلمان برگزیدہ اہل علم کا قول ہے کہ اگر تمام دوسری تصانیف قطعی طور پر تلف ہو جائیں تو تنہا احیاء العلوم، اسلامی عقاید اور تصوف کی تعلیمات کو علیٰ حالہ برقرار رکھنے کے لیے کافی ہے۔^{۱۲۸}

۱۵۶۔ احیاء العلوم، جلد اول ص ۲۳۱، عوارف المعارف جلد سوم ص ۲۳۷، مصباح الہدایہ ص ۲۳۳

۱۵۷۔ سیر الاولیا ص ۳۰۸

۱۵۸۔ سیر الاولیا ص ۳۱۱

۱۵۹۔ سیر الاولیا ص ۳۱۰

۱۶۰۔ سیر الاولیا ص ۳۱۱

۱۶۱۔ ملاحظہ فرمائیں تن ترجمہ ذکر شیخ نظام الحق والدین کلہ ۱۲ حاشیہ ۱۳۳

۱۶۲۔ فواید الفوائد ص ۸۲، سیر الاولیا ص ۳۳۶

۱۶۳۔ سیر الاولیا ص ۳۳۷

۱۶۴۔ سیر الاولیا ص ۳۳۳

۱۶۵۔ سیر الاولیا ص ۳۵۵

۱۶۶۔ سیر الاولیا ص ۳۶۳

۱۶۷۔ فواید الفوائد ص ۲۶۳، سیر الاولیا ص ۵۰۳

۱۲۷۔ بولاق ۱۲۸۹ء تا ۱۲۸۹ء اور ۱۳۵۰ء نیز چاپ سنگی المصنوع ۱۸۹۳ء

۱۲۸۔ فہرست مخطوطات فارسی و عربی اور پبلک لائبریری ہائی پور جس ۱۳ ص ۱۸ نیز ملاحظہ فرمائیں، طالب الدین ہمدانی کی تصنیف -

غزالی نامہ - ترمیم شدہ اشاعت ثانی (تہران ۱۳۳۲ ش) ص ۱۳۳ تا ۱۳۷

۱۶۸۔ حکیم مجدالدین مجدد بن آدم السنائی الغزنوی (م ۵۳۵ھ / ۱۱۵۰ء) عارفانہ مثنویاں لکھنے میں خواجہ عطار (م ۶۲۶ھ / ۳۰ - ۱۲۲۹ء) اور مولانا رومی (م ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) کے پیشرو ہیں اور فارسی شاعری کی قلمرو میں۔ دونوں حضرات کے ساتھ شامل ہو کر رہنمایان طریقت کا۔ شخصی گروہ تشکیل کرتے ہیں۔ آپ اپنی تصنیفات میں روحانی اور اخلاقی نکات بیان کرنے کے علاوہ اس اخلاقی بگاڑ اور معاشرتی انحطاط کا ماتم کرتے ہیں، جو آپ کے زمانے میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور انتہائی سخت الفاظ میں ان لوگوں پر ملامت کرتے ہیں جو ان خرابیوں کے ذمہ دار تھے۔ فارسی زبان کے محدودے چند شعرا شاید اس امر میں آپ کے ہمسر ہوں کہ ان کا آنے والی نسلوں پر صدیوں تک ایسا مسلسل اور مستقل اثر رہا ہو جیسا کہ آپ کا رہا۔ آپ کی تمام تصنیفات شایع ہو چکی ہیں۔

۱۶۹۔ فوائد الفواد ص ۱۷

۱۷۰۔ ایضاً

۱۷۱۔ فوائد الفواد ص ۲۱، خیر المجالس ص ۸۳

۱۷۲۔ ملاحظہ فرمائیں متن ترجمہ ذکر شیخ نظام الحق والدین قدس سرہ، کلمہ ۱۲ حاشیہ ۱۳۳

۱۷۳۔ نفحات الانس ص ۵۰۵

۱۷۴۔ سیر الاولیا ص ۱۳۲

۷

۱۷۵۔ سیر الاولیا صص ۱۳۲ - ۱۳۳

۱۷۶۔ قاضی محی الدین کاشانی، قاضی قطب الدین کاشانی کے پوتے تھے۔ آپ کا علمی تبحر، تحمل، تقویٰ اور خشیت الہی زبان زد خاص و عام تھا۔ آپ جب کبھی شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ آپ کے حق میں یہ رعایت خاص ایسی تھی جس کے بارے میں حضرت کا کوئی مرید تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت کے بعض مرید جن کو شیخ کی مجلس میں بیٹھنے کی جرات نہ ہوتی تھی ہمیشہ آپ کی آمد کے منتظر رہتے تھے کیونکہ آپ کی آمد پر مختلف موضوعات پر علمی گفتگو ہوتی، اس وقت ہر شخص مجلس میں بیٹھ سکتا تھا اور شیخ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کر سکتا تھا۔

۱۷۹۔ محمد سلیم اختر۔ تحقیق در مثنویانے حکیم سنائی، غیر مطبوعہ مقالہ جو ڈاکٹریٹ کی سند کے لیے ۱۹۷۳ء میں تہران یونیورسٹی میں پیش

کیا گیا۔ صص ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸

۱۸۰۔ دیوان حکیم سنائی، مرتبہ مدرس رضوی (تہران سال اشاعت ندارد)، دیوان حکیم سنائی، مرتبہ مظاہر مصفا، تہران ۱۳۳۶ ش ۱

۱۸۱۔ حدیقہ الحقیقہ و شریعتہ الطریقہ، مرتبہ مدرس رضوی (تہران ۱۳۲۹ ش)، مثنویانے حکیم سنائی، مرتبہ محمد تقی مدرس رضوی (تہران

۱۳۳۸ ش)، مکاتیب سنائی، مرتبہ نذیر احمد (علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

آپ کی وفات شیخ نظام الدین کی صحن حیات میں ہوئی۔^{۱۳۱} شیخ نصیر الدین محمود آپ کے قدیم شاگردوں میں سے تھے اور آپ سے "بزدوی" کا درس لیا تھا۔^{۱۳۲}

۱۷۷۔ سیر الاولیا ص ۱۳۳

۱۷۸۔ اخبار الاخیار صص ۵۶ - ۵۷ سیر الاولیا ص ۱۳۳

۱۷۹۔ سیر الاولیا ص ۱۳۳

۱۸۰۔ اخبار الاخیار صص ۵۵ - ۵۸

۱۸۱۔ سیر الاولیا ص ۱۲۸

۱۸۲۔ سیر الاولیا ص ۱۵۳

۱۸۳۔ آپ کے مقبرے اور جماعت خانے کی تفصیلات کے ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND

HINDU MONUMENTS جلد دوم ص ۱۳۶، نمبر ۱۹۷ اور ص ۱۵۱، نمبر ۲۰۰

۱۸۳۔ سیر الاولیا صص ۱۶۷ - ۱۶۹

۱۸۵۔ فواید الفواد صص ۱۶ - ۱۷

۱۸۶۔ سیر الاولیا ص ۱۶۷

۱۸۷۔ آپ کے مزار کے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS

جلد سوم ص ۱۹۶، نمبر ۳۳۱

۱) شیخ احمد بن شیخ نجیب الدین متوکل کے مزار سے متعلق مندرجہ بالا حاشیے میں غلطی لکھی گئی ہے۔
بے کیونکہ شیخ نجیب الدین متوکل کے مزار سے متعلق یہی حوالہ حاشیہ ۱۸۹ پر دیا گیا ہے۔ اس سارے متن پر
دسترس میں متعلقہ ماخذ نہیں ہے۔ اس لیے اصل صورت کی نشان دہی سے قاصر ہے۔ ہمیں اس میں ترمیم
سکتا ہے کہ حاشیہ ۱۸۷ اور ۱۸۹ کا صفحہ ۱۹۶ ہی ہو لیکن نمبر شمار علاحدہ علاحدہ ہوں گے۔

۱۸۸۔ فواید الفواد ص ۱۸۳

۱۸۹۔ آپ کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS جلد سوم ص ۱۹۶، نمبر ۳۳۱

۱۳۱۔ سیر الاولیا صص ۲۹۳ تا ۲۹۶ نیز ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار صص ۹۷ - ۹۸

۱۳۲۔ خیر المجالس صص ۱۵۰ - ۱۵۱

۱۹۰۔ فواید الفواد ص ۱۳۲ سیر الاولیا ص ۱۶۸

۱۹۱۔ سیر الاولیا صص ۱۶۷ - ۱۶۸

۱۹۲۔ اخبار الاخیار ص ۶۶

۱۹۳۔ رشتات عین الحیات ص ۲۳

۱۹۳۔ خواجہ بہاء الدین نقشبند سلسلہ خواجگان کے نمایاں نور افشاں میناروں میں سے تھے۔ آپ کی ذات گرامی کے زیر اثر آگے چل کر یہ سلسلہ "سلسلہ نقشبندیہ" کے نام سے معروف ہوا۔ آپ نے ابتدائی منازل سلوک سید امیر کللال کی زیر ہدایت طے کیے^{۱۳۳} لیکن آپ نے صراحتہ فرمایا ہے کہ میری حقیقی تربیت خواجہ عبدالخالق عجدوانی کی روحانیت پاک نے فرمائی۔ آپ کی ولادت محرم الحرام ۱۸۷۸ھ / فروری ۱۳۱۹ء میں بخارا کے نواح میں ہوئی اور وفات بھی اسی مقام پر ۳ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ / ۲ مارچ ۱۳۸۹ء کو ہوئی۔ ان بے شمار مریدین کے علاوہ جو آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ آپ نے دو ممتاز خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار اور خواجہ محمد پارسا اپنی یادگار چھوڑے۔^{۱۳۶}

خواجہ بہاء الدین اپنے زمانہ حیات میں بھی طالبین کو تربیت کے لیے خواجہ علاء الدین کی خدمت میں بھیجتے تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد بشمول خواجہ محمد پارسا (م ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۸۲ھ / ۲۰ جون ۱۳۱۸ء) تمام مریدین بہ طیب خاطر خواجہ علاء الدین عطار کے روحانی فیوض و برکات کی پناہ میں آگئے۔ مشہور و معروف عالم میر سید شریف جرجانی بھی خواجہ عطار کی روحانی برکات سے بے حد فیض یاب ہوئے اور وہ ہمیشہ اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ میرا عرفان و ایقان خواجہ علاء الدین عطار کا رہین منت ہے۔^{۱۳۹} خواجہ علاء الدین کا وصال ۲۰ رجب ۱۲۸۰ھ / ۱۳ ستمبر ۱۳۱۶ء کو ہوا اور انھیں صغانیان میں دفن کیا گیا۔^{۱۴۰} خواجہ علاء الدین کے مریدوں میں مولانا نظام الدین خاموش سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ وہ خواجہ علیہ الرحمہ کی صحبت اختیار کرنے سے قبل بعض غیر مرنی

۱۳۳۔ آپ کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں، نغمات الانس ص ۳۸۲ اور رشتات عین الحیات صص ۳۲ - ۳۲

۱۳۴۔ آپ کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں، نغمات الانس صص ۳۷۷ - ۳۸۰ اور رشتات عین الحیات صص ۱۸ - ۲۰

۱۳۵۔ رشتات ص ۵۷، آپ کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں نغمات الانس صص ۳۸۲ - ۳۸۹ اور رشتات صص ۵۲ - ۵۲

۱۳۶۔ رشتات ص ۵۷

۱۳۷۔ رشتات صص ۶۲ - ۶۳، آپ کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں نغمات الانس صص ۳۹۲ - ۳۹۷ اور رشتات صص ۵۰ - ۵۲

۱۳۸۔ نغمات الانس ص ۳۸۹، رشتات ص ۸۰، آپ کی زندگی کے حالات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں نغمات الانس صص ۳۸۹ - ۳۹۲ اور رشتات صص ۵۰ - ۵۲

۱۳۹۔ نغمات الانس ص ۳۸۹، رشتات ص ۱۰۶، آپ کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں رشتات صص ۱۰۶ - ۱۰۸

۱۴۰۔ رشتات ص ۸۹

قوتوں کے حامل تھے اور انھوں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں خواجہ بہاء الدین نقشبند سے بھی ملاقات کی تھی۔^{۱۳۱} مولانا خاموش کی وفات ۸۵۰ھ / ۵۶ - ۱۳۵۵ء میں ہوئی۔ ان کی مسند ولایت کے وارث دو نامور شخص ہوئے۔ ایک مولانا سعد الدین کاشغری^{۱۳۳} اور دوسرے خواجہ عبید اللہ^{۱۳۳} جنھیں خواجہ احرار کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے روحانی مشاہدات اور باطنی عرفان کو مزید ترقی دینے کے لیے خواجہ عبید اللہ اپنے زمانے کے دو صاحب عظمت بزرگوں شیخ بہاء الدین خراسانی^{۱۳۵} اور مولانا یعقوب^{۱۳۶} پرخنی کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ اپنی حیات ناسوتی کے آخری برسوں میں اپنے عہد کے سیاسی معاملات میں خواجہ احرار کے بھرپور حصہ لینے اور معاصر سماجی اور سیاسی حلقوں سے قریبی تعلق قائم کرنے نے سلسلہ نقشبندیہ کو ایک نئی جت عمل سے آشنا کیا۔ خلق خدا جو عام طور پر برگزیدہ حضرات کی پیروی کرتی ہے۔ فطری طور پر خواجہ بہاء الدین نقشبند کے حلقہ ارادت میں آ گئی۔ خواجہ احرار کا وصال ۸۹۵ھ / ۱۳۹۱ء میں ہوا۔

۱۹۵۔ ذکر خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی ادشی قدس سرہ ۱۰ حاشیہ ۳۱

۱۹۶۔ ذکر مولانا مجدد الدین حاجی جابری حاشیہ ۱۰۲

۱۹۷۔ گلزار ابرار ۱۰ ورق ۳۵ ب

۱۹۸۔ ابوالحسن ابراہیم شہرید کازرونی شہر کازرون کے ایک قدیم علاقے نزد میں ۱۰ جو شیراز سے پینچس میل اہیں فرخ۔ مغرب میں واقع ہے ۱۰ پیدا ہوئے۔ آپ نے شیراز ۱۰ بصرہ ۱۰ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کیا اور ان شہروں کے بعض ارباب علم کی صحبت سے استفادہ کیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے شیخ ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن جہد مت ملاقات کی۔ بعد میں ان کی روایت کردہ احادیث کو دوسروں کو منتقل کیا۔ اقلیم تصوف میں آپ نے ابتدا میں شیخ ابو علی حسین بن محمد الفیروز آبادی الاکار کی ہدایات پر عمل کیا لیکن حتمی طور پر ابو عبد اللہ محمد بن خفیف (م ۳۶۱ھ / ۹۸۲ء) کے مرید ہوئے۔ اس دور میں کازرون کا عامل الیہ آتش پرست تھا اور شہر میں یہود اور

۱۳۱۔ نجات لانس ص ۳۰۰ رشحات ص ۱۰۸ آپ کے حالات زندگی کے لیے ملاط فرما میں نجات لانس ص ۳۰۰ رشحات ص ۳۰۰ رشحات ص ۱۰۸ تا ۱۱۰ نیز طریق المتقی جلد سوم ص ۶۶

۱۳۲۔ طریق المتقی ص ۶۶

۱۳۳۔ آپ کے حالات زندگی کی تفصیل کے لیے ملاط فرما میں نجات لانس ص ۳۰۰ رشحات ص ۳۰۰ رشحات ص ۳۰۰

۱۳۴۔ آپ کے سوانحی حالات سے متعلق ملاط فرما میں نجات لانس ص ۳۰۰ رشحات ص ۳۰۰ رشحات ص ۳۰۰

۱۳۵۔ رشحات ص ۳۰۰ تا ۳۰۱ نیز آپ کے سوانحی حالات سے متعلق ملاط فرما میں طریق المتقی ص ۶۶

۱۳۶۔ رشحات ص ۳۰۱ تا ۳۰۲ نیز آپ کے سوانحی حالات سے متعلق ملاط فرما میں طریق المتقی ص ۶۶

۱۳۷۔ نجات لانس ص ۲۵۳

۱۳۸۔ ابو عبد اللہ محمد خفیف کے سوانحی حالات سے متعلق ملاط فرما میں تذکرہ الدوایا ص ۱۰۷ تا ۱۰۸

آتش پرست کثرت سے آباد تھے۔ آپ نے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنی نصیحت آمیز منطق اور روحانی قوت سے ان لوگوں کی کثیر تعداد کو دین اسلام میں داخل کیا۔ آپ اپنے کشف اور کرامات کے اظہار کی بنا پر بے حد مشہور تھے۔ آپ کی یہ شہرت آپ کی وفات کے بعد بھی قائم رہی کہ آپ کے مزار کو احتراماً "ترباق اکبر" کہا گیا۔ آپ نے ۱۰۳۶ / ۱۵۲۶ء میں بہتر سال اور بعض روایتوں کے مطابق تیسرے سال کی عمر میں دنیا سے پردہ فرمایا۔ آپ کے مریدین میں سب سے پہلے شخص جنہوں نے آپ کے ایما پر ہندوستان آکر قیام کیا آپ کے خواہر زادے اور خلیفہ سید سیف الدین کازرونی تھے۔ انہوں نے ملتان کے قریب "اوج نام" کے قصبے کو آباد کیا۔ شیخ عبدالقادر ثانی بن مخدوم شیخ محمد الحسینی الجیلانی جو ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو رواج دینے والے بزرگوں کے پیشوا تھے، ان کا شجرہ مادری سیف الدین کازرونی ہی سے جا کر ملتا ہے۔^{۱۵۰}

شیخ اسحق کازرونی کے پراسرار کارناموں اور معجزانہ تصرفات کے روحانی اثر نے بتدریج آپ کی یاد کو اس قدر محفوظ کر دیا کہ لوگوں نے آپ کے مقبرے کے گرد ایک خانقاہ قائم کر دی جو ساتویں صدی ہجری میں تیسری صدی عیسوی کے قریب شیخ عمر بن ابی الفرج کازرونی، م ۱۰۳۰ - ۱۱۰۰ / ۱۳۰۰ء کی مستقل کوشش اور بے پناہ اثر کے باعث اس سلسلہ تصوف کا جو کازرونیہ اور اسحاقیہ کے نام سے مشہور ہوا، ایک ممتاز محور و مرکز بن گیا جس کے اثر اور عقیدت کا دائرہ ہندوستان اور چین تک پھیل گیا۔ اس بلند مقام عظمت کا ذکر کرتے ہوئے، جو شیخ اسحق کازرونی کو حاصل تھا، عرب نژاد افریقی سیاح ابن بطوطہ تحریر کرتا ہے:

"جب بحر چین میں باد مخالف چلنے لگتی ہے یا بحری قزاقوں کا خوف دامن گیر ہوتا ہے تو مسافر شیخ ابو اسحق کی منت ماننے پر عمل کرتے ہیں۔ ہر مسافر اپنی مانی ہوئی منت تحریر کر کے رکھ لیتا ہے۔ جب وہ بحفاظت خشکی پر اترتے ہیں تو مسافروں کی طعام گاہ کا ملازم جہاز کے عرشے پر پہنچتا ہے اور ہر شخص سے اس کی فرد اور منت کی پوری رقم وصول کرتا ہے۔ یہاں چین یا ہندوستان کے جہازوں میں سے کوئی ایسا جہاز لنگر انداز نہیں ہوتا جس میں آپ کی نذر نیاز کے ہزاروں دینار جمع نہ ہو چکے ہوں اور طعام گاہ کے ناظم کے مقرر کردہ گشتے وہ جمع شدہ رقم وصول نہ کرتے ہوں۔ بہت سے نادار بھائی آپ کی مانی ہوئی منت کی رقم میں سے خیرات لینے کے لیے آتے ہیں۔ ہر مسکین کچھ رقم کا تحریری حکم حاصل کرتا ہے جو آپ کے خاص نشان سے مہر کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ نشان ایک چاندی کے

۱۳۹۔ تذکرہ الاولیاء، عطار، صص ۷۹۳ تا ۷۹۷

۱۵۰۔ اخبار الخیر، ص ۱۹۹

۱۵۱۔ ہے۔ پبلسر، THE SUFI ORDERS IN ISLAM، آکسفورڈ، ۱۹۷۸ء، صص ۲۲۳ تا ۲۲۶

کرے۔ اگر آپ کسی شخص کی خلافت کی تصدیق نہ کرتے تو شیخ فریدؒ اس معاملے میں ہرگز کسی طرح کی مداخلت نہ فرماتے اور بہ طیب خاطر آپ کے فیصلے کو قبول کر لیتے۔ شیخ نظام الدین اولیاؒ اگرچہ شیخ فریدؒ کے عزیز مرید تھے لیکن جب انھوں نے اپنا خلافت نامہ حاصل کیا تو انھیں بھی یہی ہدایت کی گئی کہ وہ آپ سے اس کی تصدیق کرائیں۔

جمال الدین بانسویؒ کا وصال اپنے مرشد کی حیات میں ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد شیخ فریدؒ نے آپ کے فرزند برہان الدین صوفیؒ کو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا لیکن چونکہ وہ صغیر سن تھے اس لیے انھیں ہدایت فرمائی کہ وہ کچھ عرصہ شیخ نظام الدین اولیاؒ کی تربیت میں رہیں۔ چنانچہ انھوں نے بڑے اخلاص سے اس ہدایت پر عمل کیا۔ برہان الدین کے فرزند قطب الدین منور بھی شیخ نظام الدین کے ممتاز خلیفہ تھے۔

۲۰۶۔ سیر الاولیا ص ۱۷۸

۲۰۷۔ سیر الاولیا ص ۱۸۱

۲۰۸۔ شیخ ابوبکر طوسی کی قبر کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد دوم ص ۱۰۹ نمبر۔ ۱۳۸

۲۰۹۔ ملک یارپراں کی قبر کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد دوم ص ۱۰۸ نمبر۔ ۱۳۷

۲۱۰۔ سلطان التارکین شیخ حمید الدین محمد بن احمد بن محمد الصوفی ناگوری ۱۵۹۰ء / ۱۱۹۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ مولانا شمس الدین حلوانی اور شیخ حمید الدین محمد جوینی سے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد آپ امیر تشریف لے گئے اور شیخ معین الدین سے بیعت کی اور بالآخر ان کے خلفا میں ایک ممتاز خلیفہ کی حیثیت سے اپنا مقام پیدا کیا۔^{۱۵۵} آپ کی زندگی اعلیٰ درجے کے زہد، دنیا سے قطعی بے تعلق اور حق تعالیٰ کے لیے اپنی خواہشوں سے کامل دست برداری کے اوصاف سے متصف تھی۔ آپ نے سختی کے ساتھ گوشت کا استعمال ترک کر دیا تھا اور صرف سبزی کھاتے تھے بلکہ اپنے ورثاء کو بھی منع کر دیا تھا کہ میری تجسز و تکلفین کے دوران تقسیم ہونے والے کھانے میں یا آئندہ برسی کی فاتحہ میں کسی قسم کا گوشت استعمال نہ کریں۔^{۱۵۶} آپ کی وفات ناگور میں ۲۹

۱۵۳۔ سیر الاولیا ص ۱۷۸ تا ۱۸۳ شیخ جمال الدین بانسوی کے حالات زندگی کے حاشیے میں عدد ۱۵۳ درج نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں انگریزی متن ص ۱۲۹۔ مترجم)

۱۵۴۔ سیر الاولیا ص ۲۳۷ نیز اخبار الاخیار ص ۸۷ شیخ جمال الدین بانسوی کے حالات زندگی کے حاشیے میں عدد ۱۵۳ درج نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں انگریزی متن ص ۱۲۹۔ مترجم)

۱۵۵۔ سرور الصدور، تعارف ص ۱۱

۱۵۶۔ ایضاً ص ۲۲۱

جمادی الثانی ۶۰ھ / ۲۰ دسمبر ۱۲۷۲ء کو ہوئی اور آپ کے پوتے شیخ فرید الدین محمود صوفی ناگوری آپ کے جانشین ہوئے۔^{۱۵۷}

شیخ فرید الدین کے والد عزیز الدین سعید کا انتقال بہت پہلے ۲۲ رجب ۶۶۶ھ / ۷ اپریل ۱۲۶۸ء اور ۲۲ رجب ۶۷۲ھ / یکم فروری ۱۲۷۲ء کے درمیان کسی سال ایسی حالت میں ہو چکا تھا، جب ایک مجلس سماع میں ان کے والد کی غزل گائی جا رہی تھی۔ اور وہ جذبہ وجد و حال سے از خود رفتہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے۔ شیخ وحید الدین احمد، شیخ فرید الدین محمود اور شیخ نجیب الدین^{۱۵۸}۔ شیخ وحید الدین اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی مسند پر بیٹھے۔

شیخ فرید الدین نے اپنی تمام تر تعلیم اپنے جد بزرگوار کی مستقل نگرانی میں پوری کی جو آپ کی اپنے ہونے والے جانشین کی حیثیت سے تربیت کر رہے تھے۔ اپنے جد بزرگوار کی توقع کے عین مطابق، آپ اعلیٰ پایے کے عالم اور صاحب کمال مرشد ثابت ہوئے۔ آپ نے صفر ۷۲۹ھ / ۱ دسمبر ۱۳۲۸ء کی ایک مجلس میں فرمایا کہ میں پہلی مرتبہ سات سال کی عمر میں ۱ وعظ کہنے کے لیے منبر پر چڑھا اور اس کام کو ستر سال تک جاری رکھا۔^{۱۵۹} علاوہ ازیں آپ نے بہت سی عالمانہ تصانیف کے حواشی تحریر فرمائے جو اسلامی علوم کے ترمیم و تصورات متعلقہ دینیات، فقہ، تفسیر، حدیث اور تصوف پر حاوی ہیں۔ آپ کے تعلقات ساطین اور صوفیہ دونوں سے یکساں سطح پر قائم تھے۔ آپ کے دہلی کے مختصر سفر کے دوران ایک سفر میں شیخ نظام الدین اویس جن کی آپ بے حد تکریم کرتے تھے، آپ سے بے حد اصرار کیا کہ آپ ان کی خانقاہ میں قیام فرمائیں اور وہ جہاں بھی آپ مدعوئیے جائیں گے، اپنے ساتھ لے جائیں گے۔^{۱۶۰} سلطان محمد تغلق نے ناگور میں ایک گاؤں آپ کی خدمت میں اور درخواست کی۔ اپنے پوتے سے اس کی بیٹی کا نکاح منظور فرمائیں۔ آپ نے اس کی یہ درخواست منظور فرمائی اور اپنے پوتے شیخ فتح الدین بن شیخ اوصد الدین کا نکاح سلطان کی بیٹی سے کر دیا۔^{۱۶۱} آپ کی وفات رجب الاول ۷۳۳ھ / اکتوبر ۱۳۳۳ء میں ہوئی اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ اگرچہ آپ کے ملاقاتیوں میں لفظ "فرزند" بلا امتیاز استعمال کیا گیا ہے تاہم مندرجہ ذیل چھ حضرات بلا شک و شبہ آپ کے فرزند تھے۔ شیخ محی الدین

۱۵۷۔ ایضاً ص ۱۶۱

۱۵۸۔ سرور الصدور ص ۱۴۱ نیز ملاحظہ فرمائیں، مقدمہ صص ۱۳، ۱۵

۱۵۹۔ ایضاً ص ۱۶۱

۱۶۰۔ ایضاً صص ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲

۱۶۱۔ ایضاً ص ۱۶۳

۱۶۲۔ ایضاً ص ۱۲۹ نیز ملاحظہ فرمائیں مقدمہ صص ۲۲، ۲۳، ۲۴

۱۶۳۔ ایضاً صص ۱۲۷ اور ۱۲۸

عبدالقادور، شیخ قطب الدین، شیخ اوحید الدین، شیخ ناصح الدین محمد، شیخ معین الدین اور شیخ عزیز الدین یحییٰ۔^{۱۶۳}

۲۱۱۔ اخبار الاخیار، ص ۴۳، ۴۴، نیز گلزار ابرار، ورق ۳۶ ب

۲۱۲۔ ملاحظہ فرمائیں متن ترجمہ ذکر شیخ فرید الدین ناگوری قدس سرہ، حاشیہ ۲۱۱

۲۱۳۔ اخبار الاخیار، صص ۸۰ تا ۸۶ نیز ملاحظہ فرمائیں سیر الاولیا ص ۲۳۰

۲۱۳۔ سیر الاولیا صص ۲۳۸ تا ۲۴۱

۲۱۵۔ گلزار ابرار، ورق ۶۸ ب

۲۱۶۔ اخبار الاخیار ص ۸۲

۲۱۶۔ آپ کے مزار مبارک سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS جلد سوم ص ۱۳۱، نمبر۔ ۲۲۱

۲۱۸۔ سلطان فیروز شاہ کے مقبرے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS جلد سوم صص ۱۶۸-۱۶۹، نمبر ۳۰۸ اور ۳۰۹

۲۱۹۔ خیر المجالس، صص ۵۸، ۵۹ نیز اخبار الاخیار، ص ۸۲

۲۲۰۔ خیر المجالس، ص ۶۰ نیز اخبار الاخیار ص ۸۳

۲۲۱۔ خیر المجالس، صص ۶۶، ۶۵ نیز اخبار الاخیار ص ۸۳

۲۲۲۔ اخبار الاخیار، ص ۸۳

۲۲۳۔ خیر المجالس، ص ۱۹۵ نیز اخبار الاخیار ص ۸۵

۲۲۳۔ کنز العمال مصنفہ علی متقی جلد اول ص ۲۰۳

۲۲۵۔ خیر المجالس ص ۵۹

۲۲۶۔ اخبار الاخیار ص ۸۲

۲۲۶۔ اخبار الاخیار ص ۸۱

۲۲۸۔ گلزار ابرار، ورق ۳۸ ب (غالباً سوا F.A.f 38b درج ہو گیا ہے دراصل G.A.f 38b ہونا چاہیے۔ مترجم)

۱۶۳۔ ایضاً مقدمہ صص ۲۸-۲۹

۲۲۹۔ شیخ نور ترک ۰ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ خواجہ عثمان ہرونی کے یا بعض حضرات کے نزدیک حضرت معین الدین اجمیری کے مرید تھے ۰ ترکستان کے باشندے تھے۔ جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو آپ نے نارنول میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی زندگی زہد و تقویٰ ۰ تجرد اور تسلیم و رضا کے اوصاف سے متصف تھی۔ آپ نے بہت کم لوگوں کو مرید بنایا۔ آپ کے زمانے میں نارنول میں ہندوؤں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ ایک مرتبہ جب مسلمان مقامی عید گاہ میں نماز عید ادا کرنے کی تیاری کر رہے تھے ۰ ہندوؤں کا ایک متشدد جہوم عید گاہ میں داخل ہو گیا اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ آپ بھی اسی حادثہ جانگاہ میں شہید ہوئے۔ آپ کی نعش کو گھاس سے بنی ہوئی اسی کٹیا میں دفن کیا گیا جس میں آپ اپنے زمانہ حیات میں رہتے تھے۔^{۱۶۵}

۲۳۰۔ سیر الاولیا ۰ ص ۲۹۸

۲۳۱۔ سیر الاولیا ۰ حصص ۲۹۸ اور ۲۹۹

۲۳۲۔ اخبار الاخیار ۰ ص ۹۲

۲۳۳۔ خیر المجالس ۰ ص ۸۸ نیز سیر الاولیا ۰ ص ۲۹۹

۲۳۴۔ سیر الاولیا ۰ حصص ۵۳۵ تا ۵۵۵ نیز اخبار الاخیار حصص ۹۲ اور ۹۳

۲۳۵۔ سلطان غیاث الدین کے مقبرے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد چہارم ص ۱۲ نمبر ۲۔

۲۳۶۔ سیر الاولیا ۰ ص ۲۰۵۔ مولانا علاء الدین نیلی اس قدر اعلیٰ پایے کے مقرر تھے کہ ممتاز ترین علماء بھی آپ کی تقریر سننے کے اشتیاق میں رہتے تھے۔ آپ اور مولانا شمس الدین بیکئی دونوں ساتھ مل کر مولانا فرید الدین شافعی شیخ الاسلام اودھ کی درس گاہ میں جاتے تھے ۰ جہاں آپ بلند آواز سے شرف کی قرأت کرتے تھے اور تمام حاضرین بشمول شمس الدین بیکئی سنتے تھے۔ آپ کے بارے میں خیال یہ جاتا تھا کہ آپ شرف اور مفتوح پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب بھی شیخ نظام الدین اولیا کے اعلیٰ مریدوں میں دینیات اور تصوف کے مسائل میں اختلاف ہوتا تو وہ آپ کی خدمت میں اس اختلاف پر بحث کرتے اور آپ کی رائے کے متقن ہوتے شیخ نظام الدین سے آپ کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ آپ کے دیگر اوصاف اس کے مقابلے میں معدوم ہوتے تھے۔

۱۶۵۔ اخبار الاخیار حصص ۳۰۱ ۳۹۔ مگھڑ اور ۳۰۰ ورق ۳۹۔ معارج ولایت اوراق ۹۹ ب ۱۰۰۔ مراتب ۱۰۰۔ اوراق ۲۰۲ ب ۲۰۳

۱۶۶۔ شرف کے بارے میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی رائے انہی۔ تمہی آپ نے ناپاؤں فرماتے تھے ملاحظہ فرمائیں نوید
انوار حصص ۱۲۲۔ ۲۳

۱۶۷۔ سیر الاولیا ۰ حصص ۲۰۵ تا ۲۰۸

۲۳۷۔ اخبار الاخیار، ص ۹۳ نیز ملاحظہ فرمائیں سیر الاولیا، ص ۲۷۶

۲۳۸۔ سیر الاولیا، ص ۲۷۸

۲۳۹۔ فواید الفواد صص ۱۰۱، ۱۰۲۔ سیر الاولیا ص ۲۰۳۔ اخبار الاخیار، ص ۹۶۔ گلزار ابرار، ورق ۶۵

۲۴۰۔ سیر الاولیا ص ۲۰۳

۲۴۱۔ سیر الاولیا ص ۲۰۳

۲۴۲۔ خواجہ تقی الدین نوع کے بڑے بھائی خواجہ رفیع الدین بارون شیخ نظام الدین اولیا کے حقیقی خواہر زادے کے فرزند تھے لیکن شیخ قدس سرہ آپ سے اپنے فرزند کی مانند محبت فرماتے تھے۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ اگر اتفاقاً افطار کے وقت آپ موجود نہ ہوتے تو شیخ قدس سرہ مریدان اعلیٰ کی موجودگی کے باوصف کھانا تقسیم کرنے سے پہلے آپ کا انتظار فرماتے۔ اسی طرح تحایف کی تقسیم میں بھی آپ کو فوقیت دی جاتی تھی۔ آپ کو سیر و تفریح، تیر اندازی اور کشتی کا بے حد شوق تھا اور شیخ قدس سرہ نہ صرف یہ کہ آپ کے ان مشاغل میں گہری دلچسپی کا اظہار فرماتے تھے بلکہ کبھی کبھی آپ کو اپنے مشوروں سے بھی مستفید فرماتے تھے۔^{۱۶۸}

۲۴۳۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۳

۲۴۴۔ سیر الاولیا، صص ۲۰۸ تا ۱۱۰

۷

۲۴۵۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۹

۲۴۶۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۹

۲۴۷۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۰

۲۴۸۔ سیر الاولیا، صص ۲۹۳ تا ۲۹۶

۲۴۹۔ سید شمس الدین خاموش بن سید محمد، امیر خورڈ کے چچا تھے۔ امیر خورڈ نے آپ کی عالمانہ افتاد طبع اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں فیاضانہ مال خرچ کرنے کی بہت شاندار پیرایہ بیان میں ستائش کی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق سید خاموش شیخ نظام الدین اولیا کے منظور نظر مرید تھے اور شیخ قدس سرہ آپ کو تھلے میں "نمہ نظامی" پڑھاتے تھے۔ آپ نے قاضی محی الدین کاشانی سے "مجمع البحرین" اور "ہدایہ" پڑھی تھیں۔ وہ ملاقاتی جو شہر سے شیخ نظام الدین اولیا کی خدمت میں حاضر ہوتے یا شیخ نصیر الدین محمود اور مولانا علاء الدین نیلی جب کبھی اودھ سے شیخ قدس سرہ کی زیارت کے لیے آتے تو شب ب سری کے لیے آپ کے مکان پر قیام کرتے۔ آپ تمام حضرات کی

۱۶۸۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۳

خلوص دل سے خاطر مدارت کرتے اور انھیں اپنے گھر جیسے آرام کا احساس دلانے کے لیے ہر طرح سے دیکھ بھال کرتے۔ آپ نے بہت قوال ملازم رکھے ہوئے تھے جو ہمیشہ آپ کے ممتاز مہمانوں کے ذوق سماع کو تسکین پہنچاتے تھے۔ آپ کے شناساؤں کا حلقہ بہت وسیع تھا اور آپ کے مکان میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کے خاندان کے افراد، قریبی رشتے دار، ۱۰ اعزاء، دوست اور دو سو درویش ہر روز آپ کے ہاں کھانا کھاتے تھے۔ آپ کا انتقال دیوگیر میں ۱۳۲۲ھ / ۱۳۳۱ء - ۳۲ء میں ہوا اور آپ کو اسی شہر میں "مقام خواجہ خضر" میں دفن کیا گیا۔ سیرالاولیا کی تکمیل کے وقت تک لوگ اپنی مرادیں پانے کے لیے آپ کے مزار کی زیارت کو آتے تھے۔^{۱۶۹}

۲۵۰۔ سیرالاولیا، صص ۲۱۹ - ۲۲۰

۲۵۱۔ سید کمال الدین امیر احمد بن سید محمد کرمانی، امیر خورد مصنف سیرالاولیا کے چچوں میں سے تھے۔ آپ کے بارے میں امیر خورد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ محمد بن تغلق کے دربار کے عالی مرتبہ امیر اور لشکر میں اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ باوجود اس درباری تعلق کے آپ کا تصوف و سلوک کی جانب قوی میلان تھا۔ آپ مشکل ترین حالات میں بھی سچ بات کہنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ اس زمانے میں جب آپ بمقام تلنگ (تلنگانہ) لشکر میں خان کے عہدے پر فائز تھے، دشمنوں کی سازش کے سبب آپ کو دیوگیر کے قریب ہسی میں قید کر دیا گیا۔ قید خانے میں آپ سے بعض ایسی کرامتوں کا صدور ہوا جس کے باعث نہ صرف یہ کہ آپ قید سے رہا ہوئے بلکہ سلطان کی نظر میں آپ کی قدر و منزلت پھر سے بحال ہوئی۔ اس زمانے میں (شاہی ملازمت سے پہلے) آپ بالوں کی ایک چوٹی گوندھتے اور قبا پہنتے تھے لیکن جب سلطان کا فرمان ملا تو وہ چوٹیوں باندھنے اور صوفیوں کا لباس پہننے لگے جو اس بات کی علامت تھی کہ آپ نے دنیا سے بے تعلقی اختیار کر کے روحانی زندگی کو اپنا لیا ہے۔ سلطان نے آپ کے اس عذر کو قبول نہیں لیا اور آپ کو مشیر دربار کا منصب پیش کیا جہاں آپ صوفیوں کا لباس پہن کر جاتے تھے۔ اس زمانے میں جب شاہی لشکر نے ساتھ آپ لاہور میں تھے تو بیمار ہو گئے اور جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ / اپریل مئی ۱۳۲۸ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نعش دہلی لائی گئی اور آپ کے والد کی قبر کے جوار میں اسے دفن لیا گیا۔ آپ نے دو فرزند امیر الدین امیر حسن اور سید نور الدین اپنی یادگار چھوڑے۔^{۱۷۰}

۲۵۲۔ سیرالاولیا، صص ۲۱۳ - ۲۱۵

۱۶۹۔ مشافقہ فی حق الدین کاشانی، مولانا محبت الدین ملتانی، مولانا بدر الدین یار، مولانا شرف الدین یار، مولانا شمس الدین یار اور مولانا حسام الدین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم

۱۷۰۔ سیرالاولیا صص ۲۱۹ - ۲۲۰

۱۷۱۔ سیرالاولیا، صص ۲۱۳ - ۲۱۶

۲۵۳ - سیر الاولیا، ص ۱۹۹

۲۵۳ - سیر الاولیا، ص ۹۰

۲۵۵ - گلزار ابرار، ورق ۲۸

۲۵۶ - سیر الاولیا، صص ۱۹۰ - ۱۹۱

۲۵۰ - خواجہ یعقوب شیخ فرید الدین (گنج شکر) کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ اور سید کرمانی کے بیٹے سید رک جگری دوست تھے۔ دونوں نے مولانا بدرالدین اسحق سے قرآن شریف پڑھا تھا اور اکبر و بیشتر ایک کی رفاقت میں رہتے تھے، چنانچہ ان واقعات کے وقت بھی دونوں ایک ساتھ تھے جن کی تفصیل متن میں آچکی ہے۔ چونکہ مولانا بدرالدین اسحق نے اپنے مرشد روحانی شیخ فرید الدین کی وفات محرم ۱۰۶۳ھ / اکتوبر - کے بعد اجودھن کی جامع مسجد میں قرآن شریف پڑھانا شروع کیا تھا اس لیے یہ استنباط قطعی درست ہو کہ آپ کا مردان غیب کے ہاتھوں اغایب ہونا اس تاریخ کے بعد کا ہے۔

۲۵۰ - سیر الاولیا (ص ۱۹۰) عزیز الدین

۲۵۰ - خواجہ نظام الدین اولیا نے دونوں بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں گہری دلچسپی لی۔ بعد میں خواجہ محمد مستقل پر آپ کی نمازوں کی امامت کرتے تھے۔ اسی باعث عام طور پر لوگ آپ کو خواجہ محمد امام کہتے تھے۔ روحانی میں آپ کے ساتھ یہ خصوصیت تھی کہ آپ شیخ کے انتہائی قریب بیٹھتے تھے۔ اسی طرح سماع کی مجلسوں میں جب شیخ قدس سرہ خاص کیفیت کے ساتھ رقص میں آتے تو آپ ہی ان کے ساتھ موافقت کرتے تھے۔ امیر خورد نے جنہیں چند بار آپ سے ملنے کا موقع ملا تھا، بیان کیا ہے کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ اشک آلود رہتی تھیں۔ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے برادر خواد خواجہ موسیٰ فرض نمازوں کی امامت کرتے تھے، جو بہت شیریں لہجے میں قرآت کرتے تھے اور ان کی آواز مترنم اور دل پر اثر کرنے والی تھی۔ خواجہ موسیٰ نے مولانا وجیہ الدین پانلی سے بزدوی پڑھی تھی اور انہیں مختلف علوم میں بشمول طبابت کامل دستگاہ حاصل تھی۔ خواجہ موسیٰ عربی اور فارسی میں شعر کہتے تھے اور اپنے برادر کللا کی مانند سماع کا کامل ذوق رکھتے تھے۔^{۱۰۵}

۲۶۰ - گلزار ابرار، ورق ۲۸ - سیر الاولیا، صص ۱۶۲، ۱۶۳ - ۱۹۲، ۱۹۳

۲۶۱ - ملاحظہ فرمائیں متن ترجمہ حاشیہ ۶۶ - (۱) یہاں مطبوعہ متن کے ص ۱۱ سطر ۱۵ کا حوالہ دیا گیا ہے جو اس حاشیے

۱۶۲ - ایضاً ص ۱۶۹

۱۶۳ - ایضاً صص ۱۹۰ - ۱۹۱

۱۶۳ - ایضاً ص ۱۶۹

۱۶۵ - سیر الاولیا صص ۲۰۰ - ۲۰۲

سے غیر متعلق ہے۔ مترجم)

۲۶۲۔ اخبار الاخیار، ص ۹۵

۲۶۳۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۱

۲۶۴۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۱، اخبار الاخیار، ص ۹۵، نظام الدین پانی پتی

۲۶۵۔ ایک مرتبہ شیخ نظام الدین کی طعام گاہ میں دسترخوان پر لکھن اگیا جا رہا تھا، مولانا وجیہ الدین پانی پتی جو شیخ نظام الدین کے اعلیٰ مریدوں میں سے تھے، طعام گاہ میں آئے اور غیر ارادی طور پر خواجہ عزیز الدین سے بالاتر جگہ پر بیٹھ گئے۔ شیخ نظام الدین نے جو ترم صورت حال کو ملاحظہ فرما رہے تھے، مولانا پانی پتی کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا، مولانا جس طرح میں کسی زلفوں والے کو عمرے والے سے برتر جگہ بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا، اس طرح اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی عمرے والا میرے مخدوم کی اولاد سے برتر جگہ پر بیٹھے، مولانا وجیہ الدین جو خواجہ عزیز الدین کی کاکوں کے باعث مغالطے میں پڑ گئے تھے اور انہیں پہچان نہ سکتے تھے۔ وہ شیخ فرید الدین صاحب شکر کے نواسے ہیں، فوراً کھڑے ہو گئے اور شیخ قدس سرہ سے اپنے نہایت عمل کی معذرت لی۔

خواجہ عزیز الدین کے چھوٹے بھائی، خواجہ کبیر الدین بھی شیخ نظام الدین کے مخلص مرید تھے اور اپنی ساری زندگی بچپن سے وفات تک شیخ عالی مقام تک قدموں میں بسر کی۔ ان کی وفات بھی وہی میں ہوئی اور پھر وہی میں دفن ہوئے۔

۲۶۶۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۲، اخبار الاخیار، ص ۹۵

۲۶۷۔ سیر الاولیا کے بیان کے مطابق "تعمیر الاررار فی برامتہ الاخیار" شیخ نظام الدین کے عنوانات کا مجموعہ ہے اور اس کا بیشتر حصہ خود شیخ قدس سرہ کی نظر مبارک سے نکلنا ہے۔ اس کے بہت بہت قہارست، بحر و بحر مطالعے میں آتے ہیں لیکن یہ تصنیف اب نہ پید ہو چکی ہے۔

۲۶۸۔ سیر الاولیا، ص ۲۰۹

۲۶۹۔ گلزار ابرار، ورق ۲۸ ب

۲۷۰۔ امیر خورد جو آپ کے ہم عصر تھے، آپ کی پرہیزگاری، پارسائی، خشیت، تواضع اور فداکاری کی تعریف میں فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "حق تعالیٰ کے راستے کی ہدایت کے ذریعے ان کے اعمال کا پورا پورا ثبوت ہے۔"

۱۰۹۔ بیضا، ص ۲۰۲

۱۰۸۔ بیضا، ص ۲۰۳

۱۰۷۔ بیضا، ص ۲۰۲

۱۰۔ المینان دلانے کی جو کوشش آپ کرتے تھے اس کی بے حد تعریف کرتے ہیں۔^{۱۷۹}

۲۷۱۔ گلزار ابرار، ورق ۳۹

۲۷۲۔ گلزار ابرار، ورق ۵۰

۲۷۳۔ خواجہ کریم الدین سمرقندی۔ آپ کے والد خواجہ کمال الدین خراسان کے ایک فرماں روا کے وزیر تھے لیکن کسی ناگمانی آفت کے سبب انھیں ہندوستان منتقل ہونا پڑا، جہاں ہانسی سے ملتان تک پھیلے ہوئے علاقے کا انتظام بشمول دیپال پور اور اجودھن ان کے سپرد کیا گیا۔ خواجہ کمال الدین جو ایک مستعد شخص تھے، شیخ فرید کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ بعد میں شیخ نظام الدین نے یہ خیال فرما کر کہ آپ ان کے اور آپ کے والد شیخ کبیر کے مرید تھے، آپ کی شادی شیخ فرید کی ایک نواسی سے طے کر دی۔

آپ سلوک و تصوف کی جانب میلان طبع کے لیے تو مشہور ہی تھے، اس کے علاوہ ان تمام اوصاف سے متصف تھے جس کی توقع ایک نو عمر شخص کی اعلیٰ نسی سے کی جا سکتی ہے۔ آپ نے غیث پور میں باعزت زندگی گزاری جسے سربر آوردہ شعرا اور علما کی کمکشاں نے اپنے حلقے میں لیا ہوا تھا، جس میں خسرو، حسن، ضیاء الدین برنی (رحمہم اللہ تعالیٰ) شامل تھے۔ شیخ نظام الدین کی وفات کے بعد سلطان محمد بن تغلق نے آپ کو شیخ الاسلام اور انور رائے ملک ست گانہ کے خطابات دے جو آپ نے قبول فرما لیے اور ست گانہ منتقل ہو گئے۔ آپ کا انتقال ست گانہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ میر خورد کی روایت کے مطابق آپ کا مزار بستی والوں کے لیے بڑے احترام کی جگہ تھی۔^{۱۸۰}

۲۷۴۔ گلزار ابرار، ورق ۵۰۔ سیر الاولیا، صص ۳۰۶ تا ۳۰۸

۲۷۵۔ مولانا فصیح الدین۔ آپ شیخ نظام الدین کے قدیم ترین ارادت مندوں میں سے تھے۔ آپ علم فقہ میں مولانا شمس الدین قوشچہ کے شاگرد تھے اور اپنے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کے پیش نظر علمی حلقوں کی پسندیدہ شخصیت تھے۔ اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آپ سلطان غیاث الدین بلبن کے ایک امیر کے فرزندوں کو پڑھاتے تھے لیکن ایک وقت ایسا آیا جب آپ نے تمام دینی تعلقات اور دنیاوی باتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور شیخ نظام الدین کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ آپ کی متجسس طبیعت نے آپ کو شیخ قدس سرہ کی صحبت سے علحدہ نہ ہونے دیا اور آپ ہمیشہ ان سے مختلف قسم کے علمی اور باطنی حقایق سے متعلق سوالات کرنے میں پیش پیش رہے۔ آپ کا وصال شیخ قدس سرہ کی حیات میں ہوا، جنھوں نے انتقال سے قبل آپ کو اجازت نامہ مرحمت فرمایا تھا۔^{۱۸۱}

۱۷۹۔ ایضاً، ص ۲۰۳

۱۸۰۔ سیر الاولیا، صص ۳۰۶ تا ۳۰۸

۱۸۱۔ سیر الاولیا، صص ۲۹۹ تا ۳۰۱

۲۷۶۔ گلزار ابرار، ورق ۵۱۔ سیر الاولیا، صص ۲۹۹۔ ۳۰۱

۲۷۷۔ ملاحظہ فرمائیں، متن ترجمہ ذکر مولانا معین الدین عمرانی قدس سرہ، حاشیہ ۹۵

۲۷۸۔ سیر الاولیا ص ۲۹۳

۲۷۹۔ مولانا شہاب الدین امام۔ آپ خواجہ نوح کے استاد تھے لیکن ہمیشہ اس خیال کی پرورش کرتے رہے کہ آپ امام بن جائیں۔ یہ منصب کلی طور پر خواجہ محمد امام سے مخصوص رہا اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے چھوٹے بھائی خواجہ موسیٰ از خود یہ فرض انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ جب یہ دونوں بھائی اجودھن گئے ہوئے تھے۔ سید محمد خادم نے جو آپ کی شدید خواہش سے واقف تھے، اقبال خادم سے آپ کی سفارش کی جنہوں نے آپ کے لیے شیخ نظام الدین سے امامت نماز کی اجازت حاصل کر لی۔ ابتدا میں تو یہ ایک عارضی انتظام تھا لیکن بعد میں آپ مستقل امام بن گئے۔

آپ کے بارے میں شیخ قدس سرہ کے خلیفہ ہونے کا کبھی رسمی اعلان نہیں ہوا، بلکہ منسلک مریدوں کے ذیل میں رہے۔ اس سلسلے میں میر خورد کا استنباط یہ ہے کہ آپ کو شیخ قدس سرہ کی جانب سے خلیفہ بنائے جانے کی بشارت ضرور ملی ہوگی۔ ورنہ آپ جیسے اوصاف حمیدہ رکھنے والے راست باز انسان یوں جاہ طلبی کی راہ اختیار نہ کرتے۔^{۱۸۲}

۲۸۰۔ گلزار ابرار، ورق ۵۲ ب۔ سیر الاولیا ص ۲۹۰

۲۸۱۔ فہرست مخطوطات فارسی انڈیا آفس لاہور میں آپ کا نام احمد بن محمد نمکتشی شیر خان تحریر ہے یہ سبب لیکن عام طور پر آپ مسعود بک کے نام سے معروف ہیں۔ بک بخارا کے ماتحت ایک صوبے کا نام ہے، آپ نے اسی نام سے خود کو منسوب کیا۔^{۱۸۳}

۲۸۲۔ کنز العمال جلد ۱۳ صص ۲۰۱۸۔ ۲۰۲۰

۲۸۳۔ آپ کی قبر کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS

جلد سوم ص ۱۳۹، نمبر۔ ۲۶۲

۲۸۴۔ گلزار ابرار، ورق ۶۰۔ سیر الاولیا ص ۳۱۳

۲۸۵۔ گلزار ابرار، ورق ۶۵

۲۸۶۔ آپ کی قبر سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد

۱۸۲۔ سیر الاولیا، صص ۲۹۰۔ ۲۹۲

۱۸۳۔ فہرست مخطوطات فارسی، انڈیا آفس لاہور، جلد اول، ۱۰۲۳

۲۸۷ - سیر الاولیا (صص ۲۰۳، ۲۰۵) میں " شیخ ابوبکر مصلی دار " تحریر کیا گیا ہے۔

۲۸۸ - شیخ ابوبکر مصلی دار - آپ شیخ نظام الدین کے قریبی رشتے دار تھے اور آپ نے خود کو اس عظیم ولی کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کے ذمے ایک خدمت یہ تھی کہ آپ ہر جمعہ کو نماز فجر کے بعد شیخ کا مصلی کلو کھری کی جامع مسجد لے جاتے تھے۔ باوجود اس سخت محنت اور جانفشانی کے جو آپ کو شیخ قدس سرہ کی خدمات بجالانے میں اٹھانا پڑتی تھی۔ آپ روز کے اوراد و وظائف اور مشغولی باطن کا ناغہ نہیں کرتے تھے بلکہ کئی دنوں تک مسلسل روزے بھی رکھتے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ سماع کے بہت زیادہ شائق تھے۔ سماع کی مجلسوں میں آپ وجد کی کیفیت سے اس قدر از خود رفتہ ہو جاتے تھے کہ اپنے جسم کو ہر لپہہ قولوں کی نذر کر دیتے تھے۔ ایسی کیفیت کے وقت آپ کے کندھوں کے گرد ایک ڈھیلا سا پیش بند باندھ دیا جاتا تھا لیکن آپ اس حالت میں بھی رقص کرتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی آپ ایسے نالے بلند کرتے تھے جو ہر شخص کے دل میں سرایت کر جاتے اور اسے غمگین کر دیتے۔ شیخ نظام الدین کے وصال کے بعد آپ کے بعض مریدوں نے سرکاری اراضی اور وظائف قبول کر لیے تھے لیکن باوجود انتہائی مفلسی کے اس قسم کی تحریس کی جانب میل نہیں ہوئے۔^{۱۸۳}

۲۸۹ - گلزار ابرار، ورق ۶۵ ب

۲۹۰ - آپ کی قبر کے برے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS

جلد دوم ص ۲۵ نمبر ۷۔

۲۹۱ - خواجہ عزیز الدین - آپ شیخ نظام الدین کے مرید تھے اور آپ نے شیخ قدس سرہ کے ملفوظات کا ایک مجموعہ بہ عنوان " مجمع الفوائد " مرتب کیا تھا۔ ایک مرتبہ جب شیخ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ یہ خواجہ عزیز الدین آپ کے مرید ہیں تو شیخ قدس سرہ نے جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے اس فرزند پر ناز ہے۔^{۱۸۵}

۲۹۲ - گلزار ابرار، ورق ۶۶

۲۹۳ - اخبار الاخبار، صص ۹۶، ۹۷ نیز سیر الاولیا صص ۲۲۵، ۲۲۶

۲۹۴ - سیر الاولیا، صص ۲۲۳، ۲۲۴

۲۹۵ - " کنز الوصول الی معارف الاصول " جسے عام طور پر " اصول " کہتے ہیں، فخر الاسلام ابی العسر علی بن محمد۔

۱۸۳ - سیر الاولیا، صص ۲۰۳، ۲۰۵

۱۸۵ - سیر الاولیا، ص ۲۰۷

الحسن بزدوی، م ۱۳۸۲ / ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ کی تصنیف ہے اور یہ حنفی فقہ کی اہم کتاب ہے^{۱۸۶}۔ اس کی شرحوں میں تفتازانی^{۱۸۷} م ۱۳۸۹ / ۱۰۹۰ کی شرح "تلویح" ممتاز مقام کی حامل ہے۔

۲۹۶۔ گلزار ابرار، ورق ۶۶ کے بیان کے مطابق یہ ہم سبق مولانا شمس الدین یحییٰ کے بھائی تھے۔

۲۹۷۔ سیر الاولیاء کے مندرجات کے مطابق^{۱۸۸} مولانا شمس الدین یحییٰ نے اس علمی مباحثے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے جو ان کے اور شیخ نظام الدین کے مابین ہوا تھا، شیخ قدس سرہ کی اس انداز سے تعریف کی ہے ان کے استاد مولانا ظہیر الدین بھٹائی شیخ سے ملاقات کرنے کے لیے بے تاب ہوئے، جو بہ صورت مولانا نے لی اور بظاہر شیخ کے مرید ہوئے۔

۲۹۸۔ مولانا صدر الدین، مولانا شمس الدین یحییٰ کے رشتے کے بھائی تھے اور دونوں مولانا نے سابق الیہ ساتھ یاد کرتے، الیہ دوسرے کو اپنے لئے ہوئے خالص دیکھتے اور مختلف نکات پر، جو دینیات، فقہ اور بدعت، بین کے مباحثے کے دوران سامنے آتے، بحث کرتے تھے۔ دونوں اپنی طب علمی کے زمانے ہی میں اپنی سمجھت لوشی، فطری، فلسف اور تلاش حقیقی بنا پر، اہل شہر میں مشہور ہوئے تھے، اور جموں کے استادوں کی تقریر میں سنی نوع کا بہم ہوتا تو دوسرے طلبہ کے برعکس دوران تقریر ہی میں لی وحدت عابرتے۔ بعد میں مولانا شمس الدین یحییٰ نے تصوف یہ رہنے ان رشتے کے بھائی سے بہت زیادہ فوقیت حاصل کر لیا۔ دوسرے تمام رہاب علمتے آج و تاب میں بڑھتے، ہر غیر شہر کے تمام اہل علم کے آپ کی بڑی سیرتوں اور جس نے آپ کی شادری اختیار کی اس کا علمی ذخیرہ اپنے معاصرین سے فزوں تر ہے۔^{۱۸۹} شیخ سیر الدین محمود اور ان کے خلیفہ سید محمد بن جعفر نسیمی^{۱۹۰} آپ کے دو شاگرد تھے جنہوں نے بعد میں تصوف کی ترویج میں بڑی شہرت حاصل کی۔

۲۹۹۔ سیر الاولیاء، ص ۲۰۵

۳۰۰۔ سنائی غزوانی "حقیقۃ تہذیب مدرسہ رضوی" تمہد، ۱۳۲۰ھ، ص ۲۰۰

۳۰۱۔ ملاحظہ فرمائیں "تذکرۃ الاولیاء" مطبوعہ، ص ۲۹۵

۳۰۲۔ تاریخ ادبیات اور زبان، ص ۱۰۰، نیشنل پبلیشرز، لاہور۔

LITERATURE - مہر، مقررہ نصاب، پبلیشرز، لاہور، ص ۱۰۰

A SHORT HISTORY OF CLASSICAL URDU LITERATURE - ص ۱۰۰

۱۹۸۔ سیر الاولیاء، ص ۲۰۳

۱۹۹۔ سیر الاولیاء، ص ۲۰۴

۲۰۰۔ سیر الاولیاء، ص ۲۰۵

۲۰۱۔ سیر الاولیاء، ص ۲۰۶

۳۰۲۔ ابو عبدالرحمن حاتم بن عنوان^{۱۹۲} بن یوسف الاصم بلخ^{۱۹۳} کے صاحبِ حشمت حضرات اور خراسان کے اکابر اولیا میں سے تھے۔ آپ شقیق بن ابراہیم کے اصحاب میں سے تھے اور احمد بن خضر دین کے مرشد تھے۔ آپ نے ابتدائے زندگی سے آخر تک ہر طرح کے حالات میں کبھی خلاف حق کوئی کام نہیں کیا۔ آپ کی اس خوبی کی بنا پر جنید نے فرمایا کہ حاتم الاصم ہمارے دور کے صدیق ہیں۔ آپ نے نفس انسانی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق بلند پایہ اقوال تحریر کیے ہیں۔ آپ کی وفات ۲۳۴ / ۸۵۲ء میں ماوراء النہر میں و شجرہ کے مقام پر جو ترمذ کے قریب ہے، ہوئی۔^{۱۹۶}

۳۰۳۔ ملاحظہ فرمائیں، نظامی عروضی سرقندی کی تصنیف "چار مقالہ" مرتبہ محمد معین (تہران ۱۳۳۳ ش) ص ۳۱۔ صفائی نے اسے مستند حدیث تسلیم نہیں کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، بہاء ولد کی تصنیف "معارف" مرتبہ بدیع الزماں فروزانفر (تہران ۱۳۵۲ ش اشاعت ثانی) جلد دوم ص ۲۶۱

۳۰۴۔ شیخ قطب الدین منور بن شیخ برہان الدین صوفی بن شیخ جمال بانسوی، شیخ نظام الدین اولیا دہلوی کے نامور مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ اور شیخ نصیر الدین محمود ایک ہی دن خلافت سے نوازے گئے۔ پہلے آپ کو شیخ قدس سرہ کی خدمت میں بلایا گیا، جنھوں نے ضروری ہدایات کے ساتھ آپ کو فرقہ خلافت عطا فرمایا نیز آپ کو تحریری خلافت نامہ عنایت فرمانے کے بعد (جماعت خانے میں جا کر) دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ اس دوران شیخ نصیر الدین محمود طلب کیے گئے اور اسی طرح شیخ قدس سرہ نے ضروری ہدایات کے ساتھ ان کو بھی فرقہ خلافت عطا کیا اور سند خلافت بھی ان کے سپرد کی۔ اس کے بعد آپ دوبارہ طلب کیے گئے اور حکم ہوا کہ شیخ نصیر الدین کو منصب خلافت پر فائز ہونے کی مبارک باد دیں، اسی طرح شیخ نصیر الدین نے بھی آپ کو مبارک باد دی۔ بعد ازاں شیخ قدس سرہ نے دونوں کو آپس میں گلے ملنے کا حکم دیا اور اس بات کو بھول جانے کے لیے کہا کہ ان میں سے کس کو پہلے خلافت حاصل ہوئی۔

شیخ نظام الدین نے آپ کو بانسی رخصت کرتے وقت "عوارف" کا وہ نسخہ عنایت فرمایا جو آپ کے جد بزرگوار شیخ جمال الدین بانسوی نے شیخ قدس سرہ کو اس زمانے میں ہدیہ کیا تھا جب وہ ان سے اپنا خلافت نامہ تصدیق کرانے کے لیے بانسی آئے۔ شیخ جمال الدین کو یہ نسخہ شیخ فرید الدین گنج شکر نے خلافت عطا فرمانے کے وقت دیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ نسخہ آپ کے فرزند نور الدین کو ترکے میں ملا۔^{۱۹۷}

۱۹۲۔ طبقات الکبریٰ میں - عنوان - نقل کیا گیا ہے (ص ۸۰)

۱۹۳۔ طبقات الصوفیہ، ص ۹۱

۱۹۴۔ کشف المحجوب، فارسی، ص ۱۳۲ نیز انگریزی ترجمہ از مگلن ص ۱۱۵

۱۹۵۔ کشف المحجوب، فارسی، ص ۱۳۲ نیز انگریزی ترجمہ از مگلن ص ۱۱۵

۱۹۶۔ طبقات الصوفیہ، ص ۹۱، طبقات الکبریٰ، ص ۸۰، نجات الانس، ص ۶۳

۱۹۷۔ سیر الاولیاء، ص ۲۳۵ - ۵۰

۳۰۵۔ "قوت القلوب" مصنف ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ الحارثی الکلی (م ۳۸۶ھ / ۹۶۶ء) اسلامی تصوف کے موضوع پر قدیم اور اہم ترین تصانیف میں سے ہے۔ ۱۹۸ء امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء) نے جیسے کہ خواجہ محمد پارسیا م ۸۲۲ھ / ۱۳۱۹ء نے "فصل الخطاب" ۱۹۹ء میں نشان دہی کی ہے "احیاء علوم الدین" کے اسلوب اور مواد کی تشکیل میں "قوت القلوب" سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

۳۰۶۔ سیر الاولیا، صص ۲۲۵ تا ۲۲۷

۳۰۷۔ اخبار الاخیار، ص ۹۷ نیز سیر الاولیا، صص ۲۲۷-۲۲۸

۳۰۸۔ سیر الاولیا، صص ۲۲۸-۲۲۹

۳۰۹۔ سیر الاولیا، ص ۲۹۶

۳۱۰۔ سیر الاولیا، صص ۲۹۷-۲۹۸

۳۱۱۔ ملاحظہ فرمائیں، احیاء العلوم جلد اول ص ۳۲۶ نیز نفحات الانس، ص ۲۲۲

۳۱۲۔ گلزار ابرار، ورق ۲۹ ب

۳۱۳۔ اخبار الاخیار، صص ۹۸ تا ۱۰۰ نیز گلزار ابرار، ورق ۵۲

۳۱۴۔ اخبار الاخیار، ص ۹۸

۳۱۵۔ اخبار الاخیار، ص ۹۹

۳۱۶۔ نفحات الانس، ص ۶۱۰

۳۱۷۔ نفحات الانس، ص ۶۱۰

۳۱۸۔ سیر الاولیا، ص ۳۳ ملکیت

("ملکیت ملک سخن" کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ علامہ الزین ملکیت کی قرأت سے مسجع ہوا کی بجائے ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس سیر الاولیا اور اخبار الاخیار میں یہ مسجع کی طرح آتا ہے۔ ملکیت ملک سخن آل خسرو راست " یہی درست ہے چنانچہ اس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ مترجم)

۳۱۹۔ حکیم ابو معین حمید الدین ناصر بن خسرو بن حارث القہری فی اللغی الموزنی، ص ۱۰۰

۱۹۹۔ آریو سے۔ نقلیں A LITERARY HISTORY OF THE ARABS، لندن ۱۹۳۷ء، صص ۱۰۰-۱۰۱

SHORT HISTORY OF CLASSICAL ARABIC LITERATURE ص ۵۰

۱۹۹۔ فہرست مخطوطات فارسی، عربی اور ہندوستانی پبلیک لائبریری ہائی پور، بعد ۱۳۰۰ھ، ص ۱۰۰

مشہور و معروف شاعر، سیاح اور اسماعیلی مبلغ تھا۔^{۲۰۲}

۳۲۰۔ سیر الاولیا (ص ۳۰۴) بعد از مخالفت

۳۲۱۔ سیر الاولیا، صص ۳۰۱ تا ۳۰۳

۳۲۲۔ سیر الاولیا، صص ۳۰۴ - ۳۰۵

۳۲۳۔ اخبار الاخیار، ص ۱۰۰

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کا وصال بروز بدھ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ ھ کو ہوا۔ ربیع الثانی کے بعد تیسرا مہینہ رجب کا آتا ہے اس لیے ذی قعد تحریر کرنا یا تو کسی کاتب کی غلطی ہے یا مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے سو ہوا ہے۔ مترجم

۳۲۴۔ آپ کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS

۳۲۵۔ دیوان کابل، امیر خسرو مرتبہ م۔ درویش (تہران ۱۳۳۳ ش) ص ۱۳۵

۳۲۶۔ خواجہ شمس الدین، آپ "فوائد الفوائد" کے مشہور جامع امیر حسن بھرنی علاء کے بھانجے تھے اور امیر خسرو کے بھانجے نہیں تھے، جیسا کہ "اخبار الاخیار" اور "کلمات الصادقین" میں منقول ہوا ہے۔ چونکہ آپ کے مقبرے کو عموماً "قبر خواہر زادہ میر" (میر کے بھانجے کی قبر) کہا جاتا تھا اور میر کا لقب حسن اور خسرو دونوں کے ساتھ مشترک تھا اس لیے مذکورہ بالا کتابوں کے مصنف اس مغالطے میں پڑ گئے کہ آپ امیر خسرو کے خواہر زادے تھے۔ حالانکہ ان کی دوسری تمام معلومات سراسر میر خورد کے بیانات کا اعادہ ہیں جو خواجہ شمس الدین کے والد کے ہم عصر تھے۔^{۲۰۶}

۲۰۰۔ اس کی شعری تصانیف تہران سے شائع ہو چکی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں "دیوان اشعار حکیم ابو معین حمید الدین ناصر بن خسرو قبادینی مرتبہ حاجی سید نصر اللہ تقوی، تہران ۱۳۳۸ اشاعت ثانی

۲۰۱۔ اس کا سفرنامہ فارسی کا سب سے قدیم نمایاں با تصویر بیان ہے جو ان ممالک کے معاشرتی حالات سے متعلق بیش بہا معلومات فراہم کرتا ہے جن کی اس نے سیاحت کی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں "سفرنامہ" اصل فارسی متن اور فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ مدون کردہ

MCH. SCHEFFER پیرس ۱۸۸۱ء اور "سفرنامہ حکیم ناصر خسرو" برلن ۱۳۳۰ ش، تہران سال اشاعت ندارد، اشاعت ثانی

۲۰۲۔ اس کی زندگی کے حالات اور تصانیف کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں "دیوان اشعار" مقدمہ نیز HISTORY OF

IRANIAN LITERATURE صص ۱۸۵ تا ۱۸۹

۲۰۳۔ سیر الاولیا، ص ۳۱۳

۲۰۴۔ اخبار الاخیار، ص ۱۰۲

۲۰۵۔ متن اردو ترجمہ ذکر خواجہ شمس الدین قدس سرہ حاشیہ نمبر ۳۲۶

۲۰۶۔ سیر الاولیا ص ۳۱۳

۳۲۷ - سیر الاولیا (ص ۳۱۳) نسبت خواہر زادگی بہ میر حسن داشت

۳۲۸ - سیر الاولیا ، ص ۳۱۵

۳۲۹ - سیر الاولیا ، ص ۱۰۲ نیز گلزار ابرار ، ورق ۱۱۱

۳۳۰ - گلزار ابرار ، ورق ۳۸ ب

۳۳۱ - نفحات الانس ، ص ۵۱۱

۳۳۲ - اخبار الاخیار ، ص ۱۰۳

۳۳۳ - ضیائے نحتشی (م ۱۵۰۵ / ۱۳۵۰) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ شیخ حمید الدین ناگوری کے پوتے اور خلیفہ شیخ فرید کے مرید تھے۔ آپ نے بدایوں میں تمام عمر کامل خلوت میں گزاری اور زندگی کا بیشتر حصہ ادبی مشاغل میں صرف کیا۔ عشرہ مبشرہ کلیات ، جزئیات اور طوطی نامہ آپ کی تصنیفات ہیں۔^{۲۰۷}

۳۳۴ - اخبار الاخیار ، ص ۱۲۷

۳۳۵ - اخبار الاخیار ، ص ۱۰۸

۳۳۶ - " نصاب الاحتساب فی الفتاویٰ " - محاسب کے فرایض سے متعلق مشہور فقہی سند پر مبنی تصنیف ہے۔ یہ کلکتے سے ۱۸۳۰ء میں شائع ہوئی۔^{۲۰۸}

۳۳۷ - اخبار الاخیار ، ص ۱۰۸ نیز سیر الاولیا ، ص ۳۱۱

۳۳۸ - سیر الاولیا ، ص ۳۱۵ - اخبار الاخیار ، ص ۱۰۹ نیز ملاحظہ فرمائیں گلزار ابرار ، ورق ۵۹ د ب

۳۳۹ - ملاحظہ فرمائیں ، اخبار الاخیار ، ص ۱۲۹

۳۴۰ - امام ابنی حاد محمد کے چھوٹے بھائی مجدد الدین ابوالفتح احمد بن محمد غزالی تھے ، اپنے زمانے کے مشہور صوفی ، واعظ اور شافعی مذہب کے عالم تھے۔ تصوف و طریقت میں آپ شیخ ابوجبر اسحاق غزالی (۱۰۹۰ء) کے مرید تھے۔ خود آپ کے ارادتمندوں میں شیخ ابوالنجیب سہوردی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ابن کثیر (م ۶۸۱ / ۵۸۳ - ۱۲۸۲ء) کے بیان کے مطابق آپ اعلیٰ پایے کے واعظ اور کامل سلفی شخصیت تھے۔

۳۴۱ - اخبار الاخیار ، ص ۱۰۳

۳۴۲ - فہرست عربی مخطوطات ، نڈیا آفس انڈیا ، جلد ۱۰ ، ص ۲۷۵

۳۴۳ - غزالی کے صحیح تلفظ کے لیے ملاحظہ فرمائیں - سبب الاسباب - ورق ۱۰۹ - جلد اول - مکتبہ اسلامیہ ، لاہور

۳۴۴ - الامیانی ، جلد اول ، ص ۸۰ - جلال الدین بھائی کی تصنیف - غزالی اور غزالی شہداء شریعت - جلد اول - مکتبہ اسلامیہ ، لاہور

۳۴۵ - بیوگرافی کیل ڈی غزالی - ترجمہ و فیات الامیانی ، جلد اول ، ص ۷۹

بزرگ تھے۔ آپ کی ذات میں کرامات اور مقبولیت کی علامات پیدائشی طور پر ودیعت کی گئی تھیں۔ آپ کے جذبہ عشق الہی نے عوام میں نیکی کی تحریک کو پروان چڑھایا، جس کے اظہار میں آپ نے اس ضابطے کو بھی نظر انداز کر دیا جس کے آپ عالم تھے، حتیٰ کہ بعد کے ایک تذکرہ نگار^{۲۱۱} کے مطابق یہ آپ ہی کی تبلیغ کا اثر تھا جس نے بالآخر آپ کے بھائی ابو حامد محمد غزالی کو متاثر کیا اور وہ دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر روحانی دنیا میں آگئے۔ امام غزالی کی غیر موجودگی میں آپ نے نظامیہ بغداد میں درس کے فرایض انجام دیے۔ آپ کی تصانیف میں سے "سوانح"^{۲۱۲} نے جو عشق کے موضوع پر حکیمانہ تحریر ہے، بعد کے لکھنے والوں مثلاً عمین القضاة ہمدانی، سنائی، نجم الدین دایہ، عراقی اور جامی وغیرہ پر گہرا اثر ڈالا۔ آپ کا انتقال ۵۲۰ھ / ۱۱۲۶ میں قزوین میں ہوا۔^{۲۱۳}

۳۳۱۔ ابولقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی، ابو علی رودباری کے ممتاز مرید تھے۔ آپ شیخ ابو سعید ابونخیر کے ہمعصر اور ان سے انتہائی دوستانہ روابط رکھتے تھے۔^{۲۱۶} جویری، جو آپ سے نیاز مندانہ تعلقات رکھتے تھے، آپ کو قطب دوراں خیال کرتے تھے اور اکبر آپ سے ملاقات کے لیے طوس حاضر ہوتے اور آپ سے فیض روحانی حاصل کرتے تھے۔^{۲۱۷} آپ کشف کے ذریعے طالبین کے روحانی تجربات معلوم کرنے کی حیرت انگیز قوت رکھتے تھے۔ آپ نے مختلف شعبہ ہائے علم کی تحصیل کی تھی^{۲۱۸} اگرچہ آپ کے مریدین میں ابو علی فارسی بہت ممتاز تھے تاہم آپ کے روحانی فیوض و برکات ابوبکر نساج کے واسطے سے بھی پھیلے ہیں۔^{۲۱۹}

۳۳۲۔ نفحات الانس، ص ۳۰۰

۷

۳۳۳۔ ان حضرات میں جنہوں نے جنید سے فیض صحبت حاصل کیا، احمد بن محمد بن قاسم بن منصور کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جنہیں عام طور پر ابو علی رودباری کہا جاتا ہے۔ سلسلہ سہروردیہ نے اپنا شجرہ طریقت آپ ہی کی ذات گرامی کے واسطے سے حسن بصری اور ان کے واسطے سے حضرت علی بن ابی طالب سے ملایا ہے جو تمام مسلمان اولیاء و صوفیہ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ آپ نے جنید کے علاوہ ابوالحسن نوری، ابو حمزہ،

۲۱۱۔ اتحاف السادہ، جلد اول ص ۸

۲۱۲۔ بیوگرافی کی ڈکشنری، ترجمہ ذبیات الاعیان، جلد اول ص ۷۹

۲۱۳۔ احمد غزالی، APHORISMEN UBER DIE LIEBE، مرتبہ بلٹ رٹز، استنبول، ۱۹۳۲، مخزن العلوم اسلامیہ، ۱

۲۱۴۔ نفحات الانس، ص ۳۰۰

۲۱۵۔ مقالات ابو سعید، صص ۶۸، ۶۹

۲۱۶۔ کشف المحجوب، صص ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹

۲۱۷۔ ایضاً، ص ۳۰۱ نیز اسی کا ص ۲۵۹ بھی ملاحظہ فرمائیں

۲۱۸۔ ایضاً، ص ۲۱۱

۲۱۹۔ نفحات الانس، ص ۳۰۰

۲۲۰۔ رسالہ قشیریہ، ص ۷۲، نیز طبقات الصوفیہ ص ۳۵۳

حسن الموسویٰ اور بغداد کے بہت سے بزرگوں سے بھی فیض روحانی حاصل کیا جب آپ شام میں تھے تو آپ نے ابن الجلائی کی صحبت اختیار کی۔^{۲۲۲} ایک عالم، فقیہ اور محدث ہونے کے علاوہ آپ علم لدنی سے بھی بہرہ ور تھے۔^{۲۲۳} آپ کی وفات ۳۰۲ھ / ۹۱۳ - ۱۵ میں ہوئی۔^{۲۲۴}

۳۳۳۔ ابو عثمان سعید بن مسلم المغربیٰ ممتاز صوفی اور مختلف علوم کے ماہر ہونے کی حیثیت سے مشہور تھے۔^{۲۲۵} آپ نے اپنی عمر ابو علی الکاتب، حبیب مغربیٰ اور ابو عمر زجاج کی صحبت میں بسر کی۔ علاوہ ازیں آپ نے دیگر بزرگوں سے جن میں نهر جوریٰ اور ابن الصایغ بھی شامل تھے، ملاقاتیں کیں۔^{۲۲۶} آپ نے مختلف نوع کی ریاضتیں کیں اور بہت سے قابل ذکر اقوال اور باطنی عیوب کے مشاہدات سے متعلق دلائل تصنیف کیے۔ آپ کا انتقال ۳۰۳ھ / ۹۸۳ - ۸۴ میں نیشاپور میں ہوا۔^{۲۲۷}

۳۳۵۔ حسن بن احمد جو ابو علی الکاتب کے نام سے مشہور ہیں، مصر کے صوفیہ میں اہم مقام کے حامل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ علاوہ دوسرے بزرگوں کے آپ ابو بکر المصریٰ اور ابو علی رودباری کی صحبت میں بھی رہے۔^{۲۲۸} اگرچہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ابو علی رودباری سے زیادہ صاحب علم اور کامل کمال تھے لیکن آپ ہمیشہ ان کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے۔^{۲۲۹} آپ کا وصال ۳۳۰ھ - ۵۲ - ۵۱ میں ہوا۔^{۲۳۰}

۳۳۶۔ ابوالقاسم جنید بن محمد جنید التواریری البغدادی اسلام کے دور اول کے زہد میں ممتاز ترین فرد تھے۔ آپ کی تعلیمت نے بعد کے آنے والے صوفیہ کو بے حد متاثر کیا۔ آپ کی ولادت و پرورش بغداد میں ہوئی۔ بیان آپ کے آباء اجداد نہاد کے جو صوبہ جہاں کا ایک قدیم شہر تھا، رہنے والے تھے۔^{۲۳۱} آپ نے عبادت میں

۲۲۲۔ طبقات صوفیہ، ص ۵۳

۲۲۳۔ یقیناً

۲۲۴۔ یقیناً، ص ۵۵

۲۲۵۔ کشف المحجوب، ص ۱۹۹

۲۲۶۔ طبقات الصوفیہ، ص ۱۹۹، ص ۱۹۸، ص ۱۹۷

۲۲۷۔ یقیناً، ص ۵۹

۲۲۸۔ طبقات صوفیہ، ص ۱۹۹، طبقات تلمیذیہ، ص ۱۰۰

۲۲۹۔ لغات انس، ص ۱۰۰، ص ۱۰۱

۲۳۰۔ رسالہ تفسیریہ، ص ۵۰، طبقات صوفیہ، ص ۱۹۹، طبقات تلمیذیہ، ص ۱۰۰

۲۳۱۔ آپ کی تعلیمات سے متعلق مادہ و ماہیں، علی حسن علی، دارالاسیاب، ط ۱۹۹۲ء

WRITING OF AL-JUNAYD - سال ۱۹۹۲ء، ص ۵۰، ص ۵۱

۲۳۲۔ طبقات صوفیہ، ص ۵۰، رسالہ تفسیریہ، ص ۵۰، آیات، ماہنامہ، ص ۱۰۰، ص ۱۰۱، ص ۱۰۲، ص ۱۰۳

الاعیان، بعد اول، ص ۳۳۹

۲۳۳۔ THE LIFE, PERSONALITY AND THE WRITINGS OF AL-JUNAYD، ص ۱۰۰

ابن ثور کی شاگردی اختیار کی جو امام شافعی کے اعلیٰ شاگرد تھے۔ لیکن بعض حضرات کے نزدیک آپ ایسے فقیر تھے جو سفیان ثوری کی تقلید کرتے تھے۔ طریقت و تصوف کی قلمرو میں سری السقطی، حارث محاسبی اور محمد بن علی القصاب آپ کے مرشد تھے۔ آپ نہ صرف یہ کہ دینیات، فقہ اور اخلاقیات پر سند کا درجہ رکھتے تھے بلکہ حضرات صوفیہ کے بھی تسلیم شدہ رہنما تھے۔ ابو عبد اللہ خفیف آپ کو ان پانچ عظیم اولیا میں شمار کرتے ہیں جو علم و صداقت کے حامل تھے، باقی چار بزرگ یہ ہیں، حارث محاسبی، ابو محمد رویم، ابو العباس العطاء اور عمرو بن عثمان الکلی۔ شیخ ابو جعفر الحداد اکثر فرماتے تھے کہ اگر دانش انسانی پیکر میں ہوتی تو وہ جنید کی شکل میں ہوتی۔ آپ قرآن حفظ کرنے اور احادیث تحریر کرنے کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس شخص نے ان دو باتوں پر عمل نہ کیا اس کی ہمسری نہ کرو۔ آپ کی وفات ۲۹۸ھ / ۹۰۹ء اور بعض کے نزدیک ۲۹۸ھ / ۹۱۰ء کے لگ بھگ ہوئی اور بغداد میں سری سقطی کی قبر کے جوار میں دفن کیے گئے۔ آپ کی وفات کے بعد ابو محمد احمد بن محمد بن الحسن الحریری جو آپ کے مریدوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھے، آپ کے جانشین ہوئے۔ الحریری کا انتقال ۳۱۱ھ / ۹۲۳ء میں ہوا۔

۳۳۰۔ ابو الحسن بن المغلس السقطی، جنید بغدادی کے ماموں اور مرشد روحانی تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ خود آپ معروف کرنی کے مرید تھے۔ آپ عالی مرتبہ شیخ اور علم کے مختلف شعبوں میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ صوفیہ میں آپ پہلے شیخ تھے جنہوں نے روحانی درجات یعنی مقامات کو ترتیب دیا اور روحانی حالتوں یعنی احوال کی تشریح کی۔ عراق کے بیشتر مشایخ آپ کے مرید تھے۔ آپ کی وفات ۲۵۰ھ / ۸۶۰ء میں ہوئی۔

۲۳۳۔ طبقات الصوفیہ مصنفہ خواجہ عبداللہ انصاری مرتبہ عبدالحی (کامل ۱۳۳۱ ش ۱ ص ۱۶۱۔ نجات الانس، ص ۸۰)

۲۳۵۔ وفيات الاعیان، ص ۳۴۳۔ بیوگرافیکل ڈکشنری (ترجمہ وفيات الاعیان) ص ۳۳۸

۲۳۶۔ رسالہ قشیریہ، ص ۵۱۔ طبقات الصوفیہ مصنفہ خواجہ عبداللہ انصاری، ص ۱۶۱۔ نجات الانس، ص ۸۰۔ کشف المحجوب، ص ۱۶۱۔

تذریبی ترجمہ از مکلس، ص ۲۳۸-۲۳۹۔ رسالہ قشیریہ، ص ۳۳۹-۳۴۰۔ طبقات الصوفیہ مصنفہ خواجہ عبداللہ انصاری، ص ۱۶۲۔ نجات الانس،

ص ۸۰

۲۳۷۔ کشف المحجوب، ص ۱۶۱۔ تذریبی ترجمہ از مکلس، ص ۱۲۸

۲۳۸۔ رسالہ قشیریہ، ص ۳۳

۲۳۹۔ طبقات الصوفیہ مصنفہ خواجہ عبداللہ انصاری، ص ۱۶۱۔ نجات الانس، ص ۸۰

۲۴۰۔ رسالہ قشیریہ، ص ۵۲

۲۴۱۔ وفيات الاعیان، ص ۳۴۳۔ بیوگرافیکل ڈکشنری (ترجمہ وفيات الاعیان) ص ۳۳۹ نیز ملاحظہ فرمائیں THE LIFE

PERSONALITY AND WRITING OF AL-JUNAYD - ص ۲

۲۴۲۔ رسالہ قشیریہ، ص ۱۳

۲۴۳۔ رسالہ قشیریہ، ص ۳۰۔ کشف المحجوب، ص ۱۳۷

۲۴۴۔ کشف المحجوب، ص ۱۳۷

۲۴۵۔ طبقات الصوفیہ، ص ۳۸۔ کشف المحجوب، ص ۱۳۷

۲۴۶۔ رسالہ قشیریہ، ص ۳۱

۳۳۸۔ ابو محفوظ معروف بن فیروزیا فیروزان الکرخی، مسلمانوں کے قدیم اور سربر آوردہ اولیا میں سے تھے۔ آپ کی ولادت عیسائی والدین کے ہاں ہوئی لیکن آپ نے امام موسیٰ الرضاؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک طالب کی حیثیت سے داؤد طائیؒ کی نگرانی میں باطنی تربیت حاصل کی اور ایک مشہور ولی ہونے سے قبل زاہدان ریاضتوں میں مصروف رہے۔ آپ کی زندگی دنیا سے کمال بے تعلقی، تجرید سے عبارت تھی اور آپ کے معاصرین آپ کے اقوال کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۰۰ھ تا ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

۳۳۹۔ ابو سلیمان داؤد بن نصیر الطائی الکوفی، ابو حنیفہ کے شاگرد اور فضیل بن عیاض، برہسہ و حمرہ اور جعفر صادقؑ کے ہم عصر تھے۔ تصوف و طریقت میں آپ سبب رکنی کے مرید تھے، آپ نے علم کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کی۔ بالخصوص علم فقہ میں اپنے زمانے کے تمام مشہور علماء سے بہت اعلیٰ سے اعلیٰ مرحلے پر ابو حنیفہ نے آپ کی توجہ سے ضرورت کی جانب مبذول فرمائی۔ آپ نے علوم و عمل کے سرچشمے میں ڈھال دیں۔ اپنی زاہدان ریاضتوں کی ابتدا میں آپ ایک سال ابو حنیفہؒ کے صحبت میں رہے اور ان کی مجلس میں اپنی زبان سے ایک لفظ کلمے بغیر اہل علم کی گفتگو اور بحث سنتے رہے۔ اس طویل سخن سے جب کہ بین و بین سے ایسے عظیم نتائج پیدا ہوئے کہ خود آپ نے فرمایا کہ اس ایک سال کی مجلسوں سے سب سے زیادہ فائدہ آپ کے ہمیں سارے روزانی کردار کو مشکل کیا۔ آپ کی وفات ۲۵۱ھ تا ۲۶۰ھ میں ہوئی۔

۳۴۰۔ طبقات صوفیہ، جلد ۱، ص ۱۶۰۔

۳۴۱۔ رسالہ فقہیہ، ص ۲۹۔

۳۴۲۔ رسالہ فقہیہ، ص ۲۵، تذکرہ اولیاء عظام، ص ۲۰۰، شیخہ، ص ۱۰۰، ابن مومن، ص ۱۰۰، آپ نے جو لوگ اس روایت سے ناممقبول قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں، MUSEUM SAINTS AND MYSTICS، ص ۱۰۰۔

۳۴۳۔ ص ۱۰۰۔

۳۴۴۔ رسالہ فقہیہ، ص ۵۰۹۔

۳۴۵۔ شرف کتب، جلد ۱، ص ۱۰۰، ترجمہ زلفیں، جلد ۱، ص ۱۰۰، جلد ۲، ص ۱۰۰، جلد ۳، ص ۱۰۰، جلد ۴، ص ۱۰۰، جلد ۵، ص ۱۰۰، جلد ۶، ص ۱۰۰، جلد ۷، ص ۱۰۰، جلد ۸، ص ۱۰۰، جلد ۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰، ص ۱۰۰، جلد ۱۱، ص ۱۰۰، جلد ۱۲، ص ۱۰۰، جلد ۱۳، ص ۱۰۰، جلد ۱۴، ص ۱۰۰، جلد ۱۵، ص ۱۰۰، جلد ۱۶، ص ۱۰۰، جلد ۱۷، ص ۱۰۰، جلد ۱۸، ص ۱۰۰، جلد ۱۹، ص ۱۰۰، جلد ۲۰، ص ۱۰۰، جلد ۲۱، ص ۱۰۰، جلد ۲۲، ص ۱۰۰، جلد ۲۳، ص ۱۰۰، جلد ۲۴، ص ۱۰۰، جلد ۲۵، ص ۱۰۰، جلد ۲۶، ص ۱۰۰، جلد ۲۷، ص ۱۰۰، جلد ۲۸، ص ۱۰۰، جلد ۲۹، ص ۱۰۰، جلد ۳۰، ص ۱۰۰، جلد ۳۱، ص ۱۰۰، جلد ۳۲، ص ۱۰۰، جلد ۳۳، ص ۱۰۰، جلد ۳۴، ص ۱۰۰، جلد ۳۵، ص ۱۰۰، جلد ۳۶، ص ۱۰۰، جلد ۳۷، ص ۱۰۰، جلد ۳۸، ص ۱۰۰، جلد ۳۹، ص ۱۰۰، جلد ۴۰، ص ۱۰۰، جلد ۴۱، ص ۱۰۰، جلد ۴۲، ص ۱۰۰، جلد ۴۳، ص ۱۰۰، جلد ۴۴، ص ۱۰۰، جلد ۴۵، ص ۱۰۰، جلد ۴۶، ص ۱۰۰، جلد ۴۷، ص ۱۰۰، جلد ۴۸، ص ۱۰۰، جلد ۴۹، ص ۱۰۰، جلد ۵۰، ص ۱۰۰، جلد ۵۱، ص ۱۰۰، جلد ۵۲، ص ۱۰۰، جلد ۵۳، ص ۱۰۰، جلد ۵۴، ص ۱۰۰، جلد ۵۵، ص ۱۰۰، جلد ۵۶، ص ۱۰۰، جلد ۵۷، ص ۱۰۰، جلد ۵۸، ص ۱۰۰، جلد ۵۹، ص ۱۰۰، جلد ۶۰، ص ۱۰۰، جلد ۶۱، ص ۱۰۰، جلد ۶۲، ص ۱۰۰، جلد ۶۳، ص ۱۰۰، جلد ۶۴، ص ۱۰۰، جلد ۶۵، ص ۱۰۰، جلد ۶۶، ص ۱۰۰، جلد ۶۷، ص ۱۰۰، جلد ۶۸، ص ۱۰۰، جلد ۶۹، ص ۱۰۰، جلد ۷۰، ص ۱۰۰، جلد ۷۱، ص ۱۰۰، جلد ۷۲، ص ۱۰۰، جلد ۷۳، ص ۱۰۰، جلد ۷۴، ص ۱۰۰، جلد ۷۵، ص ۱۰۰، جلد ۷۶، ص ۱۰۰، جلد ۷۷، ص ۱۰۰، جلد ۷۸، ص ۱۰۰، جلد ۷۹، ص ۱۰۰، جلد ۸۰، ص ۱۰۰، جلد ۸۱، ص ۱۰۰، جلد ۸۲، ص ۱۰۰، جلد ۸۳، ص ۱۰۰، جلد ۸۴، ص ۱۰۰، جلد ۸۵، ص ۱۰۰، جلد ۸۶، ص ۱۰۰، جلد ۸۷، ص ۱۰۰، جلد ۸۸، ص ۱۰۰، جلد ۸۹، ص ۱۰۰، جلد ۹۰، ص ۱۰۰، جلد ۹۱، ص ۱۰۰، جلد ۹۲، ص ۱۰۰، جلد ۹۳، ص ۱۰۰، جلد ۹۴، ص ۱۰۰، جلد ۹۵، ص ۱۰۰، جلد ۹۶، ص ۱۰۰، جلد ۹۷، ص ۱۰۰، جلد ۹۸، ص ۱۰۰، جلد ۹۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰۰، ص ۱۰۰۔

۳۴۶۔ شرف کتب، جلد ۱، ص ۱۰۰۔

۳۴۷۔ شرف کتب، جلد ۱، ص ۱۰۰، جلد ۲، ص ۱۰۰، جلد ۳، ص ۱۰۰، جلد ۴، ص ۱۰۰، جلد ۵، ص ۱۰۰، جلد ۶، ص ۱۰۰، جلد ۷، ص ۱۰۰، جلد ۸، ص ۱۰۰، جلد ۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰، ص ۱۰۰، جلد ۱۱، ص ۱۰۰، جلد ۱۲، ص ۱۰۰، جلد ۱۳، ص ۱۰۰، جلد ۱۴، ص ۱۰۰، جلد ۱۵، ص ۱۰۰، جلد ۱۶، ص ۱۰۰، جلد ۱۷، ص ۱۰۰، جلد ۱۸، ص ۱۰۰، جلد ۱۹، ص ۱۰۰، جلد ۲۰، ص ۱۰۰، جلد ۲۱، ص ۱۰۰، جلد ۲۲، ص ۱۰۰، جلد ۲۳، ص ۱۰۰، جلد ۲۴، ص ۱۰۰، جلد ۲۵، ص ۱۰۰، جلد ۲۶، ص ۱۰۰، جلد ۲۷، ص ۱۰۰، جلد ۲۸، ص ۱۰۰، جلد ۲۹، ص ۱۰۰، جلد ۳۰، ص ۱۰۰، جلد ۳۱، ص ۱۰۰، جلد ۳۲، ص ۱۰۰، جلد ۳۳، ص ۱۰۰، جلد ۳۴، ص ۱۰۰، جلد ۳۵، ص ۱۰۰، جلد ۳۶، ص ۱۰۰، جلد ۳۷، ص ۱۰۰، جلد ۳۸، ص ۱۰۰، جلد ۳۹، ص ۱۰۰، جلد ۴۰، ص ۱۰۰، جلد ۴۱، ص ۱۰۰، جلد ۴۲، ص ۱۰۰، جلد ۴۳، ص ۱۰۰، جلد ۴۴، ص ۱۰۰، جلد ۴۵، ص ۱۰۰، جلد ۴۶، ص ۱۰۰، جلد ۴۷، ص ۱۰۰، جلد ۴۸، ص ۱۰۰، جلد ۴۹، ص ۱۰۰، جلد ۵۰، ص ۱۰۰، جلد ۵۱، ص ۱۰۰، جلد ۵۲، ص ۱۰۰، جلد ۵۳، ص ۱۰۰، جلد ۵۴، ص ۱۰۰، جلد ۵۵، ص ۱۰۰، جلد ۵۶، ص ۱۰۰، جلد ۵۷، ص ۱۰۰، جلد ۵۸، ص ۱۰۰، جلد ۵۹، ص ۱۰۰، جلد ۶۰، ص ۱۰۰، جلد ۶۱، ص ۱۰۰، جلد ۶۲، ص ۱۰۰، جلد ۶۳، ص ۱۰۰، جلد ۶۴، ص ۱۰۰، جلد ۶۵، ص ۱۰۰، جلد ۶۶، ص ۱۰۰، جلد ۶۷، ص ۱۰۰، جلد ۶۸، ص ۱۰۰، جلد ۶۹، ص ۱۰۰، جلد ۷۰، ص ۱۰۰، جلد ۷۱، ص ۱۰۰، جلد ۷۲، ص ۱۰۰، جلد ۷۳، ص ۱۰۰، جلد ۷۴، ص ۱۰۰، جلد ۷۵، ص ۱۰۰، جلد ۷۶، ص ۱۰۰، جلد ۷۷، ص ۱۰۰، جلد ۷۸، ص ۱۰۰، جلد ۷۹، ص ۱۰۰، جلد ۸۰، ص ۱۰۰، جلد ۸۱، ص ۱۰۰، جلد ۸۲، ص ۱۰۰، جلد ۸۳، ص ۱۰۰، جلد ۸۴، ص ۱۰۰، جلد ۸۵، ص ۱۰۰، جلد ۸۶، ص ۱۰۰، جلد ۸۷، ص ۱۰۰، جلد ۸۸، ص ۱۰۰، جلد ۸۹، ص ۱۰۰، جلد ۹۰، ص ۱۰۰، جلد ۹۱، ص ۱۰۰، جلد ۹۲، ص ۱۰۰، جلد ۹۳، ص ۱۰۰، جلد ۹۴، ص ۱۰۰، جلد ۹۵، ص ۱۰۰، جلد ۹۶، ص ۱۰۰، جلد ۹۷، ص ۱۰۰، جلد ۹۸، ص ۱۰۰، جلد ۹۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰۰، ص ۱۰۰۔

۳۴۸۔ رسالہ فقہیہ، ص ۵۰۹، شرف کتب، جلد ۱، ص ۱۰۰، جلد ۲، ص ۱۰۰، جلد ۳، ص ۱۰۰، جلد ۴، ص ۱۰۰، جلد ۵، ص ۱۰۰، جلد ۶، ص ۱۰۰، جلد ۷، ص ۱۰۰، جلد ۸، ص ۱۰۰، جلد ۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰، ص ۱۰۰، جلد ۱۱، ص ۱۰۰، جلد ۱۲، ص ۱۰۰، جلد ۱۳، ص ۱۰۰، جلد ۱۴، ص ۱۰۰، جلد ۱۵، ص ۱۰۰، جلد ۱۶، ص ۱۰۰، جلد ۱۷، ص ۱۰۰، جلد ۱۸، ص ۱۰۰، جلد ۱۹، ص ۱۰۰، جلد ۲۰، ص ۱۰۰، جلد ۲۱، ص ۱۰۰، جلد ۲۲، ص ۱۰۰، جلد ۲۳، ص ۱۰۰، جلد ۲۴، ص ۱۰۰، جلد ۲۵، ص ۱۰۰، جلد ۲۶، ص ۱۰۰، جلد ۲۷، ص ۱۰۰، جلد ۲۸، ص ۱۰۰، جلد ۲۹، ص ۱۰۰، جلد ۳۰، ص ۱۰۰، جلد ۳۱، ص ۱۰۰، جلد ۳۲، ص ۱۰۰، جلد ۳۳، ص ۱۰۰، جلد ۳۴، ص ۱۰۰، جلد ۳۵، ص ۱۰۰، جلد ۳۶، ص ۱۰۰، جلد ۳۷، ص ۱۰۰، جلد ۳۸، ص ۱۰۰، جلد ۳۹، ص ۱۰۰، جلد ۴۰، ص ۱۰۰، جلد ۴۱، ص ۱۰۰، جلد ۴۲، ص ۱۰۰، جلد ۴۳، ص ۱۰۰، جلد ۴۴، ص ۱۰۰، جلد ۴۵، ص ۱۰۰، جلد ۴۶، ص ۱۰۰، جلد ۴۷، ص ۱۰۰، جلد ۴۸، ص ۱۰۰، جلد ۴۹، ص ۱۰۰، جلد ۵۰، ص ۱۰۰، جلد ۵۱، ص ۱۰۰، جلد ۵۲، ص ۱۰۰، جلد ۵۳، ص ۱۰۰، جلد ۵۴، ص ۱۰۰، جلد ۵۵، ص ۱۰۰، جلد ۵۶، ص ۱۰۰، جلد ۵۷، ص ۱۰۰، جلد ۵۸، ص ۱۰۰، جلد ۵۹، ص ۱۰۰، جلد ۶۰، ص ۱۰۰، جلد ۶۱، ص ۱۰۰، جلد ۶۲، ص ۱۰۰، جلد ۶۳، ص ۱۰۰، جلد ۶۴، ص ۱۰۰، جلد ۶۵، ص ۱۰۰، جلد ۶۶، ص ۱۰۰، جلد ۶۷، ص ۱۰۰، جلد ۶۸، ص ۱۰۰، جلد ۶۹، ص ۱۰۰، جلد ۷۰، ص ۱۰۰، جلد ۷۱، ص ۱۰۰، جلد ۷۲، ص ۱۰۰، جلد ۷۳، ص ۱۰۰، جلد ۷۴، ص ۱۰۰، جلد ۷۵، ص ۱۰۰، جلد ۷۶، ص ۱۰۰، جلد ۷۷، ص ۱۰۰، جلد ۷۸، ص ۱۰۰، جلد ۷۹، ص ۱۰۰، جلد ۸۰، ص ۱۰۰، جلد ۸۱، ص ۱۰۰، جلد ۸۲، ص ۱۰۰، جلد ۸۳، ص ۱۰۰، جلد ۸۴، ص ۱۰۰، جلد ۸۵، ص ۱۰۰، جلد ۸۶، ص ۱۰۰، جلد ۸۷، ص ۱۰۰، جلد ۸۸، ص ۱۰۰، جلد ۸۹، ص ۱۰۰، جلد ۹۰، ص ۱۰۰، جلد ۹۱، ص ۱۰۰، جلد ۹۲، ص ۱۰۰، جلد ۹۳، ص ۱۰۰، جلد ۹۴، ص ۱۰۰، جلد ۹۵، ص ۱۰۰، جلد ۹۶، ص ۱۰۰، جلد ۹۷، ص ۱۰۰، جلد ۹۸، ص ۱۰۰، جلد ۹۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰۰، ص ۱۰۰۔

۳۴۹۔ رسالہ فقہیہ، ص ۵۰۹۔

۳۵۰۔ تذکرہ اولیاء عظام، ص ۱۰۰۔

۳۵۱۔ روایت اربعان جلد ۱، ص ۱۰۰، جلد ۲، ص ۱۰۰، جلد ۳، ص ۱۰۰، جلد ۴، ص ۱۰۰، جلد ۵، ص ۱۰۰، جلد ۶، ص ۱۰۰، جلد ۷، ص ۱۰۰، جلد ۸، ص ۱۰۰، جلد ۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰، ص ۱۰۰، جلد ۱۱، ص ۱۰۰، جلد ۱۲، ص ۱۰۰، جلد ۱۳، ص ۱۰۰، جلد ۱۴، ص ۱۰۰، جلد ۱۵، ص ۱۰۰، جلد ۱۶، ص ۱۰۰، جلد ۱۷، ص ۱۰۰، جلد ۱۸، ص ۱۰۰، جلد ۱۹، ص ۱۰۰، جلد ۲۰، ص ۱۰۰، جلد ۲۱، ص ۱۰۰، جلد ۲۲، ص ۱۰۰، جلد ۲۳، ص ۱۰۰، جلد ۲۴، ص ۱۰۰، جلد ۲۵، ص ۱۰۰، جلد ۲۶، ص ۱۰۰، جلد ۲۷، ص ۱۰۰، جلد ۲۸، ص ۱۰۰، جلد ۲۹، ص ۱۰۰، جلد ۳۰، ص ۱۰۰، جلد ۳۱، ص ۱۰۰، جلد ۳۲، ص ۱۰۰، جلد ۳۳، ص ۱۰۰، جلد ۳۴، ص ۱۰۰، جلد ۳۵، ص ۱۰۰، جلد ۳۶، ص ۱۰۰، جلد ۳۷، ص ۱۰۰، جلد ۳۸، ص ۱۰۰، جلد ۳۹، ص ۱۰۰، جلد ۴۰، ص ۱۰۰، جلد ۴۱، ص ۱۰۰، جلد ۴۲، ص ۱۰۰، جلد ۴۳، ص ۱۰۰، جلد ۴۴، ص ۱۰۰، جلد ۴۵، ص ۱۰۰، جلد ۴۶، ص ۱۰۰، جلد ۴۷، ص ۱۰۰، جلد ۴۸، ص ۱۰۰، جلد ۴۹، ص ۱۰۰، جلد ۵۰، ص ۱۰۰، جلد ۵۱، ص ۱۰۰، جلد ۵۲، ص ۱۰۰، جلد ۵۳، ص ۱۰۰، جلد ۵۴، ص ۱۰۰، جلد ۵۵، ص ۱۰۰، جلد ۵۶، ص ۱۰۰، جلد ۵۷، ص ۱۰۰، جلد ۵۸، ص ۱۰۰، جلد ۵۹، ص ۱۰۰، جلد ۶۰، ص ۱۰۰، جلد ۶۱، ص ۱۰۰، جلد ۶۲، ص ۱۰۰، جلد ۶۳، ص ۱۰۰، جلد ۶۴، ص ۱۰۰، جلد ۶۵، ص ۱۰۰، جلد ۶۶، ص ۱۰۰، جلد ۶۷، ص ۱۰۰، جلد ۶۸، ص ۱۰۰، جلد ۶۹، ص ۱۰۰، جلد ۷۰، ص ۱۰۰، جلد ۷۱، ص ۱۰۰، جلد ۷۲، ص ۱۰۰، جلد ۷۳، ص ۱۰۰، جلد ۷۴، ص ۱۰۰، جلد ۷۵، ص ۱۰۰، جلد ۷۶، ص ۱۰۰، جلد ۷۷، ص ۱۰۰، جلد ۷۸، ص ۱۰۰، جلد ۷۹، ص ۱۰۰، جلد ۸۰، ص ۱۰۰، جلد ۸۱، ص ۱۰۰، جلد ۸۲، ص ۱۰۰، جلد ۸۳، ص ۱۰۰، جلد ۸۴، ص ۱۰۰، جلد ۸۵، ص ۱۰۰، جلد ۸۶، ص ۱۰۰، جلد ۸۷، ص ۱۰۰، جلد ۸۸، ص ۱۰۰، جلد ۸۹، ص ۱۰۰، جلد ۹۰، ص ۱۰۰، جلد ۹۱، ص ۱۰۰، جلد ۹۲، ص ۱۰۰، جلد ۹۳، ص ۱۰۰، جلد ۹۴، ص ۱۰۰، جلد ۹۵، ص ۱۰۰، جلد ۹۶، ص ۱۰۰، جلد ۹۷، ص ۱۰۰، جلد ۹۸، ص ۱۰۰، جلد ۹۹، ص ۱۰۰، جلد ۱۰۰، ص ۱۰۰۔

۳۵۰۔ حبیب بن محمد العجمی البصریؒ ایک نہایت ممتاز روایتی درویش تھے جنھوں نے حسن البصریؒ ابن سیرینؒ اور دیگر مستند حضرات سے فیض باطنی حاصل کیا۔^{۲۵۸} آپ امام احمد حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے جمعہ تھے اور دونوں حضرات آپ کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے۔^{۲۵۹} آپ اپنی ابتدائی زندگی میں بہت بدنام سود خور تھے لیکن بعد میں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے حسن البصریؒ کے اصحاب میں شامل ہو گئے۔^{۲۶۰} آپ دن کے وقت ظاہری علوم کی تحصیل میں مصروف رہتے لیکن راتیں اس خانقاہ میں جو دریائے فرات کے کنارے قیام کی گئی تھی، عبادت الہی میں گزارتے تھے۔^{۲۶۱}

۳۵۱۔ شیخ عثمان سیاحؒ کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS جلد سوم، نمبر ۲۱۸

۳۵۲۔ گلزار ابرار، ورق ۲۳ ب

۳۵۳۔ اخبار الاخیار، ص ۱۲۹

۳۵۴۔ گلزار ابرار، ورق ۲۳

۳۵۵۔ اخبار الاخیار، نصاب ۱۳۳ تا ۱۳۶

۳۵۶۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۳

۳۵۷۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۳

۳۵۸۔ احیاء العموم، جلد سوم، نصاب ۲۵، ۲۴، ۲۵، ۲۶

۳۵۹۔ صوفیہ کا مقولہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب، ص ۲۲۰

۳۶۰۔ لکڑی عمل منصف علی متقی، جلد سوم، ص ۲۸۶۔ نیز ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب، ص ۲۲ اور ۲۱۳۔

عوارف المعارف جلد سوم، ص ۲۳۷

۳۶۱۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۳

۳۶۲۔ سورہ نسا، آیت ۱۰۰، انگریزی متن میں آیت ۱۰۱ درج کی گئی ہے۔ مترجم

۳۶۳۔ سورہ ہود، آیت ۶۹، انگریزی متن میں آیت ۷۰ درج کی گئی ہے۔ مترجم

۳۵۸۔ MUSLIM SAINTS AND MYSTICS، ص ۲۲

۳۵۹۔ تذکرہ الاولیاء، عطار، ص ۶۳

۳۶۰۔ کشف المحجوب، ص ۱۰۷۔ انگریزی ترجمہ از فنکلسن، ص ۸۸۔ تذکرہ الاولیاء، عطار، ص ۵۹، ۶۰

۳۶۱۔ تذکرہ الاولیاء، عطار، ص ۶۰

۳۶۳۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۵

۳۶۵۔ سورہ منافقون، آیت ۸ (انگریزی متن میں آیت ۹ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مترجم)

۳۶۶۔ سورہ طلاق، آیت ۳ (انگریزی متن میں آیت ۴ درج کی گئی ہے۔ مترجم)

۳۶۷۔ سورہ زمر، آیت ۳۶ (انگریزی متن میں آیت ۳۷ درج کی گئی ہے۔ مترجم)

۳۶۸۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۵

۳۶۹۔ سورہ احزاب، آیت ۲۸ (انگریزی متن میں آیت ۲۹ درج کی گئی ہے۔ مترجم)

۳۷۰۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۵

۳۷۱۔ سورہ فرقان، آیت ۳ (انگریزی متن میں آیت ۴ درج کی گئی ہے۔ مترجم)

۳۷۲۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۶

۳۷۳۔ گلزار ابرار، ورق ۳۱

۳۷۴۔ سورہ عن، آیت ۲۳، سورہ ص میں کل ۸۸ آیات ہیں۔ انگریزی متن میں اس آیت کا نشان ۳۷۵ قرار کیا گیا ہے۔ مترجم

۳۷۵۔ اخبار الاخیار، ص ۱۳۷

۳۷۶۔ "شمسیہ" منطق پر نجم الدین علی بن عمر نقیبی قزوینی، ص ۹۵-۹۶، ۱۳۵۲ء کا مشہور رسالہ ہے اس کا نام وزیر شمس الدین محمد الجوبینی، م ۶۸۱ھ / ۱۲۸۲ء کے نام پر لکھا گیا۔^{۲۶۲}

۳۷۷۔ "مطالع الانوار" جسے عام طور پر "مطالع" کہتے ہیں، منطق کے موضوع پر سید ابن الدین ابو شمس محمود بن ابی بکر بن محمد اللارموی، م ۶۸۲ھ / ۱۲۸۳ء کی مشہور کتاب ہے۔ علامہ قلب الدین جوینی بریلی کی تصنیف "لوائح الماسد" فی شرح مطالع الانوار^{۲۶۳} بھی "مطالع" کی چند شاخوں میں سے ہے۔

۳۷۸۔ "منار الانوار فی اصول الفقہ" ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن مسعود النسفی، ص ۱۰۷-۱۰۸، ۱۳۱۰ء کی تصنیف ہے۔ اس کی فقہ سے متعلق مشہور تصنیف ہے۔ یہ ۱۸۷۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی ہے۔^{۲۶۴}

۳۷۹۔ "توجیہ الافکار شرح المنار" کالیب خلی نسفی، نمبر ۱۳۱، انڈیا آفس لائبریری میں ہے۔

۲۶۱۔ فہرست مخطوطات ملی، نایا آفس لائبریری، ص ۱۰۷

۲۶۳۔ تاریخ دیبیت دران، صفحہ ۱۰۷، ص ۲۶۳

۲۶۴۔ ایضاً، ص ۲۶۵

۲۶۵۔ فہرست مخطوطات ملی، نایا آفس لائبریری، ص ۱۰۷

دوسرے نسخے کا ذکر نہیں ملتا۔^{۲۶۶}

۳۸۰۔ اخبار الاخبار، صص ۱۳۵ تا ۱۳۸

۳۸۱۔ "لامیات عجم" عربی زبان میں، فارسی کے ایک شاعر اور دانشور فخرالکتاب ابوالسمعیل حسین بن علی بن محمد طغرانی اصفہانی مقتول مابین ۵۱۳ و ۵۱۸ھ / ۱۱۱۹ - ۱۱۲۳ و ۱۰۲۵) کی نظم ہے۔ یہ نظم ہو بہ ہو ایک آتش مزاج اور چمڑے بدوی شاعر شنفرا الازدی کے قصیدے "لامیات عرب" کا چرب ہے۔^{۲۶۷} اس چند در چند مماثلت کے باوصف طغرانی کی نظم اپنے پیشرو جیسی ادبی خوبیوں سے عاری ہے، تاہم ایک ممتاز فن پارے کی حیثیت سے اس کی شہرت باقی ہے۔^{۲۶۸}

۳۸۲۔ شیخ زین الدین علی، شیخ نصیر الدین محمود کے بھانجے اور خادم تھے۔ آپ کو شیخ نصیر الدین کا اسی طرح اعتماد حاصل تھا جس طرح اقبال خادم کو شیخ نظام الدین اولیا کا اعتماد حاصل تھا۔ روزانہ کے معاملات کی دیکھ بھال اور علوم گاہ کی نگرانی آپ ہی کے سپرد تھی۔^{۲۶۹} شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بستر مرگ پر دیکھتے ہوئے آپ نے ان سے اپنا جان نشین نامزد کرنے کی درخواست کی۔ شیخ نے آپ کے اخلاص اور احترام کے پیش نظر آپ سے چند مناسب امیدواروں کے نام تجویز کرنے کے لیے فرمایا۔ آپ نے تین علمدہ علمدہ فرستیں تیار کر کے شیخ کے ملاحظے کے لیے پیش کیں۔ شیخ نصیر الدین ان پر سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد فرمایا، زین الدین! ان سے کھوکھو کے دوسروں کا بار اٹھانے کے بجائے اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ اس کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میرے پیر کے تمام تبرکات میرے ساتھ قبر میں رکھ دیے جائیں، چنانچہ اس وصیت کی تعمیل میں فرقہ خلافت، عصا، سبج، پیالہ اور لکڑی کی کھڑاؤں جو انھیں شیخ نظام الدین سے ورثے میں ملے تھے ان کے ساتھ دفن کر دیے گئے۔^{۲۷۰}

۲۶۶۔ فرست مخطوطات عربی، انڈیا آفس لائبریری جلد دوم، ص ۲۸۳

۲۶۷۔ عمد حاضر کے بعض محققین نے "لامیات العرب" کو شنفرا سے منسوب کرنے کے سلسلے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا

ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، کلیمنٹ ہوارٹ کی تصنیف A HISTORY OF ARABIC LITERATURE، بیروت ۱۰، ۱۹۶۶ء، ص ۲۰

۲۶۸۔ طغرانی اصفہانی پر جدید تنقید کے لیے ملاحظہ فرمائیں، آر۔ اے۔ مکلسن کی تصنیف A LITERARY HISTORY OF

ARABS، کیمبرج ۱۹۶۶ء، اشاعت ثانی ۱، ص ۳۲۶۔ اگنیس گولڈزیر A SHORT HISTORY OF CLASSICAL ARABIC

LITERATURE، مترجم و مرتبہ جوزف ڈیسموگی، بلڈشیم جرمنی ۱۰، ۱۹۶۶ء، ص ۸۰۔ نیز ایچ۔ آر۔ اے۔ گب کی تصنیف ARABIC

LITERATURE AN INTRODUCTION آکسفورڈ ۱۰، ۱۹۶۳ء، پپر بیک، ص ۱۲۶

۲۶۹۔ خیر الجالس، ص ۱۵۹

۲۷۰۔ خیر الجالس، ص ۲۸۷، جب شیخ نظام الدین کا وصال ہوا تو آپ کے تبرکات مثلاً فرقہ اور مصلیٰ جو آپ کو شیخ فرید الدین سے

حاصل ہوئے تھے، آپ کے ساتھ دفن کر دیے گئے، ملاحظہ فرمائیں سیر الاولیاء، ص ۳۳۳

۳۸۳۔ آپ کی قبر سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS

جلد سوم، ص ۱۳۵، نمبر ۲۲۹

۳۸۵۔ اخبار الاخیار، صص ۱۶۳ تا ۱۶۷

۳۸۶۔ "تمہیدات" مصنفہ عین القضاہ المیاہی لہمدانی، م۔ ۱۵۵۲۵ / ۱۱۳۱ھ ابن عربی سے قبل صوفیہ کی تفسیر سے متعلق تحریر کردہ تصانیف میں سے اہم تصنیف ہے۔ بعض مصنفین نے عین القضاہ کی اسی کے پیچھے دوسری اہم تصنیف "زبدہ الحقایق" سے اسے خلط ملط کر دیا ہے۔ "تمہیدات" دس فصولوں پر منقسم ہے۔ ہر فصل کو تمہید کیا گیا ہے، جس میں مصنف نے سوک و طریقت کے مختلف پیموؤں پر اسی انداز میں گفتگو کی ہے جس انداز میں اپنے مکتوبات میں کی ہے۔ تمہیدات کی زبان سادہ ہے لیکن فارسی اور عربی شعور کے ستاروں نے رنگا رنگی پیدا کر دی ہے۔ جہاں صورت حال کا تقاضا ہوتا ہے مصنف کبایت و تمثیل سے کام لیتے ہیں ہرگز تذبذب نہیں کرتے، جس کے باعث کتاب میں اپنے اندر جذب کرنے والے طبع کا انداز ہوجاتا ہے۔

۳۸۷۔ آپ کے دیوان "نور الیقین" کا خطی نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔

۳۸۸۔ "مراۃ العارفین" مصنفہ مسعود بک ایک فارسی رسالہ ہے جس میں تصوف سے انجمن اور تمہیدات کی وضاحت اور جامعیت کے ساتھ تشریح کی گئی ہے۔ یہ رسالہ پودہ ہواب پر مشتمل ہے۔ اس کا شلف و عنوان دیا گیا ہے اور ہر کشف میں ایک نکتہ رکھا گیا ہے جس میں گزشتہ کشف کے مضامین و نکتے پر اس کتاب کے آغاز میں ایک دیباچہ ہے اور آخر میں تقریر ہے جس کا مخاطب رسالے کا قاری ہے۔ اس کتاب میں مصنف کا اسلوب بڑی حد تک عین القضاہ ہمدانی کی تمہیدات سے متاثر ہے۔ اس کا ایک نمونہ نمبر ۱۵۹۷ میں غلطیوں سے خالی نہیں ہے، انڈیا انسٹیٹیوٹ آف سائنس لاہور میں محفوظ ہے۔

(ہمدت الصدوقین کے مطبوعہ متن میں لچھ پتھرس محسوس ہوتے ہیں۔ اصل متن اور اس کے حوالوں میں

ہے۔

۲۹۱۔ تمہیدات، مرتبہ عارف حسین ابن اتمن سے ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی

۲۹۲۔ سید حسین نصر، THREE MUSLIM SAGES، کیمبرج یونیورسٹی پبلشرز، ۱۹۶۷ء، ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱

اور تصانیف است۔ بر طبق تمہیدات عین القضاة ہمدانی تمہیداتی نوشتہ و دیوان شعر دارد و یکی از تصنیفات وی مسمی بمرآة العارفین است۔ بالجملہ در مشرب عشق و محبت یگانہ وقت بودہ و علمای روزگار را باوی نقاری تمام۔ چنانچہ گویند ہم بفتویٰ ایشان مثل حسین منصور بقمل آمد قبر شریف وی در راہ خواجہ قطب الدین در لادو سراہی است پہلوی پیر بزرگوار خود۔

آپ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ آپ نے عین القضاة ہمدانی کی کتاب تمہیدات کے انداز پر تمہیدات تحریر فرمائی۔ ایک دیوان اشعار بھی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک تصنیف مرآة العارفین ہے۔ مختصر یہ کہ آپ اپنے زمانے میں عشق و محبت کے مشرب میں یکتا تھے۔ اس زمانے کے علما آپ سے کینہ و عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ ان علما کے فتوؤں کی بنیاد پر حسین منصور کی طرح قتل کیے گئے۔ آپ کی قبر شریف خواجہ قطب الدین کے راستے میں واقع سرائے لادو میں اپنے شیخ محترم کے پہلو میں ہے۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ عین القضاة ہمدانی متوفی ۵۲۵ھ حسین بن منصور کی طرح قتل کیے گئے تھے۔ ملاحظہ ہو دیباچہ از ڈاکٹر بہمن کریمی بریزدان شناخت از عین القضاہ ہمدانی تہران ۱۳۲۰ ش۔ ص ۱، مسعود بک رحمت اللہ علیہ پر یہ واقعہ نہیں گزرا۔ اگر یہ واقعہ جو ہندوستان کے چشتی بزرگوں کی تاریخ کا اہم واقعہ قرار دیا جاسکتا ہے، وقوع پذیر ہوتا تو اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی جنہوں نے مسعود بک کا طویل ذکر کیا ہے، اس کی نشاندہی ضرور فرماتے، علاوہ ازیں شیخ محمد اکرام نے ارمغان پاک میں آپ کی نسبت اس نوعیت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ارمغان پاک طبع چہارم، ص ۲۹ کراچی ۱۹۵۹ء)۔ اس صورت میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ سہو یا تو کلنت الصادقین کے مصنف سے ہوا یا کسی کاتب سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ صحیح عبارت کو خلط ملط کر دیا اور بعد کے قلمی نسخوں میں اس غلطی کی تکرار جاری رہی۔ بہر حال اس واقعہ کو عین القضاہ سے منسوب سمجھنا چاہیے۔ مترجم نے مطبوعہ متن کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے اور سہو و التباس کی نشاندہی کر دی ہے۔ (احقر مترجم)

۳۸۹۔ اخبار الاخیار، ص ۱۶۵۔ مرآة العارفین، اوراق ۱۹۰، ۱۹۳ ب

۳۹۰۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۵

۳۹۱۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۵

۳۹۲۔ اخبار الاخیار، ص ۱۶۵۔ مرآة العارفین، اوراق ۱۹۰، ۱۹۸

۳۹۳۔ سورۃ نور آیت ۱۳۵ انگریزی متن میں سورۃ کف آیت ۳۶ کا اندراج ہے لیکن اللہ نور السموات و

الارض، سورۃ نور میں ہے۔ (احقر مترجم)

۳۹۴۔ ملاحظہ فرمائیں، مرآة العارفین، اوراق ۱۹۰، ۱۹۸

۳۹۵ - سیر الاولیا، ص ۱۹۳

۳۹۶ - شیخ بدرالدین سمرقندی کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND

HINDU MONUMENTS، جلد دوم، ص ۸۰، نمبر ۱۱۸

۳۹۷ - گلزار ابرار، ورق ۵۶

۳۹۸ - اخبار الاخیار، ص ۱۱۶

۳۹۹ - سیر الاولیا، ص ۱۳۷

۴۰۰ - ملاحظہ فرمائیں، سیر الاولیا، ص ۱۳۷

۴۰۱ - شیخ رکن الدین فردوسی کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND

HINDU MONUMENTS، جلد چہارم، ص ۱۲، نمبر ۱۹

۴۰۲ - گلزار ابرار، ورق ۵۶ ب

۴۰۳ - شیخ نجیب الدین فردوسی کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND

HINDU MONUMENTS، جلد سوم، ص ۱۱۱، نمبر ۱۸۵

۴۰۴ - اخبار الاخیار، ص ۱۱۶

۴۰۵ - گلزار ابرار، ورق ۶۸ ب

۴۰۶ - گلزار ابرار، ورق ۵۶ ب

۴۰۷ - اخبار الاخیار، حصص ۱۹۰، ۱۹۱

۴۰۸ - مولانا سراج الدین عثمان جنھیں سب انھی سرانج بکنے تھے، اودھ کے اولین صوفی تھے انھوں نے شیخ نذیر الدین اولیاء کی صحبت اختیار کی۔ آپ نے لکھنؤ کے ان چند ممتاز سالانہ سفروں کے سوا، یورپ، امریکا اور دیگر ممالک کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گئے، تمام زندگی اپنے شیخ کے جہالت خانے میں بسر کی۔ جب آپ ۵۰ برس عطاءے خلافت کے لیے پیش کیا گیا تو شیخ اس پر راضی نہ ہوئے۔ یوں آپ میں عملی کمی تھی۔ آپ نے خاص بڑی عمر میں تعلیم شروع کی۔ امیر نورذ کا ہو آپ کے ہم سبق تھے، بیان ہے کہ آپ نے "تفسیر تفسیر" اور "تولی دوسری کتابیں مولانا فخر الدین زراہی سے پڑھیں، انھوں نے اس سے آپ کے لیے ایک

۴۰۹ - تفسیر "ہندوستان میں سب سے پہلے ایک اعلیٰ عالم نے شیخ نظام الدین کے زمانے میں مولانا تفسیر تفسیر سے متعارف کرائی۔ ملاحظہ فرمائیں، سیر الاولیا، ص ۲۶۷

کتاب تصنیف کی جس کا نام "تصریف عثمانی" ہے۔ آپ نے "کافیہ"، "مفصل"، "قدوری" اور "مجمع البحرین" مولانا رکن الدین اندپتی سے پڑھیں جو خود بھی مولانا فخر الدین زرادہ کے قدیم شاگرد تھے۔ دورانِ تعلیم شیخ نظام الدین نے آپ کو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا لیکن آپ نے اپنی تعلیم ترک نہیں کی بلکہ براہ راست شیخ کی نگرانی میں اسے جاری رکھا۔ جب دہلی علما سے خالی کرائی گئی تو آپ بھی لکھنوتی چلے گئے اور وہاں سکونت اختیار کی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ شیخ علاء الدین بن اسعد لاہوری بنگالی نے آپ کے سلسلے کے کام کو جاری رکھا۔ شیخ علاء الدین کی وفات پنڈوہ میں ۱۳۹۰ھ / ۱۳۹۰-۹۸ میں ہوئی۔^{۲۸۰}

۳۰۹۔ "مقدمات فی النحو" جسے عام طور پر "کافیہ" کہتے ہیں ابن حاجب جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر مالکی (م ۶۳۲ھ / ۱۲۳۸-۳۹) کی عربی نحو پر ممتاز تصنیف ہے۔ مصنف نے بعد میں اسی کتاب کو نظم کیا اور اس کا نام "وافیہ" رکھا۔ قاعدے کے مطابق نصابی کتابوں کی نثر کو منظوم کرنے کے لیے بحر رجز استعمال کی جاتی تھی تاکہ کتاب کے مطالب آسانی سے یاد ہو جائیں۔^{۲۸۱}

(جسم انسانی میں چھ لطائف ہیں جنہیں لطائف ستہ کہتے ہیں۔ ان ہی میں لطیفہ سہری بھی ہے۔ لطائف یہ ہیں۔ لطیفہ قلبی، لطیفہ روحی، لطیفہ نفس، لطیفہ سہری، لطیفہ خفی، لطیفہ اخفی، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں، "سر دلبران" شاہ سید محمد ذوقی طبع ثانی کراچی ۱۳۸۸ھ، صص ۲۹۸-۲۹۹۔ احقر مترجم)

۳۱۰۔ اخبار الاخیار، صص ۱۹۰، ۱۹۱

۳۱۱۔ اخبار الاخیار، ص ۱۹۱

۳۱۲۔ اخبار الاخیار، ص ۱۹۱

۳۱۳۔ سورہ کھف، آیت ۶۵

۳۱۴۔ احیاء العلوم، جلد اول، ص ۳۲۰

(پوری دعایوں ہے۔ اللهم انی اسالک رحمة من عندک تھندی بھا قلبی و جمع بھا امری و تلم بھا شعشی و تصلح بھا دینی و تقضی بھا دینی تحفظ بھا غائبی و ترفع بھا شاہدی

۲۷۸۔ سیر الاولیاء، ص ۲۹۸

۲۷۹۔ سیر الاولیاء، ص ۲۹۸

۲۸۰۔ اخبار الاخیار، صص ۱۳۰، ۱۳۱

۲۸۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، صفا، جلد سوم، ص ۲۸۸

۲۸۲۔ گنسیں گولڈ زبیر، A SHORT HISTORY OF CLASSICAL ARABIC LITERATURE، ص ۱

و تبیض بھا و جھی و ترکی بھا عملی و تلھنی بھا رشدی و ترد بھا الفتی و تعصمی بھا من کل سوہ۔ یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے خاص رحمت تیری کہ جس سے تو میرے دل کو ہدایت کر دے اور اس سے میرے کاموں کو جمعیت دے اور اس سے میری ابتری کو تربیت کر دے اور اس سے میرے دین کو درست کر دے۔ میرے قرض کو ادا کر دے اور میری غائب چیزوں کی حفاظت رکھے اور میری حاضر چیزوں کو قوت دے اور میرے چہرے کو نورانی کر دے اور میرے عمل پاکیزہ کر دے اور میرے دل میں میری ہدایت ڈال دے اور میری الفت لوٹا دے اور مجھے ہر برائی سے بچائے رکھے۔

۱ مناجات مقبول مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ۔ المنزل الرابع نمبر ۴۔ احقر مترجم

۳۱۵۔ ایک مقولہ جو ابوالقاسم سرآبادی سے منسوب ہے۔ ملاحظہ فرمائیں نفحات الانس حصص ۴۲ اور ۴۸۶

۳۱۶۔ اخبار الاخیار، ص ۱۹۱

۳۱۷۔ ایک موضوع حدیث جو کثرت سے نقل کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، معارف جلد دوم، ص ۲۲۶

۳۱۸۔ گلزار ابرار، ورق ۱۳۱ ب

۳۱۹۔ اخبار الاخیار، ص ۲۰۵

۳۲۰۔ "معانی" فارسی ادبی نثر کے بہترین نمونوں میں ایک نمونہ، شیخ خزاندین براتی نے ۱۹۸۸ء میں ۱۲۸۹ء کی تصنیف ہے۔ دولت شاہ کے بیان کے مطابق، شیخ شہاب الدین سہروردی نے ۱۲۸۵ء میں جنھوں نے بعد میں آپ کو شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، ۱۲۹۲ء میں ۱۲۹۲ء کے سپرد کیا، سہروردی نے آپ سے اخلاص اور زاہدانہ ریاضتوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ نہ صرف جنھوں نے آپ سے اپنی تصانیف کا استفادہ کیا بلکہ آپ کو اپنا خلیفہ بھی نامزد کر دیا۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے ان ۱۱۹۹ سے قبل آپ سے الفت و انس میں

۲۸۳ مرتبہ شیخ زکریا (BIBLIOTHECA ISLAMICA SERIES XVI)

۲۸۳۔ تذکرہ اشعر، ص ۲۲۹

۲۸۵۔ H. MASS نے سہروردی کو سہروردی سے نقل کردیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، معارف جلد سوم، ص ۱۲۹۹۔ صفحہ ۲۳

۲۸۶۔ بعض تذکرہ نگاروں، مثلاً مولانا جناب، نفحات الانس، ص ۹۰۔ شیخ ترمذی، سیرہ جلالیہ، ص ۱۹۰۔ شیخ زکریا کے بلاواسطہ مرید تھے۔ دولت شاہ کے منقولہ نسخہ میں یہ عبارت ہے: "۲۸۵ سے آج تک کے تصانیف میں شیخ زکریا کے بیان اوصاف جلد سوم، ص ۱۲۹۹۔

۲۸۷۔ نفحات الانس، ص ۹۰۔ سیرہ العارفین، ص ۱۰۹

۲۸۸۔ نفحات الانس، ص ۹۰۔

بتلا کر دیا۔ چنانچہ اپنے مرشد کی وفات کے بعد، جیسا کہ تمام صوفیہ کی آخری تمنا ہوتی ہے، آپ جاز کے سفر پر روانہ ہو گئے، جہاں سے آپ ایشیائے کوچک چلے گئے۔^{۲۸۹} ان دنوں قونیہ شیخ صدر الدین ابوالمعالی محمد بن اسحق بن محمد القونوی کا مسکن تھا جو ایک ممتاز دانشور تھے اور شیخ ابن عربی کے خیالات کے شارح کی حیثیت سے مشہور تھے۔^{۲۹۰} فصوص الحکم پر ان کی تقاریر آپ کے لیے بے حد وجہ کشش بنیں، جنہیں آپ باقاعدگی سے سنتے تھے۔ ان ہی ایام میں آپ اپنی کتاب "لمعات" لکھنے کی دھن میں لگے رہے جسے شیخ صدر الدین نے پسند کیا اور تحسین کی۔^{۲۹۱} اپنی فکر اور مطالب کے اعتبار سے "لمعات" غزالی کی "سوانح" کی نقل ہے، جسے اٹھائیس فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔^{۲۹۲} ہر فصل کو لعدہ (شعلہ) کہا گیا ہے جس میں محبت کے حقیقی باطنی مفہوم، محبت، محب اور محبوب کی اساسی یکتائی اور آخر میں ان کے ذات الہیہ میں فنا ہونے پر بحث کی گئی ہے۔^{۲۹۳}

۳۲۱۔ سیر العارفين، ص ۱۸۱

۳۲۲۔ عین القضاء السیاحی الہمدانی، م ۵۲۵، ۱۱۳۲ء کے مکتوبات یا خطوط بہت ہی سادہ، شیریں اور بے ساختہ انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ جابجا بر محل اشعار نے انہیں لایق مطالعہ اور دلچسپ بنا دیا ہے۔ مصنف نے کسی حقیقی مخالف کے بغیر جس طرح ایک کے بعد دوسرے مکتوب میں تصوف کے مختلف حقائق کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے، اس نے مکتوبات کو رسمی خطوط کے بجائے، عشق الہی سے لبریز کسی دل کو خود کلامی بنا دیا ہے۔

۴

مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں: کوئی ذات باوجود بقا اپنی حالت و صف کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے، اس کو تمثیل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو صورتِ مثل کہتے ہیں۔ خواب و مکاشفات میں تو اکثر اشیا متمثل ہوتی ہیں اور خرق عادت کے طور پر کبھی بیداری میں بھی تمثیل ہوتی ہے۔

۲۸۹۔ عراقی کی معرفت باطن کی طلب کا ۱۶۱ دیتے ہوئے ابن ریکا، صص ۲۵۳۔۲۵۵ تحریر کرتا ہے۔ سی، ص ۱۸۱ نے عراقی نے اہل ہندوستان سے جہاز تک مقدس مذاہب کی تلاش جاری رکھی۔ یہ بیان حد درجے ڈیڑھ ہے در موضوع سے متعلق حقیقی اسناد سے کسی طرح موید نہیں ہے۔

۲۹۰۔ آپ کی شرح فصوص بہ عنوان "فلوک فصوص" کے لیے ملاحظہ فرمائیں، فہرست مخطوطات عربی و فارسی اور پبلک لائبریری بانٹلی پور، جلد ۱۳، ص ۱۰۰، مخطوطہ نمبر ۸۴۳

۲۹۱۔ نفحات الانس، ص ۶۰۳

۲۹۲۔ شیخ جہاں کا بیان ہے، سیر العارفين ص ۱۰۹ کہ عراقی نے اٹھائیس لمعات، فصوص حکم کے اٹھائیس فصوص کی مطابقت میں تحریر کیے۔ ان کا یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ کتاب میں فصوص کی تعداد ستہ میں ہے اور جیسا کہ انہوں نے فرض کر لیا ہے اٹھائیس نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، فصوص الحکم مرتبہ ابوالاعلیٰ عسفی، صص ۵۸، ۵۷

۲۹۳۔ لمعات کی شرحوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں، تاریخ ادبیات در ایران، صفا، جلد سوم، صص ۱۱۹، ۹۸

۲۹۴۔ نامہ بانئ عین القضاء ہمدانی، مرتبہ علی نقی مژدی در عقیف عسیران، ۲ جلدیں، تہران ۱۹۶۹ء، ص ۱۰۰

ہے۔ اس سے جواز تناخ کا دھوکا نہ ہو جاوے۔ کیونکہ تمشل میں ذات کو اپنی نسی حالت سے انتقال نہیں ہوتا اور تناخ میں روح کا منتقل ہونا اعتبار کیا گیا ہے۔ (التکشف عن مہمت التصوف۔ لاہور ۱۹۶۰ء۔ ص ۲۷۲ مترجم ۲۲۳۔ سیر العارفین، ص ۱۸۳)

۲۲۳۔ مولانا سید الدین کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم، ص ۶۳، نمبر ۹۲

۲۲۴۔ اخبار الخیر، صفحہ ۲۱۰، ۲۰۹

وقت خاص یا اوقات خاص میں مہدی پر باری تعالیٰ کی یاد دہانی درپردہ ظہور ہوتی ہے۔ دوسرے خیالات کو ہو جاتے ہیں۔ یہ منجانب اللہ ایک کشش ہوتی ہے جو مزید ترقیات کا باعث ہے۔ اس حالت کو صفائی مہدی کہتے ہیں جو پہلی قسم ہے صفائی وقت کی یاد دہانی یہ حالت مہدیوں پر جاری ہوتی ہے۔ اس وقت کے سنیوں کو سبک مجذوب کہتے ہیں۔ (مقتبس بہ تفسیر چند غنائم از سید محمد شاہ شاہ محمد اوقی، برپائی ۱۹۹۰ء مترجم ۲۲۵۔ اخبار الخیر، ص ۱۰)

۲۲۶۔ شاہ عہدات قریشی کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم، ص ۱۳۵، نمبر ۲۳۸

۲۲۷۔ مسند گوتمی کے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم، ص ۱۳۶، نمبر ۲۳۹

۲۲۸۔ اخبار الخیر، صفحہ ۲۱۱، ۲۰۹

۲۲۹۔ سید جہاں مدین بخاری، انھیں سید جمال حسن اور سید جہاں بارات بھی قرار دیا جاتا ہے۔ شیخ محمد عروج لغمانی کے مزید تفسیر آپ بخاری سے لیا گیا ہے اور یہ مقامی مشہور و معروف شخص سید جہاں بارات کی شہادت ہے کہ وہ بی بی مستعلیٰ مورچہ پر تعمیر کیا گیا ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک بارات اور دوسرے سید محمود۔ مشہور بارات سید جہاں مدین کے دو بیویوں ہیں۔ ان کے دو فرزند سید محمود کے فرزند تھے۔ ایک بارات اور دوسرا سید جہاں بارات کا بیٹا تھا۔ سید جہاں بارات کے دو فرزند تھے۔ ایک بارات اور دوسرا سید جہاں بارات کا بیٹا تھا۔

۲۳۰۔ اخبار الخیر، ص ۱۰

۲۳۱۔ اخبار الخیر، ص ۱۰

۳۳۱۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۲ سے مقابلہ کریں

۳۳۲۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۲ کی عبارت یوں ہے "لا یعلمہما الاھو او الرسول"

۳۳۳۔ اخبار الاخیار، ص ۲۰۹ کی عبارت یوں ہے "عیسی الذی ھو من اتباع محمد"

۳۳۴۔ گلزار ابرار، ورق ۱۳۵ ب

۳۳۵۔ ابو اسحق نسیبوری، "قصص الانبیا" مرتبہ حبیب لغمانی، تہران سال اشاعت ندارد، حصص ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷

۳۳۶۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۳

"وقت" تصوف کی اصطلاح ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

وقت وہ کیفیت ہے کہ اس کیفیت میں بندے کو، نفس اور مستقبل کا کوئی احساس نہیں ہوتا (یوں سمجھو کہ کوئی واردہ حق تعالیٰ کی طرف سے دل میں آتا ہے اور اس کی حقیقت بندے کے دل پر منکشف ہوتی ہے تو اس کشف کی کیفیت میں بندے کو نہ نفس یاد رہتا ہے اور نہ مستقبل کا کوئی خیال پیدا ہوتا ہے۔۔۔ احقر مترجم

"وقت آن بود کہ بندہ بدان از ماضی و مستقبل ذریع شود چنانکہ واردی از حق بہ دل او پیوندد و سر وی را مجتمع گرداند چنانکہ از کشف آن وقت نہ از گذشتہ یاد آیدش و نہ از نا آمدہ۔" (کشف المحجوب۔ طبع اول لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۱۶)

۳۳۷۔ "گلشن راز" تقریباً ایک ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل نثر ہے، جسے شیخ سعد الدین محمود شبستری تبریزی، ۱۱ م ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء نے ان پندرہ منظوم سوالات کے جواب میں تحریر کیا تھا، جو امیر سید حسینی نے صوفیہ کی تعلیمات کے بارے میں پیش کیے تھے اور اسے صوفیہ کے وجدانی عرفان سے متعلق عمدہ حنر میں دستیاب بہترین رسایل میں سے ایک تصور کیا جا رہا ہے۔ گلشن راز نے بہت جلد صوفیہ کے تغلیب کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اس کی متعدد شرح تحریر کی گئیں، جن میں شیخ شمس الدین محمد بن علی لائیکی کی "مفتاح الاعجاز فی شرح گلشن راز" مکمل کردہ ۱۵۸۰ھ / ۱۳۷۲ء - ۱۶۰۳ء بہت نمایاں اور مفصل شرح ہے۔^{۲۹۷}

۲۹۷۔ شہنوی گلشن راز - متعدد بار ایران، ہندوستان اور افغانستان سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ لائیکی کی مذکورہ بالا شرح کے ایک جزو کے طور پر بھی شائع ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مفتاح الاعجاز فی شرح گلشن راز - مرتبہ کیون سمعی، تہران سال اشاعت ندارد، ص ۱۰۶۔ وہن فیئذ نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جو لندن سے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔

۲۹۸۔ نجات الانس، صص ۶۰۶-۶۰۵۔ سیر العارفین، ص ۱۱۰

۲۹۹۔ ای۔ جی۔ براؤن۔ لٹریچر ہسٹری ف پرشیا، کیمبرج ۱۹۰۳ء، جلد دوم، ص ۱۸۳

۳۰۰۔ تاریخ ادبیات در ایران، صفا جلد سوم، ص ۷۶

۳۰۱۔ گلشن راز کی شرحوں کے لیے ملاحظہ فرمائیں، محمد علی تربیت کی تصنیف، دانشمندان آذربائیجان، صص ۳۲۶-۳۲۷، ص ۳۲۸، ص ۳۲۹

تاریخ ادبیات در ایران، صفا، ص ۷۶، ۷۷

۲۳۰۔ شیخ فتح اللہ، شیخ صدر الدین حکیم کے خلیفہ تھے۔ شیخ صدر الدین کے مرید ہونے سے قبل آپ کا ذریعہ معاش جامع مسجد دہلی میں درس و تدریس تھا، تاہم آپ تمہوراً سا وقت یاد الہی میں بھی صرف کرتے تھے۔ بہر حال کافی مدت گزر جانے کے باوجود جب مقصد دل حاصل نہ ہوا تو آپ شیخ صدر الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ہدایت کے طالب ہوئے۔ شیخ نے آپ کو کتابوں سے قلمی طور پر آپ سے متعلق ہو جانے کی ہدایت کی۔ چنانچہ سو سے چند بہت ہی عمدہ کتابوں کے ہوائی مواقع پیش قیمت تھیں آپ نے تمام کتابیں پڑھی اور تفسیر کر دیں لیکن آپ کی بد نصیبی کہ آپ کا دل پھر بھی الرایت سے محروم رہا، آپ پھر ہدایت کے یہ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بالآخر جب کوئی دوسری صورت پائی نہ رہی تو دریا پر آپ نے مرشد کی خدمت میں جب آپ کی ننگوں سے آنسو نکل کر رخسار پر بہ رہے تھے، آپ نے اپنے عزیز ترین قلمی کتابوں کو دریا کے پانی سے دھو کر شہوان کر دیا۔ قدرت الہی سے اس غری غلام کے دھنکے ساتھ ہی آپ کے دل سے یہ تین کے ستر بھی معدوم ہوئے اور ایسے خاص عمرائت و نبییت پر یہ تین شیخ قلمی کتابیں اور شیخ محمد عیسیٰ جو پورن آپ کے دو خاص مرید تھے، شیخ عیسیٰ جب آپ کے مرید ہوئے تو ان کی عمرائت کے ساتھ آپ کے ساتھ ہی رہے۔ آپ نے انھیں روہی مومن تعمیر کے یہ قلمی کتاب مرید کے سپرد کر دیں شیخ عیسیٰ کے قلمی صاحب سے بڑھائی و تعمیل و اجہل سے ہرے میں کما سیت۔ انھیں نے ہر مومن کی تالیف میں شیخ عیسیٰ کے لیے تین تھی، بعد میں شیخ عیسیٰ کے بہت شہرت حاصل کی اور پورے عالم کے لیے یہ کتابیں شہرت کے لیے بن گئیں۔ ان کا نقش پور میں ہو اور وہیں مدفون ہوئے۔

۲۳۱۔ ہزار ہا ورق ۱۵۱ باب۔ آپ کی وفات ۱۰۵۷ھ میں ہوئی۔

ص ۲۱۵

۲۳۲۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۵

۲۳۳۔ شیخ سید بن مندوی کی قبر سے متعلق مدائنہ قرآن میں

THE COMPANION AND BUILDER

MONUMENTS

بند ۱۰۰، ص ۱۰۰، نمبر ۱۰۰

۲۳۴۔ ہزار ہا ورق ۱۵۱ باب

۲۳۵۔ ہزار ہا ورق ۱۵۱ باب اور ۱۵۱

۲۳۶۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۵

۳۳۶۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۸

۳۳۷۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۹

۳۳۸۔ شیخ یوسف قتال کے مزار کے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS جلد سوم، ص ۱۲۸، نمبر ۲۱۷

۳۳۹۔ سورہ نجم آیت ۱۷ (انگریزی متن میں سورہ ق کی آیت ۱۸ کا حوالہ ہے) اور سورہ فرقان آیت ۳۵

(ما زاع البصر وما طغی سورہ نجم میں ہے جس کا ترجمہ ہے نگاہ نہ توہی اور نہ
بڑھی۔ الم تر الی ربک سورہ فرقان کی آیت پینتالیس کا جز ہے۔ مکمل طور پر
اس طرح ہے۔ الم تر الی ربک کیف مد الظل۔ ترجمہ یہ ہے (اے مخاطب)
کیا تو نے اپنے پروردگار کی (اس قدرت) پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو
کیونکر (دور تک) پھیلایا ہے۔ مترجم)

۳۴۰۔ اخبار الاخیار، ص ۲۱۹

۳۴۱۔ مولانا شعیب کے مزار کے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS جلد سوم، ص ۷۳، نمبر ۱۱۲

۳۴۲۔ سیر العارفین، ص ۳

۳۴۳۔ علامہ اقبال نے اپنے نظریہ خودی کی وضاحت کرتے ہوئے ۲۰ فروری ۱۹۲۳ء کے ایک خط میں تحریر کیا

ہے۔

”انسانی شخصیت سے متعلق میرے نسب العین یعنی منتہائی شخصیت کو کسی جگہ
اتنے بہتر انداز میں پیش نہیں کیا گیا جتنا ایک فارسی شعر میں پیش کیا گیا ہے
جسے ایک قدیم فارسی شاعر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرثیہ میں تحریر کیا
ہے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفت

تو عین ذات۔ می نگری در تبسمی

میرا نسب العین ہی انفرادی شخصیت کی غیر مترزیت ہے، جو لامحدود کے
مقابل بھی برقرار رہتی ہے۔ اسلامی ادب کے تمام دائرے میں اس شعر کی مثال
نہیں ملتی۔ یہ دو سطریں تصورات کی تمام منتہاؤں پر محیط ہیں۔ مجھے معلوم نہیں

کہ آیا شاعر جس وقت یہ کہہ رہا تھا تو خود اس کی حقیقت سے باخبر تھا؟ لیکن ہمارے مقصد کے لیے یہ معلوم کرنے کی خاص ضرورت نہیں ہے۔

LETTERS AND WRITINGS OF IQBAL تدوین و تسویہ از بشیر احمد ڈار، کراچی، ۱۹۶۰ء، صفحہ ۲ اور ۳

۳۵۳۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۱

۳۵۵۔ ملاحظہ فرمائیں، خواجہ نعمت اللہ کی تصنیف "تاریخ خان جہانی"، ڈھاکہ، ۱۹۶۰ء، جلد اول، ص ۲۲۵

۳۵۶۔ شیخ جہانی کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں USE OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد سوم، ص ۹۱، نمبر ۱۳۵

۳۵۷۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۲

۳۵۸۔ سید حسین پائی مناری کی وفات ۱۳۶۳ھ / ۱۵۳۵ء میں ۲۶ جون۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۲

۳۵۹۔ ملاحظہ فرمائیں، رسالہ "قشیریہ"، ص ۲۲۸ نیز سو فی نامہ، ص ۸۵

۳۶۰۔ گلزار ابرار، ورق ۱۰۰، ادب

۳۶۱۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۸ نیز گلزار ابرار، ورق ۱۰۰

۳۶۲۔ ہمایوں کے مقبرے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں USE OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS جلد دوم، ص ۱۰۰، نمبر ۱۰۰

۳۶۳۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۸

۳۶۴۔ سورۃ الملک آیت ۱۱

۳۶۵۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۸

۳۶۶۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۸ میں "فی فرق بین حق و باطل" نہیں ہوتے

۳۶۷۔ سورۃ نوح آیت ۱۱

۳۶۸۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۸

۳۶۹۔ اخبار الاخیار میں ص ۲۲۸ پر "واللہ اعلم" لائنوں کے درمیان میں "تو" لکھی گئی ہے

۳۷۰۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۸

۳۷۱۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۹

۳۷۲۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۹

۳۷۳۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۹، ۲۳۰

۳۷۴۔ سورۃ نساء، آیت ۵۸

۳۷۵۔ اخبار الاخیار، صص ۲۰۳ تا ۲۰۵

۳۷۶۔ اخبار الاخیار میں، ص ۲۰۳ پر، "بخاندان یتیمبر" تحریر ہوا ہے۔

۳۷۷۔ اخبار الاخیار، ص ۲۰۳، "این چہ فراتست این چہ وقت" درج ہے۔

۳۷۸۔ قدم گاد کی تفصیل سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS دوم، ص ۲۱۲، نمبر ۲۳۹

۳۷۹۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۳ پر، "سید حسنی است" تحریر ہوا ہے۔

۳۸۰۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۳

۳۸۱۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۳

۷

۳۸۲۔ ملاحظہ فرمائیں، زبدہ المقالات، صص ۱۰۱، ۱۰۲

۳۸۳۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۵، "حسنی است سید" تحریر ہوا ہے۔

۳۸۴۔ محی الدین ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد بن العربی الہتمی الطائی اسلام کے عظیم ترین صوفیہ میں سے ہیں۔

آپ اہل قلم صوفیہ میں سب سے زیادہ لکھنے والے اور بعض کے نزدیک صوفی شعرا میں عمر ابن فرید، ۵۵۶ء تا

۶۳۲ھ / ۱۱۸۱ء تا ۱۲۳۳ء کے بعد عربی کے بہترین شاعر تھے۔

آپ کی ولادت ۵۶۰ھ / ۱۱۶۵ء میں جنوبی اسپین میں بمقام مرسیہ ہوئی۔ رسمی تعلیم کی تکمیل کے بعد

آپ طویل سفر پر روانہ ہو گئے۔ جس کے دوران آپ نے بہت سے بزرگوں اور علموں سے بشمول مشہور

۳۰۳۔ دیرہ المعرف اسلامیہ، زیر عنوان "ابن عربی"

۳۰۴۔ بیضا، آپ کی تصنیف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں HISTORIE ET CLASSIFICATION DE L'OEUVRE DE

ABN ARABI دو جلدیں داس، ۱۹۶۳ء

۳۰۵۔ THREE MUSLIM SAGES، ص ۱۰۰

۳۰۶۔ آپ کے دیوان - ترجمان الاشواق - کے علاوہ مطبوعہ بولاق، ۱۲۷۱ھ / ۱۸۸۵ء، مترجم ہے۔ آد۔ فلکس اور ینٹس ٹرانسلیشن فنڈ،

سلسلہ جدید، جلد ہتم ندان، ۱۹۱۱ء) آپ کی دوسری شعری تخلیقات ہیں، جن میں آپ کے صوفیانہ قصاید بھی شامل ہیں۔

فلسفی ابن رشد (۵۲۰ تا ۵۹۵ھ / ۱۱۲۶ تا ۱۱۹۸ء) ملاقات کی۔ آپ نے اپنا آبائی شہر مرسیہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور ۱۲۲۱ھ / ۱۲۲۳ء میں دمشق میں مستقل قیام سے قبل مشرق کے بلاد اسلامی کے طول و طویل سفر کیے۔ اس وقت تک آپ کی شہرت تمام اسلامی دنیا میں پھیل چکی تھی اور تقریباً ہر خانقاہ اور درس گاہ میں آپ نے اپنی تالیفات و رسائل میں جن وسیع اور پیچیدہ عقاید کا نظام پیش کیا تھا، اس کی آواز بارگشت سنائی دے رہی تھی۔ صدیوں سے آپ کے نظریات زیر بحث رہے ہیں اور ابھی تک اہل دانش میں یہ سلسلہ بحث جاری ہے۔ آپ کی وفات ۱۲۳۸ھ / ۱۲۳۸ء میں دمشق میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔^{۳۰۸}

۳۸۵۔ محی الدین ابن عربی (۱۲۳۸ھ / ۱۲۳۸ء) کی تصنیف "فتوحات المکیہ" ان کی تصنیف میں سب سے زیادہ ضخیم اور قلموس العلم نوعیت کی کتاب ہے۔ جس کے پانچ سو ساٹھ ابواب ہیں اور ہر باب کے متعدد حصے ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو ایک کشف کے نتیجے میں جو ان پر کعبہ شریف کے طواف کے دوران ہوا تحریر کرنا شروع کیا۔ فتوحات مکیہ بعد الطبیعیات کے اصول، مختلف مقدس صوم اور خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی مشاہدات کی توضیح میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے اور فی الحقیقت اسلامی صوم کے دقیق مسائل کا لب لباب ہے۔ اس سے پہلے یا اب اس نوعیت کی جو تالیفات مرتب ہوئی ہیں، ان میں فتوحات مکیہ گہرائی اور گیرائی دونوں اعتبار سے برتر ہے۔^{۳۱۰}

۳۸۶۔ "مطلوب" اسی مصنف کی دوسری تصنیف "مختصر" کی بہ نسبت زیادہ مشتمل کتاب ہے۔ دراصل یہ دونوں کتابیں جو سعد الدین مسعود بن خزالدین عمر تفتازانی (۱۳۸۹ء تا ۱۴۲۰ء) نے تحریر ہیں، شہاب قرظینی (۱۳۳۸ء تا ۱۳۸۹ء) کی تصنیف "تلفیظ مفتوح" کی شرح ہیں جو فی ثلثہ۔ ۵۰ نوٹوں پر مشتمل ہے۔^{۳۱۱} ۱۲۲۹ء کی "مفتوح العموم" کا خلاصہ ہے۔ مطلوب کا موضوع علم بیان اور اپنی سبب سے مراد یہ "تلفیظ مفتوح" کی شرحوں میں بہت ہی ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔^{۳۱۲}

۳۰۸۔ ابن رشد کے فلسفی حیات کے لیے بلاطہ فرانس میں E. GAUTHIER کی تصنیف IBSN FORTI AVERTROS میں ۱۹۳۹ء میں مجید فزنی کی تصنیف ابن رشد - بیروت میں اشاعت ہوئی۔ یہ مدونہ اسلامیہ زیر عنوان ابن رشد ۳۰۹۔ آپ کی حیات و تحلیلات سے متعلق تحقیقی بحث کے لیے بلاطہ فرانس میں THREE MUSLIM SAGES میں ۱۹۳۹ء میں پرنسٹن یونیورسٹی میں CREATIVE IMAGINATION IN THE SUFISM OF IBN ARABI میں ۱۹۳۹ء میں ابن عربی کی فلسفی MYSTICAL PHILOSOPHY OF MOHAMED HYD DUN ARABI میں ۱۹۳۹ء میں ۳۰۹۔ مطبوعہ قہرہ ۱۳۳۹ھ - ۱۹۱۹ء

۳۱۰۔ THREE MUSLIM SAGES. ص ۹۸

۳۱۱۔ تاریخ ادبیات ایران بعد ۱۹۰۰ء ص ۲۹۵

۳۱۲۔ تاریخ ادبیات ایران بعد ۱۹۰۰ء ص ۲۹۵

۳۱۳۔ تاریخ ادبیات ایران بعد ۱۹۰۰ء ص ۲۹۵

۳۸۷۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۶۔ گلزار ابرار (ورق ۱۷۶ ب) کی روایت کے مطابق آپ کا مزار دولت آباد، دکن میں ہے۔

۳۸۸۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۶

۳۸۹۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۷

۳۹۰۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۷

۳۹۱۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۸

۳۹۲۔ اخبار الاخیار، ص ۲۳۹

۳۹۳۔ میں قاضی خاں بن یوسف ناصحی ظفر آبادی، شیخ حسن طاہر کے اعلیٰ مرید تھے۔ شہنشاہ ہمایوں آپ کا اس درجے معقد تھا کہ ایک مرتبہ اس نے اپنی مہر کے ساتھ ایک سادہ کاغذ، شاہی فرمان تحریر کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں ارسال کیا اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ جس قدر زمین اور دولت لینا پسند فرمائیں اپنے ہاتھ سے اس میں تحریر فرمادیں۔ شیخ نے (بادشاہ کی خواہش کو قبول کرنے سے) صاف انکار کر دیا۔ شہنشاہ نے وہ کاغذ آپ کے سب سے بڑے فرزند عبداللہ کے پاس بھیجا اور مذکورہ درخواست کا اعدہ کیا۔ انہوں نے بھی اس پیش کش کو مسترد کر دیا اور ارشاد فرمایا، ایک بیٹے کے لیے یہ بات ہرگز مناسب نہیں ہے، کہ وہ اپنے والد کے فیصلے کے خلاف عمل کرے۔ میں قاضی خاں کا انتقال ۱۵ صفر ۹۰۰ھ، ۱۳ اکتوبر ۱۵۰۲ء کو جو پور کے نزدیک ظفر آباد میں ہوا اور وہیں دفن کیے گئے۔ ۳۱۳

۳۹۴۔ شیخ عبدالعزیز کے مزار سے متعلق ملاحظہ فرمائیں LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS، جلد دوم، ص ۲۳، نمبر ۱۰۷

۳۹۵۔ سورۃ یسین آیت ۸۳، صحیح آیت یوں ہے، فسجّن الذی بیدہ ملکوت کلّ شیء، و الیہ

ترجموں۔ فارسی متن میں سجان اللہ بیدہ ملکوت۔۔۔۔۔ نقل کیا گیا ہے۔ احقر مترجم

۳۹۶۔ " ذرہ ناچیز " کے اعداد کا میزان ۹۷۶ آتا ہے۔ بعض کے نزدیک شیخ عبدالعزیز کا انتقال ۱۵۹۶ / ۱۵۹۸۔

۲۹ میں ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں، گلزار ابرار، ورق ۱۹۹ ب

۳۹۷۔ ابوبکر دولہا بن جدر اشلی کے خاندان کا تعلق اگرچہ مادراء النہر کے قصبے اسروشنہ سے تھا لیکن آپ کی

ولادت و پرورش بغداد میں ہوئی۔ آپ نے رسمی توبہ خیرالنساج کی مجلس میں کی لیکن باطنی تربیت جنید بغدادی

سے حاصل کی۔ آپ اپنے زمانے کے مشہور صوفی اور ممتاز عالم تھے اور فقہ میں ماہی مسلک کے پیرو تھے۔ آپ

۳۱۳۔ اخبار الاخیار، صص ۲۲۶، ۲۲۷

کی وفات ستاسی سال کی عمر میں ۲۳۳ھ / ۹۶۳ء میں ہوئی اور نوارح بغداد میں خیزران کے مقام پر مدفون ہوئے۔^{۲۱۵}

۳۹۸۔ سورۃ ق، آیت ۳۰

(صفحہ ۱۵۹) حصہ انگریزی) پروفیسر محمد سلیم اختر صاحب نے جو حاشیہ تحریر فرمایا ہے، اس میں اصل متن کے صفحہ ۱۳۶ کا حوالہ تو درست ہے لیکن سطر ۱۲ کا حوالہ صحیح نہیں ہے۔ اس حوالے کی سطر ۲۱ ہے۔ غالباً یہ غلطی پریس والوں سے ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے سورۃ ق، آیت ۲۱ کا حوالہ دیا ہے جو آیت ۳۰ ہے۔ آیت پاک یہ ہے:

ایوم نقول لکمھنم هل امتلات و تقول هل من مزید

جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی گئی اور وہ کئی نہ بچے اور بھی ہے۔

آیت کی حد تک تو حوالہ یقیناً صحیح ہے لیکن چونکہ شعر میں بایزید بسطامی رحمت اللہ علیہ کے بارے میں "مجموعہ قابل ہل من مزیدی" کہا گیا ہے، اس اعتبار سے آیت کا حوالہ غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ دراصل "دلیل من مزیدی" بایزید بسطامی رحمت اللہ علیہ کے مقدم طلب کا اندازہ مقصود ہے، جسے شیخ فرید الدین عطار نے "تذکرہ الاولیاء" میں نقل کیا ہے۔

یہی معاذ رازی نامہ نوشت بہ بایزید کہ چوئی
در حق کسی کہ قدمی خورد و مست ازل و ابد
نشت۔ بایزید جواب نوشت کہ این جامردی
ہست کہ در شب روز دریای ازل و ابدی کشد و
نعرہ بل من مزید زند۔

یہی معاذ رازی نے بایزید کو مخاطب کیا ہے۔ آپ کی یہ شخصیت
کے بارے میں یہاں تک ہے جس نے جب نام پیا اور بہ
تک نہ شہر ہو گیا۔ بایزید نے جواب میں کہا کہ یہاں تک
شخص ایسا بھی ہے جو ازل و ابد کے درمیان چلتا رہتا ہے۔
بچے کا نعرہ لگاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں تذکرہ الاولیاء، فرید الدین عطار، مطبعہ تجتبیانی دہلی، ۱۳۱۷ء، ص ۱۰۹ (مترجمہ)

۳۹۹۔ شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، ص ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ فوری، ص ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔
شاعروں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے وہ شاعر، سنائی، ص ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔
آپ کے ایک ۶ پودہ تصانیف منسوب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ ہیں اور آپ معدودہ نثری تصانیف
حقیقی تصانیف میں "مناطق الطیر" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ آپ کا دیوان بھی شائع ہو چکا ہے

۳۱۰۔ طبقات الصوفیاء، ج ۱، ص ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ قطریہ، ص ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔

۱۰۶۔ تذکرہ الاولیاء عطار، ج ۱، ص ۲۹۔

۳۱۱۔ مناطق الطیر، مرتبہ سید صادق لہجری، تہران، ۱۳۳۲ھ

۳۱۲۔ دیوان غزلیات و قصاید عطار، مرتبہ تقی تقضی، تہران، شامت، ۱۳۳۲ھ

۵۰۰۔ "فصوص الحکم" ابن عربی (م ۶۳۸ / ۱۲۳۸ء) کی وسیع دائرے میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اس میں ستائیس باب ہیں۔ ہر باب کسی نبی کے نام سے منسوب ہے جو اس باب میں اسلام کے علم بالہن کے بنیادی عقیدے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ابن عربی نے ۶۳۸ / ۱۲۲۰ء میں جب آپ دمشق میں قیام پذیر تھے، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد اسے لکھنا شروع کیا لیکن قطعی طور پر اس کی تکمیل "فتوحات المکیہ" محرمہ ۶۲۹ / ۱۲۲۹ء کے بعد ہوئی۔ جس کے شواہد اس تصنیف میں موجود ہیں۔ مختلف یورپی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔^{۳۱۹}

۵۰۱۔ اخبار الاخیار، ص ۲۷۸

۵۰۲۔ اخبار الاخیار، صص ۲۸۱، ۲۸۲

(اس سلسلہ کے بانی سیدی احمد البدوی متوفی ۶۷۵ھ تھے۔ آپ کے سلسلے کا نام بدویہ ہے لیکن احمدیہ بھی کہتے ہیں، مصر میں اس کی اشاعت ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ارزش میراث صوفیہ مصنفہ ڈاکٹر عبدالمسین زرین کوب تہران ۱۳۲۳ھ ص ۹۹۔ مترجم)

۵۰۳۔ گلزار ابرار، ورق ۱۶۶

۵۰۳۔ اخبار الاخیار، ص ۲۲۳

۵۰۵۔ شیخ زکریا دہلوی کے شیخ امان پانی پتی سے گھرے مراسم تھے۔ ملاحظہ فرمائیں، اخبار الاخیار، ص ۲۳۵

۵۰۰۔ شیخ حسین نقشبندی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کتبہ قلعہ دہلی کے عجیب خانے میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS، جلد دوم، ص ۸۲، نمبر ۱۲

۵۰۷۔ ملاحظہ فرمائیں، کتاب ہذا کا مقدمہ بزبان انگریزی، ص ۸، ۷، ۶

۵۰۸۔ اخبار الاخیار، صص ۲۳۵ تا ۲۳۱ اور ۲۹۱ تا ۳۰۱

۵۰۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مراد ہیں۔

۵۱۰۔ اخبار الاخیار، ص ۲۹۸۔ مولانا جامی کے بیان کے مطابق یہ رباعی خواجہ حسن دہلوی کی ہے۔ نفحات الانس،

ص ۶۱۱

۵۱۱۔ اخبار الاخیار، ص ۲۹۲

۳۱۸۔ محی الدین ابن عربی، "فصوص الحکم" مرتبہ ابوالاعلیٰ عسقلانی، قہرہ ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۶ء)

۳۱۹۔ ایضاً، ص

یہ کتاب متعدد بار شایع ہو چکی ہے۔^{۳۲۲}

۵۲۰۔ "مشکوٰۃ المصابیح"^{۳۲۳} مصنفہ ولی الدین بن محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، دراصل ابو محمد بن حسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی کی تصنیف "مصباح السنہ" سے ماخوذ ہے۔ خطیب کی کتاب میں اگرچہ زندگی کے تقریباً ہر پہلو سے متعلق احادیث، جمع کی گئی ہیں تاہم اس میں انسان کے اصلاح اخلاق کی اہمیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔^{۳۲۵} اس تصنیف میں حدیث کے طویل سلسلہ اسناد کے راویوں کے نام درج کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی دو شرحیں "لمعات التتبیح فی شرح المصابیح"^{۳۲۶} کے نام سے عربی میں اور "اسعة اللمعات فی شرح مشکوٰۃ"^{۳۲۷} کے نام سے فارسی میں تحریر کیں۔ یہ دونوں شرحیں اصل تصنیف میں تحریر کردہ دقیق اور پچیدہ نکات کی عالمانہ صراحت کے باعث بے حد مقبول ہوئیں۔

۵۲۱۔ اس رسالے میں جس کا نام "توصیل المرید الی المراد بیان الاحزاب والاوراد"^{۳۲۸} ہے مصنف نے دعائیں پڑھنے کے قاعدے بیان کرنے کے علاوہ اس موضوع پر صوفیہ اور محدثین کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

۵۲۲۔ علی ہجویری کے بیان کے مطابق یہ حدیث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "کشف المحجوب" ص ۲۵۰ نیز انگریزی ترجمہ از فیکسن، ص ۵۵۰

۵۲۳۔ "تسلیۃ المصاب لنیل الاجر و الثواب"۔ اسی تصنیف میں شیخ نے بد نصیبیوں اور ناگمانی مصیبتوں کے مقابلے میں صبر کی اہمیت پر زور دیا ہے اور اپنے قارئین کو رضائے الہی حاصل کرنے کے لیے کامل تسلیم و رضا کی راہ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس کتاب کا خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ خدا بخش پبلک لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔

۳۲۴۔ اس کی مختلف اشاعتوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ خلیق احمد نظامی - حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی - دہلی ۱۹۵۳ء ص ۱۷۳

۳۲۳۔ بمبئی سے ۱۹۸۲ء میں شایع ہوئی۔ اس کا انگریزی میں دو مرتبہ ترجمہ ہو چکا ہے۔ انگریزی ترجمہ از اسے - این - مٹیوا دو جلدیں، گلگتہ ۱۸۰۹ء - ۱۰۱۰ء اور انگریزی ترجمہ از جیمس رابن (چار جلدیں) لاہور ۱۹۵۳ء - ۱۹۶۵ء)۔
۳۲۵۔ اگنسیس گولڈ زیمر (MUHAMMADISCHE STUDIEN) MUSLIM STUDIES ترجمہ از سی۔ آر۔ برگر اور ایس۔ ایم۔

سٹرن۔ مرتبہ ایس۔ ایم سٹرن (لندن ۱۹۶۱ء) جلد اول ص ۲۳۸
۳۲۶۔ اس کا متن ابھی تک شایع نہیں ہوا۔ البتہ تعارفی حصہ مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، خلیق احمد نظامی، ص ۱۶۷

۳۲۷۔ نول کشور نے چار جلدوں میں شایع کی۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخوں اور اس نسخے کے بارے میں جو خود مصنف کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے اور ذخیرہ صیب گنج یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، خلیق احمد نظامی ص ۱۶۷
۳۲۸۔ آگرے میں ۱۲۹۹ء میں طبع ہوئی۔

(کلمہ ۶ کے فارسی متن میں یہ آیت اسی طرح دی گئی ہے " ربک یختار و یخلق ما یشاء " جو ظاہر ہے صحیح نہیں ہے ۔ احقر مترجم نے اس سو کو ترجمے میں درست کر دیا ہے ۔ سورۃ قصص آیت ۶۸ مترجم)

۵۲۵ - " کتاب التعرف لذہب اہل التصوف " مصنف ابو بکر محمد بن اسحاق الکلاباذی البخاری ، م ۳۲۰ / ۵۹۰ ، تصوف کے موضوع پر عربی زبان میں تحریر کردہ تصانیف میں اہم ترین تصنیف ہے ۔ اس کے قلمی نسخے کثرت سے موجود ہیں لیکن ایک خطی نسخہ (۱۲۱۸) جو انڈیا آفس کے کتب خانے میں محفوظ ہے ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، م ۱۰۵۲ / ۱۶۳۶ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے سے نقل کیا گیا ہے ۔ ۱۹۳۳ء میں اس کا متن قاہرہ میں طبع ہوا ۔ اس کے بعد اسے جے آرری نے اس کا ترجمہ کر کے ۱۹۳۵ء میں شائع کیا ۔

امام کلاباذی کی وفات کے ایک صدی کے اندر اندر ہی ابو اسمعیل بن عبد اللہ مستعملی بخاری (م ۳۳۳ / ۱۰۳۲) نے اس کا ایک بہت جامع خلاصہ " شرح تعرف در علم تصوف " کے نام سے تحریر کیا ۔ یہ شرح ۱۹۱۲ء میں سنگی چھاپے میں لکھنؤ سے شائع ہوئی ۔ ۱۳۱۳ء میں اس نامعلوم مصنف نے مستعملی کی شرح کی تلخیص کی ۔ یہ تلخیص حال ہی میں تہران سے شائع ہوئی ہے ۔^{۳۳۱}

۵۲۶ - شیخ عبدالحق محدث کے مزار کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں " LIST OF MUSLIM AND HINDU

MONUMENTS " جلد سوم ، ص ۱۰۰ ، نمبر ۱۰۸

۵۲۷ - اخبار الاخیار ، ص ۲۹۱

۵۲۸ - سورۃ بقرہ آیت ۱۸۶

۵۲۹ - واقعات مستاتی ، برٹش میوزیم ، خطی نسخہ ۱۱۶۳۲ ، نصف بردہ ، ورق ۲۰

۵۳۰ - اخبار الاخیار ، ص ۲۲۸

(نظر بر قدم : پتلے پھرتے وقت نگاہ نو اپنی پشت پر پڑھیں تاکہ نکلے پر اندہ نہ ہو اور جمعیت خاطر رہے ۔ ۔ ۔ ۔ دلبر ال ، ص ۲۰۲ ۔ ہوش دردم ز بوسائیں ٹٹے یہ اسی میں ٹٹے ، ۔ ۔ ۔ دلبر ال ، ص ۲۰۱

۳۲۹ - آر ۔ سے ۔ اٹلس " A LITERARY HISTORY OF THE ARABS " ص ۳۲۸

۳۳۰ - فہرست مخطوطات عربی ، انڈیا آفس لائبریری بنگلہ دیش ، ص ۹۹

۳۳۱ - خلاصہ شرح تعرف ، مرتبہ احمد علی رحمانی ، تمام ان ۱۳۳۹ ش)

اس عبارت میں سورہ مومنوں کی آیت ۶۰ کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔
 والذین یوتون ما اتوا قلوبہم وجہلہ۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں
 دیتے ہیں جو کچھ وہ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوف
 زدہ ہوتے ہیں۔ مترجم)

۵۲۱۔ سورہ انعام، آیت ۵۹

(اویسی نسبت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو کسی بزرگ کی روحانیت سے، جن سے
 ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو، باطنی فیض حاصل ہو۔ جیسے حضرت اویسی قرنی رضی
 اللہ عنہ، جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اگرچہ زیارت نہیں کی
 لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کے وسیلے سے، آپ
 کے فیض عالی سے مستفیض ہوئے۔ اسی لیے اہل طریقت اس نسبت اور تعلق
 کو اویسی کہتے ہیں یعنی بالمشافہ ملاقات کے بغیر فیض روحانی سے مستفیض ہونا۔
 (ارزش میراث صوفیہ ص ۹۶) مترجم
 حضرت خواجہ یعقوب چرخئی رحمۃ اللہ علیہ نے "رسالہ ابدالیہ" میں صراحت
 فرمائی ہے:

<p>شیخ المشایخ علاء الدور سمنانی قدس سرہ جو اہل طریقت کے اکابرین میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے غیب میں پاک لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا۔ میں نے سلام کیا انہوں نے بہت اچھا جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ حضرات کی نسبت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم صوفی ہیں اور ہمارے سات طبقے درجات ہیں۔ طہرین۔ مریدین۔ سالکین۔ سائرین۔ طاہرین۔ واصلین۔ ساتواں مرتبہ قطب ہے اور وہ ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے۔ (رسالہ ابدالیہ۔ یعقوب چرخئی، اسلام آباد ۱۳۹۸ھ حصص ۱۸-۱۷) مترجم</p>	<p>"شیخ المشایخ علاء الدور سمنانی قدس سرہ کی از کبریا طریقت گفتند اند کہ مشاہدہ کردم در غیب جماعتی پاک را۔ سلام نمودم بر ایشان و ایشان مرا جواب گفتند۔ از ایشان پرسیدم کہ شمارا چه نسبت است۔ گفتند ما صوفیانیم و طبقات ما ہفت است۔ الطاہرین۔ المریدین۔ سالکین۔ سائرین۔ الطاہرین۔ الواصلین و مرتبہ ہفتمہ ازاں قطب است و وی یکی است در ہر وقتی۔"</p>
---	--

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوب ۲۲، دفتر دوم میں فرماتے ہیں: ترجمہ
 پیش خدمت ہے!

"جب سالک نیت کو درست اور خالص کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول

ہوتا ہے اور سخت ریاضتیں اور مجاہدے اختیار کرتا ہے اور تزکیہ پا کر اس کے اوصاف رذیلہ اخلاق حسد سے بدل جاتے ہیں اور توبہ و انابت اس کو میسر ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے اور صبر و توکل و رضا حاصل ہو جاتے ہیں اور اپنے حاصل شدہ معافی کو درجہ بدرجہ ترتیب وار عالم مثال میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو بشریت کی کدورتوں اور کمینہ صفتوں سے پاک و صاف دیکھتا ہے تو اس کا سیر آفاقی تمام ہو جاتا ہے ۔

”اس کے بعد جو سیر واقع ہوتا ہے، اس کو سیر انفسی کہتے ہیں اور سیر فی اللہ بھی بولتے ہیں اور بقا باللہ اس مقام میں ثابت کرتے ہیں اور اس مقام میں سوک کے بعد جذبہ کا حاصل ہونا جانتے ہیں۔ چونکہ سالک کے لطیف سیر اول میں تزکیہ پانچلتے ہیں اور بشریت کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے ہیں، اس لیے یہ قابلیت پیدا کر لیتے ہیں کہ اسم جامع جو اس کا رب ہے، کے ظلال و ظہور ان لطیف کے آئینوں میں ظاہر ہوں اور یہ لطیف اس اسم جامع کی جزئیات کے تجلیات و ظہورات کے منظر و مورد ہوں۔“

(ملفوظات امام ربانی مجدد الف ثانی مترجمہ قاضی محمد امین علیہ السلام، لہور، ۱۹۵۰ء، ج ۱۱، ص ۱۱۰) مزید تفصیل کے لیے حضرت شاہ محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف ”سر دلبر الہی“ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ مجلس ذوقیہ برائے بیچ ثانی، ۱۳۸۸ء، ج ۱، ص ۱۱۵، ۱۱۶، مترجم

۵۳۲۔ آپ کے مزار مبارک سے متعلق ملاحظہ فرمائیں، "LIST OF MUSLIM AND HINDU MONUMENTS"

جلد دوم، ص ۲۳۰، نمبر ۲۳۲

۵۳۳۔ زبدۃ المقدمات، ج ۱، ص ۳۷، ۳۸

۵۳۴۔ زبدۃ المقدمات، ص ۹

۵۳۵۔ زبدۃ المقدمات، ج ۱، ص ۳۷، ۳۸

۵۳۶۔ سورہ نمل، آیت ۹۰

۵۳۷۔ سورہ ق، آیت ۵۰

۵۳۸۔ لئذ العمال، علی متقی، جلد سوم، ص ۶۵، نیز ملاحظہ فرمائیں، انشوات العالیہ، ص ۳۷

۵۳۹۔ سورہ ق، آیت ۱۶

آیت یہ ہے " اقرب الیہ من حبل الوریث " لیکن کلمات الصادقین کے فارسی متن میں الیہ کو حذف کر کے اقرب من حبل الوریث تحریر کیا ہے۔ غالباً یہاں صرف مفہوم مراد ہے اس لیے ترجمہ " وہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہے " ہو گا۔

وہ جو چاہے سب کچھ کر سکتا ہے۔ (سورہ بروج، آیت ۱۶)

صور کونیہ، موجودات خارجیہ جو کہ عالم واقع میں موجود ہیں۔ (سر دلبراں، ص

۳۳۱) مترجم

۵۳۰۔ زبدۃ المقامات، ص ۳۲

" لون الماء لون انائه " پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہوتا ہے۔

ایام بیض: ہر مہینے کے چاند کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخیں۔ ہم چنیں قمر کہ در اسم نوریت با حق سبحانہ شریکت در خلق ظاہر است۔ ملاحظہ فرمائیں، فارسی متن کلمات الصادقین، ص ۱۶۵

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخبراً لنا ان صیام ایام البیض

صیام الدھر

۵۳۱۔ سورۃ نوح، آیت ۱۶

۵۳۲۔ سورۃ نور، آیت ۲۵

۵۳۳۔ ملاحظہ فرمائیں، کنز العمال (علی متقی) جلد سوم، ص ۲۵۲

۵۳۴۔ زبدۃ المقامات، ص ۳۳

۵۳۵۔ زبدۃ المقامات، ص ۳۳-۳۴

۵۳۶۔ سورۃ اعراف، آیت ۱۰۹

۵۳۷۔ سورۃ یوسف، آیت ۸۰

۵۳۸۔ زبدۃ المقامات، ص ۳۳

۵۳۹۔ ایک قول جو جنید بغدادی سے منسوب ہے، ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب، ص ۳۶۰

۵۴۰۔ سورۃ بقرہ، آیت ۲۰

۵۴۱۔ زبدۃ المقامات، ص ۳۶-۳۷

۵۵۲ - زبدۃ المقامات . صص ۳۶ - ۳۷

۵۵۳ - زبدۃ المقامات . ص ۳۷

۵۵۴ - سورۃ طہ . آیت ۳

۵۵۵ - زبدۃ المقامات . ص ۳۸

۵۵۶ - سورۃ شوری . آیت ۱۱

۵۵۷ - سورۃ النعام . آیت ۱۰۳

۵۵۸ - زبدۃ المقامات . ص ۵۳

۵۵۹ - زبدۃ المقامات . صص ۵۹ - ۶۰

۵۶۰ - زبدۃ المقامات . صص ۶۰ - ۶۱ پر) یہ عبارت ہے " خاصیت محبت موختم غیر محبوب خود است "

۵۶۱ - زبدۃ المقامات . ص ۶۱

۵۶۲ - ابوالفیض ثوبان بن ابراہیم جو ذوالنون مصری کے نام سے مشہور ہیں ، اسلام کے ممتاز ترین صوفیہ میں سے تھے . آپ نے مختلف استاذ سے بشمول امام مالک بن انس ، تعلیم حاصل کی .^{۳۳۲} بظاہر ایسا معصوم ہوتا ہے کہ آپ نے عرب اور شام کا تفصیلی سفر کیا تھا . تصوف کی قلمرو میں آپ نے اسرافیل مغربی سے زیارت کی اور ملامت و الم کا طریقہ اختیار کیا .^{۳۳۳} آپ نے باطنی حقایق کے اظہار کے لیے روایتی اشاریت کو ترک کر دیا . ان کے بجائے سادہ اور قابل فہم زبان استعمال کی .^{۳۳۴} اسی باعث قدیم روش پر چلنے والوں میں مقبول نہ ہو سکے . اہل مرحطے پر آپ کو الحد کے الزام میں گرفتار کر کے خلیفہ المتوکل کے دربار میں پیش کیا گیا . آپ نے پند و نصائح سے حد درجہ متاثر ہوا اور آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا . آپ کا وصال ۵۲۵ھ / ۱۱۳۰ء میں ہوا .^{۳۳۵}

۵۶۳ - زبدۃ المقامات . صص ۵۱ - ۵۲ - نیز شرح رباعیات . ص ۱۰

۵۶۴ - شرح رباعیات . ص ۱۰

۳۳۲ - ولیات الامین . جلد اول . ص ۳۱۵ نیز نجات الانس . ص ۳۲

۳۳۳ - نجات الانس . ص ۳۲

۳۳۴ - شرف الجوب . صص ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، انگریزی ترجمہ زلفن . ص ۱۰۰

۳۳۵ - نجات الانس . ص ۳۲

۳۳۶ - ولیات الامین . جلد اول . ص ۳۱۹

۳۳۷ - طبقات صوفیہ . ص ۱۹ رسالہ تفسیر . ص ۲۹ . طبقات قدسی . ص ۱۰

(تدانی و تدلی تدانی معراج مقربین کو کہتے ہیں اور تدلی نزول مقربین کو) سر

دلبراں ۰ ص ۱۱۶ (مترجم)

۵۶۵ - شرح رباعیات (ص ۱۰) کی عبارت یہ ہے - " قال العجز عن ادراک الادراک ادراک "

اس اعلیٰ عالم باللہ است ----- لیکن تمامی اس بچند مقدمہ دیگر است ----- دیگر ایضاً ظاہر -----

۵۶۶ - شرح رباعیات (ص ۱۰) یہ شعر اس طرح درج ہے -

در حیرتم کہ اس ہر نقش غریب چیست

بر لوح صورت آمد مشہود خاص و عام

۵۶۷ - شرح رباعیات ۰ ص ۳۰

(برزخ وہ چیز جو دو مختلف چیزوں کے درمیان حایل ہو ۰ اس طور پر کہ دونوں

میں واصل و فاصل ہو - ایک جہت سے ایک چیز اور دوسری جہت سے دوسری

چیز سے متصل ہو -

عالم مثل کو بھی برزخ کہتے ہیں کیونکہ وہ اجسام کثیفہ اور ارواح مجردہ کے

درمیان ایک عالم وسطیٰ ہے -

شیخ کی صورت محسوسہ کو بھی برزخ کہتے ہیں کیونکہ وہ فیضان قدس اور طالب

کے درمیان واسطہ ہے -

(سر دلبراں ۰ صفحہ ۸۹ - ۹۰) مترجم

۵۶۸ - احیاء العموم ، جلد اول ، ص ۲۲۳ نیز صوفی نامہ ۰ ص ۸۷

۵۶۹ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ۹

۵۷۰ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ۱۱

۵۷۱ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی اوراق ۱۱۰ ب

۵۷۲ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ۱۲ ب

۵۷۳ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ۱۳

۵۷۴ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ۱۴ ب

۵۷۵ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ۱۴

۵۷۶ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ۱۴ ب

۵۷۷ - سورة آل عمران ، آیت ۳۱

۵۷۸ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ، ۱۰

۵۷۹ - سورة ہود ، آیت ۱۱۳

۵۸۰ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ، ۱۸

۵۸۱ - احیاء العلوم ، جلد اول ، ص ۳۲۵ - نیز ملاحظہ فرمائیں کشف المحجوب ، ص ۱۱

۵۸۲ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ادراک ، ۱۸ - ۱۸ ب

۵۸۳ - سورة مومن ، آیت ۱۶

۵۸۴ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ورق ، ۱۹ ب

۵۸۵ - مکتوبات خواجہ باقی باللہ ، قلمی ادراک ، ۲۳ ب - ۲۳

۵۸۶ - ایسے ہی ایک قول ابراہیم دہستانی سے منسوب ہے - نفحات الانس ، ص ۲۱۸

۵۸۷ - احیاء العلوم ، جلد سوم ، ص ۷۳ - نیز ملاحظہ فرمائیں بدیع الزماں فروزانفر " حدیث شتوی " ، تہران ، ۱۳۷۷ ش

اشاعت ثانی ، ص ۲۰ اور ۲۱

۵۸۸ - شتوی باقی باللہ ، قلمی ورق ، ۱۰۸

۵۸۹ - شتوی باقی باللہ ، قلمی ورق ، ۱۸۰ ب

۵۹۰ - شتوی باقی باللہ ، قلمی ورق ، ۱۸۱ ب

(ان اشعار میں احوال و مقامات بیان کیے گئے ہیں - ترجمہ نگار ایک بے حال

بلکہ بد حال شخص ہے - جیسا کچھ بن سکا لفظی ترجمہ کر دیتا ہے - اس لیے ترجمے کے

نقص و ابہام کے سلسلے میں معذرت خواہ ہے - مترجم

۵۹۱ - سورة فیل ، آیت ۱

ہمت :- ہمت اپنے لیے یا کسی اور کے لیے حصول کمالات کی غرض سے اپنی پوری قوتوں کو

قوائے روحانیہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ، سہ ، لہذا ، ص ۳۳۰

تلویح :- تلویح اصول فقہ کے موضوع پر ایک کتاب ، غیث اللغات ، مترجم

۵۹۲ - شتوی باقی باللہ ، قلمی ورق ، ۱۸۳

۵۹۳ - سورة بنی اسرائیل ، آیت ۱۰۱

۵۹۳ - شرح رباعیات، صص ۲۰ - ۲۱

۵۹۵ - ملاحظہ فرمائیں، "دیوان خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی" مرتبہ محمد قزوینی اور قاسم غنی (تہران سال اشاعت ندارد) ص ۱۳۶

اس پیرے کا فارسی متن یہ ہے:

"اگرچہ قریب باہام رحلت حضرت خواجہ ماقدس سرہ مشرب شیخ مایل بموافقت مشرب شیخ علاء الدولہ سمنانی شد و از معارف شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ تبری می نمودند، اما بمقتضای آنکہ حضرت ایشان بزبان الہام بیان گزارانده کہ آخر ایشان را مرتبہ این مقام معلوم خواهد شد، دریں ایام خدمت شیخ میلانی تمام بایں روش دارند" (ص ۱۸۰)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے، جو یقیناً عصری شہادت ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ابن عربی قدس سرہ کے مشرب کی تائید میں تھے۔ بعد میں آپ ایسے مقام پر مستلک ہوئے کہ ابن عربی قدس سرہ سے بری ہونے کا اظہار فرمایا اور ان کے معارف کو غلط قرار دیا۔ آخر میں آپ پھر ابن عربی سے متفق ہو گئے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال اہل علم و تحقیق کے لیے محمد صادق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نئی اطلاع فراہم کی ہے۔ (مترجم)

۵۹۶ - مکتوبات امام ربانی، جلد اول مکتوب ۱۰۶

۵۹۷ - سورۃ ضحیٰ، آیت ۱۱

۵۹۸ - احیاء العلوم، جلد سوم، ص ۵۵

۵۹۹ - سورۃ انبیاء، آیت ۸ - ۱۰ انگریزی متن میں سورہ ۲۰ یعنی سورہ طہ آیت ۹ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مترجم

۶۰۰ - سورۃ فرقان، آیت ۷

(کشف کوفی یعنی کشف صوری کی وہ انواع جن سے مغیبات دنیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے، خلاف شرع لوگوں کے لیے استدراج بن جاتی ہے۔ مجاہدات و ریاضات کے سبب سے جوگیوں اور راہبوں وغیرہ کو اس نوع کا کشف ہونے لگتا ہے۔ اہل سلوک ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اس لیے دلبروں،

ص ۲۸۷) استدراج کے بارے میں مذکورہ تشریح ضروری تھی ورنہ سیدھے سادے لفظوں میں استدراج کا مطلب ہے، خرق عادت جو فاسق یا کافر سے ظاہر ہو۔
(مترجم)

اسمائے الہی کلی سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔

اسمائے کوئی سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جن کا قیام خلق کے ساتھ ہے۔

(سر دلبر ال مصنفہ شاہ محمد ذوقی - کراچی ۱۳۱۷ء ص ۳۵۷)

فارسی تن کی عبارت یہ ہے " و ملائکہ مطلقاً برتیبہ محبت ذاتی نتوانند رسید ، و اصول باین مرتبہ عالیہ ہز ایشان را میسر نہ گردد " ایشان غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ یہاں انسان ہونا چاہیے۔ چنانچہ ترجمے میں "ایشان" کے بجائے "انسان" رکھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبت ذات کے رتبے تک فرشتے تو پہنچ نہیں سکتے انسان بہت پہنچ سکتا ہے بلکہ پہنچ ہی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(احقر مترجم)

c

اشاریہ کلمات الصادقین

فہرست اشخاص

فہرست کتب

مرتبہ

لطیف اللہ

•

انجی سراج، سراج الدین، شیخ - ۱۳۳، ۱۳۶

ادھن دہلوی، شیخ زین العابدین - ۱۵۲

ارسطو - ۲۳۷

اسحاق ملتانی، شیخ - ۱۷۵

اسلام شاہ سور - ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۶

اسمعیل عرب، مولانا - ۱۹۲

اشرف علی تھانوی، مولانا - ۱۳۵، ۱۳۷

اعلم خاں - ملاحظہ فرمائیں نظام الدین احمد بدخشی، میرزا

اکبر بادشاہ، جلال الدین محمد - ۱۶۶، ۱۶۹، ۱۷۵، ۱۷۶

۱۷۹، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۳۵

اعلیٰ (الا)، شیخ - ۵۵

اقبال خادم - ۶۹، ۹۰

القمش، سلطان شمس الدین - ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۳

۳۸، ۵۰، ۶۵، ۱۲۲

الغ خاں معنظم - ملاحظہ فرمائیں، بلبن سلطان غیاث الدین

المداد جونپوری، شیخ - ۱۳۳

الہ داد دہلوی، ملا - ۱۳

المداد میاں، شیخ - ۲۳۳

المدیہ خیر آبادی، شیخ - ۲۳۲

امام الدین، ابدال - ۵۳، ۵۸

امام الدین، شیخ (خلیفہ بدر الدین غزنوی) - ۹۷

امان پانی پتی، شیخ - ۱۶۳، ۱۶۸، ۱۸۱

امام زاہد - ۲۳۳

امام عبداللہ علمدار - ۵۶

امیر تیمور - ۱۳۷

ابوعلی رودباری - ۱۲۰

ابوعلی قلندر - ملاحظہ فرمائیں شرف الدین پانی پتی، شیخ

ابوعلی کاتب - ۱۲۰

ابواللیث سمرقندی، امام - ۲۷

ابولسب - ۲۳۳

ابومحمد، خواجہ - ۲۸

ابومشاد دینوری - ۲۸

ابویوسف چشتی، خواجہ - ۲۸

احمد (ابن حاجی عبدالوہاب) - ۱۳۸

احمد (ابن نجیب الدین متوکل) - ۷۰

احمد جام، شیخ - ۳۲

احمد جندی، مولانا - ۲۳۲، ۲۳۳

احمد حسن احمد، قریشی قلعه داری - ۱۷

احمد حنبلی، امام - ۶۳

احمد، خواجہ (ابن خواجہ کریم الدین سمرقندی) - ۹۹

احمد سربندی، شیخ (مجدد الف ثانی) - ۱۳، ۱۵، ۱۰، ۲۰

۲۲۲، ۲۲۹، ۲۳۰

احمد سید - ۱۵۱

احمد غزالی، شیخ - ۱۰۵، ۱۲۰

احمد غزنوی، شیخ - ۳۳

احمد کبیر، سیدی - ۶۳

احمد کرمانی، سید - ۹۵

احمد کھتو مغربی، شیخ - ۱۳۶

احمد نانوتہ، سید - ۱۳۷

احمد نیشاپوری، خواجہ - ۹۷

برہان الدین محمود ابن ابی الخیر اسعد البلیغی . شیخ . ۳۹ .

۱۳۲۰۳۴۰۳۶

برہان الدین مرغینانی . مولانا . ۳۶ .

بشیر بدایونی . ۳۲ .

بلبن . سلطان غیاث الدین . ۳۶ . ۳۸ . ۴۰ . ۴۱ . ۴۳ . ۴۵ .

۹۶ . ۹۷ . ۹۸ . ۹۹

بوعلی قلندر . ملاحظہ فرمائیں شرف الدین پانی پتی . شیخ

بہادر . سلطان . ۱۰۰ .

بہاء الدین زکریا ابن شیخ عیسیٰ دہلوی . ۱۰۰ . ۱۰۱ . ۱۰۲ .

بہاء الدین زکریا ، شیخ الاسلام . ۳۰ . ۳۱ . ۳۲ . ۳۳ . ۳۴ . ۳۵ . ۳۶ . ۳۷ . ۳۸ .

بہاء الدین قدوری شطری . شیخ . ۱۶۵ .

بہاء الدین گنج روائی . شیخ . ۱۲۶ .

بہلول دہلوی . شیخ . ۱۹۳ . ۱۹۴ .

بہلول لودھی . سلطان . ۱۳۸ . ۱۳۹ . ۱۴۰ . ۱۴۱ . ۱۴۲ .

بہمن کریمی ، ڈاکٹر . ۱۲۹ .

بی بی سارہ . ۳۵ .

بی بی مستورد (بنت فرید الدین گنج شہر) . ۹۸ .

پ

پیغام بر . تفسیر اصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم . ۱۰۰ . ۱۰۱ . ۱۰۲ . ۱۰۳ . ۱۰۴ . ۱۰۵ . ۱۰۶ . ۱۰۷ . ۱۰۸ . ۱۰۹ . ۱۱۰ .

محمد اصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم . شریک . ۱۰۱ . ۱۰۲ . ۱۰۳ . ۱۰۴ . ۱۰۵ . ۱۰۶ . ۱۰۷ . ۱۰۸ . ۱۰۹ . ۱۱۰ .

ت

تاج الدین . شیخ . ۵۸ .

تاج الدین دہلوی . شیخ . ۱۰۸ .

امیر خسرو دہلوی (نیز ترک اللہ) . ۱۱ . ۱۲ . ۱۳ . ۱۴ . ۱۵ . ۱۶ . ۱۷ . ۱۸ . ۱۹ . ۲۰ . ۲۱ . ۲۲ . ۲۳ . ۲۴ . ۲۵ . ۲۶ . ۲۷ . ۲۸ . ۲۹ . ۳۰ . ۳۱ . ۳۲ . ۳۳ . ۳۴ . ۳۵ . ۳۶ . ۳۷ . ۳۸ . ۳۹ . ۴۰ . ۴۱ . ۴۲ . ۴۳ . ۴۴ . ۴۵ . ۴۶ . ۴۷ . ۴۸ . ۴۹ . ۵۰ . ۵۱ . ۵۲ . ۵۳ . ۵۴ . ۵۵ . ۵۶ . ۵۷ . ۵۸ . ۵۹ . ۶۰ . ۶۱ . ۶۲ . ۶۳ . ۶۴ . ۶۵ . ۶۶ . ۶۷ . ۶۸ . ۶۹ . ۷۰ . ۷۱ . ۷۲ . ۷۳ . ۷۴ . ۷۵ . ۷۶ . ۷۷ . ۷۸ . ۷۹ . ۸۰ . ۸۱ . ۸۲ . ۸۳ . ۸۴ . ۸۵ . ۸۶ . ۸۷ . ۸۸ . ۸۹ . ۹۰ . ۹۱ . ۹۲ . ۹۳ . ۹۴ . ۹۵ . ۹۶ . ۹۷ . ۹۸ . ۹۹ . ۱۰۰ .

۱۶۵ . ۱۱۴ . ۱۱۵ . ۱۱۶ . ۱۱۷ . ۱۱۸ . ۱۱۹ . ۱۲۰ . ۱۲۱ . ۱۲۲ . ۱۲۳ . ۱۲۴ . ۱۲۵ . ۱۲۶ . ۱۲۷ . ۱۲۸ . ۱۲۹ . ۱۳۰ . ۱۳۱ . ۱۳۲ . ۱۳۳ . ۱۳۴ . ۱۳۵ . ۱۳۶ . ۱۳۷ . ۱۳۸ . ۱۳۹ . ۱۴۰ . ۱۴۱ . ۱۴۲ . ۱۴۳ . ۱۴۴ . ۱۴۵ . ۱۴۶ . ۱۴۷ . ۱۴۸ . ۱۴۹ . ۱۵۰ . ۱۵۱ . ۱۵۲ . ۱۵۳ . ۱۵۴ . ۱۵۵ . ۱۵۶ . ۱۵۷ . ۱۵۸ . ۱۵۹ . ۱۶۰ . ۱۶۱ . ۱۶۲ . ۱۶۳ . ۱۶۴ . ۱۶۵ . ۱۶۶ . ۱۶۷ . ۱۶۸ . ۱۶۹ . ۱۷۰ . ۱۷۱ . ۱۷۲ . ۱۷۳ . ۱۷۴ . ۱۷۵ . ۱۷۶ . ۱۷۷ . ۱۷۸ . ۱۷۹ . ۱۸۰ . ۱۸۱ . ۱۸۲ . ۱۸۳ . ۱۸۴ . ۱۸۵ . ۱۸۶ . ۱۸۷ . ۱۸۸ . ۱۸۹ . ۱۹۰ . ۱۹۱ . ۱۹۲ . ۱۹۳ . ۱۹۴ . ۱۹۵ . ۱۹۶ . ۱۹۷ . ۱۹۸ . ۱۹۹ . ۲۰۰ .

امیر خورد . ۱۳۱ .

امیر دہلی . ملاحظہ فرمائیں نور الدین مبارک غزنوی سید

امیر معین . ۱۶۳ .

اوحید الدین کرمانی . شیخ (اوحید . اوحیدی شیخ) . ۲۰۶ . ۲۰۷ . ۲۰۸ . ۲۰۹ . ۲۱۰ . ۲۱۱ . ۲۱۲ . ۲۱۳ . ۲۱۴ . ۲۱۵ . ۲۱۶ . ۲۱۷ . ۲۱۸ . ۲۱۹ . ۲۲۰ . ۲۲۱ . ۲۲۲ . ۲۲۳ . ۲۲۴ . ۲۲۵ . ۲۲۶ . ۲۲۷ . ۲۲۸ . ۲۲۹ . ۲۳۰ . ۲۳۱ . ۲۳۲ . ۲۳۳ . ۲۳۴ . ۲۳۵ . ۲۳۶ . ۲۳۷ . ۲۳۸ . ۲۳۹ . ۲۴۰ . ۲۴۱ . ۲۴۲ . ۲۴۳ . ۲۴۴ . ۲۴۵ . ۲۴۶ . ۲۴۷ . ۲۴۸ . ۲۴۹ . ۲۵۰ . ۲۵۱ . ۲۵۲ . ۲۵۳ . ۲۵۴ . ۲۵۵ . ۲۵۶ . ۲۵۷ . ۲۵۸ . ۲۵۹ . ۲۶۰ . ۲۶۱ . ۲۶۲ . ۲۶۳ . ۲۶۴ . ۲۶۵ . ۲۶۶ . ۲۶۷ . ۲۶۸ . ۲۶۹ . ۲۷۰ . ۲۷۱ . ۲۷۲ . ۲۷۳ . ۲۷۴ . ۲۷۵ . ۲۷۶ . ۲۷۷ . ۲۷۸ . ۲۷۹ . ۲۸۰ . ۲۸۱ . ۲۸۲ . ۲۸۳ . ۲۸۴ . ۲۸۵ . ۲۸۶ . ۲۸۷ . ۲۸۸ . ۲۸۹ . ۲۹۰ . ۲۹۱ . ۲۹۲ . ۲۹۳ . ۲۹۴ . ۲۹۵ . ۲۹۶ . ۲۹۷ . ۲۹۸ . ۲۹۹ . ۳۰۰ .

ایبک . سلطان قطب الدین . ۵۳ . ۵۴ .

ایلم خان . ۳۳ .

ب

بابر بادشاہ . ظہیر الدین محمد . ۱۳۰ . ۱۳۱ . ۱۳۲ . ۱۳۳ . ۱۳۴ . ۱۳۵ .

۱۵۲ . ۱۵۳ . ۱۵۴ .

بایزید بسطامی . ۱۰۰ .

بختیار کاکلی اوشی . شیخ قطب الدین . ۲۰۱ . ۲۰۲ . ۲۰۳ . ۲۰۴ . ۲۰۵ . ۲۰۶ . ۲۰۷ . ۲۰۸ . ۲۰۹ . ۲۱۰ . ۲۱۱ . ۲۱۲ . ۲۱۳ . ۲۱۴ . ۲۱۵ . ۲۱۶ . ۲۱۷ . ۲۱۸ . ۲۱۹ . ۲۲۰ . ۲۲۱ . ۲۲۲ . ۲۲۳ . ۲۲۴ . ۲۲۵ . ۲۲۶ . ۲۲۷ . ۲۲۸ . ۲۲۹ . ۲۳۰ . ۲۳۱ . ۲۳۲ . ۲۳۳ . ۲۳۴ . ۲۳۵ . ۲۳۶ . ۲۳۷ . ۲۳۸ . ۲۳۹ . ۲۴۰ . ۲۴۱ . ۲۴۲ . ۲۴۳ . ۲۴۴ . ۲۴۵ . ۲۴۶ . ۲۴۷ . ۲۴۸ . ۲۴۹ . ۲۵۰ . ۲۵۱ . ۲۵۲ . ۲۵۳ . ۲۵۴ . ۲۵۵ . ۲۵۶ . ۲۵۷ . ۲۵۸ . ۲۵۹ . ۲۶۰ . ۲۶۱ . ۲۶۲ . ۲۶۳ . ۲۶۴ . ۲۶۵ . ۲۶۶ . ۲۶۷ . ۲۶۸ . ۲۶۹ . ۲۷۰ . ۲۷۱ . ۲۷۲ . ۲۷۳ . ۲۷۴ . ۲۷۵ . ۲۷۶ . ۲۷۷ . ۲۷۸ . ۲۷۹ . ۲۸۰ . ۲۸۱ . ۲۸۲ . ۲۸۳ . ۲۸۴ . ۲۸۵ . ۲۸۶ . ۲۸۷ . ۲۸۸ . ۲۸۹ . ۲۹۰ . ۲۹۱ . ۲۹۲ . ۲۹۳ . ۲۹۴ . ۲۹۵ . ۲۹۶ . ۲۹۷ . ۲۹۸ . ۲۹۹ . ۳۰۰ .

۲۵۱ . ۲۵۲ . ۲۵۳ . ۲۵۴ . ۲۵۵ . ۲۵۶ . ۲۵۷ . ۲۵۸ . ۲۵۹ . ۲۶۰ . ۲۶۱ . ۲۶۲ . ۲۶۳ . ۲۶۴ . ۲۶۵ . ۲۶۶ . ۲۶۷ . ۲۶۸ . ۲۶۹ . ۲۷۰ . ۲۷۱ . ۲۷۲ . ۲۷۳ . ۲۷۴ . ۲۷۵ . ۲۷۶ . ۲۷۷ . ۲۷۸ . ۲۷۹ . ۲۸۰ . ۲۸۱ . ۲۸۲ . ۲۸۳ . ۲۸۴ . ۲۸۵ . ۲۸۶ . ۲۸۷ . ۲۸۸ . ۲۸۹ . ۲۹۰ . ۲۹۱ . ۲۹۲ . ۲۹۳ . ۲۹۴ . ۲۹۵ . ۲۹۶ . ۲۹۷ . ۲۹۸ . ۲۹۹ . ۳۰۰ .

۱۲۹ . ۱۳۰ . ۱۳۱ . ۱۳۲ . ۱۳۳ . ۱۳۴ . ۱۳۵ . ۱۳۶ . ۱۳۷ . ۱۳۸ . ۱۳۹ . ۱۴۰ . ۱۴۱ . ۱۴۲ . ۱۴۳ . ۱۴۴ . ۱۴۵ . ۱۴۶ . ۱۴۷ . ۱۴۸ . ۱۴۹ . ۱۵۰ . ۱۵۱ . ۱۵۲ . ۱۵۳ . ۱۵۴ . ۱۵۵ . ۱۵۶ . ۱۵۷ . ۱۵۸ . ۱۵۹ . ۱۶۰ . ۱۶۱ . ۱۶۲ . ۱۶۳ . ۱۶۴ . ۱۶۵ . ۱۶۶ . ۱۶۷ . ۱۶۸ . ۱۶۹ . ۱۷۰ . ۱۷۱ . ۱۷۲ . ۱۷۳ . ۱۷۴ . ۱۷۵ . ۱۷۶ . ۱۷۷ . ۱۷۸ . ۱۷۹ . ۱۸۰ . ۱۸۱ . ۱۸۲ . ۱۸۳ . ۱۸۴ . ۱۸۵ . ۱۸۶ . ۱۸۷ . ۱۸۸ . ۱۸۹ . ۱۹۰ . ۱۹۱ . ۱۹۲ . ۱۹۳ . ۱۹۴ . ۱۹۵ . ۱۹۶ . ۱۹۷ . ۱۹۸ . ۱۹۹ . ۲۰۰ .

۱۶۵ . ۱۵۸ . ۱۵۹ . ۱۶۰ . ۱۶۱ . ۱۶۲ . ۱۶۳ . ۱۶۴ . ۱۶۵ . ۱۶۶ . ۱۶۷ . ۱۶۸ . ۱۶۹ . ۱۷۰ . ۱۷۱ . ۱۷۲ . ۱۷۳ . ۱۷۴ . ۱۷۵ . ۱۷۶ . ۱۷۷ . ۱۷۸ . ۱۷۹ . ۱۸۰ . ۱۸۱ . ۱۸۲ . ۱۸۳ . ۱۸۴ . ۱۸۵ . ۱۸۶ . ۱۸۷ . ۱۸۸ . ۱۸۹ . ۱۹۰ . ۱۹۱ . ۱۹۲ . ۱۹۳ . ۱۹۴ . ۱۹۵ . ۱۹۶ . ۱۹۷ . ۱۹۸ . ۱۹۹ . ۲۰۰ .

بگھی مولانا . ۱۳ .

بدر الدین (ابن فرالدین ثانی) . ۱۲۶ .

بدر الدین اسحاق . ۹۰ . ۳۹ .

بدر الدین سمرقندی . شیخ نیز بدر الملک . ۱۳۱ .

بدر الدین غزنوی . شیخ . ۵۱ . ۵۲ . ۵۳ . ۵۴ . ۵۵ . ۵۶ . ۵۷ . ۵۸ . ۵۹ . ۶۰ . ۶۱ . ۶۲ . ۶۳ . ۶۴ . ۶۵ . ۶۶ . ۶۷ . ۶۸ . ۶۹ . ۷۰ . ۷۱ . ۷۲ . ۷۳ . ۷۴ . ۷۵ . ۷۶ . ۷۷ . ۷۸ . ۷۹ . ۸۰ . ۸۱ . ۸۲ . ۸۳ . ۸۴ . ۸۵ . ۸۶ . ۸۷ . ۸۸ . ۸۹ . ۹۰ . ۹۱ . ۹۲ . ۹۳ . ۹۴ . ۹۵ . ۹۶ . ۹۷ . ۹۸ . ۹۹ . ۱۰۰ .

بدرج الدین (شاہ مدار) . شیخ . ۵۵ . ۵۶ . ۵۷ . ۵۸ . ۵۹ . ۶۰ . ۶۱ . ۶۲ . ۶۳ . ۶۴ . ۶۵ . ۶۶ . ۶۷ . ۶۸ . ۶۹ . ۷۰ . ۷۱ . ۷۲ . ۷۳ . ۷۴ . ۷۵ . ۷۶ . ۷۷ . ۷۸ . ۷۹ . ۸۰ . ۸۱ . ۸۲ . ۸۳ . ۸۴ . ۸۵ . ۸۶ . ۸۷ . ۸۸ . ۸۹ . ۹۰ . ۹۱ . ۹۲ . ۹۳ . ۹۴ . ۹۵ . ۹۶ . ۹۷ . ۹۸ . ۹۹ . ۱۰۰ .

برنی . نواجہ ضیاء الدین . ملاحظہ فرمائیں ضیاء الدین برنی

برہان الدین چشتی . شیخ . ۲۰ .

تاج الدین ، سید - ۳۸

تاج الدین ، سنہیلی ، شیخ - ۲۲۳ ، ۲۲۳

تاج الدین محمد دہلوی ، شیخ - ۱۵۷

تتاجی ، خواجہ - ۳۵

ترک اللہ - ملاحظہ فرمائیں امیر خسرو دہلوی

ترک بیابانی ، شیخ - ۳۷

تغلق شاہ - ملاحظہ فرمائیں غیاث الدین تغلق ، سلطان

تغلق شاہ - ملاحظہ فرمائیں غیاث الدین تغلق ابن فتح خاں

تقی الدین خواجہ - ۹۱

ج

جای ، شیخ عبد اللطیف - ۲۳۲

جای ، مولانا عبدالرحمن نیز عارف جام - ۱۱۴ ، ۱۱۱ ، ۶۷

۲۳۲ ، ۲۳۲ ، ۱۵۵

جلال شیرازی ، شاہ - ۱۳۵ ، ۱۳۴ ، ۱۳۶

جلال الدین ، حافظ - ۲۲۲

جلال الدین بخاری ، سید سرخ - ۱۳۹

جلال الدین تبریزی ، شیخ - ۲۰۰ ، ۲۰۷

جلال الدین تھانیسمیری ، شیخ - ۲۳۲

جلال الدین خلجی ، سلطان - ۳۸ ، ۵۲ ، ۵۱ ، ۷۱ ، ۷۰ ، ۷۹

جلال الدین دوانی ، مولانا - ۲۳۸

جلال الدین رومی ، مولانا - ۱۲۶ ، ۱۳۸

جلالی ، جمال خاں - ملاحظہ فرمائیں جمالی ، جلال خاں شیخ

جلال الدین لاہوری ، قاضی - ۱۵۲

جمال الدین دہلوی ، مولانا - ۹۹

جمال ، سید - ۱۲۶

جمال الحق - ملاحظہ فرمائیں عبدالعزیز شیخ

جمال الدین بانسوی ، شیخ - ۷۸ ، ۷۸ ، ۱۷۸

جمالی ، جلال خاں ، شیخ - ۸۲ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۵۵

جمین بہاری ، سید - ۵۵

جمیل بلخی ، سید - ۲۳۳

جنت آستانی / آشیانی - ملاحظہ فرمائیں ہمایوں بادشاہ

جنید بغدادی - ۱۲۰

جہانگیر بادشاہ غازی - ملاحظہ فرمائیں نور الدین محمد جہانگیر

چ

چاند دہلوی ، شیخ - ۱۳

چاین لدھا ، شیخ - ۱۱۳ ، ۱۶۹

چراغ دہلی - ملاحظہ فرمائیں نصیر الدین محمود شیخ

ح

حتم الصبر - ۱۰۵

حتم طائی - ۱۳۷ ، ۱۹۵

حاجی دہلوی ، شیخ - ۱۰۹

حاجی روزبہ ، بابا - ۵۳

حاجی شریف زندانی ، خواجہ - ۲۸

حاجی شطری ، شیخ - ۱۷۸

حاجی محمد ، شیخ - ۱۹۳

حاجی محمد کشمیری ہمدانی ، مولانا - ۱۱۳ ، ۱۱۳ ، ۱۹۷

حافظ تاشندی - ۲۳۲

حبیب عجمی - ۱۲۰

حذیفہ المرعشی، خواجہ - ۲۸

حسام الدین احمد، خواجہ - ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶

حسام الدین احمد (بن میر نظام بدخشی) - ۲۳۶، ۲۳۸

حسام الدین اندھتھی، مولانا - ۷۸

حسام الدین مانک پوری، شیخ - ۱۳۳، ۱۳۶

حسن (پدر شیر شاہ) - ۱۵۸

حسن بصری - ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۲

حسن بودہ، شیخ - ۱۷۶

حسن، خواجہ - ملاحظہ فرمائیں حسن دہلوی امیر

حسن دہلوی، امیر - ۱۵، ۹۹، ۱۱۶، ۱۸۰

حسن طاہر، شیخ - ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۵۹، ۱۶۸

حسن مودب (خدم) - ۶۶

حسن کشمیری، مولانا - ۱۳، ۱۳، ۱۶۹، ۱۸۰، ۱۹۹

حسین پات مناری، سید - ۱۵۶

حسین ترستانی، مولانا - ۲۳۲

حسین خوارزمی، شیخ - ۲۳۲، ۲۳۵

حسین شہقی، سلطان - ۱۳۹

حسین منصور خلیل - ۱۲۹

حسین نقشب، شیخ - ۱۸۰

حسین واعظ ہاشمی، ملا - ۱۵

حضرت ایشان - ملاحظہ فرمائیں محمد ابوباقی، خواجہ

حضرت مخدوم مخدومی - ملاحظہ فرمائیں عبدالمق دہلوی

شیخ، محدث

حمید شاہ، قلندر - ۱۵

حمید الدین دہلوی، شیخ - ۳۶، ۳۷، ۳۸

حمید الدین، مولانا - ۳۸

حمید الدین ناگوری، سلطان التارکین - ۷۹

حمید الدین ناگوری، قاضی - ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۲، ۴۹

۵۲، ۵۰

حیدر - ملاحظہ فرمائیں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حیدر دہوی، ملا - ۱۳

حیدر، شیخ - ۱۰۲

خ

خاقانی - ۱۱۱

خوند محمود، خواجہ - ۲۳۲

خسرو خاں - ۷۶، ۸۹

خضرت - ۱۲۷، ۱۶۸، ۱۱۱، ۱۳۶

خضرت خاں (ابن علی الدین خلیجی) - ۱۸

خضرت خاں بادشاہ - ۱۳۷

خلیل اللہ، شیخ - ۲۳۲

خلیل میدانی، امیر - ۲۳۲

خواجہ المنشی، مولانا - ۷۹

خواجہ احرار - ملاحظہ فرمائیں عبیدت - ۷۹، ۸۰

خواجہ بزرگ - ملاحظہ فرمائیں معین - ۷۹، ۸۰

خواجہ بہت - ۳۵

خواجہ جہاں - ۸۳

خواجہ نور (عبیدت بن خواجہ محمد باقی) - ۲۳۲، ۲۳۳

خواجہ باب - ۵۹

راقم - ملاحظہ فرمائیں صادق دہلوی کشمیری ہمدانی، محمد

رزق اللہ دہلوی، شیخ، ۱۹۰

رستم، ۱۹۵

رضیہ سلطان، ۵۰۳۵، ۳۵

رفیع الدین بارون، خواجہ، ۹۱

رکن الدین ابو الفتح (مثنیٰ)، ۱۲۰

رکن الدین دہلوی (بن شیخ شہاب الدین)، ۱۲۸، ۱۰۱

رکن الدین، شیخ، ۱۵۱

رکن الدین بن شیخ کمال الدین، ۱۰۸

رکن الدین فردوسی، شیخ، ۱۳۱، ۱۳۲

رکن الدین فیروز، سلطان، ۵۰

رکن الدین قاضی، ۱۲۰

رکن الدین ملک، ۸۳

ز

زاہد، مولانا محمد امین، ۲۳۲

زکریا دہلوی، شیخ، ۱۰۰

زین الدین، شیخ، ۱۲۰

زین الدین کمر، مولانا، ۲۱۳

زین الدین ملک، ۱۵۳

س

سراج الدین اخئی سراج، شیخ، ملاحظہ فرمائیں اخئی سراج،

سور انبیا / سور کائنات - ملاحظہ فرمائیں محمد علی

اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس اشاریے کا پہلا نام -

خواجہ قاضی، ۹۰، ۹۶

خواجہ کاشانی، ۲۳۲

خواجہ کلال (عبید اللہ بن خواجہ محمد باقی)، ۲۳۲

خواجہ ما - ملاحظہ فرمائیں محمد الباقی، خواجہ

خواجہ نقشبند، ۴۲

خواص، خاں، ۱۰۵، ۱۰۰

خیالی بخاری، ۱۵۹

خیالی محمد، تہ فظ، ۱۳

خیالی، محمد حسن، شاد، ۱۳۵، ۱۵۹، ۱۰۹، ۱۰۱، ۱۹۲

د

دانیال جنئی، شیخ، ۴۳

داؤد، شیخ، ۱۳۶

داؤد طائی، ۱۲۰

داؤد، مولانا، ۱۲۸

ذ

ذوالنون مصری، ۲۰۹

ر

رابعد البصریہ، ۳۰

راجہ پتھورا، ۵۳، ۵۳، ۵۳

راجو، سید، ۱۳۶

راجی دہلوی، شیخ، ۵۵

راجی حامد شاہ، سید، ۱۳۳، ۱۶۸

سید خاصہ - ۵۵
 سیدی احمد البدوی - ۱۰۰
 سیدی مولہ - ۷۷
 سیف الدین امیر - ۱۰۹
 سیف الدین باغری شیخ - ۱۳۱
 سیفی، سیف الدین دہوی، شیخ - ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۹۰

ش

شاہ جہاں بادشاہ - ۱۶
 شاہ خراسان - ۱۲۰
 شاہ خیالی - ملاحظہ فرمائیں خیالی محمد حسن
 شاہ سلیمان - ۱۳۶
 شاہ محمد فیروز آبادی - ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴
 شاہ مدار، برج الدین - ملاحظہ فرمائیں برج الدین
 شاہ مردال - ملاحظہ فرمائیں علی بن ابی طالب رضی اللہ
 عنہ
 شہل بغدادی، نواجہ - ۱۶۹
 شہزاد - ۲۰۶
 شرف الاولیاء، شیخ شرف الدین شریف - ۱۳۲، ۱۳۳
 شرف الدین پانی پتی شیخ - ۱۱۸
 شریف برجانی، سید میر - ۱۳۶
 شہیب، مولانا - ۱۵۶
 شمس اتوار - شیخ - ۵۰
 شمس تبریز - ۲۲۸، ۱۳۸
 شمس الدین القمیش، سلطان - ملاحظہ فرمائیں القمیش

سری سقطلی - ۱۲۰
 سعد اللہ، شیخ - ۱۸۲
 سعدی، شیخ - ۱۱۵، ۱۴۳
 سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) - ۸۰
 سعید ترکستانی، مولانا - ۲۳۲، ۲۳۳
 سکندر ذوقرین - ۱۲۲، ۱۹۵
 سکندر لودھی، سلطان - ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۴۳
 سلطان الاولیاء، سلطان المشایخ - ملاحظہ فرمائیں نظام
 الدین اولیاء، نواجہ
 سلطان حسین میرزا - ۱۵۶
 سلیمان ابن مرزا خاں، مرزا - ۱۳۷، ۲۳۵
 سلیمان مندوی، شیخ - ۱۳۶، ۱۳۷
 سلیمان، مولانا - ۱۰۷
 سلیم خاں - ملاحظہ فرمائیں اسلام شاہ سور
 سلیم سبیری، شیخ الاسلام، شیخ - ۱۳۹
 سلیم، شیخ - ۱۵۱
 سہ، الدین النبوی، مولانا شیخ - ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۵۶
 ۱۰۸
 سنی - ملاحظہ فرمائیں ضیاء الدین سنی، مولانا
 سنی، مجد الدین مجدد حکیم - ۶۵
 سنج (سلطان) - ۲۲۰
 سید الانبیاء، سید المرسلین، سید رسل، سید عالم، سید
 کائنات، سید کونین - ملاحظہ فرمائیں محمد مصطفیٰ اللہ علیہ
 وآلہ وسلم اشاریہ بذا کا پہلا نام

۲۳۶، ۲۳۵، ۲۲۹، ۲۲۶، ۱۹۶، ۱۶۹، ۳۳، ۲۱

صالح (علیہ السلام) - ۲۳۶

صدرالدين بخاری، سید - ۱۳۹، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۳۸

صدرالدين حکیم، شیخ - ۱۲۲

صدرالدين، شیخ - ۴۳

صدرالدين شیخ (ابن فرالدين ثانی) - ۱۲۶

صدرالدين، مولانا - ۱۰۳

صدیق اکبر - ملاحظہ فرمائیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

صلح الدين درویش، شیخ - ۱۵۰، ۳، ۲

ض

ضیاء الدين برنی - ۱۱۶، ۹۹، ۱۱۶، ۱۱۷

ضیاء الدين دہلوی، شیخ - ۵۲

ضیاء الدين رومی، شیخ - ۷۵

ضیاء الدين سنائی، مولانا - ۱۱۷، ۱۱۸

ضیاء الدين مرد غیب، شیخ - ۵۳

ضیاء الدين نحتشی - ۱۱۰

ضیاء الدين یوسف، خواجہ - ۲۳۳

ظ

ظہیر الدين، مولانا - ۱۰۳

ظہیر الدين بابر بادشاہ - ملاحظہ فرمائیں بابر بادشاہ

ع

عارف جام - ملاحظہ فرمائیں مولانا عبدالرحمن جامی

شمس الدين خاموش، سید - ۹۳

شمس الدين، خواجہ - ۱۱۵

شمس الدين سمرقندی، شیخ - ۳۰

شمس الدين، میر سید - ۱۶۲

شمس الدين یحیی، مولانا - ۳۹، ۸۸، ۹۰، ۱۰۳، ۱۰۷

شمس العارفين - ۳۳

شہاب الدين احمد غزنوی، شیخ - ۳۶

شہاب الدين امام، مولانا - ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۲۸

شہاب الدين پرکاش آتش، قاضی - ۵۵

شہاب الدين حق گو، شیخ - ۱۲۱، ۱۲۵

شہاب الدين زابدی، شیخ - ملاحظہ فرمائیں شہاب الدين

حق گو

شہاب الدين سہروردی، شیخ - ۲۶، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۵۰

۱۲۰، ۷۵، ۳، ۶۳

شہاب الدين عاشق، شیخ - ۵۸

شہاب الدين، قاضی - ۱۲۰

شیث علیہ السلام - ۲۳۰

شیخ الاسلام ہرودی - ملاحظہ فرمائیں عبداللہ انصاری، خواجہ

شیر خاں - ملاحظہ فرمائیں مسعود بک

شیر خاں (شاہ) سور - ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۸، ۱۶۶، ۱۷۷

شیطان نیزا بلیس - ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۲۳، ۲۰۲، ۲۰۷، ۲۵۶

ص

صاحبقران امیر تیمور کورگاں - ملاحظہ فرمائیں امیر تیمور

صادق دہلوی کشمیری ہمدانی، محمد - ۱۳، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۸

علی جویری داتا گنج بخش، شیخ - ۱۳۳

علی ہمدانی، سید میر - ۱۹۶۰۱۳

عماد الدین دہلوی، شیخ - ۵۸

عمار یاسر، شیخ - ۱۳۱

عمر رضی اللہ عنہ - ۲۲۸۰۲۲۶

عمر احمد عثمانی، مولانا - ۱۱

عیسیٰ علیہ السلام - ۱۳۱

عین القضاة ہمدانی - ۱۳۶۰۱۲۹۰۱۲۸۰۶۶

ع

غازی خاں بدخشی، ملاحظہ فرمائیں نظام الدین احمد

بدخشی، میرزا

غلام محمد، ڈاکٹر مولانا - ۱۱

غوث الاعظم، ملاحظہ فرمائیں عبدالقادر جیلانی، شیخ

غوث الثقلین، ملاحظہ فرمائیں عبدالقادر جیلانی، شیخ

غیاث الدین بلبن، سلطان - ملاحظہ فرمائیں بلبن

غیاث الدین تغلق، سلطان - ۱۱۳۰۸۹

غیاث الدین تغلق، سلطان (ابن فتح خاں) - ۸۳۰۸۳

غیاث الدین محمد، حاجی - ۲۳۶۰۲۳۳

ف

فاطمہ بنت شیخ فرید الدین گنج شکر - ۹۶

فتح اللہ، شیخ - ۱۳۶

فتح خاں (ابن فیروز شاہ تغلق) - ۱۲۶۰۸۳

فخر الدین (پدر مولانا سہم الدین) - ۱۳۶

علاء الحق علاء الدین شیخ (پدر نور قطب عالم) - ۱۳۶۰۱۳۳

علاء الدولہ سمنانی، شیخ - ۲۲۹۰۲۰۰

علاء الدین اجمودھنی، شیخ - ۱۵۸۰۱۵۶

علاء الدین خلجی، سلطان - ۵۰۶۵۰۶۸۰۵۹۰۵۸۰۵۲۰۳۸

۱۲۰۰۱۱۹۰۹۳۰۸۸۰۶۶

علاء الدین، سلطان (ابن محمد شاہ سلطان) - ۱۳۸

علاء الدین سید - ۳۸

علاء الدین عطار، خواجہ - ۶۲

علاء الدین عیسیٰ - ۱۶۸

علاء الدین لاری - ۲۳۵

علاء الدین مسعود شاہ، سلطان - ۵۰۰۳۸۰۳۸

علاء الدین مکتب دار - ۲۱۳

علاء الدین نسلی، مولانا - ۹۰۰۸۹

علاء الدین ہمایوں خاں، سلطان - ۸۳

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ - ۱۲۰۰۶۳۰۵۶۰۲۸

۲۲۸۰۲۲۶۰۱۳۶

علی احمد، شیخ - ۱۸۰

علی بدایونی، شیخ - ۶۲۰۶۱

علی خضریٰ - ۶۳

علی خواجہ (جد پدری نظام الاولیا) - ۵۹

علی زنبیلی، شیخ - ۹۶

علی، سگزی، شیخ - ۳۳۰۳۳۰۳۲

علی شطاری، شیخ - ۱۶۶

علی شیر، میر - ۱۵۶

علی متقی، شیخ - ۱۸۶

فخر الدین ثانی، شیخ، ۱۲۶، ۱۲۵

فخر الدین زاہدی، شیخ، ۱۲۲، ۱۲۱

فخر الدین علی صفی، ۱۵

فخر الدین مبارک شاہ، فراش، ۳۸

فخر الدین مروزی، مولانا، ۸۹، ۸۸

فردوس مکانی، ملاحظہ فرمائیں بابر بادشاہ

فرعون، ۲۰۶

فرید، ملاحظہ فرمائیں شیر خاں سور

فرید الدین مسعود گنج شکر، شیخ، ۱۶، ۱۹، ۲۹، ۳۵، ۳۸، ۵۲

۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۸، ۸۱، ۹۲، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸

۱۵۷، ۱۰۹، ۹۹، ۹۸

فرید الدین ناگوری، شیخ، ۷۹

فرید ثانی، ملاحظہ فرمائیں علاء الدین ابودھنی

فرید خاں (پدر سلطان محمد شاہ)، ۱۳۸

فنیج الدین، مولانا، ۱۰۰

ففضل اللہ، شیخ (میں منجمو)، ۱۹۲

ففضیل عیاض، خواجہ، ۲۸

فلاطون، ۲۳۷، ۱۹۵

فیروز شاہ تغلق، سلطان، ۸۳، ۸۳، ۹۵، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷

۱۲۸، ۱۳۷، ۱۹۳

فیصل مست، ملاحظہ فرمائیں علاء الدین ابودھنی

ق

قاسم مقری، ۳۵

قاضی خاں یوسف، نسیمی، تلفظ آہدی، ۱۶۹، ۱۶۸

قاضی سعد، ۳۳

قاضی عضد، ۱۰۰، ۳۹

قاضی عماد، ۳۳

قاضی کبیر الدین خوارزمی، ۳۹

قلعہ خاں، ۱۰۹

قطب الدین مبارک، سلطان (ابن علاء الدین تلمی)

سلطان، ۱۱۰، ۷۵

قطب الدین، سید، ۳۸

قطب الدین ایبک، ملاحظہ فرمائیں ایبک، قطب الدین

سلطان

قطب الدین حسن، ۹۸

قطب الدین رازی، مولانا، ۱۳۶

قطب الدین منور، شیخ، ۱۰۶

قطب الاولیاء، ملاحظہ فرمائیں، ختیر، کالی اوشی، نواجہ

قطب عالم میاں، ۱۰۳، ۱۰۹

ک

کبیر اولیاء، شیخ، ۱۰۱، ۱۰۲

کبیر الدین اسماعیل، شیخ، ۱۳۸

کزیم الدین سہ قندی، نواجہ، ۹۹

کمال، شیخ (بن شیخ ساجی دہوی)، ۱۰۹

کمال، شیخ (بن شیخ محمود)، ۱۰۰

کمال الدین، شیخ (بن صدر الدین شہین)، ۱۰۸

کمال الدین، مولانا، ۱۰۶، ۱۰۷

کمال الدین، ابوالقیہ، مولانا، ۱۰۶، ۱۰۷

کمال الدین، قاضی - ۱۰۹

کمال الدین کشمیری سیالکوٹی، مولانا - ۱۹۷۱۳

کیلیک، مولانا - ۲۳۲

محمد اکرام، شیخ - ۱۲۹

محمد امین کاشانی، میر سید - ۲۳۸

محمد باقی باللہ، خواجہ - ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

محمد بانس پاؤ، شیخ - ۵۶

محمد بن احمد بن علی البخاری، ملاحظہ فرمائیں نظام الدین اولیا

محمد بن تغلق، سلطان، ملاحظہ فرمائیں محمد تغلق، سلطان

محمد بن سید مبارک کرمانی المعروف امیر خورد کرمانی - ۱۶

۱۸

محمد ترک، شیخ - ۸۷

محمد تغلق، سلطان - ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

محمد جنید، شیخ - ۵۵

محمد ذوقی شاہ، سید - ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

محمد حکیم مرزا - ۲۳۵، ۲۳۶

محمد خاں (شاہ)، سلطان - ۱۳۸

محمد سلیم اختر، ڈاکٹر - ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

محمد شاہ (سلطان ناصر الدین) - ملاحظہ فرمائیں

ناصر الدین محمود سلطان

محمد شہید، شیخ - ۱۳۹

محمد صلح، مولانا - ۲۳۲

محمد طیفور شامی، شیخ - ۵۶

محمد عادل، سلطان - ملاحظہ فرمائیں محمد تغلق سلطان

محمد عطا - ملاحظہ فرمائیں حمید الدین ناگوری قاضی

گ

گیسو دراز، سید محمد - ۱۶۶، ۸۲

م

مبارک خاں - ملاحظہ فرمائیں معز الدین مبارک شاہ

سلطان

مبارک شاہ خلجی - ملاحظہ فرمائیں قطب الدین مبارک

سلطان ابن سلطان علاء الدین خلجی

مبارک شاہ فراش - ملاحظہ فرمائیں فخر الدین مبارک شاہ

فراش

مبارک غزنوی، سید - ۵۲

مجد الدین حاجی جاجری، مولانا - ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

مجیب، شیخ (ابن سلطان اتراکین) - ۶۹

محبوب الہی - ملاحظہ فرمائیں نظام الدین اولیا

محمد، خواجہ (ابن بدر الدین اسحاق) - ۹۷

محمد (ابن بختیار کاکلی اوشی - خواجہ) - ۳۵

محمد (ابن نجیب الدین متوکل) - ۷۰

محمد اجل شری، شیخ - ۳۶، ۳۷

محمد اصفہانی، شیخ - ۲۷

محمد عیسیٰ جونپوری، شیخ - ۱۳۶

محمد غوثی شطاری - ۱۶

محمد کبیر، شیخ - ۳۲

محمد کرمانی، سید - ۹۳، ۹۳، ۹۲

محمد مجد، مولانا - ۱۴۴

محمد محتسب، سید شیخ - ۱۹۴

محمد مشایخ، شیخ - ۱۳۸

محمد منگن شیخ، مصباح العاشقین - ۱۹۰

محمد نور، بخش، شیخ - ۱۳۳، ۱۲۸

محمد یزدی، مولانا - ۱۳

محمد یوسف، شیخ - ۱۳۹

محمد یوسف کشمیری، ملا - ۱۳

محمود احمد برکاتی، حکیم - ۱۱

محمود بہاری، شیخ - ۱۳۲

محمود سرخ، مولانا - ۲۳۳

محمود شاہ، سلطان - ۸۳

محمود شیخ (ابن سلیمان مندوی، شیخ) - ۱۳۶، ۱۳۷

محمود قاضی - ۵۵

محمود لاری، شیخ - ۱۴۸

محمود مولینہ دوز، خواجہ - ۵۰، ۳۹

محمد الدین کاشانی، قاضی - ۱۰۰، ۹۹، ۹۳، ۹۲

مخدوم جانیال - ۱۳۶، ۱۲۵

مدر شاہ - ۱۵۰، ۱۵۱

مرشد درہمی، مولانا - ۲۳۳

مزل شاہ - ۱۳۹، ۱۵۰

مسعود بک (شیر خاں) - ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۲۹

مشفق خواجہ - ۱۲۰، ۱۱

مصطفیٰ رومی، مولانا - ۲۳۳، ۲۳۳

منظر، سلطان (والی گجرات) - ۱۴۴

منظر قاضی - ۵۵

معروف کرخی - ۱۲۰

معز الدین بہرام، سلطان - ۵۰، ۳۸، ۳۷، ۳۸، ۳۵

معز الدین دہوی، شیخ - ۳۳

معز الدین، خواجہ - ۹۴

معز الدین کتیبدہ، مولانا - ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱

معز الدین مبارک شاہ، سلطان - ۱۳۷

معز الدین محمد سارم، سلطان - ۵۳، ۵۳، ۵۳

معین بن زائدہ، مولانا - ۲۳۷

معین الدین چشتی، خواجہ - ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱

معین الدین، مولانا - ۱۳۲، ۱۳۲، ۱۳۲، ۱۳۲، ۱۳۲، ۱۳۲

معین الدین عرفانی، مولانا - ۸۶

مغیث شاہ، مولانا - ۸۶

مغیث الدین، سید مشفق - ۳۸

مغیث سید، مولانا - ۳۸

منار شیخ - ۱۵۸

منون سرین، مولانا - ۱۳۸

مولانا چشتی، خواجہ - ۲۸

مولانا، خواجہ (ابن بہارین، قاضی) - ۵۴

مؤید الدین السدکی، مولانا - ۱۳۲

مؤید الدین، خواجہ - ۱۱۵

ن

ناصر الدین، شیخ۔ ۲۳۰، ۲۲

ناصر الدین محمد شاہ، سلطان۔ ۸۳، ۸۳

ناصر الدین محمود، سلطان (ابن سلطان التتمش)۔ ۳۹

۱۲۲، ۸۳، ۵۵، ۵۰، ۳۸

ناصر خسرو۔ ۱۱۱

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ ملاحظہ فرمائیں محمد صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اشاریہ ہذا کا پہلا نام۔

نجیب الدین سروردی، شیخ۔ ملاحظہ فرمائیں ابوالنجیب

سروردی

نجیب الدین فردوسی، شیخ۔ ۱۳۲

نجیب الدین متوکل، شیخ۔ ۶۹، ۷۰

نجم الدین صغریٰ، شیخ۔ ۳۱

نجم الدین کبریٰ، شیخ۔ ۱۳۱

نصرت شاہ، سلطان۔ ۸۳

نصیر الدین محمود چراغ دہلی، شیخ۔ ۱۵، ۱۶، ۱۶، ۲۶، ۲۹، ۳۳

۷۸، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۳، ۸۶، ۸۶، ۸۸، ۸۸، ۹۸، ۱۰۳

۱۰۷، ۱۱۰، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۶، ۱۶۶

نظام، شیخ (ابن بدر شاہ)۔ ۱۵۱

نظام الدین اولیاء۔ ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۳، ۳۰، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۲، ۳۳

۳۳، ۳۶، ۳۸، ۴۸، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۰، ۶۶، ۶۸

۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱

۹۲، ۹۳، ۹۳، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳

۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷

۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۵۷

۱۶۵، ۱۶۸

نظام الدین، خواجہ (ابن خواجہ کریم الدین سمرقندی)۔ ۹۹

نظام الدین، خواجہ (ابن فرید الدین گنج شکر)۔ ۹۶

نظام الدین احمد بدخشی، میرزا۔ ۱۷، ۲۳۲ تا ۲۵۹

نظام الدین ابوالموید، شیخ۔ ۳۳، ۳۵، ۶۵

نظام الدین خاموش، مولانا۔ ۷۲

نظام الدین شیرازی، شیخ۔ ۱۱۹، ۱۲۰

نظام الدین محمود، شیخ الاسلام۔ ۱۵۵

نظام نارنولی، شیخ۔ ۲۳۲

نور الدین (ابن شیخ تاج الدین محمد)۔ ۱۵۷

نور الدین دہلوی، شیخ۔ ۳۸

نور الدین جہانگیر، بادشاہ۔ ۱۸۰، ۱۹۳

نور الدین مبارک غزنوی، سید۔ ۳۶

نور الدین محمد۔ ۱۰۲

نور الدین ملک یار پراں، شیخ۔ ۷۳، ۷۴، ۷۹

نور قطب عالم، شیخ۔ ۱۳۳، ۱۳۶

نوشیرواں۔ ۱۹۵

و

وجیہ الدین، شیخ۔ ۳۳

وجیہ الدین پایلی، مولانا۔ ۱۰۸

ولی کود زرین، مولانا۔ ۲۳۲

ولی محمد دہلوی، شیخ۔ ۱۹۶

وہب بن الورد رضی اللہ عنہ - ۱۵۳

۵

بارون ، خواجہ - ملاحظہ فرمائیں رفیع الدین بارون ، خواجہ

ہبیرہ بصری ، خواجہ - ۲۸

ہمایوں بادشاہ ، نصیر الدین محمد - ۱۳۰ ، ۱۳۵ ، ۱۳۸ ، ۱۵۰

۱۵۶ ، ۱۵۹ ، ۱۶۶ ، ۱۷۵ ، ۱۷۷ ، ۲۳۵

ہمایوں خاں - ملاحظہ فرمائیں علاء الدین ہمایوں خاں ،

سلطان

ہیموں - ۱۷۵

ی

یحییٰ ، خواجہ (ابن خواجہ عبید اللہ احرار) - ۲۳۱

یحییٰ معاذ رازی - ۱۷۰ ، ۳۱

یعقوب ، شیخ (ابن فرید الدین گنج شکر) - ۹۶ ، ۹۷

یعقوب چرخی ، خواجہ - ۲۰۰

یعقوب کشمیری ، شیخ - ۱۶۳

یمین الدین ، شیخ - ۵۶

یمین الدین ابوالحسن - ملاحظہ فرمائیں امیر خسرو

یوسف المسینی ، سید - ۱۲۶

یوسف دہلوی ، شیخ - ۱۷۹

یوسف علیہ السلام - ۳۳ ، ۹۶

یوسف قتال ، شیخ - ۱۵۲ ، ۱۵۳

•

فہرست کتب

(اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن حکیم کا اشاریہ پہلے مرتب کیا گیا ہے اس کے بعد دوسری کتابوں کے نام حروف تہجی کے مطابق تحریر کیے گئے ہیں)

تذکرۃ الاولیاء - ۱۷۰	قرآن - ۶۰، ۶۳، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۶، ۱۵۱، ۱۷۶
تسلیۃ المصاب - ۱۸۷	۱۸۶، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۲۲، ۲۲۶
تفسیر انوری - ۱۳۱	آثار شاہجہانی - ۱۶، ۱۹۵
تفسیر سورۃ والضحیٰ و الم نشرح - ۲۳۸	العرف - ۱۸۹
تنویر - ۲۲۰	التکشف عن مہمات التصوف - ۱۳۷
تمہیدات (عین القضاۃ ہمدانی) - ۱۳۸	احیاء العلوم - ۶۳
تمہیدات (مسعود بل) - ۱۳۸	اخبار الاخیار - ۱۳، ۱۶، ۲۱، ۲۸، ۳۵، ۳۷، ۳۹، ۵۰
تمہید المستدی - ۶۰	۵۳، ۵۹، ۶۰، ۶۸، ۶۹، ۷۲، ۷۳، ۸۰، ۸۱، ۸۸، ۹۰، ۹۷
توحید الافکار - ۱۳۶	۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۸
ش	۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۹، ۱۸۲، ۱۸۳
شمس محمدی - ۱۱۷	اخبار جہانگیری - ملاحظہ فرمائیں آثار شاہجہانی
ج	ارزش میراث صوفیہ - ۱۷۷، ۲۰۰
جامع الکلیات - ۳۸	ارمغان پاک - ۱۳۹
جدائین - ۱۳۸	اصول - ۱۰۳
جوہر القلندر - ۸۶	انوار الجلیس - ۹۷
ح	ب
حاشیہ شرح متشبیہ نسفی - ۲۲۸	بزدوی - ۱۰۳، ۱۳۳
حاشیہ شرح مہمان جمال الدین ہمدانی - ۲۲۸	ت
حاشیہ مطالع - ۲۲۳	تاریخ فیروز شاہی - ۱۶، ۷۸، ۷۷، ۱۱۷
حسامی - ۳۹	تہذیب اللہارار فی کرامت الاخیار - ۹۸

حسرت نامہ - ۱۱۷

خ

خیر المجالس - ۱۵، ۱۶، ۲۱، ۲۸

د

درر نظامی - ۱۳۱

دلیل العارفین - ۲۷، ۳۳، ۳۴

ر

رسالہ ابدالیہ - ۲۰۰

رسالہ اجوبہ اباحت میر سید محمد امین کاشانی - ۲۳۸

رسالہ القصیحة - ۱۸۷

رسالہ ایصال المرید الی المراد - ۱۸۷

رسالہ بحث الفاظ - ۲۳۸

رسالہ بحث ایمان - ۲۳۸

رسالہ بحث کلام - ۲۳۸

رسالہ عدم مطالعہ در تصورات - ۲۳۸

رسالہ تحقیق نفس - ۱۶۶

رسالہ فرائض منظوم - ۱۶۶

رسالہ معرفت نفس - ۱۶۶

رسالہ مکاشفات - ۱۸۳

رسائل عزیز نسفی - ۱۳۶

رشحات عین الحیات - ۲۰۱۵

س

سیر دلبران - ۱۳۳، ۱۳۸، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۱۰، ۲۱۲، ۲۲۰

۲۳۳

سرور الصدور - ۷۹

سفر السعادة - ۱۸۶

سلسلۃ الذهب - ۲۸

سلسلۃ الصادقین - ۲۰۰

سلسلۃ الوصال - ۱۸۳

سیر الاولیا - ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۷، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۸، ۳۹

۳۹، ۵۹، ۶۰، ۶۶، ۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۳، ۷۸، ۸۱، ۸۸، ۹۰

۹۱، ۹۲، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲

سیر العارفین - ۸۲، ۲۱

سیر النبی - ۱۶۶

ش

شرح رباعیات - ۲۰۹، ۲۱۰

شرح رسالہ احمد جندی - ۲۳۸

شرح رسالہ توحید - ۲۳۸

شرح مشارق - ۱۰۳

شرح مشکوٰۃ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) - ۱۸۶

شرح نزهت الارواح - ۱۷۸

شمسیہ - ۱۲۶

شمسیۃ المعارف - ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶

ص

صحیح بخاری - ۱۶۶

صلوات کبیر - ۱۱۷

ط

طبقات شاجہانی - ۱۶

طبقات ناصری - ۲۱
طوابع شمس - ۳۸

ع

عنایت نامہ النبی - ۱۱۰

عزیزیہ - ۱۰۲

عوارف المعارف - ۶۰

عینیہ - ۱۰۲

ع

غیاث اللغات - ۲۲۰، ۱۸۵

ف

فتوحات مکیہ - ۲۰۰، ۲۰۳، ۱۶۶

فصوص الحکم - ۱۰۳، ۱۶۹

فوائد السالکین - ۲۸

فوائد الفواد - ۹۰، ۶۰، ۳۹، ۳۹، ۲۱، ۱۶، ۱۵

فیض الباری شرح صحیح بخاری - ۱۶۶

ق

قوت القلوب - ۱۰۰

ک

کافیہ - ۱۲۳

کلام ربانی - ملاحظہ فرمائیں قرآن

کلام مجید - ملاحظہ فرمائیں قرآن

کلمات الصادقین - ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۹، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۱، ۲۸

۲۰۳، ۱۲۹

کشف المحجوب - ۱۲۳

کنز - ۲۹

گ

گلزار ابرار - ۱۶

گلشن زار - ۱۳۳

ل

لمعات - ۱۳۶

لب الالباب - ۱۲۶

م

مآثر سادات - ۱۱۰

مثنوی رومی - ۱۳۳

مراۃ العارفین - ۱۳۰، ۱۲۸

مرصد العنایات ہر یونی - ۲۵۵، ۲۳۸

مشارق الانوار - ۳۶

مصباح - ۳۹

مصنف - ملاحظہ فرمائیں قرآن

مطالع - ۱۲۶

منظوم - ۱۶۶

مفتاح الاسرار - ۱۳۶

مفتاح الفیض - ۱۳۵، ۱۳۲

مقدمات تحریری - ۵۹

ماتوبات نواب محمد باقی بہت - ۱۱۰

ماتوبات سین التمشق بہت - ۱۳۰

ماتوبات مجید الف ثانی - ۲۰۱

منہجات مقبول - ۱۳۵